https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

توضیح البیان

علامہ غلام رسول سعیدی

ناشر

حامد اینڈ کمپنی، مدینہ منزل ۳۸ اردو بازار لاہور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ——— توضیح البیان لخزائن العرفان
نام مصنف ——— مولانا غلام رسول سعیدی
مصحح ——— محمد منشاء تابش قصوری
مطبع ——— جنرل پرنٹرز ٹیلیگن روڈ لاہور
قیمت ——— =/۱۰۰ روپے
تاریخ اشاعت ——— جنوری ۱۹۷۹ء

تعارف

اس کتاب میں سرفراز صاحب گکھڑوی کی تنقیدِ متین کا مکمل اور راہِ سنت و باب جنت کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے! اس کے علاوہ مبتدعین دیوبند کی دوسری بیشمار کتابوں پر بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے اور تمام دیوبندی بدعات کا قلع قمع کر کے مسلک اہلسنت کو واضح کر دیا گیا ہے کہ شرک و بدعت کی تعریفوں میں مبتدعین دیوبند کی غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے ان کے خانہ ساز قواعد پر ان گنت اشکال قائم کیے گئے ہیں اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے ترجمہ اور صدر الافاضل رحمہ اللہ کی تفسیر کے ان مقامات سے حجابات اٹھا دیے گئے ہیں جنھیں مبتدعین نے تعصب اور جہالت کی عینک سے دیکھا تھا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
استعانت	۴۷
اختصاص استعانت کا مدار	۴۸
دیوبند کی شہادت	۵۰
مافوق الاسباب امور میں رسول اللہ سے استعانت۔	۵۱
خلق اور کسب	۵۴
مبحث شرک میں پہلی غلطی	۵۶
مافوق الاسباب اور قرآن	"
مافوق الاسباب امور اور علامہ شامی	۶۱
دوسری غلطی	۶۳
صاحب مالابد منہ کی عبارت سمجھنے میں سرفراز صاحب کی غلطی۔	۶۹
دیوبندی بدعت معتزلہ اور خوارج کی فرع ہے۔	۷۱
حیات انبیاء دنیاوی اور جسمانی ہے۔	۷۲
حیات اولیاء	۷۵
استمداد کا ثبوت احادیث سے	۷۵
استمداد کا ثبوت اعلام امت سے۔	۸۱
استمداد کا انکار بدعت ہے	۸۹
دیوبند کے مسلم اکابر سے استعانت کا ثبوت۔	۹۱
سرفراز صاحب کا وجوہ فاسدہ سے استدلال اور ان کے جوابات۔	۱۰۱
قران فی الذکر وجوہ فاسدہ سے۔	۱۰۴
مظہر افعال وصفات	۱۰۵
استعانت کی تفسیر صدر الافاضل اور شاہ عبدالعزیز سے۔	۱۰۸
استعانت کی بحث میں حرف آخر	۱۱۰
ضاد کا مخرج	۱۱۳
مجمل حوالے کا جواب	۱۱۳
منیۃ المصلی کی عبارت میں خیانت۔	۱۱۵
عبارات فقہا کی توضیح	۱۱۶

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عنوان	صفحہ
دیوبند کے اہلِ حق کی قرآن میں لفظی تحریف۔	۱۱۸
عموم بلویٰ کا جواب	۱۱۹
ضاد کو عمداً ظاہر پڑھنا کفر ہے	۱۲۲
حرف ضاد کی تخصیص کا جواب	۱۲۲
امامت کی تخصیص کا جواب	۱۲۳
مروجہ ایصالِ ثواب	۱۲۵
تقرب لغیر اللہ کی بحث	۱۲۵
اشرف علی تھانوی کی گپ	۱۳۳
محمود حسن کی گپ	۱۳۶
گیارہویں حرام ہونے کے دلائل کا تجزیہ۔	۱۳۷
ایصالِ ثواب دلائل شرعیہ کی روشنی میں۔	۱۴۳
ایصال ثواب میں تعیین کی توضیح۔	۱۴۶
گیارہویں کو حرام کہنا بدعت ہے۔	۱۴۷
تعیین عرفی	۱۴۸
تعیین عرفی کی ترجیح	۱۴۹
شاہ عبدالعزیز صاحب کی تعیین	۱۵۲

عنوان	صفحہ
یوم پر تصریح۔	
پیٹ کا منتظم کون ہے	۱۵۶
ضابطہ سنت بیان کرنے میں	
سرفراز صاحب کی فاش غلطی۔	۱۵۹
شاطبی کی عبارت کی وضاحت	۱۶۰
کیا غنیۃ الطالبین غوثِ اعظم کی تصنیف ہے۔	۱۶۱
طعام پر فاتحہ پڑھنا	۱۶۲
عہدِ رسالت میں ایصالِ ثواب	۱۶۸
بدعت سیئہ کا غلط ضابطہ	۱۷۰
بدعت حسنہ کا استنباط	۱۷۴
نور و بشر	۱۷۶
عقیدہ بشریت	۱۷۷
بشریتِ محضہ اور بشریت بحیثیت نبوت میں فرق۔	۱۸۳
نبی علیہ السلام کی نورانیت	۱۸۷
حضور کی نورانیت پر اعتراض کا جواب۔	۱۹۱
حضور کی نورانیت پر ایک اور اعتراض۔	۱۹۲
حضور کی نورانیت اکابر دیوبند	۱۹۶

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عنوان	صفحہ
کی نظر میں۔	
حضور کی نورانیت پر قرآن سے مزید دلائل۔	۱۹۷
قد جاءکم من اللہ نور میں حضور کی نورانیت کی نفی کرنے والے کون تھے۔	۲۰۰
اولیت اضافی کا جواب	۲۰۵
نورانیت محمدی کی تابناک شعاعیں	۲۱۴
سائے کی نفی	۲۱۶
کیا سایہ نہ ہونے کا عقیدہ شیعہ کا ہے۔	۲۲۵
اثبات ظل کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۲۲۶
بادل کا سایہ فگن ہونا	۲۲۸
حاضر ناظر	۲۳۱
اعلیٰ حضرت کی جلالت علمی	۲۳۲
صدر الافاضل کی تفسیر اور اس پر حاشیہ۔	۲۳۳
علم رسالت پر طعن طریقہ منافقین ہے۔	۲۳۷
حاضر ناظر کا ثبوت	۲۴۰

عنوان	صفحہ
حیات	۲۴۰
لوازم حیات	۲۴۲
آن واحد میں امکنۂ متعددہ پر حاضر ہونے کا امکان۔	۲۴۴
تھانوی صاحب اور عقیدہ حاضر ناظر۔	۲۴۷
نذر و نیاز	۲۵۰
سرفراز صاحب کا پہلا شبہ	۲۵۱
ذبیحہ حرام ہونے کی صورتیں	۲۵۲
شاہ عبدالعزیز اور نیاز کے جانور۔	۲۵۳
تنقیحات	۲۶۱
وقت ذبح کی قید	۲۶۳
سرفراز صاحب کا دوسرا شبہ۔ لغیر اللہ اور بغیر اللہ کا فرق اور	۲۶۵
سرفراز صاحب کا تیسرا شبہ۔	۲۶۶
سرفراز صاحب کا چوتھا شبہ	۲۶۷
سرفراز صاحب کا پانچواں شبہ	۲۷۰
سرفراز صاحب کا چھٹا شبہ	۲۷۴
عید میلاد النبی	۲۷۵

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عنوان	صفحہ
دینی اور دنیاوی امر کا فرق	۲۷۸
بدعت کی تعریف	۲۷۸
جشنِ میلاد	۲۷۹
سرفراز صاحب اور اُن کے حکیم الامت کی جواز میلاد پر شہادت۔	۲۸۳
حضرت ابن عباس کی حدیث اور عید میلاد۔	۲۸۴
یوم میلاد کے عید ہونے کی شہادت۔	۲۸۶
سرفراز صاحب کے شبہات	۲۸۷
نئی کروٹ	۲۹۰
تفویض احکام	۲۹۳
مقام نبوت	۲۹۳
نبی علیہ السلام کے اختیارات	۲۹۵
تفویض کا ثبوت	۲۹۷
سرفراز صاحب کی جسارت	۲۹۹
احادیث میں سرفراز صاحب کا شبہ۔	۳۰۱
علماء امت اور تفویض احکام	۳۰۲
افسوسناک خیانت	۳۰۷

عنوان	صفحہ
امتناع کذب	۳۰۹
امکان کذب میں مکذبین کی عبارتوں کا تضاد۔	۳۱۰
امتناع کذب، جمہور معتزلہ اور اہلسنت کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔	۳۱۲
امام رازی اور امتناع کذب	۳۱۳
امتناع کذب پر دلائل	۳۱۵
محال عقلی یا محال عادی	۳۲۰
عموم قدرت سے دیابنہ کو دھوکہ	۳۲۳
خلف وعید میں اہل دیوبند کا مغالطہ	۳۲۴
مکذبین باری سے پہلی گذارش	۳۲۶
خلف وعید پر محققین کا رد	۳۲۷
مکذبین سے دوسری گذارش	۳۲۷
کیا اشاعرہ امکانِ کذب کے قائل ہیں۔	۳۳۰
مکذبین سے تیسری گذارش	۳۳۰
مکذبین سے چوتھی گذارش	۳۳۷
سرفراز صاحب کا پہلا مغالطہ	۳۳۸
سرفراز صاحب کا دوسرا مغالطہ	۳۴۰
سرفراز صاحب کا تیسرا مغالطہ	۳۴۳

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عنوان	صفحہ
سرفراز صاحب کا چوتھا مغالطہ	۳۴۷
سرفراز صاحب کا پانچواں اور چھٹا مغالطہ۔	۳۴۹
سرفراز صاحب کا آٹھواں اور نواں مغالطہ۔	۳۵۲
سرفراز صاحب کا دسواں مغالطہ	۳۵۳
حسن و قبح اور محل نزاع۔	
شرح مواقف کی عبارت	۳۵۸
فتوح الغفائد اور مجدد الف ثانی	۳۶۵
سرفراز صاحب کا گیارہواں شبہ	۳۶۶
بارہواں اور تیرہواں مغالطہ	۳۶۷
محمود الحسن کے کلام پر تنقید	۳۶۷
علم غیب	۳۷۱
علم غیب کے دلائل	۳۷۲
نفی علم غیب کا محمل	۳۷۶
علم عطائی کی نفی پر مفاسد	۳۷۷
تھانوی صاحب کی جہالت	۳۸۰
سرفراز صاحب کی ایک اور الجھن	۳۸۲
علم شعر کی تحقیق	۳۸۵
شعر کے علم کی مطلقاً نفی پر نواشکال۔	۳۸۶

عنوان	صفحہ
صدر الافاضل کا دوسرا جواب اور اس کی توضیح۔	۳۶۴
تیسرے جواب کی توضیح	۳۹۵
سرفراز صاحب کی تنقید	۳۹۵
علم کلی	۳۹۵
علم الٰہی اور علم رسول میں فرق	۴۰۳
سرفراز صاحب کے شبہات	۴۰۵
انبیاء سابقین کے متعلق حضور کا علم۔	۴۰۶
تواضع کی تحقیق	۴۰۸
منافقین کے متعلق حضور کا علم۔	۴۱۴
صدر الافاضل کے جواب کی توضیح۔	۴۱۵
دوسرے جواب کی توضیح	۴۱۶
نسخ کا افتراء اور اس کا جواب	۴۱۸
اخراج منافقین کی حدیث پر جرح اور اس کا جواب۔	۴۲۳
اباحت اصلیہ	۴۲۹
اباحت اصلیہ اور مفسرین	۴۳۰

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عنوان	صفحہ
درمختار اور تفسیر احمدی کے حوالے۔	۴۳۲
ورود شرع سے قبل کی تحقیق	۴۳۶
ورود شرع کے بعد اباحت پر دلائل۔	۴۴۰
سرفراز صاحب کی خیانت	۴۴۹
اباحت اصلیہ پر عقلی ڈھکوسلے اور اُن کے جوابات۔	۴۵۱
مچھلی کے سوا دریائی جانوروں کی حرمت کا جواب۔	۴۵۳
کائنات میں تصرف	۴۵۵
قدرت ذاتیہ کی نفی پر دلیل	۴۵۸
سرفراز کے شبہات	۴۶۰
اسنادِ مجازی	۴۶۳
حرفِ آخر	۴۶۸

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الاھداء

مَیں اس ناچیز تصنیف کو مجدّد ملّت محسن اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز اور حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمہ اللہ کی بارگاہِ عظمت پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ جن کی روحانی امداد و اعانت سے مجھ جیسے ہیچ مداں کو اس کتاب کی تصنیف کی توفیق حاصل ہوئی۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

غلام رسول سعیدی غفرلہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

استاذ العلماء مولانا الحاج عطا محمد صاحب چشتی دامت برکاتہم کے فرمودات و تاثرات

الحمد للہ الرحمٰن الذی خلق الانسان الکامل حبیبہ وعملہ ما یکون وما کان والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علیٰ سیدنا نبی عدنان الماحی آثار الکفر والطغیان۔ الامی العالم بالبطون والظہور الکاشف لظلمات الظلم والشرور۔ امّا بعد۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ایمانِ کامل کے دو اجزا ہیں ۱۔ عقائد جن کا تعلق دل سے ہے اور ۲۔ اعمال جن کا صدور ظاہری اعضاء سے ہوتا ہے۔ لیکن جزو اعلیٰ اور اصل عقیدہ ہے۔ اور اعمال فروع کا درجہ رکھتے ہیں۔ عقیدہ صحیحہ سے دل کی طہارت ہوتی ہے۔ اس لئے بغیر درستی عقیدہ کے کوئی عمل مقبول نہیں ہے۔ اور اختلاف مذاہب کی مدار اختلاف عقائد پر ہے نہ کہ اختلاف عمل پر۔ اسی لئے مذاہب اربعہ باوجود اختلاف اعمال کے وحدت عقیدہ کی وجہ سے اہل السنّت والجماعت کہلاتے ہیں۔ اور تو ہّب، تشیّع، اعتزال و خروج اختلاف عقائد کی مختلف تعبیرات ہیں۔

اہل السنت والجماعت نے صحت اعمال کی اہمیت کو ملحوظ رکھنے کے باوجود صحت عقائد پر بڑا زور دیا ہے۔ اور عقائد میں توحید اور رسالت کا عقیدہ اہلسنت کے نزدیک بہت اہم ہے۔ اس تمہید میں میں یہ واضح کرنے کی کوشش کرونگا کہ اہل سنّت کے نزدیک توحید و رسالت کا مفہوم کیا ہے۔ اور اہلِ بدعت نے اس عقیدہ میں کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہیں۔

ملّتِ اسلامیہ کی اساس توحید و رسالت کے عقیدہ پر ہے۔ اور ان ہر دو امر کی صحت ہی صحت ایمان ہے۔ اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ توحید جس پر قرآن کریم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دلالت کرتا ہے۔ یہ ہے کہ عالم جو کہ جمیع موجودات ماسوا اللہ سے عبارت ہے۔ یہ سب موجودات توحید باری پر دلائل ہیں۔ اور ان دلائل کے علم سے توحید خداوندی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ دلائل کا علم ہوگا۔ اتنا ہی توحید کا علم بھی کامل ہوگا۔ اور دلائل کی کمی توحید کے علم میں کمی کو مستلزم ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ وکذلک نُرِیْ ابرٰھیم ملکوت السمٰوٰت والارض ولیکون من الموقنین ط

ملا علی قاری نے اس آیت مبارکہ کا جو معنی بیان فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ جیسا کہ آپ کو زمین و آسمان کے عجائب دکھائے ہیں۔ اسی طرح ہم نے ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان و زمین کے علوم دیئے تھے۔ تاکہ وہ اپنے رب عظیم پر استدلال قائم کریں۔ ان امور سے واضح ہو گیا کہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی توحید کے دلائل ہیں۔ اور ان علوم سے توحید مکمل ہوتی ہے اور پھر یہ بات تو معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عالم کی وجہ تسمیہ ہی یہ ہے کہ اس سے صانع پر دلیل دی جاتی ہے۔ یہاں ملا علی قاری اور دیگر شراح حدیث نے ایک نکتہ بیان کیا ہے۔ اس کو بھی ذرا سُن لیجئے۔ وہ یہ کہ آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور مشاہدہ کو مشبہ بہ اور خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ کے علم و مشاہدہ کو مشبہ سے تعبیر فرمایا۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ مشبہ بہ وجہ میں مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم و مشاہدہ جناب خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ سے کس طرح اقویٰ ہے شراح حدیث نے اس کا جواب دیا کہ آیت مذکورہ بالا میں خلیل صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کو پہلے مشاہدہ ہوا اور بعد میں ایقان اور جس حدیث شریف میں حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا ذکر ہے۔ اس میں مشاہدہ باری عزّ اسمہٗ مقدم اور علم جمیع ما فی السمٰوٰت والارض مؤخر ہے۔ تو حاصل کلام یہ ہوا کہ حبیب صلوٰۃ اللہ مؤثر اور خالق سے اثر اور مخلوق کی طرف منتقل ہوئے اور خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ کا معاملہ بالعکس ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وبینھما بون بائن۔ یعنی ان دونوں مرتبوں میں بڑا عظیم فرق ہے، قرآن و سنت سے جو عقیدۂ توحید ثابت ہوتا ہے اس کا ذکر اُوپر بیان ہو چکا، اور اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی بھی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اس کو فلاں چیز کا علم نہیں ہے۔ تو یہ عقیدہ اس بات کو مستلزم ہے کہ اس نبی کا علم توحید مکمّل نہیں ہے۔ چہ جائیکہ افضل الانبیاء صلواۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ آپ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا۔ تو بتایئے جب آپ کا علم توحید مکمل نہیں ہے۔ تو پھر دنیا میں کس کا علم توحید مکمل ہو سکتا ہے۔ اور بعض اہلِ بدعت نے عقیدۂ توحید کو اُلٹا جامہ پہنا دیا کہ اگر کسی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو عالم کی ہر ایک چیز کا علم عطا فرمایا ہے۔ تو یہ عقیدہ شرک ہے یعنی عقیدۂ توحید کو جو دلائل سے ثابت ہے اس کو تو شرک قرار دیا۔ اور ان اہلِ بدعت نے عقیدۂ توحید یہ اختراع کیا کہ کامل موحد وہ ہے۔ جس کو دیوار کے پیچھے کا علم بھی نہ ہو۔ اور پھر طرفہ یہ کہ ان اہلِ بدعت کے نزدیک شیطان لعین کی وسعت علمی تو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اور افضل الانبیاء کے علم پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ شیطان کا علم توحید انبیاء علیہم السّلام کے علم توحید سے اکمل ہے۔ نعوذ باللہ من ہٰذہ الخرافات۔ ع

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد

یہاں تک میں نے یہ واضح کیا ہے کہ ملّتِ اسلامیہ کی اساس اوّل توحید کو اہلِ بدعت نے کتنا غلط رنگ دیا ہے۔ اب آیئے آپ کو دین متین کی بنیاد ثانی یعنی رسالت سے روشناس کرائیں۔ اور پھر اہلِ بدعت نے اس بنیاد میں جو قہر سامانیاں کی ہیں ان سے پردہ اُٹھائیں۔ اوّلاً آپ سے یہ بیان کرتے ہیں کہ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک عقیدہ رسالت کیا چیز ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ انّی جاعل فی الارض خلیفۃ اس آیت مبارکہ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خلیفہ اس وقت مقرر کیا جاتا ہے جب اصل حاکم کام انجام نہ دے سکے۔ اللہ تعالےٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تو ہر قسم کے عجز سے پاک ہے پھر اس نے اپنا خلیفہ کیوں مقرر فرمایا۔

اس اشکال کا جواب علامہ بیضاوی نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

استخلفهم الله فی عمارة الارض وسیاسیة الناس وتکمیل نفوسهم وتنفیذ امره فیهم لا لحاجةٍ به تعالیٰ الی من ینوبه بل لقصور المستخلف علیه عن تبول فیضه وتلقی امره بغیر وسطٍ۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا جتنی مخلوق ہے اس میں اتنی استعداد نہیں ہے کہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کر سکے۔ اس حکمت کی وجہ سے خلیفہ کی تخلیق ہوئی۔ علامہ فاضل سیالکوٹی نے اپنے حاشیہ میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مخلوق میں کیوں استعداد فیضان نہ تھی، ملاحظہ ہو:

لما انه فی غایة الکدورة والظلمة الجسمانیة وذاته تعالیٰ فی غایة التقدس والمناسبة شرط فی قبول الفیض علی ما جرت به العادة الالهیة فلابد من متوسط ذا جهتی التجرد والتعلق لیستفیض من جهةٍ ویفیض باخری

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا تمام ارضی مخلوق میں کدورت یعنی میلا پن اور سیاہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کدورت اور سیاہی سے بالکل پاک و منزہ ہے۔ بلکہ کدورت اور ظلمت اللہ تعالیٰ میں محال ہے۔ اور مفیض اور مستفیض میں مناسبت شرط ہے۔ اور یہ شرط عادی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان ایک واسطہ پیدا کیا ہے جو کہ تجرد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے مناسبت رکھتا ہے اور اس مناسبت سے باری عزاسمہٗ سے استفادہ کرتا ہے۔ اور تعلق بدنی کے لحاظ سے مخلوق کے مناسب ہے اور اس مناسبت کی وجہ سے مخلوق اس سے استفادہ کرتی ہے۔ علامہ بیضاوی نے حیوانی بدن میں اس کی مثال دی ہے کہ مثلاً ہڈیاں گوشت سے خوراک حاصل کرتی ہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان مناسبت نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے عادی طور پر نرم ہڈی کو پیدا کیا۔ جو کہ ظاہری رنگ کے لحاظ سے ہڈی ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نرمی کے لحاظ سے گوشت سے مناسب ہے۔ اور ہڈیاں اسی نرم ہڈی کے واسطے خوراک حاصل کرتی ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ اور مخلوق کے درمیان واسطۂ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جو کہ ذو جہتین ہیں۔ ان میں تجرد اور نورانیت بھی ہے اور تعلق بشریت بھی۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ انبیاء و رسل صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین نہ تو خدا ہیں اور نہ ہی محض بشر حتیٰ کہ انکی حقیقت محض حقیقت بشری ہو۔ اہلِ بدعت کو ہمارا یہ چیلنج ہے کہ علامہ بیضاوی نے جس اعتراض و اشکال کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ تمام مل کر بیان مذکور کے بغیر اس کا جواب دیں۔ اہلِ بدعت کا یہ مذہب ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت صرف حقیقت بشری ہے۔ فرق صرف نزولِ وحی کا ہے۔ تو اس پر سابقہ اشکال لوٹ آئے گا کہ پھر انبیاء علیہم السلام بھی عدم مناسبت کی وجہ سے استفادہ از باری عزّ اسمہ نہیں کر سکتے۔ حقیقت میں مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی کی حقیقت صرف اور صرف بشر ہے۔ اور اسی وجہ سے ان کا یہ اعتراض تھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ کسی اور پر کیوں نازل نہ ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں فرمایا۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ یعنی اللہ تعالےٰ مقام رسالت کو خوب جانتا ہے۔ جس کا مطلب واضح ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حقیقت ایسی ہے کہ اس میں استعداد رسالت ہے۔ اور مشرکین جن کا نام تم لیتے ہو۔ ان کی حقیقت میں یہ استعداد نہیں ہے۔ اب اگر رسالت کے متعلق اہلِ بدعت کا مذہب مان لیا جائے کہ حقیقت انبیاء علیہم السلام صرف بشر محض ہے۔ تو پھر کفار کے اعتراض کا جواب آیت مذکورہ بالا سے کس طرح بیان کیا جائے گا۔ حیرت اس امر پر ہے کہ بانیٔ دیوبند اور اہلِ بدعت کے پیر مغاں محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی آیت مذکورہ بالا کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ جس کو میں نے اُوپر بیان کیا ہے بلکہ موصوف نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ زمین کا وہ حصّہ مبارکہ جس پر کعبہ مکرمہ ہے۔ اس کی حقیقت دوسرے اجزاء ارض سے مختلف ہے۔ ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ مذکورہ بالا بحث تو تمام انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہے۔ اور پھر افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قولہ تعالیٰ یکاد زیتھا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار۔ علامہ فاضل عبدالحکیم سیالکوٹی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لانھا تکاد تعلم ولو لم یتصل بملک الوحی والالھام الذی مثل النار من انّ العقول یشتعل عنھا وفیہ اشارۃ الی ما سیجیٔ من ان قولہ تعالیٰ اللہ نور السمٰوٰت والارض تمثیل للقوۃ العقلیۃ فی مراتبھا۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نور السمٰوٰت میں انبیاء علیہم السلام کی عقول کا بیان اور ان کی استعداد کی تمثیل ہے کہ اگر اُن پر وحی والہام نہ بھی ہوتا تب بھی ان میں استفادہ کی استعداد موجود تھی۔ اسی لئے محققین اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ اگر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بالفرض وحی نازل نہ بھی ہوتی تب بھی آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوتے۔ آپ کو جو منصب نبوت اور رسالت عطا فرمایا گیا ہے۔ یہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا:

قولہ تعالیٰ۔ نورٌ علیٰ نور یھدی اللہ لنورہ من یشآء۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ تعالےٰ نے مرتبہ رسالت عطا فرمایا تو یہ نہ سمجھو کہ صرف اسی سے آپ کو نورانیت حاصل ہوئی۔ بلکہ اس رتبہ عالیہ سے قبل بھی وُہ نور تھے۔ اور اعطائے رسالت نورٌ علیٰ نور ہے۔ چونکہ اس سے یہ وہم ہوتا تھا کہ پھر اس ذات ستودہ صفات کی نورانیت تو بالکل ظاہر ہوگی۔ اور اس کا انکار ناممکن ہوگا۔ اس وہم کو دُور کرنے کے لئے فرمایا۔ یھدی اللہ لنورہ من یشآء یعنی اس نورٌ علیٰ نور کو غلاف بشریہ سے ڈھانک لیا جاوے گا۔ اور اس نور تک مخصوص نفوسِ قدسیہ کی رسائی ہوگی۔ اور اذہان عالیہ اور نفوس قدسیہ کو ہی اللہ تعالیٰ اس نور تک پہنچائے گا۔ باقی رہے اذہانِ قاصرہ سافلہ تو وہ صرف غلافِ بشریت پر رُک کر اسفل السافلین میں گر جائیں گے۔

یہاں تک میں نے عقیدہ توحید و رسالت میں اہلِ سنّت اور اہلِ بدعت کا فرق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بیان کیا ہے۔ اور یہ ذکر اجمالی ہے۔ اب روز اوّل سے اہلِ حق اور اہلِ باطل یا یوں کہہ لیجئے کہ ابتدا سے اولیاء الرحمٰن اور عباد الشیطان ستیزہ کار ہیں ع

ستیزہ کار ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل احادیث میں اشارہ بھی فرمایا ہے جس کو بیہقی نے روایت کیا۔

قولہ علیہ السّلام۔ یحمل ھٰذا العلو من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین انتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔

(رواہ البیہقی فی کتاب المدخل۔ بحوالہ مشکوٰۃ)

قولہ علیہ السّلام انّ اللہ عزّ وجل یبعث لھٰذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنہ من یجدد لھا دینھا۔

(رواہ ابوداؤد۔ بحوالہ مشکوٰۃ)

ان دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے عادل علماء اور مجدّد پیدا ہوں گے جو اہلِ بدعت کے شبہات کا ابطال اور ان کی تحریفات و تاویلات کا قلع قمع کرتے رہیں گے۔ اس امّت میں سب سے مقدم یہ ستیزہ کاری سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مقدّس میں ہوئی۔ جب کہ آپ نے دعویٰ فرمایا کہ مجھ پر تمام اشیاء پیش کی گئی ہیں۔ اور میں مومن و کافر ہر ایک کو جانتا ہوں تو منافقوں نے کہا کہ (نحن معہ و مایعرفنا) یعنی اگر سب کو جانتے ہوتے تو ہم کو بھی جانتے اور ہمارے نفاق پر مطلع ہوتے اور پھر ہم کو اپنے دربار میں حاضری کی اجازت نہ دیتے۔ جب آپ کو منافقین کے اس قول کا علم ہوا تو آپ نے لوگوں کو جمع فرما کر اعلان کیا کہ ما بال اقوام طعنوا فی علی فاسئلونی۔ الحدیث) آپ نے منافقین کے قول کو طعنہ سے تعبیر فرمایا۔ اور اعلان فرمایا کہ مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھو۔ آپ نے اپنی اس تقریر میں غصّہ کا اتنا اظہار فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عرض کیا۔ (رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبینا فاعف عنا) (الحدیث)۔ ہم اللہ کو رب، اسلام کو دین، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے پر راضی ہیں ہم کو معاف کر دیجئے۔ اس کے بعد یہ فتنہ منافقین بالکل دب گیا۔ اور کبھی اُن کو سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ تا آنکہ ساتویں سو پانچ ہجری میں ابن تیمیہ نے مذکورہ بالا فتنہ اور کئی دوسرے فتنوں کو جنم دیا۔ اہل بدعت کا یہ محدث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کرتا تھا کہ وہ مال کے ساتھ محبت کرتے تھے اور نیز اہلِ بدعت کا یہ علامہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق کہتا تھا کہ چونکہ وہ بچپن میں مسلمان ہوئے تھے اس لئے ان کا ایمان مقبول نہیں ہے۔ اس وقت کے علماء کرام نے اس شخص کو للکارا اور زین الدین مالکی نے اس کو مبہوت کر دیا۔ چنانچہ اس کو قید کر دیا گیا اور پھر وہ تائب ہو گیا۔ تو قید و بند سے رہائی پائی لیکن پھر اپنے عہد کو توڑ دیا۔ اور یہ فتنہ فوراً دب گیا۔ اسی کے متعلق علامہ ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ میں فرمایا: (واضلہ اللہ علی علم) اور علامہ شامی نے ردالمختار میں فرمایا: (ابتدع ابن تیمیہ) یعنی باوجود علم اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا۔ اور یہ کہ وہ اہلِ بدعت سے تھا اور پھر تیرہویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے طاقت کے گھمنڈ پر اس فتنہ کو ہوا دی اور نجد سے نکل کر حرمین پر قبضہ کر لیا اور اہلِ سنت کو مشرک قرار دے کر قتل کیا۔ تو سلطان روم نے اپنا لشکر بھیج کر اس فتنہ کا استیصال کر دیا۔ اب اس فتنہ نے عرب سے نکل کر ہندوستان کا رُخ کیا اور ہند میں جائے پناہ ڈھونڈھنا شروع کی۔ چونکہ دہلی میں ولی اللہی خاندان کے اکابرین دارالآخرت کو تشریف لے گئے تھے۔ اور ان کی سجادگی اسمٰعیل دہلوی کو حاصل تھی۔ اسمٰعیل دہلوی نے اس کو اپنی آغوش عاطفت میں جگہ دی اور سابقہ فتنوں کے ساتھ کئی اور فتنوں نے جنم لیا۔ اور اس شخص نے امکانِ کذب باری کا فتنہ پیدا کیا۔ تو استاذ الکل فی الکل حضرت امام فاضل کامل حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی رحمہ اللہ نے اس کا رد بلیغ فرمایا کہ باید و نشاید اور پھر مولانا محمد احسن المعروف حافظ دراز پشاوری کی سعی مشکور سے سرحد کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

غیور محب النبی صلی اللہ علیہ وسلم پٹھانوں نے بانیٔ فتنہ اسمٰعیل دہلوی کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔ اور یہ فتنہ ایک دفعہ پھر سے بے یار و مددگار ہو گیا۔ چونکہ قتیل و شہید فی حب السلطنت کے جانشین دیوبند میں جمع ہو چکے تھے۔ اور اس جانشینی پر نازاں و فرحاں تھے۔ اس لئے اس فتنہ نے صنادید دیوبند کو معمولی سی بحث کے بعد رام کر لیا کہ یا تو سجادگی سے دست بردار ہو جاؤ اور یا اپنے پیر دہلوی کا مسلک اپناؤ پس اکابرین دیوبند نے دوسری صورت کو ترجیح دی۔ چونکہ اس فتنہ کا اظہار عامۃ المسلمین میں بدظنی کا باعث تھا۔ اس لئے ان صنادید دیوبند میں سے بعض نے تو تقیہ کیا اور بعض نے اپنے مافی الضمیر کا پورا پورا اظہار کیا۔ لہٰذا اس وقت کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز نے یک و تنہا اس گروہ کا اس قدر رد بلیغ فرمایا کہ اس کی تفصیل کے لئے مجلدات بھی ناکافی ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے علمی دبدبہ اور رعب کا یہ حال تھا کہ باوجود کوشش بسیار کے ذریت اسمٰعیل کے کسی فرزند کو مناظرہ کی توفیق نہ ہوئی اور تاریخ و مقام مناظرہ متعین ہونے کے باوجود اعلیٰ حضرت نے وقت اور جگہ کی پوری پابندی کی۔ سجادگانِ قتیل و شہید یا وہاں نہ گئے۔ اور یا جا کر راہِ فرار اختیار کی۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد بیسیوں مناظرے معرضِ وجود میں آئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پس ماندگان قتیل کے پیچھڑے اس شیر نر سے کانپتے تھے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے تقریباً ایک ہزار کے لگ بھگ تصانیف ارقام فرمائیں اور جس مسئلہ پر قلم اُٹھایا اس کو الم نشرح کر کے چھوڑا۔ ان تمام تصانیف کا سرتاج اُردو ترجمہ قرآن پاک ہے۔ جس کی نظیر نہیں ہے۔ اور اس ترجمہ کا مرتبہ اسی کو معلوم ہو سکتا ہے جس کو اعلیٰ درجہ کی تفاسیر پر پوری نظر ہو۔ اس ترجمہ مبارکہ میں محققین مفسرین کا اتباع کیا گیا ہے۔ اور جن اشکالات اور اُن کے حل کو مفسرین نے صفحات میں جا کر بمشکل بیان فرمایا ہے۔ اس محسنِ اہلسنت نے اس کو ترجمہ کے چند الفاظ میں بیان کر دیا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ چند مثالیں یہاں پیش کروں۔ مثال اوّل قرآن پاک میں ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لاریب فیہ عربی محاورہ کے مطابق یہاں جنس ریب کی نفی ہے۔ اور لفظ (فی) کا مدخول ظرف ہوتا ہے۔ کبھی زمان اور کبھی مکان۔ تو اب معنی یہ ہوگا کہ قرآنِ پاک جنس ریب کا محل نہیں بنا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں کسی نے شک نہیں کیا۔ حالانکہ دوسری آیت میں ہے۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا اس آیت مبارکہ سے پتہ چلا کہ قرآن کریم محل ریب بنا اور لوگوں نے اس میں شک کیا۔ ہے تو اس اشکال کو دور کرنے کے لئے علامہ تفتازانی نے مطول میں اور علامہ بیضاوی نے اپنی تفسیر شہیر انوار التنزیل میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر طویل ترین عبارات سپرد قلم کی ہیں۔ لیکن اس بحرِ زخار نے صرف چند الفاظ میں اس کو دور کر دیا۔ آپ بھی سنئے (قرآن کریم) کوئی شک کی جگہ نہیں۔ اس مختصر عبارت کی بلاغت وہی جانتا ہے جس کو علوم وفنون سے مس ہو۔ اور اگر میں اس کی تشریح کروں تو مضمون طویل ہو جائے گا۔

مثال دوم: قولہ تعالیٰ:۔ یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔ میں مترجمین اس طرف گئے ہیں کہ لفظ لعل بمعنی لکی ہے۔ یعنی تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ لیکن علامہ بیضاوی نے اس کے متعلق فرمایا (لم یثبت فی اللغۃ مثلہ) پھر علامہ مذکور نے فرمایا کہ یہ حال ہے۔ ضمیر اعبدوا سے تو معنی یہ ہوا کہ (اعبدوا راجین ان ینخرطوا فی سلک المتقین) اعلیٰ حضرت نے اس ترجمہ کو اختیار کیا اور دریا کو کوزہ میں بند کر دیا۔ اور پھر اس حضرت مولانا صدر الافاضل حافظ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے ایسی تفسیر لکھی کہ پڑھنے والا حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ ترجمہ احسن ہے یا کہ تفسیر اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں ہی احسن ہیں۔ تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اگر تمام تفسیر کو ترجمہ میں اپنی اپنی جگہ رکھ دیا جائے تو مزج کے طور پر ایک آدمی کی عبارت معلوم ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مسلسل اور مربوط عبارت ہے۔ بہرحال میں بہت دور چلا گیا ع

آمدم برسرِ مطلب

گفتگو اس میں ہو رہی تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے اپنے وقت کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اہلِ بدعت، اسمٰعیل دہلوی کے پیروکاروں کو للکارا۔ اور ہندوستان میں اہلِ سنّت کا سکّہ بٹھایا۔ اعلیٰ حضرت کے بعد ان کے جانشینوں نے پھر اعلیٰ حضرت کے مشن کو حتی المقدور پورا کیا۔ اب ہم ذرا پیچھے ہٹ کر آپ کو بتلاتے ہیں کہ اسمٰعیل دہلوی کے زمانہ تک سابق پنجاب و سرحد جو آجکل مغربی پاکستان سے موسوم ہے۔ اس زہریلے اثر سے محفوظ تھا۔ بدقسمتی سے کہ اس دوران میں واں بھچراں ضلع میانوالی کا ایک طالب علم گنگوہ پہنچا اور رشید احمد گنگوہی نے اس طالب کو ایسا انجکشن دیا۔ جس کی ایجاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نفاق کی کیمسٹ فیکٹری میں ہوئی تھی اور ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرہما نے اس کے تیر بہدف علاج کی تشہیر کی۔ پھر کیا ہوا غربی پاکستان میں فتنہ نجدیت، کا کہرام مچ گیا اور اس فتنہ کے مفاسد دیکھ کر عوام انگشت بدنداں رہ گئے۔ آخر حضرت السید السند قطب الوقت عالم علم لدنی الشیخ الرئیس حضرت سیّدنا و مولانا و مرشدنا سید پیر مہر علی شاہ وارث علوم غوث الثقلین قدس سرہ العزیز نے واں بھچراں کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا اور تلمیذ گنگوہی پر صرف ایک سوال کیا۔ جس کا جواب واں بھچروی اور ان کے تمام معاون اور مددگار نہ دے سکے۔ اور یہ مولوی صاحب حضرت گولڑوی کے روبرو ایسے مبہوت ہوئے کہ ایک مشہور روایت کے مطابق ان کا پیشاب بھی خطا ہو گیا۔ اور واں بھچراں میں یہ فتنہ وقتی طور پر دفن ہو گیا۔ اگرچہ اس فرقہ واں بھچراں کے عقائد وہی تھے۔ جو کہ صنادید دیوبند کو اسمٰعیل دہلوی سے وراثت میں ملے تھے۔ لیکن اکابر دیوبند عوام الناس میں شیعہ شنیعہ کی طرح ذرا تقیہ سے کام لیتے تھے۔ لیکن اس شخص نے تقیہ سے انکار کر کیا۔ اور مع اپنی اصلی شکل کے ساتھ لوگوں کے سامنے عریاں ہو گئے۔ اس لئے دیوبندی حضرات، ذرا اس فرقہ واں بھچراں سے خفا ہو گئے۔ تو ان کو ایک اور سہارے کی ضرورت پڑی اور سعی و بسیار کے بعد ان کا مقصد گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں حل ہو گیا۔ چنانچہ سرفراز صاحب نے اہل السنّت والجماعت کے حق میں ہرزہ سرائی شروع کی۔ ابتداء میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تو اہل السنّت نے اس زہر افشانی کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ اور اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ کارواں تو چلتا ہی رہتا ہے۔ جب سرفراز صاحب نے دیکھا کہ ہر دو مقصد فوت ہو رہے ہیں۔ اور میں صرف ایک ہاتھ سے تالی پیٹنے کی ناکام سعی کر رہا ہوں۔ اور میرے دلی نعمت ممکن ہے کہ مجھ سے بدظن ہو جائیں کہ اس کی طرف تو التفات نہیں کیا جا رہا۔ تو اس نے اپنی لن ترانیوں میں ایک اور قدم آگے بڑھایا۔ جب علماء اہل سنّت نے دیکھا کہ سرفراز صاحب حد سے بڑھ رہے ہیں۔ تو بعض نے معمولی تنبیہ پر اکتفا کی۔ اب جب سرفراز صاحب نے دیکھا کہ میری طرف التفات ہونے لگا ہے۔ تو انہوں نے اعلیٰ حضرت بریلوی اور صدر الافاضل کے ترجمہ اور تفسیر پر تیرہ جگہ اعتراض شائع کئے اور رسالہ کا نام تنقید متین رکھا۔ پھر اہلِ سنّت نے یہ محسوس کیا کہ یہ معمولی تنبیہ انہیں کافی نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی اصلاح کے لئے مفصل اور مکمل رد کی ضرورت ہے۔ اس بنا پر میرے عزیز القدر الفاضل العلّامہ وحید الزمان صاحب القلم والبیان مولانا غلام رسول سعیدی نے اپنے نہایت مصروف وقت سے کچھ فرصت کے لمحات نکال کر تنقید متین کا رد بلیغ کیا اور محاربۃ عن اللہ جل شانہٗ ورسولہٖ صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ جلیلہ ادا کرنے کی سعی مشکور فرمائی اور کتاب کا نام "توضیح البیان لخزائن العرفان" رکھا۔ اس فقیر سراپا تقصیر نے تمام کتاب مولانا سعیدی سے من اولہ الیٰ اٰخرہ نہایت غور و خوض سے سُنی۔ اور اس دوران سعیدی صاحب کو اپنے مشورے بھی دیئے۔ اگر یہ فقیر اس کتاب کی تمام خصوصیات بیان کرے تو شاید پہلے کے برابر اور لکھنا پڑے۔ جس کی وقت اور مقام اجازت نہیں دیتا لیکن بفحوائے مالا یدرك کله لایترك کله کے مطابق اجمالی طور پر تبصرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور کتاب کی چند خصوصیات سپردِ قلم کی جاتی ہیں۔

اوّل:۔ ایمان کامل کے دو اجزاء ہیں۔ عقیدہ اور عمل۔ اور عقیدہ عمل کی بنیاد ہے۔ بغیر عقیدہ عمل بیکار اور پھر عقائد کا سرتاج عقیدۂ توحید و رسالت ہے اور تقریباً تمام اہلِ بدعت نے توحید و رسالت میں ٹھوکریں کھائی ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب میں توحید و

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رسالت، کا وہ مفہوم بیان کیا گیا ہے جس پر کتاب وسنت اور اقوال سلف صالحین دلالت کرتے ہیں۔ اور اس عقیدہ کے پرچار کے لئے انبیاء عظام کی بعثت ہوئی۔ لہذا اسی عقیدہ کا مفہوم بیان کرنا اسوۂ حسنہ کا اتباع ہے نہ کہ من گھڑت بے سروپا اختراعات، اسوۂ حسنہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ جیسا کہ مقرظین صفدر کی رائے ہے۔

دوم۔ عموماً قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی کا رد کرنا ہو تو صرف اتنی عبارت پر اکتفاء کی جاتی ہے جو رد کے لئے کافی ہو۔ لیکن علامہ سعیدی کے جوان علم نے اس قاعدہ پر عمل کو پہلوان کے ہاتھ میں چھڑی تھما دینے کے مترادف قرار دیا۔ کیونکہ الباطل المحامی تو گزر گراں کا مستحق ہوتا ہے۔ اس لئے مولانا نے جہاں جہاں سرفراز صاحب کا رد فرمایا ہے۔ تو پہلے اس مسئلہ کی پوری تحقیق کی ہے اور اس مسئلہ کے تمام نشیب وفراز پر بحث کی ہے۔ اور اس کے ہر گوشہ کو کھنگال کے رکھ دیا ہے۔ اور تمام دلائل کو حتی المقدور ایک جگہ پر جمع کر دیا ہے۔ جو کہ موتیوں کی طرح قرطاس کتب پر بکھرے پڑے تھے۔ تاکہ قارئین مسئلہ کی تہ تک پہنچ سکیں۔ اور رد بلیغ کے ساتھ ساتھ پورے مسئلہ پر گفتگو کر سکیں۔

سوم:۔ چونکہ یہ امر مسلم ہے کہ (العلوم تزداد یوما فیوما) تو متاخر کے سامنے کتب کا ذخیرہ چونکہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے بسا اوقات متاخر ایسے دلائل بیان کرتا ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ وہ دلائل کی تقریر ایسے اچھوتے انداز میں کرتا ہے کہ کتب متقدمین اس سے مجموعی طور پر خالی ہیں۔ بنابریں کتاب زیر تبصرہ میں قارئین کو ایسے دلائل ملیں گے اور ان کا طرز استدلال ایسا انوکھا ہو گا کہ کتب سابقہ اس سے خالی ہیں۔ اور اس سے متقدمین کی گستاخی مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ متاخر کے لئے کتب متقدمین اساس کا کام دیتی ہیں۔ قدماء نے بنیاد مستحکم کی اور متاخرین نے اس پر محل تعمیر کیا۔ یہ بات لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ بعض لوگ تعصب کے طور پر جھٹ گستاخی کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں۔ دیکھئے شیخ محمد عبدالحق قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ آنحضرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین مطہرین کی شرافت و طہارت اور اسلام کا مسئلہ متاخرین پر منکشف ہوا ہے۔

چہارم:۔ چونکہ کلام پاک ایک جامع کتاب اور مختلف الانواع مسائل کا گنجینہ ہے۔ تو اس کلام پاک کا ترجمہ اور تفسیر انہیں مسائل کی حامل ہوگی اور چونکہ صاحب تنقید متین نے اہلِ سنّت کے ہر مسلک اور عقیدہ پر تعصب کے طور پر حملہ کیا ہے۔ اور علامہ سعیدی نے ہر جگہ اس کا تعاقب فرمایا ہے۔ اور ہر مسئلہ کو شرح اور بسط سے بیان کر دیا ہے تو تقریباً تمام متنازع فیہا مسائل مع دلائل قاہرہ کتاب زیر تبصرہ میں آگئے ہیں۔ تو اب یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں ہے۔ کہ ایسی جامع مختلف الانواع کتاب آج تک منصۂ شہود پر جلوہ گر نہیں ہوئی۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

پنجم:۔ کتاب زیر تبصرہ میں استدلال اور رد کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ کتاب و سنت، اقوال صحابہ، تابعین تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین خصوصاً علماء احناف کثر ہم اللہ تعالیٰ سے استدلال کیا گیا ہے۔ اور سرفراز صاحب کے اکابر کے اقوال اور خود بھی اس تنقید سے محفوظ نہیں ہیں۔

ششم:۔ سرفراز صاحب نے کئی مقامات پر صرف دعویٰ پر اکتفا کیا ہے۔ اور اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔ اور اپنے دعویٰ کو بالکل تشنہ چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے علامہ سعیدی صاحب نے ان کو وہاں آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ یہ باتیں تو ایک مبتدی ہی کر سکتا ہے۔ برخلاف علامہ سعیدی کے کہ انہوں نے صرف لانسلم پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ہر دعوے دلائل سے ثابت کیا ہے۔

ہفتم:۔ طرزِ تحریر اور اندازِ بیان نہایت برجستہ اور فصاحت الفاظ اور حلاوت عبارت ایسی ہے کہ بار بار سننے اور پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اردو کا بہت بڑا ادیب اپنا شاہکار پیش کر رہا ہے۔ ھذہ سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشآء) الالتماس فی حضرت رب العالمین جل شانہ سبحانک اللّٰھم اے ہمارے رب ہر دور میں معاندین نے تیری تنزیہہ پر حملے کئے۔ اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قبائح کو تیری ذات مقدسہ مطہرہ کی طرف منسوب کیا۔ اور اسی طرح اہلِ بدعت نے تیرے حبیب لبیب معظم مکرم کی توہین کا ارتکاب والتزام کیا ہے لیکن ہر زمانہ میں تو نے ہم اہل السنت والجماعت کو یہ توفیق سعید عطا فرمائی کہ تیرے اور تیرے حبیب صلوٰۃ اللہ علیہ کی طرف سے جہاد اور محاربتہ کریں۔ فالحمد للہ علی ذٰلک والشکر اور اگر ہمارا ہر بال کروڑوں زبانوں کی شکل اختیار کرے اور ہم تیرا شکر ادا کرتے رہیں۔ تو ہم ادائے شکر سے قاصر ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمے کنی
منت از دشناس کہ بخدمت گذاشتت

حررہ الفقیر الی اللہ الصمد

حافظ عطا محمد چشتی۔ گولڑوی عفی عنہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تقریظ از مفتیٔ پاکستان استاذ العلماء علامہ محمد حسین صاحب نعیمی دامت فیوضہم العالیہ

بانی و مہتمم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

ابوالزاہد محمد سرفراز صاحب گکھڑوی جو دیوبندی مکتبۂ فکر کا خصوصی ناقوس اور ایک بیباک ترجمان سمجھا جاتا ہے۔ جس نے چند سال سے علماء اہلِ سنت کی تصانیف پر بے سروپا اعتراضات کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اور مسلکِ حق اہلِ سنّت کے خلاف جارحانہ روش اختیار کر رکھی ہے۔ گکھڑوی موصوف کا اندازِ کلام اور طرزِ بیان سوقیانہ اور تحریر و تخاطب کا طریقہ گستاخانہ ہے جس کی نمایاں مثال تنقید متین کتاب کا اندازِ تحریر ہے۔ اس میں امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کے ترجمہ اور صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدین صاحب فاضل مرادآبادی قدس سرہٗ العزیز کی تفسیر پر تنقید اور تردید و تغلیط کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اہل سنّت کی شخصیات پر رکیک حملے کئے ہیں اور بزرگانِ دین کی شان میں توہین آمیز جملوں سے اپنی بے باکی اور دنائت مزاجی کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔

علاوہ ازیں سرفراز صاحب گکھڑوی نے اپنی اس تصنیف میں تیرہ ۱۳ مسائل پر تبصرہ کیا ہے۔ اور ان مسائل کو بیان کرتے ہوئے کہیں تحریف سے کام لیا ہے اور کہیں تجاہل سے۔ اور کہیں خلط مبحث سے اپنا کام نکالا ہے۔ اور کہیں دور از کار زیادہ گوئی سے اور کہیں اہل سنّت کے ذمّہ ایک مسئلہ کو اپنی طرف سے فرض کر کے تعلّی اور مبازرت کے ڈونگرے برسائے ہیں اور جگہ جگہ اس کتاب میں نہایت بے باکی اور غلط بیانی و کوتاہ نظری کا شرمناک مظاہرہ کیا ہے۔ میرے عزیز مولانا ابوالوفا غلام رسول صاحب سعیدی زاد اللہ اقبالہٗ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے تنقید متین کے جواب دینے کا ارادہ کیا۔ اپنی تدریسی اور تعلیمی خدمات انجام دہی کے دوران کچھ وقت نکال کر تو منبع البیان لخزائن العرفان بجواب تنقید متین تحریر فرمائی۔ اس کے جواب میں ہر زیر بحث مسئلہ کو پوری تحقیق اور مستند حوالہ جات کے ساتھ تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ نیز سرفراز صاحب کی طرف سے طعن و تشنیع اور تجہیل و تعلّی کا کما تدین تدان کے مطابق پوری طرح تحلیل و تجزیہ بھی کر دیا ہے۔ ادب کی لطافت اور اُردو زبان کی چاشنی کو بھی قائم رکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ مولانا ابوالوفا غلام رسول صاحب سعیدی اجاب اللہ سعیہ کو دارین کی سعادت عطا فرمائے اور مسلک حق اہل سنت کی ترویج و تبلیغ میں توفیق رفیق نصیب فرمائے۔

آمین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معروضات

(طبع اوّل)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کے علمی کارنامے یوں تو اَن گنت اور بے شمار ہیں۔ لیکن جو خصوصیت آپ کے ترجمہ قرآن کو حاصل ہے۔ وہ اسی کا حصّہ ہے۔ یہ ترجمہ تمام معتبر تفاسیر کا خلاصہ ہے۔ آسان اور سادہ عبارت کی صورت میں حقائق و معارف کے خزینے سمو کر رکھ دیئے ہیں۔ قرآن کریم کی آیات پر جو بظاہر اعتراضات ہوتے ہیں۔ ترجمہ کی خوبی سے وہ دور ہو جاتے ہیں۔ اس ترجمہ میں رازی کی موشگافیاں ہیں۔ غزالی کا تصوّف ہے۔ جامی کی وارفتگی ہے۔ نعمان کا تفقہ ہے۔ آلوسی کی ژرف بینی ہے۔ میں نے اعلیٰ حضرت کا زمانہ نہیں پایا۔ لیکن جب میں اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو دیکھتا ہوں تو میرے ذہن میں ایک ایسی شبیہ اُبھرتی ہے جس کی آنکھوں میں فاروقی جلال، لبوں پر ملکوتی تبسم۔ چہرہ ایسا جیسے کھلا ہوا قرآن۔ گفتار میں علی مرتضیٰ کی حلاوت۔ کردار میں ابوذر کا استغنا۔ نفس میں گرمیٔ صدیق انداز میں بلال کی تب و تاب۔ الغرض اعلیٰ حضرت کی شخصیت عشاق مصطفےٰ کا ایک جامع عنوان معلوم ہوتی ہے۔

آیئے اب آپ کے سامنے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے ایک جھلک پیش کریں۔ جسے دیکھ کر قاری بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے کہ جس طرح اصل منزل من اللہ ہے۔ اسی طرح اس کا ترجمہ ہم من الباری ہے۔ دیکھئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فان یشأ اللہ یختم علیٰ قلبک مبتدعین دیوبند کے حکیم علی الاطلاق اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے"

آپ نے غور فرمایا کہ تھانوی صاحب کے دل پر تو علم و عرفان کے دروازے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کھلے ہوئے ہیں۔ اور نبی علیہ السلام کے دل پر بند لگایا جا رہا ہے۔ خواہ امکان کے مرتبہ میں ہی سہی۔ اس کے مقابل اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ۔ اس آیت کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

"اور اللہ چاہے تو تمہارے اوپر اپنی رحمت اور حفاظت کی مہر فرما دے۔"

جس کی رگوں میں محبت رسول لہو بن کر موجزن ہو۔ جس کے دل کی ہر دھڑکن سینہ پر عشق رسول کی ضرب لگاتی ہو۔ اسے قرآن کریم کی ہر آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف ملتی ہے۔ اور جس کے مقدر میں بغض رسالت کی رسوائیاں ہوں۔ وہ یوں ہی کہا کرتا ہے۔ کبھی علم رسالت کے تقدس کو جانوروں اور پاگلوں کی تشبیہ سے داغدار کرنے کی سعی کرتا ہے۔ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت سے غافل ہونے کا افترا باندھتا ہے۔

مبتدعین دیوبند کے یہی حکیم الامت اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:

"دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" (حفظ الایمان ص ۷)

میں کہتا ہوں کہ کیا یہ بات یوں نہیں کہی جا سکتی تھی کہ اگر علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور علیہ السلام ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو جبریل و عزرائیل، حضرت موسیٰ و حضرت عیسےٰ علیہم السلام وغیرہم کے لئے بھی حاصل ہے۔ اگر مقصد تخصیص پر اشکال تھا۔ تو وہ اس طریقہ سے بھی حاصل ہو سکتا تھا۔ لیکن دل میں جو عداوت رسول کا لاوا ابل رہا تھا۔ وہ کس طرح پھٹتا۔ خوب یاد رکھئے جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے جس کے دل میں کسی کے لئے عزت اور احترام ہوتا ہے وہ ہمیشہ اس کی اعلیٰ اور ارفع اشیاء سے تشبیہ دیتا ہے اور جو کسی کو حقیر و ذلیل سمجھتا ہے۔ وہ اس کو ارزل اور اسفل اشیاء سے تشبیہ دیتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ فرماتے ہیں:

والشرط فیہ وھو ان یکون علی وفق الممثل لہ من الجھۃ التی تعلق بھا التمثیل فی العظم والصغر والخسۃ والشرف۔

مثال دینے میں شرط یہ ہے کہ وہ مثال عظمت و حقارت اور ذلت و شرف میں ممثل لہٗ کے موافق ہو۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۷ طبع مصر)

پس جس کے نزدیک علم رسالت میں عظمت ہے وہ فرماتا ہے:

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ۔

ہم نے آپ کی طرف ایسی وحی کی ہے جیسے حضرت نوح اور ان کے بعد والے انبیاء کی طرف وحی کی تھی۔

یعنی آپ کو بذریعہ وحی ایسا علم عطا فرمایا ہے جیسے بذریعہ وحی انبیاء سابقین کو علم عطا فرمایا تھا۔ نیز نبی علیہ السلام کے علم کے بارے فرمایا:

علمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔

جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے وہ سب ہم نے آپ کو بتلا دیا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

اور جو شخص بغض رسالت میں اندھا ہو چکا ہو۔ وہ علم رسالت کے بارے میں یوں کہتا ہے:

"ایسا علم غیب، تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے" فالی اللہ المشتکی!

ووجدک ضالا فھدی۔ کے ترجمہ میں کشتی دیوبند کے ناخدا اور مریضانِ وہابیت کے حکیم الامت یوں زہر آفرینی کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلایا"

اللہ اللہ! حضور شریعت سے بے خبر ہیں۔ اور شریعت کے حکیم مطلق آپ!

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں۔ آپ کو کیا خبر کہ آپ کی اس تلخ نوائی نے کتنے دلوں کو گھائل کیا ہے۔ کتنی روحیں مجروح ہو گئیں۔ عرش پر قدسیوں کا جگر پارہ پارہ ہو گیا۔ فرش والوں کے دل سیماب ہو گئے۔ ان بے قرار اور زخمی دلوں پر اعلیٰ حضرت نے تسکین کا پھایہ رکھا، اور فرمایا:

"تمہیں اپنی محبت میں وارفتہ پایا۔ تو اپنی طرف راہ دی۔"

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی تڑپ کر اس کی تفسیر میں یوں گویا ہوئے:

"اور غیب کے اسرار آپ پر کھول دیئے اور علوم ما کان وما یکون عطا کئے۔ اپنی ذات وصفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عطا کیا۔ مفسرین نے ایک معنی اس آیت کے یہ بھی بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا وارفتہ پایا کہ آپ اپنے نفس اور اپنے مراتب کی بھی خبر نہیں رکھتے تھے۔ تو آپ کی ذات وصفات اور مراتب و درجات کی معرفت عطا فرمائی۔"

مسئلہ: انبیاء علیہم السلام سب معصوم ہوتے ہیں۔ نبوت سے قبل بھی اور نبوت کے بعد بھی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کے ہمیشہ سے عارف ہوتے ہیں۔

اللہ اکبر! نبی علیہ السلام کے عرفان شریعت کا کیا عالم ہوگا۔ جب کہ ان کے خدام کا یہ حال ہے کہ پیدا ہوتے ہی فرماتے ہیں:

انی عبد اللہ اٰتانی الکتٰب و جعلنی نبیًا وجعلنی مبارکًا این ما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیًا۔	میں اللہ کا بندہ ہوں جس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اور میں جہاں کہیں بھی ہوں مجھے بابرکت بنایا اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاحیات وصیت فرمائی۔

لہ بچے، پاگل اور جانور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

غور فرمائیے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام تو پیدائش کے وقت سے عارف شریعت ہوں۔ اور جن کے ایک ایک انداز میں لاکھوں عیسوی اطوار ہوں جو تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہیں۔ سید ولد آدم ہیں۔ فبھدٰھم اقتدہ کے مصداق اتم ہیں۔ اکرم الاوّلین والآخرین ہیں۔ وہ شریعت سے غافل اور بے خبر ہوں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ اور صدر الافاضل کی تفسیر کی کچھ اور وضاحت کریں تاکہ قارئین کرام کو معلوم ہو جائے کہ اعلیٰحضرت اور صدر الافاضل کے ترجمہ و تفسیر کے امتزاج نے کتنا حسین معنی پیش کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اعلیٰ حضرت نے کہا کہ:

"اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے رسول اکرم ہم نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا"

اور صدر الافاضل کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ محبت کا کمال یہ ہے کہ محب محبوب کے جلووں میں اس طرح کھو جائے کہ محبوب کی ذات کے سوا ہر چیز کو فراموش کر دے۔ حتیٰ کہ اسے اپنی ذات کا بھی احساس نہ رہے۔ اور سارے عالم کو بلکہ خود اپنی ذات کو بھی بھول جائے۔ اور خود فراموشی اور وارفتگی کے عالم میں سوا ذات محبوب کے اور کوئی شے پیشِ نظر نہ ہو۔ اور نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ سے کامل محبت تھی اور حسن الوہیت کے جمال میں آپ ایسے محو تھے کہ آپ کو اپنی ذات کا بھی احساس نہ تھا۔ بھلا کائنات کی طرف کیا توجہ ہوتی۔ پس اللہ تعالےٰ نے ہم بیکسوں پر کرم فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات اور ہماری طرف متوجہ کیا تاکہ خلق کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنیوں کے حوالے کریں۔ بے سہاروں کا سہارا بنیں۔ گم کردہ راہ لوگوں کو ہدایت کا مینار بنائیں۔ تحت الثریٰ میں گرنے والوں کو پستی سے نکال کر اوجِ ثریا تک پہنچا دیں۔

اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل رحمہما اللہ کے ترجمہ و تفسیر کا یہ ایک نمونہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ ورنہ قرآن کریم کی ہر سطر میں انہوں نے نعت رسالت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے گلدستے سجا دیئے ہیں۔ رسول اللہ کا سچا شیدائی اور آپ کا صادق اُمتی جب اس ترجمہ و تفسیر کو پڑھتا ہے تو نعت رسالت کی شمیم سے دماغ مہک اُٹھتا ہے۔ پیمانہ دل محبت رسالت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ روح جھوم جاتی ہے۔ اور رگ و پے میں عشقِ رسول خون بن کر دوڑنے لگتا ہے۔ لیکن جو لوگ سرتاپا ابن اُبی کا نمونہ ہیں۔ جو علم اس لئے پڑھتے ہیں کہ انہیں حضور کی بے علمی کا علم ہو جائے۔ جن کی تمام تبلیغی کاوشوں کا حاصل یہ ہے کہ حضور کو فلاں فلاں چیز کا علم نہ تھا۔ حضور نور نہیں حضور کسی کے کام نہیں آ سکتے۔ جن کا ایمان یہ ہے کہ ابلیس کے لئے روئے[1] زمین کا علم نص قطعی سے ثابت ہے۔ اور حضور کے لئے اس علم کو ثابت کرنا شرک سے کم نہیں جو علمِ رسالت کو جانوروں اور پاگلوں کے ادراک کی مثل گردانتے ہیں۔ یہ ترجمہ و تفسیر نہ ان کی طبیعت کے موافق تھا نہ ان کے مزاج کے۔ چنانچہ وہ لوگ اس ترجمہ سے نعت رسول سے کل بھی برہم تھے۔ آج بھی برہم ہیں۔ جوں جوں اس کی اشاعت ہوتی رہی ان کے خرمنِ ایمان پر بجلیاں گرتی رہیں۔ بالآخر جب تاج کمپنی نے اس ترجمہ و تفسیر کو شاندار اور وسیع پیمانہ پر طبع کیا۔ تو معاندین رسالت کا پیمانہ صبر چھلک اٹھا۔ چنانچہ پہلے تو معاندین نبوت نے تاج کمپنی کے عملہ میں شامل ہو کر ترجمہ و تفسیر میں تحریف کی۔ عبارتیں بدلیں۔ مفہوم بدلے۔ بتوں کی جگہ مقربین الوہیت کے نام لکھ دیئے اور اسرائیلی ذہنوں کے جگہ جگہ مظاہرے کئے۔ اس پر بھی تسکین نہ ہو سکی۔ تو سرفراز صاحب گکھڑی نے تنقید متین نام کی ایک کتاب تصنیف کی۔ جس میں اعلیٰحضرت اور صدر الافاضل پر جگہ جگہ اخلاق سوز پھبتیاں کسیں اور خیانت اور تحریف کا ایک طویل جال بچھا دیا۔

مئی ۱۹۶۸ء میں پہلی مرتبہ میرے سامنے یہ کتاب آئی۔ جس میں خاص طور پر صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تفسیر

---

[1] دیکھئے براہین قاطعہ ص ۵۵ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی و مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی ۱۲

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تفسیر خزائن العرفان کو ہدفِ طعن بنایا ہے۔ ان کی عبارات کے صاف اور صریح مطالب سے دیدہ دانستہ اعراض کر کے انہیں بدعت کا لباس پہنایا ہے۔ پھر شدید افسوس اس بات پر ہے کہ قرآن کی آیات اور احادیث طیبہ سے جو مطلب اخذ کر کے اس تحریف پر بطور استدلال پیش کیا ہے۔ وہ خود تحریف بالائے تحریف ہے خروج اور اعتزال کے مدفون مردوں کے احیاء کی ایک مذموم کوشش ہے۔ تنقید متین کے تقریباً ہر صفحہ پر مغالطہ عامتہ الورود لہریں لے رہا ہے۔ پھر اس مغالطہ آفرینی پر جگہ جگہ تعلّی اور مبارزت کا اظہار کیا گیا ہے اور انداز ایسا ہی ہے جو کسی شریف اور متین مصنّف کو زیب نہیں دیتا۔ کہیں غیض و غضب میں آکر سب و شتم کو اپنایا۔ اور کہیں بے بسی سے عورتوں کی طرح کوسنا شروع کر دیا۔ جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔

صدر الافاضل رحمہ اللہ کے علمی تبحر اور اسلامی خدمات کے پیشِ نظر کوئی بھی مصنف مزاج اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اپنے صبر و سکون کو قائم نہیں رہ سکتا۔ جس طریقہ سے اس کتاب میں حضرت صدر الافاضل پر تبرّا کیا گیا ہے وہ ہر اسلامی ذہن کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہے۔ اور راقم الحروف چونکہ صدر الافاضل کے مسلک سے وابستہ ہے۔ اور نعیمی سلسلہ سے مستفیض ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ کے ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے میری بھی ذمہ داری تھی کہ میں اس کتاب کے جواب میں قلم اٹھاؤں۔ چنانچہ میں نے حضرت الافاضل کی معنوی امداد سے اس کتاب کا جواب شروع کیا۔ اور انہیں کی روحانی اعانت سے یہ کتاب پایہ تکمیل تک پہنچی۔

تکمیل کے بعد میں نے چاہا کہ اس کتاب کو حضرت سیدی و سندی استاذی المعظم مولانا الحاج عطا محمد صاحب متعنا اللہ تعالےٰ بفیوضہم الیٰ یوم القیامۃ کے حضور میں پیش کیا جائے۔ اور آپ کو سنا کر اس پر تائید و توثیق حاصل کی جائے۔ چنانچہ میں اس کتاب کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے میری درخواست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پر پوری توجہ اور کامل غور و خوض کے ساتھ اس کو سُنا اور اپنے مشوروں سے بھی ممنون فرمایا۔

نقیب ملت مفتی پاکستان حضرت استاذی المکرم حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی مدظلہ العالی درس افتاء اور ملی و جماعتی سرگرمیوں میں بے حد مصروف رہتے ہیں اور ان سے کسی کام کے لئے وقت حاصل کرنا بڑی جان جوکھوں کا کام ہے۔ اس کے باوجود میری خواہش تھی کہ اگر وہ بھی اس کتاب کو سُن لیں تو اس کو مزید استحکام حاصل ہو جائے گا۔ بہر حال حضرت نے میری درخواست کو شرفِ قبول بخشا۔ اور مجھ سے اس کتاب کے سُننے کا وعدہ فرمایا۔ اور بے حساب مشغولیات کے باوجود حضرت نے اس کتاب کو مکمل طور پر سُنا اور اپنے گراں بہا مشوروں سے بھی مستفیض فرمایا۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں

مصنف تنقید متین نے شواہد پیش کرتے وقت بعض ایسے حوالے اور عبارتیں پیش کی ہیں جن کا محل نزاع سے کوئی تعلق نہیں۔ اور ان عبارتوں کو پیش کر کے مصنف نے مغالطہ آفرینی سے انہیں محل نزاع بنانے کی مذموم سعی کی ہے۔ مثلاً حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک حوالہ پیش کیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور کو اس بات کا اختیار نہیں کہ جو چاہیں کر ڈالیں۔ حالانکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اپنے ہر چاہے ہوئے کو کر لینا قدرت ذاتیہ سے ہی متصور ہے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی وصف کو ذاتی اور مستقل نہیں مانتے۔ اس کی پوری بحث علم غیب اور کائنات میں تصرف کے باب میں آ رہی ہے۔ اسی طرح انہوں نے متعدد علماء کے حوالے اس باب میں پیش کئے ہیں کہ حضور علیہ السلام میں بشریت متحقق ہے۔ حالانکہ گفتگو اس میں نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بشریت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

متحقق ہے یا نہیں۔ بلکہ اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا حضور ہم جیسے بشر ہیں۔ جیسا کہ مبتدعین دیوبند نے سمجھا ہے اور اس بنیاد پر وہ آپ کی تنقیص میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے یا آپ کی بشریت کدورتوں اور کثافتوں سے منزہ اور اوصاف وکمالات کے لحاظ سے ممتنع النظیر ہے۔ جیسا کہ علماء اہل سنّت کا مسلک ہے۔ اس کی پوری تفصیل وتحقیق نور و بشر کے باب میں آرہی ہے۔ ہم نے اس قسم کی عبارتوں پر کہیں تنبیہ کی ہے اور کہیں طوالت کی وجہ سے انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔

ثانیاً جن عبارتوں کو مصنف تنقید متین نے محل نزاع میں استشہاداً پیش کیا ہے۔ ان میں سرفراز صاحب کی غلط فہمی دُور کردی گئی ہے۔ اور ان عبارتوں کا صحیح محمل بیان کردیا گیا ہے۔

ثالثاً سرفراز صاحب کے مفروضات اور خانہ ساز قواعد اور دلائل سے رد کردیا گیا ہے۔

رابعاً اس کتاب میں تنقید متین کے مکمل اور بالاستیعاب ردّ کے علاوہ سرفراز صاحب کی راہ سنّت اور باب جنّت کی اہم بحثوں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

خامساً اہل دیوبند کے جغادری قسم کے علماء کی بعض تصانیف کی غلطیوں اور غلط کاریوں کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ یعنی یہ صرف تنقید متین کا رد ہی نہیں بلکہ مبتدعین دیوبند کے چھوٹے بڑوں کی بہت سی کتابوں کی ایک جامع تردید ہے اس لئے اس کتاب کا جواب لکھنے والے کو یہ خیال رکھنا پڑے گا کہ وہ ان تمام باتوں کا جواب دے گا۔ جنہیں توضیح البیان میں پیش کیا گیا ہے۔ ورنہ جن کتابوں پر اعتراضات کا جواب نہ دیا گیا۔ ہم سمجھیں گے کہ مبتدعین دیوبند یا تو ان سے بیزار ہیں۔ یا ان کے جواب سے عاجز ہیں۔

سرفراز صاحب نے راہ سنّت اور تنقید متین میں جواب کا یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ کہ کہیں مسئلہ ذکر کرکے اس کا انکار کردیا۔ لیکن اس کے ثبوت کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دلیل کو نقل تک نہ کیا۔ حالانکہ وہ بھی وہاں مرقوم تھی اور کہیں مسئلہ کے ساتھ استشہادی حوالہ بھی ذکر کر دیا۔ لیکن اعتراض صرف مسئلہ پر کیا۔ حوالہ پر کوئی گفتگو نہیں کی۔ چنانچہ اس کی ایک نظیر ہم کائنات میں تصرف کے باب میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ تحقیق و دیانت کی دنیا میں انتہائی مذموم اور انسانیت سے گرا ہوا طریقہ ہے۔ ہم نے اس کتاب میں سرفراز صاحب کی دلیل اور ان کے پیش کردہ حوالوں کو کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً پوری دیانت سے پیش کیا ہے۔ اور تمام ابحاث میں سرفراز صاحب کے مغالطوں کا ازالہ کر کے ان کے پیش کردہ حوالوں کا صحیح مقام بتلا دیا ہے۔ اس لئے اس کتاب کا جواب دینے والے کو اس بات کا بھی ذمہ لینا ہوگا کہ وہ ہمارے پیش کردہ تمام حوالوں کا محمل بیان کرے۔ اور مبتدعین دیوبند کی جن عبارتوں سے استشہاد کیا گیا ہے، ان کا جواب دے اور مزعومات دیوبند پر ہم نے جس قدر سوالات قائم کئے ہیں۔ ان کے جوابات کے ذمہ سے عہدہ برآ ہو۔

سرفراز صاحب تنقید متین کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

"یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ کے یہ معنی ہیں، اے غیب بتانے والے نبی۔ خان صاحب یہ معنی کر کے یہ باور کرانے کے درپے ہیں۔ کہ نبی کہتے ہی اسے ہیں جو غیب بتائے۔ اور بتانا فرع ہے جاننے کی۔ تو مطلب یہ ہوا کہ نبی غیب جانتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ نبی اللہ تعالےٰ سے وحی پا کر احکام خداوندی بتاتے ہیں۔ اور غیب کی خبریں بھی بتاتے ہیں۔ لیکن جس مطلق اور کلی غیب کے اثبات کے درپے خان صاحب ہیں اس کا علم اور اس کا بتانا کسی طرح نبی کے معنی، مفہوم اور ان کے منصب میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک بیّن حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غار حرا میں نبوت عطا ہوئی تھی اور سورۃ قلم کی ابتدائی پانچ آیتیں ہی اس وقت آپ پر نازل ہوئیں تھیں۔ کلی غیب کا تو قصہ ہی جانے دیجئے۔ غیب کی کچھ خبریں بھی جو ماسبق یا آئندہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے متعلق ہوں اس موقع پر کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں کہ آپ کو بتائی گئی ہوں۔ مگر نبی آپ اس وقت بھی تھے۔ تو کیا معاذ اللہ جس وقت تک آپ کو غیب کی خبریں مرحمت نہیں ہوئیں۔ اس وقت تک کے لئے آپ نبی نہ تھے۔ خان صاحب کے اس ترجمہ سے تو معاذ اللہ ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔" (تنقید متین ص ۲۳)

سرفراز صاحب کی یہ تمام ناراضگی محض اس لئے ہے کہ اعلیٰ حضرت نے نبی کا معنی غیب بتانے والا کیا ہے اور چونکہ دیوبند کے اس دشمنِ رسول کو نبی علیہ السلام کا غیب جاننا کسی طور پر تسلیم نہیں۔ اس لئے اس نے اس نفیس ترجمہ پر کئی وجوہ سے حملہ کر کے اپنے دل کا بخار نکالا ہے۔ اور ہم بھی بعون اللہ العزیز قارئین پر واضح کئے دیتے ہیں کہ اس کے یہ تمام حملے خود اس کی ذات کو گھائل کر رہے ہیں۔ کیونکہ عزت و ناموس رسالت پر دھبہ لگانے کا جو شخص ارادہ کرتا ہے۔ ابدی روسیاہیاں اس کی تقدیر مبرم بن جاتی ہیں۔ پس گذارش ہے کہ اعلیٰ حضرت نے لفظ نبی کا معنی غیب بتانے والا کیا ہے۔ اور بتانا فرع ہے۔ جاننے کی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ نبی کے معنی میں غیب جاننے کا مفہوم داخل ہے یا نہیں پس اوّلاً ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ نبی کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والمعنی انّ اللّٰہ تعالیٰ اطلعہٗ علیٰ غیبہ واعلمہ انہ نبیہ فیکون نبی منبئًا فعیل بمعنی مفعول او یکون مخبرا عنا بعثہ اللّٰہ تعالیٰ بہ ومنبأ بما اطلعہ علیہ ففعیل۔	نبی اسے کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع کر دے اور اسے یہ بتلا دے کہ وہ نبی ہے اور وہ اس وقت نبی فعیل بمعنے مفعول کے ہوگا یا نبی کا معنی ہے جو ان (امور غیبیہ) کی خبر دے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسے دے کر بھیجا ہے اور اس وقت فعیل بمعنے فاعل ہوگا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قاضی عیاض کی عبارت سے ثابت ہوا کہ نبی بمعنی غیب جاننا بھی ہے اور غیب بتلانا بھی۔ اگر بمعنی مفعول ہو تو غیب جاننا معنی ہے۔ اور اگر بمعنی فاعل ہو تو غیب بتلانا اس کا معنی ہے۔ نیز قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

النبوۃ التی ھی الاطلاع علی الغیب — نبوت غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے۔

(شفاء جلد ا ص ۱۶۱)

ثانیاً علامہ شیخ قاسم..... متوفی ۸۷۹ھ نبی کے معنے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فعیل بمعنی مفعول لانّ اللہ تعالےٰ نبأہ بوحیہ اسرار غیبہ۔ — لفظ نبی فعیل بمعنی مفعول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی سے اسرار غیبیہ کی خبریں دی ہیں

(شرح مسائرہ مع المسامرہ ص ۲۱۷)

ثالثاً دس علماء دیوبند نے مل کر المنجد کا ترجمہ کیا اور اسے ترتیب دی اور اس میں نبی اور نبوت کا معنی بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے:

"النبوۃ والنبوۃ۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے الہام پاکر غیب کی بات بنانا۔ النبیُ والنبیّ۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے الہام کی بناء پر غیب کی باتیں بتانے والا (لغات المنجد عربی اردو ص ۱۲۴۴)

سرفراز صاحب۔ ملاحظہ کیا آپ نے۔ یہ دیوبند کی فُل پنج کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نبی غیب بتانے والے کو کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے نبی کا یہ معنے کیا تو آپ سیخ پا ہو گئے۔ اب اپنے ان جغادری مولویوں کے بارے میں کیا ارشاد ہو گا۔

رابعاً زیرِ بحث عبارت میں آپ نے لکھا ہے کہ:

"یہ ٹھیک ہے کہ نبی اللہ تعالےٰ سے وحی پاکر احکام خداوندی بتاتے ہیں اور غیب کی خبریں بھی بتاتے ہیں"

دیکھئے اس عبارت میں آپ نے نبی علیہ السلام کے لئے عطائی علم غیب مان لیا۔ حالانکہ تنقید متین میں آپ نے لکھا ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"خان صاحب کا یہ بے بنیاد دعوے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر نہیں عطائی طور پر علم غیب حاصل تھا"

(تنقید متین ص ۱۹۳)

اب بتلایئے۔ آپ کے کلام اور ایک مجنون کی بڑ میں کیا فرق رہ گیا۔ آپ جس شئے کو ایک جگہ بے بنیاد اور شرک قرار دیتے ہیں۔ دوسری جگہ اسی کا اقرار و اعتراف کرتے ہیں۔

خامسا۔ اس عبارت کے ضمن میں آپ نے تحریر کیا ہے۔

"لیکن جس مطلق اور کلی غیب کے اثبات کے درپے خانصاحب ہیں اس کا علم اور بتانا کسی طرح نبی کے معنے و مفہوم اور ان کے منصب میں داخل نہیں ہے"

اعلیٰ حضرت کے جس ترجمہ پر آپ تبصرہ کر رہے ہیں۔ اس میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اے غیب بتانے والے نبی" تبلایئے سرفراز صاحب اعلیٰ حضرت نے یہاں کونسا لفظ ذکر کیا ہے۔ جس کا مطلب آپ نے کلی غیب لیا ہے۔ جب اعلیٰ حضرت نے کلی غیب کا ذکر نہیں کیا۔ تو پھر کلی غیب پر غیظ و غضب اور اعلیٰ حضرت کے صاف اور صحیح ترجمہ پر آپ کی اس تمام آئیں بائیں کا کیا جواز رہ گیا۔ سرفراز صاحب آپ اپنے فرقہ میں عالم دین سمجھے جاتے ہیں اس طرح سفید جھوٹ نہ بولا کیجئے۔ یہ علماء کا شیوہ نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں غیب کے ساتھ کلی کا پیوند لگا کر آپ نے جس اسرائیلی ذہن کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ ایک شرمناک حرکت ہے جو سنجیدہ اور متین علماء کو قطعاً زیب نہیں دیتی ہے۔

سادساً اگر مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے یہاں غیب کلی کا اگرچہ ذکر نہیں کیا۔ لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی اس کو کہتے ہیں جو کلی غیب جانتا ہو۔ اس لئے یہ عبارت بھی اسی پر محمول ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ عقیدہ یہ ہے کہ عقیدہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تو امور غیبیہ سے ہے۔ جب آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی علم غیب منتفی ہے۔ تو آپ پر یہ غیب کیسے منکشف ہو گیا۔

سابعًا اگر مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تحریر سے یہ عقیدہ ثابت ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اعلیٰ حضرت کی وہ نص پیش کیجئے۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ نبی وہ ہوتا ہے جو کلی غیب کو جانے۔ میں آپ کو تمام مبتدعین دیوبند سمیت چیلنج کرتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت کی کسی عبارت سے یہ عقیدہ ثابت کریں۔ اور اگر نہ ثابت کر سکے اور انشاء اللہ قیامت تک ثابت نہ کر سکیں گے تو اپنے اس جھوٹ اور افتراء سے رجوع کر لیں۔

ثامنا۔ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کلی سے مراد کیا ہے۔ جمیع معلومات الٰہیہ یا جمیع ما کان و ما یکون پہلی صورت میں یہ اعلیٰ حضرت پر قطعًا افترا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمیع معلومات الٰہیہ ثابت کریں۔ اعلیٰ حضرت نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور کے علم کو اللہ تعالےٰ کے علم کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو سمندر کے ساتھ ہوتی ہے۔ دیکھئے الملفوظ (ج ا ص ۴۶)

اگر جمیع ما کان و ما یکون مراد ہے تو اس کا حصول تدریجی طور پر نبی علیہ السلام کے لئے دلائل قاہرہ سے ثابت ہے۔ لیکن اس سے یہ کیسے لازم آگیا کہ نبی کے مفہوم میں کلی غیب کا جاننا داخل ہے۔ اس کی پوری بحث اس کتاب کے باب علم غیب میں آرہی ہے۔

تاسعًا۔ اس عبارت میں سرفراز صاحب نے کہا ہے کہ حضور کے لئے مطلق غیب نہ ثابت ہے نہ منصب نبوت کے لائق ہے۔ کاش آپ نے شرح تہذیب ہی کسی بریلی کے طالب علم سے پڑھی ہوتی۔ تو وہ آپ کو سمجھا دیتا کہ مطلق الشئ بتحقیق بتحقق فرد ما۔ سرفراز صاحب مطلق غیب کا ثبوت تو غیب کے ایک فرد کے ثبوت سے بھی ثابت ہو جائے گا۔ یا دیوبند کے عشاق رسول کے نزدیک رسول اللہ کے لئے علم غیب کا ایک فرد بھی ثابت نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عاشراً۔ یہ چند سطریں پہلے آپ نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ نبی غیب کی خبریں بتاتے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ مطلق غیب نبی کے لئے ثابت نہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں۔ کہ مطلق غیب بعض امور غیبیہ کے منافی ہے۔ اگر آپ کو مطلق غیب اور بعض امور غیبیہ کے مطلب کی سمجھ نہیں تو کسی سے سمجھ کر تصنیف شروع کی ہوتی۔ اگر سمجھ تھی تو پھر کیا نشہ میں ڈوب کر لکھ رہے تھے۔ جو چند سطروں میں بھی اپنی عبارت کا توازن قائم نہ رکھ سکے۔ حادی عشر اس بحث کے اخیر میں سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

"یہ ایک بین حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غارِ حرا میں نبوت عطا ہوئی تھی۔ اور سورۃ قلم کی پانچ ابتدائی آیتیں ہی اس وقت آپ پر نازل ہوئیں تھیں۔ کلی غیب کا تو قصہ ہی جانے دیجئے۔ غیب کی کچھ خبریں بھی جو ماسبق یا آیندہ کے متعلق ہوں۔ اس موقع پر کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں۔ کہ آپ کو بتائی گئی ہوں۔ مگر نبی آپ اُس وقت بھی تھے۔ تو کیا معاذ اللہ جس وقت تک آپ کو غیب کی خبریں نہیں ہوئی تھیں۔ اس وقت تک کے لئے آپ نبی نہ تھے۔ خان صاحب کے ترجمہ سے تو معاذ اللہ ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔"

اس طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے نبی کا معنی غیب بتانے والا کیا ہے۔ جو فرع ہے غیب جاننے کی۔ اور ابتدائی دور میں جب آپ پر سورۃ قلم کی صرف پانچ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔ اس وقت تک آپ کو کسی غیب کا علم نہ تھا۔ پس لازم آیا کہ آپ معاذ اللہ نبی بھی نہ ہوں۔ کیونکہ نبی غیب جاننے والے کو کہتے ہیں۔

سرفراز صاحب کا یہ اعتراض انتہائی خام اور طفلانہ ذہنیت کا حامل ہے۔ سُنئے سرفراز صاحب۔ اس وقت بھی نبی علیہ السلام کو بے شمار علوم غیبیہ کا علم تھا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ازاں جملہ یہ ہے۔

۱۔ وحی قرآن کو جبرائیل لے کر آئے ثابت ہوا کہ حضور کو جبرائیل کا علم تھا اور جبرائیل علیہ السلام عالم غیب سے ہیں۔

۲۔ حضور کو وحی الٰہی کا علم تھا۔ اور وحی عالم غیب سے ہے۔

۳۔ حضور کو ذاتِ حق کا علم تھا۔ اور ذاتِ حق غیب الغیوب ہے۔

۴۔ اقرأ باسم ربّك سے اللہ تعالےٰ کی ربوبیّت کا علم ثابت ہوا اور صفت ربوبیّت عالم غیب سے ہے۔

۵۔ الّذی خلق سے صفت خالقیّت کا علم ثابت ہوا۔ اور یہ عالم الغیب سے ہے۔

۶۔ علم الانسان ما لم یعلم میں مفسّرین فرماتے ہیں کہ یہ بتلایا کہ حضرت آدم کو جمیع اسماء کا علم عطا فرمایا اور اس کا غیب ہونا واضح ہے۔ دیکھیے تفسیر خازن ص ۳۶۳ ج ۴ ایضاً تفسیر ابن کثیر ص ۵۲۸ ج ۴۔

اور اس کی تفسیر میں مفسّرین نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ الانسان سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ یعنی پہلی وحی کے موقع پر ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سب کچھ بتلا دیا۔ جس کو آپ نہیں جانتے تھے۔ اور یہ سرفراز صاحب اور جمیع ذرّیت دیوبند پر بھاری عذاب ہے۔ (خازن ص ۳۹۳ ج ۴)

اور علامہ آلوسی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں والاشعار بانہ تعالیٰ یعلمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من العلوم مالا یحیط بہ العقول اللہ تعالیٰ اس آیت سے یہ بتلا رہا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر علم دے گا جس کا انسانی عقلیں احاطہ بھی نہیں کر سکتیں۔

(روح المعانی ص ۸۰ ج ۳)

ثانی عشر اس بحث میں سرفراز صاحب نے لکھا ہے کہ پہلی وحی کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماضی اور مستقبل سے متعلق غیب کی خبریں نہیں دیں۔ سوال یہ ہے کہ اس تقیید کی کیا ضرورت ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت نے اس طرح فرمایا ہوتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ نبی وہ ہوتا ہے جو آیندہ یا گذرے ہوئے زمانے کی خبریں دے۔ تب تو اس تقیید کا کوئی منشا ہوتا۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے تو فرمایا ہے کہ نبی غیب والے کو کہتے ہیں۔ پس اعلیٰ حضرت نے نبوت کے مفہوم میں مطلق غیب بتانے جاننے کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس کا رد جب ہو گا۔ جب آپ یہ ثابت کر دیں کہ پہلی وحی کے موقع پر حضور کو مطلقاً غیب کا علم نہ تھا۔ اور ہم سطور بالا میں ذکر کر چکے ہیں کہ حضور کے لئے اس موقع پر غیب کا علم ثابت تھا بلکہ ماضی اور مستقبل کا غیب بھی حاصل تھا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اور اس کی صفات ماضی مستقبل اور حال تینوں زمانوں کو شامل بلکہ اس سے ماوراء ہے۔ علاوہ ازیں اس بحث میں امام غزالی کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمایئے النبی عبارۃ عن شخص کوشف بحقائق الامور نبی اس شخص کو کہتے ہیں جس پر تمام حقائق امور منکشف کر دیئے جائیں۔

(احیاء العلوم ص ۳۴ ج ۳)

یاایھا النبی کے ترجمہ پر سرفراز صاحب نے اپنی علمی بے مائیگی اور عناد نبوت سے جو اعتراض کیا تھا۔ بحمد اللہ العزیز بارہ وجوہ سے ہم نے اس کا حساب بیباق کر دیا۔ اس کے علاوہ مصنف تنقید متین نے پیش لفظ میں اور بھی کچھ اعتراضات پیش کئے ہیں۔ لیکن ان کا ذکر چونکہ خود اصل کتاب میں آ گیا ہے۔ اس لئے ہم نے یہاں ان سے تعرض نہیں کیا۔ لہٰذا ان کے جوابات کے لئے قارئین "توضیح البیان" کے متعلقہ ابواب کا مطالعہ کریں۔ وہاں تفصیل سے سرفراز صاحب کے بنائے ہوئے تار عنکبوت کے ایک ایک تار کو توڑ دیا گیا گیا ہے۔

اخیر میں ہم خدائے لم یزل کا شکر ادا کرتے ہیں۔ کہ جس نے ہمیں اپنے دین متین کی اس خدمت کے لئے چن لیا۔ اے بار الٰہ ہمارا رواں رواں گناہوں سے جکڑا ہوا ہے۔ ہمارے شب و روز پر مسلسل معصیت کی دھند چھائی رہتی ہے۔ ہماری اہلیت کسی انعام کی مقتضی نہ تھی۔ لیکن تو نے اپنے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بے پایاں فضل سے ہمیں حظ وافر عطا کیا۔ کہ ناموسِ الوہیت کی طرف بڑھنے والے ہاتھوں اور بارگاہ نبوت میں گستاخ زبانوں کو قلم کرنے کے لئے ہمیں منتخب فرما لیا۔ ہمیں حضرت حسّان کے غلاموں کی صف میں جگہ دی۔ اور حمد باری اور نعت رسول میں ہمیں محو کر دیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معروضہ طبع ثانی

۱۹۶۹ء میں سرفراز صاحب کی تنقید متین کے جواب میں توضیح البیان کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ اب ۱۹۷۹ء گزر رہا ہے دس سال کے اس طویل عرصہ میں سرفراز صاحب کی طرف سے مکمل سکوت رہا۔ کئی بار ان کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کیا گیا۔ لیکن ان کی خاموشی میں کوئی فرق نہ آیا۔ چونکہ سرفراز صاحب کی عادت یہ تھی کہ جس نے بھی ان کے خلاف قلم اٹھایا انہوں نے فوراً جواب میں کوئی کتاب لکھ کر پیش کر دی۔ اس لئے میرا خیال تھا کہ سرفراز صاحب اس کے جواب میں اگر کچھ لکھ سکتے ہیں تو لکھ دیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں ان کے شبہات کا جواب دے دیا جائے۔ بہرحال اب کافی انتظار کا عرصہ گزارنے کے بعد اس کا دوسرا ایڈیشن پیش کیا جا رہا ہے۔

مخدوم و محترم علامہ عبدالحکیم صاحب شرف کی بہت عرصہ سے فرمائش تھی کہ میں "توضیح البیان" پر نظر ثانی کروں اور اس میں ضروری ترمیم و اضافہ کے بعد ان کو طبع ثانی کے لئے پیش کر دوں۔ لیکن مختلف عوارض کی وجہ سے میں یہ امر مؤخر کرتا رہا تا آنکہ اس سال میں نے اس کام کی طرف توجہ کی اور اس میں کچھ ترمیم اور اضافہ کر دیا۔

اس کتاب کے بارے میں عام تاثر یہ تھا کہ اس کی زبان بہت مشکل ہے اور علمی اصطلاحات اور عربی الفاظ کا بکثرت استعمال ہے۔ اس سبب سے یہ کتاب علماء کے حلقہ میں تو بہت مقبول ہوئی۔ لیکن عوام کی اکثریت اس کتاب سے استفادہ کرنے سے قاصر رہی۔ میں نے اس مرتبہ کافی محنت کر کے یہ شکایت دور کر دی ہے۔ اور اس کی زبان و بیان کو بہت آسان کر دیا ہے امید ہے کہ اب عوام اس کتاب سے بآسانی استفادہ کر سکیں گے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز میں اسے کرم بالائے کرم سمجھتا ہوں کہ اب یہ کتاب اہل سنّت وجماعت کے ممتاز اشاعتی ادارے (حامد اینڈ کمپنی لاہور) کی طرف سے بڑے پُرشکوہ اور دلکش انداز میں شائع ہو رہی ہے۔ حامد اینڈ کمپنی لاہور نے نہایت ہی مختصر مدت میں علماء اہلسنّت کی گرانقدر تصانیف کو شائع کر کے اپنا مقام بنا لیا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے ملفوظات اور حیاۃ الموات (روحوں کی دنیا) کے علاوہ سنّی بہشتی زیور، سیرت رسول عربی، تذکرۃ المحدثین وغیرہ ایسی علمی کتب مارکیٹ میں لانا اس کمپنی کا عظیم کارنامہ ہے۔ میں حامد اینڈ کمپنی کے جواں ہمّت ناظم کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں جن کی کاوش سے اہل سنّت وجماعت کو نہایت اعلیٰ اور با مقصد لٹریچر حاصل ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہٗ ناظم مکتبہ قادریہ لاہور، سیّد حامد لطیف صاحب زید مجدہٗ اور ان کے معاونین کے تبلیغی جذبہ میں مزید اضافہ فرمائے۔ اور ان کی خدمات کو شرفِ قبولیّت عطا فرمائے۔ نیز اس کتاب کو بھٹکے ہوئے لوگوں کی ہدایت اور اس گنہ گار کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا حصول اور مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

غلام رسول سعیدی غفرلہ

آمین بجاہ سید المرسلین

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

۲۱/۳/۷۹ —— ۲۲/۱/۹۹

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

استعانت

حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی آیت کریمہ ایاک نعبد وایاک نستعین کی مندرجہ ذیل تفسیر ارقام فرمائی۔

ایاک نستعین ۔ میں یہ تعلیم فرمائی۔ کہ استعانت خواہ بواسطہ ہو یا بے واسطہ۔ ہر طرح اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ حقیقی مستعان وہی ہے۔ باقی آلات خدام و احباب وغیرہ سب عون الٰہی کے مظاہر ہیں۔ بندے کو چاہیئے کہ اس پر نظر رکھے۔ اور ہر چیز میں دستِ قدرت کو کارکن دیکھے۔ اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء انبیاء سے مدد چاہنا شرک ہے۔ عقیدہ باطلہ ہے۔ کیونکہ مقربانِ حق کی امداد امداد الٰہی ہے۔ استعانت بالغیر نہیں۔ اگر اس آیت کے وہ معنی ہوتے جو وہابیہ نے سمجھے۔ تو قرآن پاک میں اعینونی بقوۃ اور استعینوا بالصبر والصلوٰۃ کیوں وارد ہوتا۔ اور احادیث میں اہل اللہ سے استعانت کی کیوں تعلیم دی جاتی۔

اس تفسیر پر سرفراز صاحب نے یہ شائستہ تبصرہ کیا:

"کہ جناب مولوی نعیم الدین صاحب نے آیت مذکورہ بالا کی یہ تفسیر بلکہ تحریف کر کے اپنی جان اور قرآن کریم پر جو ظلم کیا ہے، وہ بجائے خود قابلِ صد نفرین ہے۔"

معمولی گرامر سے واقف اور عربی کا مبتدی طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں نستعین کا مفعول و معمول ایاک ضمیر منفصل کی صورت میں محض اس لئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مقدم کیا گیا ہے کہ حصر کا فائدہ دے۔ اور استعانت صرف اللہ تعالےٰ کی ذات ستودہ صفات ہی کے ساتھ مختص ہو جائے۔ اور ابتدائی جملوں میں خود مولوی صاحب نے اس کا کافی حد تک اقرار بھی کیا ہے۔ لیکن جب سمجھے کہ اس اقرار سے تو بریلویت و بدعت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور اس سے ایک بڑے عقیدہ پر ضرب کاری لگتی ہے۔ اور وہابیوں کو اس سے بڑی تقویت حاصل ہوتی ہے تو پینترا بدل کر یہ لکھا کہ اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء اور انبیاء سے مدد مانگنا شرک ہے، عقیدہ باطلہ ہے۔ اور اس طرح تحریف کا چور دروازہ اپنے لئے کھول لیا ہے۔ اس لئے ہم بھی اس پر قدرے وضاحت سے کلام کرتے ہیں کہ مولوی صاحب نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ کئی وجوہ سے مردود اور باطل ہے۔ اوّلاً بزعم خود جو تفسیر اور احتمال ایاک نستعین کا اُنہوں نے بیان کیا ہے بعینہ وہ ایاک نعبد میں بھی جاری ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو سجدہ کرتا ہے۔ یا نماز روزہ اور قربانی وغیرہ ان کے نام کی ادا کرتا ہے۔ اور یہ بیان کرتا ہے کہ درحقیقت تو میں عبادت بواسطہ یا بے واسطہ صرف اللہ تعالےٰ ہی کی ادا کر رہا ہوں۔ ہاں مگر ان حضرات کو صرف تقرب الٰہی کا مظہر سمجھتا ہوں تو کیا یہ تفسیر صحیح ہے اگر یہ صحیح ہے تو پھر غیر اللہ کی عبادت کیوں نادرست ٹھہری؟ اور کس دلیل سے! اور اگر یہ غلط ہے تو غیر اللہ سے استعانت کا عقیدہ کیونکر حق قرار پایا! اور اس استعانت کو غلط کہنا کیسے عقیدہ باطلہ ٹھہرا۔

ثانیاً استعانت کی ایک قسم کا نصوص شرعیہ سے جواز ثابت ہے وہ یہ کہ کوئی شخص کسی زندہ اور پاس ہی موجود شخص سے ایسی چیز طلب کرے جو عادۃً اس کے بس اور اختیار میں ہو اس کو ماتحت الاسباب میں ظاہری استعانت کہا جاتا ہے اور اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔ (تنقید متین ص ۲۸)

اختصاص استعانت کا مدار

مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ کی جو تفسیر ارقام فرمائی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ ہر باب میں استعانت اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہی مختص ہے۔ خواہ مافوق الاسباب[1] امور میں استعانت ہو یا ماتحت الاسباب[2] امور میں تفسیر مدارک التنزیل میں اس آیت کے تحت ہے:

واطلقت الاستعانة لتناول کل مستعان فیه۔

استعانت کو مطلقاً ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ہر مستعان کو شامل ہو۔

تفسیر خازن میں ہے:

ای منك نطلب المعونة علی عبادتك وعلی جمیع امورنا۔

تیری عبادت اور باقی امور کی انجام دہی پر تجھ سے ہی طاقت طلب کرتے ہیں۔

تفسیر جمل میں ہے:

وعموم المهماة مستفاد عن حذف مفعول نستعین۔

حذف مفعول سے استعانت کے تمام امور کو شامل ہونے کا فائدہ حاصل ہوا۔

غور فرمایئے مفسرین کرام تو ہر قسم کی استعانت اللہ تعالےٰ کے ساتھ مختص فرمارہے ہیں۔ اور سرفراز صاحب نے صرف مافوق الاسباب امور میں استعانت کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص کر کے قرآن کریم کی خالص تحریف کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"استعانت کی ایک قسم کا نصوص شرعیہ سے جواز ثابت ہے۔ وہ یہ کہ کوئی شخص کسی زندہ اور پاس ہی موجود شخص سے ایسی چیز طلب کرے۔ جو عادۃً اس کے بس میں اور اختیار میں ہو۔ اس کو ماتحت الاسباب یا ظاہری استعانت کہا جاتا ہے۔" (تنقید متین ص ۲۷)

---

[1] مدد طلب کرنا

[2] وہ کام جو عام لوگوں کی قدرت میں نہیں ہوتے ۱۲ منہ

[3] جو کام عام لوگوں کی قدرت میں ہوتے ہیں ۱۲ منہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور اس طرح سرفراز صاحب نے مجوسیوں کی طرح تقسیم کار کر لی ہے۔ کچھ کام خدا کے ساتھ خاص کر دیئے۔ اور کچھ بندوں کے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ استعانت خواہ بواسطہ ہو، یا بے واسطہ ہر طرح اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے۔ بندوں کے ہاتھ پر امور عادیہ ہوں یا غیر عادیہ۔ جو کچھ بھی ظاہر ہوتے ہیں ان کا خلق اور ایجاد اللہ تعالےٰ ہی کا تماشہ ہے۔ اور بندوں کے ہاتھ سے جس قسم کے بھی امور ظاہر ہوں وہ صرف بلحاظ کسب بندوں سے صادر ہوتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ استعانت کے اختصاص اور عدم اختصاص کا مدار استقلال اور عدم استقلال ہے۔ نہ کہ امور مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب جیسا کہ سرفراز صاحب نے اپنی علمی بے مائیگی کی وجہ سے یقین کر لیا ہے:

دیوبند کی شہادت آیئے اب ہم آپ کے سامنے سرفراز صاحب کے شیخ الہند کی تفسیر سے شہادت پیش کرتے ہیں، جس سے یہ امر ظاہر ہو جائے گا کہ غیر اللہ سے استعانت کے جواز اور عدم جواز کا مدار استقلال اور عدم استقلال ہے نہ کہ امور مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب۔

دیکھئے مولوی محمود حسن صاحب ایاک نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر مقبول بندے کو محض واسطہ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کی جائے۔ تو یہ جائز ہے، کہ یہ استعانت درحقیقت اللہ تعالےٰ سے ہی استعانت ہے۔"

سرفراز صاحب غیر اللہ سے جواز استعانت کا مدار امور ماتحت الاسباب کو قرار دیتے ہیں اور ان کے شیخ صدر الافاضل رحمہ اللہ کی طرح مستعان کو غیر مستقل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سمجھنا اس کا مبنیٰ ٹھہراتے ہیں۔ اب فرمائیے کس کا بیان کردہ مبنیٰ صحیح ہے، اور کس کا غلط۔ اب اگر آپ صدر الافاضل صاحب رحمہ اللہ کے بیان کردہ مبنیٰ کو غلط تحریف اور شرک کا چور دروازہ قرار دیتے ہیں۔ پھر تو اپنے شیخ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھئے اور ان پر بھی شرک کا فتویٰ لگائیے۔ اور اگر آپ کے شیخ کا بیان کردہ مبنیٰ صحیح ہے تو پھر صدر الافاضل رحمہ اللہ کی تفسیر کو صحیح مان کر اپنی غلطی سے رجوع اور بدعقیدگی سے توبہ کیجئے۔

من نہ گویم کہ ایں نہ کن آن کن　　مصلحت بیں و کار آساں کن

مافوق الاسباب امور میں رسول اللہ سے استعانت

سرفراز صاحب کا امور عادیہ میں ظاہری استعانت کو جائز قرار دینا اور غیر عادیہ میں ناجائز۔ دلائل عقلیہ و نقلیہ دونوں سے باطل اور مردود ہے۔ احادیث صحیحہ سے امور غیر عادیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد اور صحابہ کرام کی آپ سے استمداد ثابت ہے۔

عن یزید بن ابی عبید قال رأیت اثر ضربۃ فی ساق سلمۃ بن الاکوع فقلت یا ابا مسلم ما ھذہ الضربۃ قال ضربۃ اصابتنی یوم خیبر فقال الناس اصیب سلمۃ فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنفث فیہ ثلث نفثات فما اشتکیتھا حتی الساعۃ۔

(مشکوٰۃ ص ۵۳۳)

یزید بن ابی عبید سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع کی پنڈلی پر چوٹ کا نشان دیکھا میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابو مسلم یہ کیسی چوٹ ہے۔ انہوں نے کہا کہ یوم خیبر کو مجھے شدید چوٹ لگی، یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ سلمہ شہید ہو گئے۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچا، آپ نے تین دفعہ دم فرمایا اور اس دم کی برکت سے مجھے آج تک تکلیف نہیں پہنچی۔)

دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں:

عن عثمان بن عبد اللہ بن موھب

عثمان بن عبد اللہ بن موہب سے مروی ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قال ارسلنی اھلی الی ام سلمۃ بقدح من ماء وکان اذا اصاب الانسان عین او شیٔ بعث الیھا مخضبہ فاخرجت من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تمسکہ فی جلجل من فضۃ فخضخضتہ لہ فشرب۔

منہ الحدیث

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۰)

ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا اور لوگوں کی عادت تھی کہ جب کسی شخص کی آنکھ میں یا کسی اور جگہ زخم پہنچتا تو آپ کے پاس تغار دے کر بھیجتے۔ پس ام المومنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک نکالتیں۔ جنہیں وہ گھنٹی کی شکل کی ایک چاندی کی نلکی میں رکھا کرتی تھیں پس وہ اس نلکی کو پانی میں ڈال کر نکالتیں۔ پس وہ شخص اس پانی کو پیتا۔

تیسری روایت ملاحظہ کیجئے:

عن اسماء بنت ابی بکر انما اخرجت جبۃ طیالسیۃ کسروانیۃ لھا لبنۃ دیباج وفرجیھا مکفوفین بالدیباج وقالت ھذہ جبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت عند عائشۃ فلما قبضت قبضتھا وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبسھا فنحن نغسلھا للمرضی نستشفی بھا۔

(مشکوٰۃ ص ۳۷۴)

اسماء بنت ابی بکر سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک طیالسی کسروانی جبہ نکالا جس کا ریشمی گریبان تھا، اور اس کی دونوں جانبیں بھی ریشمی تھیں۔ اور فرمانے لگیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے جو حضرت عائشہ رضی کے پاس تھا۔ پس جب ان کی وفات ہو گئی تو میں نے اسے حاصل کر لیا جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے۔ پس ہم بیماروں کے لئے اسے دھوتے ہیں اور اسی جبہ کے توسل سے ان کے لئے شفا طلب کرتے ہیں۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کے پہنے ہوئے کپڑوں، آپ کے بالوں اور آپ کی پھونک سے لوگ شفا حاصل کرتے تھے۔ اب غور طلب امر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ ہے کہ لباس بال اور پھونک حصول شفاء کے لئے سبب عادی ہیں یا غیر عادی ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عادۃً لباس بال اور پھونک کو حصولِ شفا کے لئے پیدا نہیں فرمایا۔ اور اگر عادۃً ان کی خلقت حصول شفا کے لئے ہوتی۔ تو چاہیئے تھا کہ ہر ایک کے لباس اور بال اور پھونک سے شفاء حاصل کی جاتی۔ جس طرح عادتاً جڑی بوٹیوں اور دواؤں کی خلقت حصول شفا کے لئے ہے۔ اور وہ شفا کے لئے سبب عادی ہیں۔ اسی طرح لباس وغیرہ حصول شفاء کے لئے ہرگز سبب عادی نہیں ہیں۔ اور اس میں رتی برابر بھی شبہ نہیں ہے۔ پس آپ کے لباس وغیرہ سے صحابہ کرام کا شفاء حاصل کرنا اور اپنی بیماریوں اور تکلیفوں میں نبی علیہ السّلام کی طرف مراجعت کرنا اور آپ سے مدد چاہنا مافوق الاسباب امور میں استعانت ہے۔

اگر سرفراز صاحب کا قاعدہ مان لیا جائے۔ تو سلمہ بن اکوع کو چاہیئے تھا کہ پنڈلی ٹوٹ جانے کے بعد وہ کسی جراح کے پاس جاتے۔ کیونکہ علاج کے لئے طبیب اور جرّاح وغیرہ سبب عادی ہیں۔ اور اگر انہوں نے سرفراز صاحب کا مزعوم شرک کر ہی لیا تھا تو نبی علیہ السّلام کو چاہیئے تھا کہ آپ فرماتے میرے پاس ٹوٹی ہوئی ٹانگ لے کر کیوں آئے ہو۔ میں تو کسی کو نفع وضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ اس کا سبب عادی ہوں۔ تم نے علاج معالجہ کے لئے مافوق الاسباب طریقہ کو اختیار کر کے شرک کیوں کیا؟ اچھی طرح جان لو کہ میرا کام تو فقط تم تک احکام شرعیہ پہنچا دینا ہے اور بس!

سرفراز صاحب آنکھیں کھول کر اور ہوش میں آکر جواب دیجئے کہ آپ کی تحقیق کے مطابق یہ صحابہ مشرک ہوئے یا نہیں۔ اور اگر آپ رافضیوں کی طرح صحابہ پر بھی ہاتھ صاف کر دیں۔ تو پھر بتلایئے کہ آپ کی تحقیق کے مطابق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا حکم عائد ہوگا۔ جنہوں نے آپ کے اس مذموم شرک کی مذمّت نہیں کی۔ اور اگر آپ عناد فطری کی وجہ سے رسول اللہ پر بھی جرأت کریں۔ تو اللہ تعالےٰ پر کیا حکم لگائیں گے۔ جس نے رسول اللہ کو شرک کی مذمّت نہ کرنے پر تنبیہ نہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی۔ بلکہ رسول اللہ کے دم میں شفا کا اثر رکھ کر الٹا اس شرک کی تائید کی ؎

ساقی کا احترام تو لازم تھا اے صبا
ہر ہر قدم پہ لغزشِ بے جا نہ کیجئے

خلق اور کسب اس مقام پر یہ حضرات کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ اور معجزہ خدا کا فعل ہوتا ہے۔ یہ محض دھوکہ دہی کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ نبی کا معجزہ ہو یا ولی کی کرامت یا عام لوگوں کے افعال سب کا حقیقۃً خالق اور فاعل اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ بندوں کی طرف ان تمام افعال کی نسبت خواہ عادیہ ہوں یا غیر عادیہ۔ محض ظاہری اور صوری طوری پر ہوتی ہے۔ لہٰذا افعال عادیہ اور غیر عادیہ میں خلق یا کسب کے لحاظ سے تفریق کرنا بداہتہً باطل ہے۔ افعال عادیہ میں بندوں کی طرف نسبت تو سرفراز صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ اب ہم وہ آیات پیش کرتے ہیں۔ جن میں افعال غیر عادیہ کی نسبت بندوں کی طرف کی گئی ہے۔

۱۔ قال الذی عندہٗ علم من الکتٰب انا اٰتیک بہٖ قبل ان یرتد الیک طرفک۔ (نمل)

جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ اس (علم والے) نے (اس جن سے) کہا کہ اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لاکر کھڑا کر سکتا ہوں۔

(ترجمہ اشرف علی تھانوی:۔ ملخصاً)

۲۔ قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاماً زکیاً (مریم)

فرشتے نے کہا کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔

۳۔ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی

میں تم لوگوں کے لئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسی پرندہ کی شکل ہوتی ہے۔ پھر اس کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ جاندار پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باذن اللہ۔ سے اور میں اچھا کر دیتا ہوں مادر زاد اندھے
کو اور برص (جذام) کے بیمار کو زندہ کر دیتا
(آل عمران) ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے۔

مذکورہ بالا آیات میں افعال غیر عادیہ کا اسناد مخلوق کی طرف کیا گیا ہے اور ان تمام آیات کا ترجمہ اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمہ سے نقل کیا گیا ہے تاکہ مخالفین کے لئے انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عام افعال کی طرح معجزات اور کرامات کے ساتھ بھی دو قدرتیں متعلق ہوتی ہیں۔ ایک انبیاء کی اور اولیاء کی قدرت بلحاظ کسب کے اور ایک اللہ تعالیٰ کی قدرت بحیثیت خلق اور ایجاد کے۔ پس نبی علیہ السلام کا دم کرنا، انگلی سے اشارہ کرنا، دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا یہ کسب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا تکلیف دور کر دینا، چاند شق کر دینا، سورج پلٹ دینا یہ خلق ہے۔ اور ان افعال کا اسناد نبی علیہ السلام کی طرف بلحاظ کسب ہے۔ اور اللہ عزمجدہ کی طرف بلحاظ خلق ہے۔ اور جس طرح عوام بشر کی قدرت اختیار میں افعال عادیہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح خواص بشر اولیاء اللہ کی قدرت میں افعال غیر عادیہ ہوتے ہیں۔ سرفراز صاحب کا صرف امور عادیہ میں بندوں سے استعانت جائز رکھنا۔ علمی بے مائیگی اور بصیرت سے محرومی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:

ان لہ فی نفسہ صفۃ بھا تتم الافعال الخارقۃ للعادات کما ان لنا صفۃ بھا تتم الحرکات المعروفۃ بارادتنا وباختیارنا وھی القدرۃ وان کانت القدرۃ والمقدور جمیعًا من فعل اللہ تعالیٰ۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۹۰)

متکلمین نے بیان فرمایا ہے کہ بندہ کا ارادہ کرنا کسب، اور اس ارادہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کا فعل پیدا فرمانا خلق کہلاتا ہے۔ یہاں جو مثالیں دی گئی ہیں وہ عوام کو سمجھانے کے لئے ہیں ۱۲ منہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کے سبب وہ ایسے کام کرتا ہے جو خلاف عادت ہوتے ہیں جیسے ہم کو ایسی صفت حاصل ہے جس سے ہم اپنے ارادہ کے مطابق کام کرتے ہیں اسی کا نام قدرت ہے اور یہ قدرت اور کام دونوں حقیقتہً اللہ تعالےٰ کے افعال ہیں۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی فتح الباری ج ۱۶ ص ۲۰ پر امام غزالی کی اس عبارت کو نقل کر کے اس کی تائید فرمائی ہے۔

پہلی غلطی

سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

"کوئی شخص کسی زندہ اور پاس ہی موجود شخص سے ایسی چیز طلب کرے جو عادۃً اس کے بس اور اختیار میں ہو۔ اس کو ماتحت الاسباب یا ظاہری استعانت کہا جاتا ہے۔ اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔" (تنقید متین ص ۲۸)

ہم پوچھتے ہیں کہ یہاں بس اور اختیار سے مراد کیا ہے۔ بطور خلق یا بطور کسب پہلی صورت میں یہ خود شرک ہے۔ اور دوسری صورت میں عادۃً کی قید لگانا باطل ہے۔ کیونکہ امور غیر عادیہ بھی بحیثیت کسب بس اور اختیار میں ہوتے ہیں۔ جیسا کہ امام غزالی کی تصریح اور ابن حجر کی تائید سے ظاہر ہو گیا۔ پھر اس میں استعانت کیونکر ناجائز ہو گی جب کہ ان امور غیر عادیہ میں بھی استعانت دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔

مافوق الاسباب امور اور قرآن

سورۂ نمل میں اللہ تعالیٰ سلیمان علیہ السلام کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

قال یا ایھا الملأ ایکم یاتینی بعرشھا	حضرت سلیمان علیٰ نبینا و علیہ السلام نے فرمایا
قبل ان یاتونی مسلمین قال عفریت	اے اہلِ دربار تم میں سے کون ہے جو تخت بلقیس
من الجن انا اٰتیک بہ قبل ان تقوم	کو میرے پاس پہنچا دے۔ اس سے پہلے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

من مقامك وانّی علیه لقوی امین قال الذی عنده علم من الکتٰب انا اٰتیك به قبل ان یرتدّ الیك طرفك ۔

(سورۂ نمل)

کہ وہ میرے پاس مطیع ہو کر آئیں۔ ایک قوی ہیکل جن نے کہا آپ کے مجلس سے اُٹھنے سے پہلے میں اسے حاضر کر سکتا ہوں اور میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور امانتدار بھی ہوں اور جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا کہ میں اسے آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر سکتا ہوں۔

تخت کو آنِ واحد میں مسافت کثیرہ سے منتقل کر دینا ایک ایسا خلاف عادت کام تھا کہ قوی ہیکل جن بھی باوجود بے پناہ طاقت کے اس پر قادر نہ تھا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اسی خلافِ عادت کام کو اہلِ دربار سے طلب کیا۔ سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ مافوق الاسباب امور میں غیر اللہ سے استعانت کرنا شرک ہے۔ تو اب فرمائیے کہ آپ کے اس فتویٰ کی براہِ راست زد حضرت سلیمان علیٰ نبیّنا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر پڑتی ہے یا نہیں۔ بتلائیے قرونِ ثلاثہ میں بھی کیا انبیاء علیہ السّلام کو معاذ اللہ مشرک قرار دیا جاتا تھا۔ یا یہ خانہ ساز بدعت صرف دیوبند کی اختراع ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ علماءِ حق کو ابناءِ بدعت کی دشنام پر صبر کر لینا چاہیئے۔ جو لوگ حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام کو بھی (معاذ اللہ) مشرک بنانے سے نہیں چوکتے۔ وہ اگر علماءِ حق کو مشرک وغیرہ کہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

نوٹ:۔ یہاں پر یہ شبہ نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیٰ نبیّنا وعلیہ السّلام کا خدام سے اس امر کو طلب کرنا ان کی شان میں کمی کا موجب ہے۔ کیونکہ خدام سے کوئی خدمت لینا انہیں خدمت کا موقع دینا اور انہیں شرف خدمت عطا کرنے کے لئے ہوتا ہے ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمے کنی!
منت ازو شناس کہ بخدمت گذاشتت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسی طرح حضرت عیسٰے علیہ السّلام نے فرمایا تھا من انصاری الی اللہ میرا مددگار کون ہے۔ ثانیاً اس میں یہ تنبیہ ہے کہ جن کے خدّام کی طاقت اور وسعت اختیار کا یہ عالم ہے تو ان کے آقا کی شان کا کیا عالم ہوگا۔ ثالثاً اس میں یہ اشارہ ہے کہ امور مافوق الاسباب میں استعانت جائز ہے۔ ورنہ حضرت سلیمان علیہ السّلام اہلِ دربار سے کیوں فرماتے کہ بلقیس کے پہنچنے سے پہلے تخت حاضر کردو جب کہ پلک جھپکنے سے پہلے اتنے بڑے بھاری تخت کو مسافت بعیدہ سے لے آنا انسان کی عادت تو درکنار قوی ہیکل جن کے بس میں بھی نہ تھی۔ رابعاً۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ مافوق الاسباب امور میں تصرف صرف انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ مختص نہیں۔ بلکہ کرم الٰہی سے یہ تصرّفات اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہوتے ہیں:۔

اب ہم آپ کے سامنے شرح عقائد نسفی سے علامہ نسفی اور علامہ تفتازانی کی عبارات پیش کرتے ہیں۔ جو اس مقصد پر واضح ثبوت ہے۔ کہ تخت بلقیس کو آنِ واحد میں لے آنا مافوق الاسباب امور سے ہے۔

وکرامات الاولیاء حق فیظھر الکرامۃ علی طریق نقض العادۃ للولی من قطع المسافۃ البعیدۃ فی المدۃ القلیلۃ۔	اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں پس ولی کی کرامت خلافِ عادت (مافوق الاسباب طریقہ) سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ مسافت بعیدہ کو مدت قلیلہ میں طے کرلے۔

اس کی شرح میں علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

کاتیان صاحب سلیمان علیہ السّلام وھو اصف بن برخیا علی الاشھر بعرش بلقیس قبل ارتداد الطرف مع بعد المسافۃ۔	مثلاً صاحب سلیمان علیہ السّلام آصف بن برخیا کا تختِ بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے مسافتہ بعیدہ سے لے آنا۔ (قول مشہور یہی ہے)

(شرح عقائد نفسی ص ۲۲۶)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بعید نہیں کہ دیوبندیوں کو یہ شبہ لاحق ہو کہ مافوق الاسباب امور میں تصرف مذکور تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ پس ہمارے لئے یہ کس طرح حجت ہوگا۔ جواباً عرض ہے کہ شرائع سابقہ کے جن واقعات کو اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم) بغیر انکار کے بیان فرمائیں۔ وہ حقیقت میں ہماری ہی شریعت ہے۔ اور اس کے حجت ہونے میں رتی برابر بھی شبہ نہیں۔ دیکھئے مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی فرماتے ہیں:

ان هذه الشرائع انما تلزمنا اذا قصها الله ورسوله من غير انكار كقوله تعالىٰ وكتبنا عليهم اى على اليهود فى التوراة ان النفس بالنفس الخ۔	شرائع سابقہ ہمیں اس وقت لازم ہو جاتی ہیں۔ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بغیر انکار کے بیان فرمائے۔ جیسے وجوب قصاص کا حکم قرآن کی آیت کریمہ ان النفس بالنفس سے ثابت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں نازل کیا تھا۔ اور پھر اس کا بیان قرآن کریم میں فرمایا۔ پس یہ حکم ہم پر لازم ہو گیا۔

(قمر الاقمار علی ہامش نور الانوار ص ۶)

اسی طرح امور مافوق الاسباب میں تصرف کا یہ واقعہ اگرچہ دور سلیمان علیہ السلام کا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں اس کا بغیر انکار کے قصہ بیان فرمایا۔ تو یہ شرعی حجت قرار پایا۔ اور علماء متکلمین نے اس آیت سے کرامات اولیاء پر استدلال کیا۔ نیز جب اللہ تعالےٰ نے اسرائیلی اولیاء کو مافوق الاسباب امور پر قدرت عطا کی ہے۔ تو اس امت کے اولیاء کو یہ اعزاز کیوں نہ حاصل ہوگا۔ جس کے سر پر اللہ تعالےٰ نے کنتم خیر امۃ کا تاج رکھا ہے۔ اور اسے جعلنٰکم امۃ وسطًا کی دستاویز عطاء فرمائی ہے۔

اب ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جب مافوق الاسباب امور میں استعانت شرک ہے تو انبیاء کرام اس شرک کو کیوں کرتے رہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے بلا انکار اس کا ذکر کیوں کیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس شرک پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مواخذہ کیوں نہیں ہوا۔ اور وہ قرآن جو الحمد سے لے کر والناس تک شرک کی تردید میں نازل ہوا۔ وہ اس شرک کی کیوں تائید کر رہا ہے۔ اور اب آپ خدائے لم یزل پر کیا فتویٰ لگائیں گے۔ جو آپ کے نزدیک اس خالص شرک کی تائید کر رہا ہے۔

یہ تو مافوق الاسباب امور میں زندوں سے استمداد تھی۔ آیئے اب مافوق الاسباب امور میں ان سے استمداد پیش کریں۔ جنہیں سرفراز صاحب زندہ نہیں سمجھتے۔ مافوق الاسباب امور میں استعانت کا حدیث سے ثبوت۔

ملاحظہ کیجئے:

وعن ابی الجوزاء قال قحط اهل المدینة قحطًا شدیدًا فشکوا الی عائشة رضی الله تعالیٰ عنها فقالت انظروا قبر النبی صلی الله علیه وسلم فاجعلوا کوی الی السماء حتّٰی لا یکون بینه و بین السماء سقف ففعلوا فمطروا مطرًا حتّٰی نبت العشب و سمنت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق۔

(مشکوٰۃ ص ۵۴۵)

حضرت ابو جوزا بیان کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ (زادہا اللہ تشریفا) میں سخت قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی جانب سوراخ کر دو یہاں تک کہ قبر اطہر اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور اس زور کی بارش ہوئی کہ خوب سبزہ پیدا ہوا اور اونٹ فربہ ہو گئے اور ان کی چربی پھٹی جاتی تھی۔ اور اس سال کو لوگ خوشحالی کا سال کہنے لگے۔

اس حدیث کو دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی نشر الطیب کے ص ۳۰۳ پر ذکر کیا ہے:۔

غور طلب امر یہ ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لوگ بارش کی شکایت لے کر کیوں گئے۔ براہِ راست خدا سے دُعا کیوں نہ مانگی۔ اور اگر انہوں نے یہ شرک کر ہی لیا تھا تو پھر ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چاہیئے تھا کہ انہیں نماز استسقاء پڑھنے کا حکم دیتیں۔ جو طریقہ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا۔ قبر انور کو آسمان کے بالمقابل کرنے کا حکم کیوں دیا۔ کیا اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو یقین تھا کہ اگر قبر انور آسمان کے بالمقابل ہو جائے تو اس وقت بارش ہو گی۔ ورنہ نہیں ہو گی اور اگر ام المؤمنین نے دیوبندیوں کے اس خود ساختہ شرک کا حکم دے ہی دیا تھا تو جنہیں حکم دیا تھا تو وہ بھی صحابہ اور تابعین تھے۔ انہوں نے اس گمراہی پر ام المؤمنین کی (العیاذ باللہ) اصلاح کیوں نہ کی۔

ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس امر تکوینی یا امر مافوق الاسباب میں نبی علیہ السّلام کی قبر سے استعانت کی ہے۔ اور آپ امور تکوینیہ اور مافوق الاسباب امور میں استعانت کو شرک کہتے ہیں۔ پھر آپ کا ام المؤمنین کے بارے میں کیا حکم ہو گا۔ جنہوں نے بارش ہونے نہ ہونے کا مدار نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی قبر مبارک کو اعتقاد کر لیا تھا۔

معلوم ہوا کہ خیر القرون میں مافوق الاسباب امور میں استعانت کو جائز سمجھا جاتا تھا اور یہی انبیاء علیہم السّلام اور صلحاء عظام کا طریقہ ہے۔

مافوق الاسباب امور اور علامہ شامی

علامہ شامی رحمہ اللہ مذہب ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے ان اولیاء اللہ کی مختصر سوانح نقل کرتے ہیں۔ جنہوں نے مذہب ابی حنیفہ اختیار کیا۔ چنانچہ حضرت معروف کرخی کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

المشائخ الکبار مجاب الدعوۃ تستقی بقبرہ مات سنۃ ۲۰۰ھ۔	حضرت معروف کرخی عظیم مشائخ میں سے تھے۔ مستجاب الدعوات تھے اور اُن کی قبر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے بارش طلب کی جاتی تھی اور انہوں نے دو
صدی ہجری میں وفات پائی۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۴)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علامہ شامی کے نزدیک مذہب حنفی کی عظمت و جلالت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس مذہب کے پیروکار مرجع خلائق تھے۔ زندگی میں ان کی شخصیات تو الگ رہیں۔ وصال کے بعد بھی لوگ ان کی قبور سے مدد طلب کرتے تھے۔ اہلسنت کو قبر پرستی کا طعنہ دینے والے دیدۂ عبرت سے اس عبارت کو پڑھیں اور غور کریں کہ قبر کے نزدیک دعا مانگنے سے بارش کا حاصل ہو جانا سبب عادی ہے یا غیر عادی؟ اگر سبب عادی ہے تو ہر قبر کے پاس دعا مانگنے سے بارش کیوں نہیں ہوتی۔ اور حضرت معروف کرخی کے پاس دعا مانگنے سے بارش کے حصول میں ان کی کیا خصوصیت باقی رہی۔ اور علامہ شامی کا اسے ان کے فضائل میں ذکر کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔ جس طرح آگ حرارت کے لئے سبب عادی ہے۔ اور ہر آگ سے حرارت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہر قبر کے پاس دعا کرنے سے بارش کیوں نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ سبب عادی نہیں تو پھر کا قاعدہ ٹوٹ گیا۔ اور ثابت ہوا کہ مافوق الاسباب امور میں بھی غیر اللہ سے استعانت جائز ہے۔ نیز اب ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اپنی حاجات اور مشکلات میں قبر پر جا کر دعا مانگنا اور صاحبِ قبر کو وسیلہ بنانا یہ عہد صحابہ تابعین اور اتباع ابی حنیفہ کے معمولات ہیں۔ یا چودھویں صدی کی بدعت ہے

حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی چیز بدعت ہے تو وہ مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب امور میں جواز اور عدم جواز کے لحاظ سے فرق کرنا ہے۔ تصرفات اولیاء اللہ کا انکار بدعت ہے۔ کمالاتِ انبیاء سے بغض بدعت ہے۔ اسباب شرک میں افراد، زمان اور مکان کا فرق کرنا بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے امکان کذب کا عقیدہ رکھنا بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ تنقیص دیوبندی اور اسمٰعیل دہلوی کے فرزندوں کو سمجھ اور ہدایت عطا فرمائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوسری غلطی سرفراز صاحب نے شرک کی تعریف میں زندہ اور پاس ہی موجود شخص کی دو قیدیں اور بھی لگائیں ہیں۔ اور ان قیود کا فائدہ وہ خود اپنے کلام میں ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ فاعینونی بقوۃ۔ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"یہ وہ امداد نہیں جو شرک کے شیدائی حضرات انبیاء، اولیاء، شہداء علیہم السلام سے کیا کرتے ہیں کہ نہ تو وہ اس جہان میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور نہ قریب۔ ان سے اس قسم کی استعانت بہر صورت شرک ہے۔ جس کو مٹانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور شریعت حقہ اس کے لئے وقف ہے۔ اس ظاہری استعانت سے مطلق استعانت یا مافوق الاسباب استعانت کا جواز ثابت کرنا۔ اور عوام الناس کو مغالطہ دینا جیسا کہ مولوی نعیم الدین صاحب نے کیا ہے۔ اہلِ علم کی شان نہیں ہے۔" (تنقید متین ص ۲۹)

سرفراز صاحب کی یہ عبارت کئی وجہ سے غلط ہے۔ اولاً یہ کہ اعینونی سے جو خاص استعانت ثابت ہے۔ اس کے بارے میں کہنا کہ اس سے مطلق استعانت ثابت نہیں ہوتی۔ ان کے علمی افلاس کا اظہار کر رہا ہے۔ اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ مطلق الشئ یتحقق بتحقق فرد ما۔ پس مطلق استعانت کے ایک فرد کے تحقق سے متحقق ہو جائے گی۔

ثانیاً یہ کہ سرفراز صاحب نے زندہ اور قریب سے ماتحت الاسباب امور میں استعانت کو جائز قرار دیا اور میت، بعید اور مافوق الاسباب امور میں استعانت کو شرک کہا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ امور ماتحت الاسباب میں استعانت مطلقاً جائز ہے یا اس حیثیت سے کہ جس سے مدد حاصل کرے اس کے غیر مستقل ہونے کا اعتقاد رکھے۔ پہلی صورت میں لازم آئے گا۔ کہ اگر کوئی شخص امور ماتحت الاسباب میں مستعان کو مستقل بالذات سمجھ کر اس سے استعانت کرتے تو یہ بھی جائز قرار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پائے۔ حالانکہ اس کے شرک ہونے میں کسی کو شُبہ نہیں ہوسکتا۔ اور دوسری صورت میں یعنی اگر امور ماتحت الاسباب میں مستعان کو غیر مستقل سمجھ کر مدد حاصل کرے۔ تو ثابت ہوا کہ جواز اور عدم جواز کا مدار مستعان کو مستقل بالذات سمجھنے پر ہے۔ نہ کہ محض امور ماتحت الاسباب پر۔ کیونکہ وہ تو پہلی صورت میں بھی موجود ہے۔ اور شرک سے اجتناب نہیں۔ پس بحمداللہ ثابت ہوگیا کہ شرک تب ہوگا کہ مستعان کو مستقل بالذات سمجھ کر استعانت کی جائے۔ خواہ زندہ ہو یا مُردہ۔ قریب ہو یا بعید اور ماتحت الاسباب امور میں استعانت ہو یا مافوق الاسباب امور میں۔ ورنہ سرفراز صاحب نے جو شرک اور عدم شرک کی بنیاد قائم کی ہے۔ کہ زندہ سے استعانت کی جائے تو جائز اور مردہ سے استمداد کی جائے تو شرک قریب سے کی جائے تو جائز بعید سے کی جائے تو شرک اس سے لازم آئے گا کہ زندہ کو سجدہ کردے تو جائز مردہ کو سجدہ کرے تو شرک۔ زندہ کے نام پر جانور ذبح کرے تو جائز مُردہ کے نام پر ذبح کرے تو شرک۔ زندہ کو خدا کہے تو جائز، اور مُردہ کو خُدا کہے تو ناجائز۔ اور قریب کے نماز پڑھے تو جائز، بعید کے لئے پڑھے تو شرک (ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم) ان نادانوں کو آج تک یہ معلوم نہ ہوسکا۔ کہ شرک کس کو کہتے ہیں۔ اور ان کی خود ساختہ توحید در حقیقت انہیں کس طرح شرک کی دَلدَل میں پھنسا دیتی ہے۔ کہ انہوں نے میت اور بعید سے استعانت کو شرک کہہ کر کروڑوں زندہ اور قریب افراد کو خدا کا شریک بنا دیا اور یہ تمام ٹھوکریں سرفراز صاحب کا مقدر اس لئے بن گئیں کہ اُنہوں نے شرک کا خود ساختہ معنیٰ مقرر کیا۔ اور متقدمین کی تعریف کو اختیار نہ کیا۔ دیکھئے علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

الاشراك هو اثبات الشريك	اشراک مجوس کی طرح کسی کو الوہیت میں
فی الالوهية، بمعنى وجوب	بمعنی وجوب وجود کے شریک کرنا ہے
الوجود كما للمجوس او بمعنى	یعنی خدا کو کسی کے سوا الٰہ اور واجب الوجود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

استحقاق العبادة کما لعبدة الاصنام۔ اعتقاد کیا جائے یا بت پرستوں کی طرح کسی کو مستحق عبادت سمجھا جائے۔

(شرح عقائد نسفی ص ۵۶)

حقیقت یہ ہے کہ جو امر شرک ہو اس میں زمان و مکان اور افراد و غیرہا کی تخصیص نہیں ہوا کرتی۔ جو چیز شرک ہو وہ ہر شخص کے لئے شرک ہوگی، ہر جگہ شرک ہوگی، ہر وقت شرک ہوگی۔ مثلاً سجدہ عبودیت شرک ہے۔ پس جس جگہ جس وقت اور جس شخص کے لئے بھی سجدہ عبودیت کیا جائے وہ شرک ہوگا۔ یہ نہیں کہ کوئی چیز پہلے زمانہ میں شرک نہ ہو۔ اور اب شرک ہو جائے۔ یا زید کو عبودیت کا سجدہ کریں تو شرک ہو۔ اور عمر کو کریں تو نہ ہو۔ پس زندہ سے استعانت کا جائز ہونا اور مُردہ سے استعانت کا شرک ہونا ایک ایسی ابلیسی منطق ہے جس کو کوئی دیندار اور ہوشمند شخص قبول نہیں کر سکتا۔

دراصل سرفراز صاحب نے یہ سبق اکابر دیوبند سے سیکھا ہے۔ چنانچہ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

"علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو بہ وسعت نص سے ثابت ہے۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کر رہا ہے۔" (براہین قاطعہ ص ۵۱)

سوال یہ ہے کہ جب علم محیط زمین غیر خدا کے لئے ثابت کرنا شرک ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا جائے۔ پھر بھی شرک ہے اور ابلیس اور ملک الموت کے لئے ثابت کیا جائے پھر بھی شرک ہے۔ یہ کونسا قاعدہ ہے کہ جو چیز شرک ہو اس کا ابلیس کے لئے ثبوت جائز ہو اور حضور علیہ السلام کے لئے ناجائز اور شرک۔ کیا ان کے زعم فاسد میں ابلیس کو خدا کا شریک ماننا جائز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ اور حضور علیہ السلام کو جائز۔ اینٹھوی نے تو جہاں اپنا ٹھکانا بنانا تھا۔ بنا چکے۔ اب سرفراز صاحب ہی اس معمّے کو حل کر دیں۔ بلکہ اینٹھوی کے تمام اذناب اور سرفراز صاحب کے تمام اعوان و انصار مل کر ہی یہ پُرانا قرض چکا دیں۔ نصف صدی سے زیادہ بیت چکی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ نے یہ اعتراض اینٹھوی پر قائم کیا تھا۔ اور آج تک ذریت دیوبند اس کا جواب نہ دے سکی۔

اب ہم شرک کی اس تعریف کو جو سرفراز صاحب کے معتمد علیہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے الفوز الکبیر میں ذکر کی ہے۔ نقل کرتے ہیں۔ جس کو سرفراز صاحب نے بڑے زور سے اپنی کتاب میں پیش کیا ہے:۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

والشرك ان يثبت لغير الله سبحٰنه وتعالىٰ شيئًا من صفاته المختصة به۔ (الفوز الکبیر)	شرک یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ کی صفات مختصہ میں سے کوئی صفت اس کے غیر کے لئے ثابت کی جائے۔

اور خاصہ کہتے ہیں کہ ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہٖ یعنے جو صفت جس کا خاصہ ہو اس میں پائی جائے۔ اور اس کے غیر میں نہ پائی جائے۔ اب غور فرمائیے۔ سرفراز صاحب کہتے ہیں۔ مردہ سے استعانت شرک۔ بعید سے استعانت شرک۔ اور مردہ اور بعید سے استعانت شرک تب ہوگی۔ جب کہ یہ خدا کی صفت مختصہ ہو۔ پس سرفراز صاحب کے عقیدہ فاسدہ پر لازم آیا کہ نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ مردہ ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ھو الحیّ القیّوم اور معاذ اللہ۔ اللہ تعالےٰ بعید ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید شارح عقائد اور صاحب الفوز الکبیر کی عبارات سے بات ظاہر ہوگئی کہ شرک کا مدار تین باتوں پر ہے۔ خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود سمجھا جائے۔ یا اس کے مستحق عبادت ہونے کا اعتقاد رکھے۔ یا اللہ تعالےٰ کی صفات مختصہ مثلاً علم ذاتی ایجاد اور قدرت ذاتیہ میں سے کوئی صفت غیر کے لئے ثابت کرے۔ اور چونکہ یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اہم نکات سرفراز صاحب کی نگاہ سے اوجھل رہے۔ اسی لئے انہوں نے اس باب میں بے سروپا باتیں کیں۔ مثلاً اسی بحث میں لکھتے ہیں کہ:

"جملہ مشرکین غیر اللہ سے استعانت کرتے تھے۔ مگر اس کو مستقل سمجھ کر استعانت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ ان کو عون الٰہی اور امداد الٰہی کا مظہر سمجھ کر استعانت کرتے تھے۔ اور یہی شرک کی حقیقت ہے۔ کیونکہ دنیا میں کسی مشرک نے غیر اللہ کو حقیقی مستعان کبھی نہیں سمجھا۔ بایں طور کہ اس کو واجب الوجود تسلیم کیا ہو۔ اور قدرت و طاقت کا بالاستقلال منبع اس کو یقین کر لیا ہو۔ بلکہ مشرکین عطائی اختیارات کے تحت ہی ان سے استعانت کرتے تھے۔" (تنقید متین ص ۳۲)

سرفراز صاحب کی یہ عبارت کئی وجہ سے مردود ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ سرفراز صاحب نے اپنی بے علمی سے یہ دعویٰ کیا کہ ان میں آج تک کسی نے خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود نہیں مانا۔ حالانکہ ہم ابھی شرح عقائد سے نقل کر چکے ہیں:۔

الاشراك هو اثبات الشريك فى الالوهيّة بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس الخ اس عبارت کا صریح مطلب یہ ہے کہ مجوس دو واجب الوجود مانتے تھے۔ چنانچہ اس کی شرح میں علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں:

فانهم يعتقدون الهين يزدان خالق الخير واهرمن خالق الشّر۔	مجوسیوں کا اعتقاد تھا کہ دو خدا ہیں ایک یزدان جو خالق خیر ہے اور ایک اہرمن جو خالق شر ہے۔ (نبراس ص ۲۶۵)

ان کے علاوہ ستارہ پرستوں کی ایک جماعت بھی ستاروں کے واجب الوجود ہونے کا اعتقاد رکھتی تھی۔ دیکھئے تفسیر کبیر میں وجعلوا لله شركاء الجنّ کی تفسیر میں امام رازی تحریر فرماتے ہیں:

من المشركين الذين يقولون	بعض مشرکین میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مدبر هذا العالم هو الكواكب وهؤلاء فريقان منهم يقول انها واجبة الوجود لذواتها۔ الخ

کہ اس عالم کے مدبر کواکب ہیں پھر ان کے دو فرقے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہیں جو کہتے ہیں یہ کواکب واجب الوجود ہیں۔

ثانیاً اس لئے کہ اس عبارت میں سرفراز صاحب نے عطائی اختیارات مان کر استعانت کرنے کو بھی شرک قرار دیا ہے۔ اور چند سطر بعد الفوز الکبیر سے شرک کی تعریف اس طرح نقل کی۔ والشرك ان يثبت لغير الله سبحانه وتعالىٰ شيئاً من صفاته المختصة یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ میں سے کسی ایک صفت کو بھی غیر کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔

پس اس تعریف کے مطابق عطائی اختیارات والے سے استعانت تب شرک ہوگی۔ جب عطائی اختیارات ثابت ہوئے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اختیارات عطا کرنے والا کون ہے۔ سبحان اللہ یہ ہے اہل دیوبند کی توحید جسے ثابت کرنے کے لئے وہ تمام مسلمانوں کو مشرک بناتے پھرتے ہیں۔

ثالثاً یہ کہ مشرکین کی استعانت اس وجہ سے شرک نہیں تھی کہ وہ عطائی اختیارات والوں سے استعانت کرتے تھے حتیٰ کہ سرفراز صاحب کے ناپاک اعتقاد کی گنجائش نکل سکے۔ بلکہ اس کی استعانت اس لئے شرک تھی۔ کہ وہ مستعان کو باوجود غیر مستقل اور ممکن ماننے کے مستحق عبادت سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ابھی شرح عقائد سے گذرا۔ او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام۔ اور مشرکین اپنے بتوں کو مستحق عبادت سمجھتے تھے۔ دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ مشرکین کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى۔

ہم ان بتوں کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ یہ ہم کو اللہ کے قریب کردیں۔

سرفراز صاحب صدر الافاضل رحمہ اللہ پر تبرا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ساتھ ہی ساتھ بعض عبارتوں میں مولوی صاحب کے ذہن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی عدم صفائی اور ناہمواری بھی آشکارا ہو جاتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ نشہ میں سرشار کوئی ملنگ ہے جو بے تکیاں ہانک رہا ہے۔"

(تنقید متین ص ۹۳)

اس لئے ضروری ہے کہ سرفراز صاحب کو آئینہ دکھایا جائے تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ نشہ میں دھت ہو کر لکھنے کون بیٹھا ہے ؎

ہم اگر بات کریں گے تو شکایت ہوگی

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے واقعی نشہ کی حالت میں کتاب لکھی ہے۔ اس لئے ان کا آوارہ قلم اس باب میں بار بار بہکا ہے۔ پہلے تو امور مافوق الاسباب میں استعانت کو شرک قرار دیا۔ پھر مطلقاً عونِ الٰہی کے مظہر ہونے کو شرک کہا۔ آگے چل کر عطائی اختیارات سے استعانت کو بھی شرک بنا ڈالا۔ چلئے چھٹی ہوئی۔ اب مافوق الاسباب ہوں یا ماتحت الاسباب۔ مستعان زندہ ہوں یا مردہ۔ قریب ہوں یا بعید جن کے لئے بھی عطائی اختیارات مانے جائیں، شرک لازم آئے گا۔ اور ذاتی اختیار مان کر غیر اللہ سے استعانت کی جائے۔ تو مولوی سرفراز صاحب کی تعریف کے مطابق شرک نہ ہوگا۔ خواہ مخلوق کی خالق پر برتری ثابت ہو جائے غور فرمایئے صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب رحمہ اللہ کے علم و فضل پر طعن کرنے والے کس قدر علمی بے مائیگی کا شکار ہیں۔

صاحب مالابد منہ کی عبارت سمجھنے میں سرفراز صاحب کی غلطی

شرک کی بحث میں سرفراز صاحب نے مالابد منہ ص ۱۱ سے ایک عبارت نقل کی ہے۔ "الشرك هو اعتقاد ان لغير الله اثرًا فوق ما وهبه الله من الاسباب الظاهرة وان لشئ من الاشياء سلطانًا عمّا خرج عن قدرة المخلوقين۔

اور اس عبارت کو ظاہری ترجمہ سے یہ تاثر دینے کی سعی مذموم کی ہے۔ کہ امور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مافوق الاسباب میں استعانت شرک ہے۔ اوّل تو عبارت میں سرے سے کہیں استعانت کا ذکر نہیں۔ سرفراز صاحب نے بددیانتی سے کام لے کر محض اپنا عقیدہ باطلہ ثابت کرنے کے لئے اس عبارت میں استعانت کو زبردستی ٹھونسنے کی کوشش کی ہے۔

ثانیاً یہ کہ اس عبارت کا مطلب محض یہ ہے کہ مخلوق کے لئے قدرت بحیثیت کسب ثابت ہے۔ اور قدرت بحیثیت ثابت نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے کسی فرد کو اسبابِ ظاہرہ یعنی اسباب اور آلات کسب سے زیادہ اثر نہیں دیا۔ اور کسب کے بعد اثر کا مرتبہ خلق ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کا خاصہ ہے۔ پس مخلوق کے کسی فرد کی قدرت کسب اور اس کے اسبابِ ظاہرہ سے متجاوز نہیں اور کسب کا تعلق امور عادیہ اور غیر عادیہ دونوں کے ساتھ ہے۔ عوام کے افعال میں کسب کا تعلق امور عادیہ سے اور انبیاء و اولیاء کے افعال میں کسب کا تعلق امور غیر عادیہ سے بھی ہوتا ہے۔

ثالثاً یہ کہ اگر اس عبارت میں اسبابِ ظاہرہ کا وہ مطلب لیا جائے جو سرفراز صاحب نے سمجھا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کو قدرت صرف امور عادیہ میں ہوتی ہے۔ تو معجزات اور کرامات کا انکار لازم آئے گا۔ حالانکہ معجزات کو معتزلہ بھی مانتے ہیں۔ اور ایسے بدترین عقیدہ کی نسبت صاحبِ مالا بدمنہ کی طرف کرنا انصاف نہیں ہے۔

سرفراز صاحب کی زیرِ نظر عبارت میں تیسری بحث یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ وہ امداد نہیں۔ جو شرک کے شیدائی حضرات انبیاء و اولیاء و شہداء علیہم السلام سے کیا کرتے ہیں۔ کہ نہ وہ اس جہان میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور نہ قریب۔ اس عبارت میں سرفراز صاحب نے انبیاء و شہدا اور اولیاء کی حیات کا بلا کسی قید کے انکار کر دیا۔ چلئے قصہ ہی ختم ہوا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دیوبندی بدعت خوارج اور معتزلہ کی فرع ہے

ہماری تحقیق کے مطابق فتنۂ دیوبندیت حقیقت میں معتزلہ اور خوارج سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ خوارج کے بارے میں علامہ شامی متوفی ۱۲۵۴ھ فرماتے ہیں:

هذا غير شرط في مسمى الخوارج	یعنی خوارج کے مصداق کے لئے تکفیر صحابہ
بل هو بيان لمن خرجوا على	شرط نہیں ہے۔ بلکہ یہ قید بیان واقعہ کے
سيدنا علي رضي الله عنه والا	لئے ہے کہ انہوں نے حضرت علی پر خروج
فيكفي فيهم اعتقادهم كفر من	کیا ورنہ ان کے خوارج ہونے کے لئے ان کا
خرجوا عليه كما وقع في زماننا	اس شخص کے بارے میں کفر کا اعتقاد کافی ہے
في اتباع محمد بن عبد الوهاب	جس پر یہ خروج کریں جیسا کہ ہمارے زمانہ میں
الذين خرجوا من نجد وتغلبوا	اتباع محمد بن عبد الوہاب ہیں جو نجد سے نکل کر
على الحرمين وكانوا ينتحلون	حرمین پر قابض ہو گئے۔ اپنے آپ کو حنبلی بتاتے
مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم	ہیں لیکن ان کا اعتقاد ہے کہ وہی مسلمان ہیں
المسلمون وان من خالفوا اعتقادهم	جو اعتقاد میں ان کا مخالف ہو وہ مشرک ہے۔
مشركون۔	(رد المختار ج ۳ ص ۴۲۷)

آپ دیکھ لیں کہ وہابیہ کو علامہ شامی نے خوارج قرار دیا اور وہابیہ کی کم و بیش تمام بدعات اہل دیوبند میں پائی جاتی ہیں۔

سوا اس کے کہ وہ اپنے آپ کو حنبلی کہتے تھے اور یہ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ دیکھئے دیوبندیوں کے قطب عالم رشید احمد صاحب گنگوہیؒ لکھتے ہیں:

"محمد بن عبد الوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا۔ اور عامل بالحدیث تھا۔"

(رد المختار ج ۳ ص ۴۲۷)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز لکھتے ہیں:

"اس وقت ان اطراف میں وہابی متبع سنّت اور دیندار کو کہتے ہیں۔" (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۱)

اور معتزلہ حیات الاموات کی نفی کر کے عذاب قبر وغیرہ مسائل کا انکار کرتے ہیں۔ اس طرح وہابیہ حیات انبیاء و اولیاء کی نفی کر کے استمداد وغیرہ کا انکار کرتے ہیں۔ دیکھئے علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

وانکر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض لان المیّت جماد لا حیوٰة له۔

بعض معتزلہ اور روافض عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں میّت جمادات کی طرح ہے اور اس میں اصلاً زندگی نہیں ہوتی۔ (شرح عقائد نسفی ص ۷۲)

ہمارا موضوعِ سخن اس وقت عام اموات کی حیات نہیں ہے۔ اس لئے ہم انبیاء، اولیاء اور شہداء کی حیات پر گفتگو کرتے ہیں۔ جس کا سرفراز صاحب نے مطلقاً انکار کر کے اپنی جان اور ایمان پر ظلمِ عظیم کیا ہے۔

حیات انبیاء دنیاوی اور جسمانی ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ شہداء کے حق میں فرماتا ہے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله امواتٌ بل احیاءٌ ولکن لا تشعرون

شہداء کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

اس کی تفسیر میں شیخ صاوی رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

ای حیٰوة اخرویة بالجسم و الرّوح لیست کحیٰوة اهل الدنیا لا یشاهدها الا اهل الآخرة ومن خصه الله بالاطلاع علیها وهذا

یعنی حیات اخروی جسم اور روح کے ساتھ ہے اور اس کا مشاہدہ صرف اہل آخرت کرتے ہیں یا جنہیں اللہ تعالےٰ اس پر اطلاع کے ساتھ خاص کرے اور یہی تحقیق ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

هو التحقيق خلافاً لمن قال انهم احياء بالروح فقط لانه يرد بان كل انسان حتى الروح مسلماً كان او كافراً العدم فناء الروح ولا مزية للشهيد على غيره وهذه الحيوة حقيقه وانما خروجه انتقال من دار الى اخرى وهى مزية من مزايا الانبياء فلا يقال انهم سادوهم۔

بخلاف اس شخص کے جس نے فقط ان کی حیات روحانی کا قول کیا۔ کیونکہ یہ قول اس لئے مردود ہے کہ ہر انسان خواہ مومن ہو یا کافر روحانی طور پر زندہ ہوتا ہے اس لئے کہ روح پر فنا نہیں ہے اور پھر اس میں شہید کی اپنے غیر پر فضیلت نہیں رہے گی۔ اور یہ حیات حقیقی ہوتی ہے اور روح کا خروج حقیقت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے اور یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بے شمار فضیلتوں میں سے ایک فضیلت ہے۔ پس یہ نہ کہا جائے کہ انبیائے کرام کے ساتھ شہداء کی مساوات لازم آجائے گی۔

شیخ صاوی کے علاوہ علامہ ابو مسعود کرخی صاحب جمل اور بے شمار محققین علماء اہل سنت کا یہی مسلک ہے کہ شہداء کی حیات جسمانی ہوتی ہے۔ اور سب کو چھوڑیئے خلیل احمد دیوبندی لکھتے ہیں:

"ہمارے نزدیک ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیاتِ مخصوص ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ یہ حیات برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب آدمیوں کو۔"

(عقائد علماء دیوبند ص ۱۶)

شہید کے زندہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی موت فی سبیل اللہ ہے۔ اب غور کیجئے کہ جس کی صرف موت فی سبیل اللہ ہے جب وہ زندہ ہے تو جس کی موت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور حیات سب کچھ فی سبیل اللہ ہو وہ کیونکر زندہ نہ ہوگا۔ اور نبی کا مقام یہ ہوتا ہے کہ اس کی موت اور حیات سب کچھ اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نبی کی حیات شہید سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں حدیث شریف میں ہے حضور نے فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق۔

اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۱۱)

اس کی تشریح میں ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں:

فیہ اشارۃ ان العرض علی مجموع الروح والجسد منہم۔

یعنی اس میں یہ اشارہ ہے کہ نبی علیہ السلام پر بعد وصال کے درود شریف روح اور جسد کے مجموعہ پر پیش کیا جاتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں وصح الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون یہ حدیث صحیح ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور وہ نماز ادا فرماتے ہیں۔ اور اسی حدیث کو شرح الصدور میں امام سیوطی نے بیہقی اور ابو یعلی کے حوالہ سے نقل کیا۔ نیز مسلم شریف میں ہے:

عن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ مر بموسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ وھو قائم یصلی فی قبرہ۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام لیلۃ المعراج کو حضرت موسیٰ کے پاس سے گذرے درآنحالیکہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کو ملا علی قاری نے مرقات میں اسی مقام پر ذکر کیا ہے اور علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں ص ۷۸ پر پھر وہ طرق کثیرہ ذکر کئے۔ جن سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "اشعۃ اللمعات" اور "جذب القلوب" میں انبیاء کی جسمانی حیات پر کافی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طویل بحث کی ہے۔ جسے ہم نے طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کیا:۔

حیاتِ اولیاء باقی رہی حیاتِ اولیاء، تو اس کے بارے میں سرفراز صاحب کے لئے دیوبند کی شہادت سے یہ کہنا کافی ہے کہ جب عام انسانوں کو قبر میں برزخی حیات حاصل ہے۔ تو اولیاء اللہ کو اعلیٰ اور ارفع درجہ کی حیات حاصل ہوگی۔ امام فخر الدین رازی، اور ملا علی قاری حنفی تحریر فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار۔

اولیاء اللہ مرتے نہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۹۵، ایضاً مرقات ج ۳ ص ۲۴۱)

بہر حال حق یہ ہے کہ اہل سنت کا اولیاء اللہ کی برزخی حیات پر اتفاق ہے۔ اگر سرفراز صاحب اس کا انکار کر کے کسی اور فرقے میں اپنی جگہ بنائیں۔ تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ انبیاء، شہداء اور اولیاء کی حیات پر یہاں اختصار کے پیشِ نظر اجمالی کلام کیا گیا ہے۔ اس پر تفصیلی بحث انشاء اللہ العزیز حاضر و ناظر کے باب میں کی جائے گی۔ سرفراز صاحب کی مذکورہ بالا عبارت پر ابحاث ثلاثہ کے بعد ہم پھر اصل مسئلہ یعنی استمداد اور استعانۃ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ فنقول باللہ التوفیق۔

استمداد کا ثبوت احادیث سے حدیث شریف میں ہے:

وعن ربیعۃ بن کعبؓ قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنۃ قال اوغیر ذلک قلت ھو ذاک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ

حضرت ربیعہ بن کعب بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک رات گذاری پس میں آپ کے وضو کے لیے پانی اور دیگر ضروریات کو لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ مانگ۔ میں نے عرض کیا۔ میں آپ سے جنت میں آپکی رفاقت مانگتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے سوا اور کچھ۔ میں نے عرض کیا میرا مدعا یہی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

السّجود ۔ آپ نے فرمایا اچھا تم کثرت سجود سے میری مدد کرو (یعنی کثرت سے نمازیں پڑھو تاکہ تم جنت میں میری رفاقت کے اہل ہو سکو) (مشکوٰۃ ص ۸۴)

اس حدیث کی تشریح میں شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

"از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمّت و کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔"

حضور نے مطلقاً فرمایا مانگو اور کسی مطلوب خاص کے ساتھ مقید نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام چیزیں آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ جسے چاہیں جو چاہیں اللہ عزّوجل کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔ ملا علی قاری مرقات میں اسی مقام پر ابن حجر کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ ویوخذ من اطلاقہ علیہ السّلام الامر بالسّوال انّ اللہ مکنہ من اعطاء کلّ ما اراد من خزائن الحق نبی علیہ السّلام نے سوال کرنے کے امر کو جو مطلق رکھا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو خزائن حق سے ہر اس چیز کے عطا کرنے پر قادر کر دیا۔ جس کا آپ ارادہ فرمائیں۔

اس کے بعد ابن سبع کی عبارت نقل فرماتے ہیں:

انّ اللہ تعالیٰ اقطعہ ارض الجنّۃ یعطی منہا ما یشآء لمن شآء۔ اللہ تعالےٰ نے جنّت کی زمین آپ کو عطا فرمائی ہے کہ اس زمین سے جس کے لئے چاہیں جتنی مقدار چاہیں عطا فرمائیں۔

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ اذن الٰہی سے جو چاہیں جسے چاہیں عطا فرما دیں۔ خواہ یہ عطا امور عادیہ سے ہو یا امور خارقہ عادیہ سے۔ انگلیوں سے چشمے جاری کر کے کثیر التعداد صحابہ کو سیراب کر دینا۔ سلمۃ بن اکوع کی شکستہ پنڈلی کو دم فرما کر درست کر دینا۔ مافوق الاسباب العادیہ کے طور پر امداد کے چمکتے ہوئے ایسے دلائل ہیں۔ جن کی تابناکیوں سے آج تک اہل تنقیص کی آنکھیں چندھیا رہی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں۔ پھر ربیعہ بن کعب کو سل (مانگو کیا مانگتے ہو) فرما کر آپ نے اپنی ذات سے حاجت روائی کا جواز ہی بیان نہیں کیا۔ بلکہ امر فرمایا ہے۔ دیکھئے ملا علی قاری رحمہ اللہ سل کی تفسیر کرتے ہیں۔ ای اطلب منّی حاجۃ یعنی مجھ سے اپنی حاجت طلب کرو۔ اور سوال کو مطلق رکھ کر یہ بھی سمجھا دیا کہ امور عادیہ ہوں یا غیر عادیہ۔ جس امر میں چاہو مجھ سے حاجت روائی کرو۔ اسی مطلب پر پہنچ کر حضرت ربیعہ بن کعب نے آپ سے جنّت کا سوال کیا۔ حالانکہ جنّت کا دینا عادۃً کسی کے بس اور اختیار میں نہیں ہے۔ اگر یہ شرک تھا تو چاہیئے تھا کہ حضور اس سوال سے روک دیتے۔ کیونکہ آپ کی بعثت ہی شرک کے قلع قمع کے لئے ہوئی تھی۔ لیکن آپ نے فرمایا او غیر ذلک اس کے علاوہ بھی کچھ مانگنا ہو۔ تو مانگ لو۔ حضور علیہ السلام بار بار مانگنے اور اپنی ذات سے حاجت روائی کی ترغیب دے رہے ہیں۔ اور ازلی محروم شرک کی مالا جپ رہے ہیں۔ کیا، حضور کے فرمان سل ای اطلب منّی حاجۃ مجھ سے اپنی حاجت طلب کرو۔ کے بعد بھی سرفراز صاحب کا یہ قول قابلِ توجہ رہ جاتا ہے:

"کہ کتبِ حدیث کے وافر ذخیرہ میں ایک بھی صحیح اور صریح حدیث ایسی نہیں ہے جس میں یہ تعلیم دی گئی ہو کہ مافوق الاسباب طور پر اہل اللہ سے استعانت کرو۔" (تنقید متین ص ۲۷)

اس سلسلے میں دوسری حدیث ملاحظہ فرمایئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

وان اراد عونا فلیقل یعباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی وقد جرب ذلک۔ (حصن حصین ص ۲۲)	اور اگر مدد چاہے تو اُسے چاہیئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندے میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندے میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندے میری مدد کرو۔ یہ امر مجرّب ہے۔

اسی حدیث کو طبرانی نے عتبہ بن غزوان سے روایت کیا۔ ابن سنی نے عبداللہ بن مسعود سے ابن ابی شیبہ اور بزار نے ابن عباس سے روایت کیا۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی حدیث طرق متعددہ سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ اگرچہ ہر طریقہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ علاوہ ازیں محدثین نے اس حدیث کے حسن ہونے پر تصریح بھی کی ہے۔

علامہ یوسف نبہانی اور سرفراز صاحب کے حکیم الامت نے طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عن ابی امامۃ بن سھل بن حنیف بن عمہ عن عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فی حاجۃ فکان عثمان لا یلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ فلقی ابن حنیف فشکا ذلک الیہ فقال لہ عثمان بن حنیف ائت المیضاۃ فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد صلی اللہ علیک وسلم انی اتوجہ بک الی ربی فیقضی حاجتی و تذکر حاجتک ورح حتی اروح معک فانطلق الرجل فصنع ما قال لہ ثم اتی باب عثمان بن عفان فجاء الابواب حتی اخذ بیدہ فادخلہ عثمان بن عفان فاجلسہ معہ علی الطنفسۃ فقال ما حاجتک فذکر حاجتہ و

عثمان بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک شخص کسی اپنے کام میں حضرت عثمان کے پاس جایا کرتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف توجہ نہ کرتے تھے۔ پس اس کی ملاقات حضرت ابن حنیف سے ہوئی۔ پس عثمان بن حنیف نے کہا وضو کی جگہ جا اور وضو کر پھر دو رکعت نماز پڑھ پھر یوں دعا مانگ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنے نبی علیہ السلام کے وسیلہ سے جن کا نام نامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) میں آپ کی وساطت سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کر دے۔ پھر تم اپنی حاجت بیان کرنا اور شام کو جانا میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ پس وہ شخص گیا اور اس کے مطابق عمل کیا۔ پھر حضرت عثمان کے ہاں گیا۔ تو دربان خود اسے حضرت عثمان کے ہاں لے گیا۔ اور ان کے پاس غالیچہ پر بٹھا دیا۔ پس حضرت عثمان نے اس سے حاجت پوچھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قضاها له ثم قال له ما ذکرت حاجتك حتی کان الساعة وقال ما کانت لك من حاجة فاذکرها ثم انّ الرّجل خرج من عنده فلقی عثمان بن حنیف فقال له جزاك الله خیرا ما کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الیّ حتّٰی کلمته فی فقال عثمان بن حنیف والله ما کلمته ولکن شهدت رسول الله واتاه ضریر فشکا الیه ذهاب بصره فقال له النبی صلی الله علیه وسلم او تصابر فقال یا رسول الله انه لیس لی قاعد وقد شق علیّ فقال النبی صلی الله علیه وسلم ایت المیضاة فتوضاء ثم صلّ رکعتین ثم ادع بهذه الدّعوات فقال ابن حنیف فوالله ما تفرّقنا حتّٰی دخل علینا الرّجل کانه لم یکن به ضر قط۔

اس نے بیان کی اور انہوں نے اسکی حاجت کو پورا کر دیا۔ اور کہنے لگے کہ تم نے اب تک کیوں نہ اپنی حاجت بیان کی تھی۔ اور آیندہ جو کام ہو مجھ سے ذکر کرنا۔ پھر اسی شخص کی دوبارہ عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی۔ تو اس نے ابن حنیف سے کہا کہ تمہارا خدا بھلا کرے۔ تم نے حضرت عثمان سے میری سفارش کی اور وہ مجھ پر مہربان ہو گئے پس ابن حنیف نے کہا۔ خدا کی قسم میں نے حضرت عثمان سے تیرے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ البتہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔ کہ ایک نابینا آیا اور حضور سے اپنی آنکھوں کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا بہتر ہوگا کہ تم صبر کرو۔ اس نے عذر پیش کیا کہ مجھ کو کوئی راہ بتانے والا نہیں ہے آپ نے فرمایا۔ وضو کرو مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو۔ اور پھر دعا مانگو (اسی طریقہ سے) ابن حنیف نے کہا کہ ابھی ہم باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہی نابینا شخص آ پہنچا اور اس کی آنکھیں بالکل تندرست تھیں۔ گویا کبھی اندھا ہوا ہی نہ تھا۔

(شواہد الحق ص ۳۰۱، نشر الطیب ص ۳۰۰)

اس حدیث سے مافوق الامور العادیہ میں استعانت زندگی میں بھی ثابت ہوئی۔ اور وصال کے بعد بھی۔ لیکن سرفراز صاحب کو اس سے کیا غرض۔ وہ عدم بصیرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور عناد انبیاء کی وجہ سے یہی کہتے رہیں گے کہ استعانت کے بارے میں ایک حدیث بھی موجود نہیں ہے۔

علامہ یوسف نبہانی اور شاہ ولی اللہ، بیہقی اور ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:

اصاب النّاس قحط فی زمان	حضرت عمر بن خطاب کے دورِ خلافت
عمر بن الخطاب فجاء رجل	میں قحط پڑ گیا۔ پس ایک شخص نے نبی علیہ السلام
الی قبر النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم	کی قبر پر حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے
فقال یا رسول اللہ استسق لامتک	رسول اپنی امت کے لئے بارش طلب کیجئے
فانّھم قد ھلکوا فاتاہ رسول	کیونکہ آپ کی امت ہلاک ہو رہی ہے تو نبی
اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فی المنام	علیہ السلام نے اس کو خواب میں تشریف لا کر
فقال ائت عمر فاقرئہ السّلام	فرمایا کہ (حضرت) عمر کے پاس جاؤ اور انہیں
واخبرہ انھم مسقون وقل لہ	سلام کہو اور خبر دو کہ وہ عنقریب سیراب کئے
علیک الکیس فاتی الرّجل عمر	جائیں گے اور کہو کہ تم کو (امورِ خلافت میں)
رضی اللہ عنہ فاخبرہ فبکی عمر	بیدار مغزی لازم ہے پس وہ شخص حضرت عمر
ثمّ قال یا ربّ ما آلو الّا ما	کی خدمت میں حاضر ہوا اور خبر دی۔ پس حضرت
عجزت عنہ۔	عمر پر گریہ طاری ہوا اور کہنے لگے اے اللہ میں
	نہیں ترک کرتا مگر اس چیز کو جس سے میں عاجز
(شواہد الحق ص ۳۲۵، قرۃ العینین ص ۱۹۱)	ہو جاؤں۔

علامہ نسفی، ابن کثیر اور اشرف علی تھانوی نے اس روایت کو ذکر کیا ہے:

قیل جاء اعرابی بعد دفنہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدفون ہونے کے
السّلام فرمی بنفسہ علی قبرہ	بعد ایک اعرابی آیا۔ اس نے اپنے آپ کو
وحثا من ترابہ علی رأسہ و	قبر شریف پر گرا دیا اور خاک سر پر بکھیر کر عرض
قال یا رسول اللہ قلت وسمعنا	کرنے لگا۔ یا رسول اللہ جس وقت ہم پر قرآن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وکان فیما انزل علیک ولو انھم اذ ظلموا انفسھم وقد ظلمت نفسی و جئتک استغفر اللہ من ذنبی فاستغفرلی من ربّی فنودی من قبرہ قد غفرلک۔

(تفسیر مدارک ج ا ص ۳۶۸، تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۵۲۰، نشر الطیب ص ۳۰۳)

نازل ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اگر یہ اپنی جان پر ظلم کریں تو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی شفاعت کریں تو یہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پائیں گے) اور میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ آپ میری بخشش کی دعا کیجئے۔ پس قبر سے ندا آئی کہ تجھے بخش دیا گیا۔

استمداد کا ثبوت اعلام اُمّت سے

مذکورہ بالا احادیث و آثار کے بعد اب ہم اس مسئلہ میں علماء اہلسنت کا مسلک ان کے اقوال کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ متوفی ۱۰۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں:

و حجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ میشود بوے بعد از وفات و یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف میکنند در قبور خود مانند تصرفہائے شاں در حیات خود یا بیشتر و شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ و مقصود حصر نیست۔ آنچہ خود دیدہ و یافتہ است گفتہ و سیدی احمد

اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی نے فرمایا جن سے زندگی میں استمداد حاصل کی جاتی ہے۔ ان سے بعد وفات بھی استعانت کی جاتی ہے اور مشائخ عظام میں سے بعض نے کہا کہ میں نے چار حضرات کو دیکھا کہ وہ جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے اسی طرح اپنی قبروں میں بھی تصرف کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک شیخ معروف کرخی اور دوسرے شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے علاوہ دو کا اور نام لیا اور ان کا مقصد ان چار میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بن مرزوق کہ از اعاظم فقہا و علماء و مشائخ
دیار مغرب است گفت کہ روزے
شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ
امداد حی قوی است یا امداد میت من
گفتم قومے میگویند کہ امداد حی قوی تر
است و من میگویم کہ امداد میت قوی
تر است۔ پس شیخ گفت۔
نعم زیرا کہ وے در بساط حق است و
در حضرت اوست و نقل دریں معنی
ازیں طائفہ بیشتر از انست کہ حصر و
احصار کردہ شود و یافتہ نمے شود۔
در کتاب و سنت و اقوال سلف
صالح کہ منافی و مخالف ایں باشد
درد کند ایں راد۔ بتحقیق ثابت شدہ
است بآیات و احادیث کہ روح
باقی است و او را علم و شعور بزائراں
و احوال ایشاں ثابت است و ارواح
کاملاں را قربے و مکانتے در جناب
حق ثابت است۔ چنانکہ در حیات بود
یا بیشتر ازاں و اولیاء را کرامات و
تصرف در اکوان حاصل است و
نیست مگر ارواح ایشاں را و ارواح
باقی است و متصرف حقیقی

حصر کرنا نہیں تھا۔ بلکہ محض اپنے مشاہدہ
کو بیان کیا۔ اور سید احمد بن مرزوق (جو کہ
دیار مغرب کے مشائخ اور فقہاء میں سے
ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک دن شیخ
ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ
کی امداد زیادہ قوی ہے یا میت کی۔ میں نے
کہا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ زندہ کی امداد قوی
ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ میت کی امداد
زیادہ قوی ہے پس شیخ نے کہا کہ ہاں اسلئے
کہ وہ اللہ کی پناہ میں ہیں اور اس معنی میں اس
طائفہ سے بیشمار منقولات ہیں کہ جو حد و شمار
سے باہر ہیں اور کتاب و سنت اور اقوال
سلف و صالحین میں اسکے خلاف کوئی تصریح
نہیں پائی جاتی اور تحقیق یہ ہے کہ آیات و
احادیث سے ثابت ہے کہ روح باقی رہتی
ہے اور اس کو زائرین اور ان کے احوال کا
علم و شعور بھی ہوتا ہے اور ارواح کاملین کا
خدا کی بارگاہ میں عظیم قرب اسی طرح ہوتا
ہے۔ جیسے حیات دنیاوی میں تھا۔ بلکہ
اس سے بھی زیادہ اور اولیاء کو کرامات
اور کائنات میں تصرف حاصل ہے اور
اس کا ثبوت صرف انکی ارواح کیلئے ہے اور
ارواح باقی رہتی ہیں اور متصرف حقیقی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیست۔ مگر خدا عزشانہ و ہمہ بقدرت اوست وایشاں فانی اند در جلال در حیات وبعد از ممات پس اگر دادہ شود مرا حدے را چیزے بوساطت یکے از دوستانِ حق و مکانتے کہ نزد خدا دارد دُور نباشد چنانکہ در حالتِ حیات بود و نیست فعل وتصرف در ہر دو حالت مگر حق را جل جلالہٗ وعم نوالہٗ ونیست چیزے کہ فرق کند میان ہر دو حالت ویافتہ نشدہ است دلیلے برآن۔

سوائے اللہ عزّوجل کے اور کوئی نہیں اور تمام قدرت اسی کی ہے۔ اور وہ حیات اپنی زندگی اور موت میں حق سبحانہ کی ذات فنا ہو چکے ہیں۔ پس اگر کسی کو ان کے واسطہ سے کچھ دیا جائے۔ اس مرتبہ کی وجہ جو خدا کے نزدیک ان کے لئے ثابت ہے تو یہ بعید نہیں ہے جیسا کہ حالتِ حیات میں انکو تصرف حاصل تھا اور فعل اور تصرف ہر حال میں اللہ عزّوجل ہی کا ہے۔ اور کوئی چیز نہیں جو زندگی اور موت میں فرق کرے اور نہ اس فرق پر کوئی دلیل پائی گئی ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۷۱۵)

اب سرفراز صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ شیخ محقق دہلوی کی ان تصریحات اور زندگی اور موت کے بعد اولیاء اللہ سے استمداد کی تشریحات کی وجہ سے شیخ پر شرک کا فتویٰ لگائیں گے۔ یا اپنی بے بصیرتی اور بے علمی کا اعتراف کر کے اپنی بدعقیدگی سے رجوع کریں گے۔

نیز شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی اس موضوع پر مزید تحریر فرماتے ہیں:

واما استمداد باہلِ قبور منکر شدہ اند آنرا بعض فقہاء اگر انکار از جہت آن است کہ سماع وعلم نیست ایشاں را بزائران واحوال ایشاں پس بطلان او ثابت شد واگر بسبب آنست کہ قدرت وتصرف نیست

بہر نوع بعض فقہا نے اہلِ قبور سے استمداد کا انکار کیا ہے اگر انکا یہ انکار اس پر مبنی ہے کہ اہل قبور کو سماع اور زائرین کے احوال کا علم نہیں ہوتا تو اس مبنی کا بطلان ظاہر ہو چکا ہے اور اگر وجہ انکار یہ ہے کہ اہل قبور کے لئے اس جگہ قدرت اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مرایشاں را دراں موطن تا مدد کنند بلکہ
محبوس و ممنوع اند و مشغول اند بآنچہ
عارض شدہ است مرایشاں را
از محنت و شدت آنچہ باز داشتہ
است از دیگراں گویم کہ ایں کلیہ نمے
ماند۔ خصوصاً در شان متقین کہ دوستان
خدا اند۔ شائد کہ حاصل شود۔ ارواح
ایشاں را از قرب در برزخ و منزلت
و قدرت بر شفاعت و دعا و
طلب حاجات مر زائراں را کہ متوسل
اند بایشاں چنانکہ در روز قیامت
نخواہد بود و چیست دلیل بر نفی آن
و تفسیر کردہ است بیضاوی کریمہ۔
والنازعات غرقاً۔ الآیہ را بصفات
نفوس فاضلہ در حالی مفارقت از
بدن کہ کشیدہ می شوند از ابدان
و نشاط می کنند بسوئے عالم
ملکوت و سباحت میکنند دراں
پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس
می گردند بشرف و قوت از مدبرات
و لیست شعری چہ میخواہند ایشان باستمداد
و امداد کہ ایں فرقہ منکر اند آنرا آنچہ ما می
فہیم ازاں ایں است کہ داعی محتاج

تصرف ثابت نہیں۔ بلکہ جن حالات میں
وہ مبتلا ہیں اُن کی وجہ سے وہ مقیّد اور پابند
ہو چکے ہیں اور اُنہیں دوسروں سے روک
دیا گیا ہے۔ پس مَیں کہتا ہوں کہ یہ قاعدہ
کلیہ نہیں ہے۔ خصوصاً متقین کے حق
میں جو اولیاء اللہ ہیں اور ممکن ہے کہ
اُنہیں اللہ کی طرف سے برزخ میں
ایسا ہی مرتبہ حاصل ہو۔ جیسا قیامت
میں انہیں منصب شفاعت عطا ہوگا
جس کی وجہ سے وہ ان زائرین کے حق
میں جو اُن سے متوسل ہیں۔ دعا اور شفاعت
کریں گے اور بھلا اس کی نفی پر کون سی
دلیل قائم ہے۔ اور علامہ بیضاوی نے
آیۂ کریمہ والنازعات غرقاً کی تفسیر ان
نفوسِ فاضلہ کی صفات سے کی ہے
جو حالِ مفارقتِ بدن میں عالم ملکوت
کی طرف نکالی جاتی ہیں۔ اور وہاں سیر و
سیاحت اور تسبیح کرتی ہیں۔ اور مقدس
چراگاہ میں پیش ہوتی ہیں اور شرف و
قوت کی وجہ سے مدبّرات (وہ فرشتے
جو امور تکوینیہ انجام دیتے ہیں) میں سے
ہو جاتی ہیں اور کاش ان منکرین کے سامنے
میری سمجھ موجود ہوتی۔ آخر یہ استمداد اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فقیر الی اللہ دعا می کند و طلب میکند
حاجت خود را از جناب عزت و تمنا
دُعا و توسل میکند بروحانیت ایں
بندۂ مقرب و مکرم در درگاہ عزت
دُعے و میگوئد خداوندا ببرکت ایں بندۂ
تو کہ رحمت کردۂ بر دُعے و اکرام کردۂ
او را و بلطف و کرمے کہ بوئے داری بر
آوردہ گرداں حاجت مرا کہ تو معطی
کریمی یا ندا می کند ایں بندۂ مکرم و مقرب
را کہ اے بندۂ خدا اے ولی دے شفاعت
کن مرا و بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول و
مطلوب مرا و قضا کند حاجت مرا۔ پس
معطی و مسئول و مامول پروردگار است
تعالیٰ و تقدس و نیست ایں بندہ مگر وسیلہ
و نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود
مگر حق سبحانہٗ و اولیائے خدا فانی و
ہالک اند در فعلِ الٰہی و قدرت و
سطوت وے و نیست ایشاں را فعل
و قدرت و تصرف نہ اکنوں کہ در
قبور اند و نہ دراں ہنگام کہ زندہ بودند
در دنیا و اگر ایں معنی کہ در امداد و استمداد
ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بما سوائے
حق باشد چنانکہ منکر زعم میکند پس باید کہ

امداد کا کیا سمجھ کر انکار کرتے ہیں۔ جو
ہم نے سمجھا ہے وہ تو یہ ہے کہ دعا کرنے
والا اُس بندۂ مقرب کے توسل سے
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے
کہ اے بارِ الٰہ اس بندۂ مقرب کی برکت سے
جسے تو نے بے انداز الطاف و اکرام
سے نوازا ہے۔ میری حاجت کو پورا فرما۔
کہ تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ یا دعا
مانگنے والا اُس بندۂ مقرب کو ندا
کرتا ہے کہ اے بندۂ خدا اے اللہ
کے ولی میری شفاعت کر۔ اور اللہ تعالیٰ
سے دعا کر کہ مجھے میرا سوال اور مطلوب
عطا فرمائے اور یہ بندۂ مقرب درمیان
میں صرف وسیلہ ہوتا ہے اور قادر اور
فاعل سوائے اللہ تعالےٰ کے اور
کوئی نہیں ہوتا۔ اور اولیاء اللہ تو اللہ
کے فعل اور قدرت میں فنا ہو چکے ہیں
اور اولیاء کو نہ اب قبور میں کسی چیز پر
قدرت ہوتی ہے۔ اور نہ جس وقت
دُنیا میں تھے اس وقت کسی چیز پر
قدرت تھی۔ اور امداد و استمداد کا جو
معنی میں نے ذکر کیا ہے اگر موجب
شرک اور غیر اللہ کی طرف توجہ کو مستلزم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

منع کردہ شود۔ توسل وطلب دعا از صالحان
و دوستانِ خدا در حالتِ حیات
نیز ایں ممنوع نیست بلکہ مستحب و
مستحسن است۔ باتفاق و شائع است
در دین واگر می گویند کہ ایشاں بعد از موت
معزول شدند و بیرون آوردہ شدند ازاں
حالت وکرامت کہ بود ایشاں را در
حالتِ حیات چیست دلیل بر آں
یا گویند کہ مشغول و ممنوع شدند بآنچہ
عارض شد از آفات بعد از ممات پس
ایں کلیہ نیست و دلیل نیست بر دوام
واستمرار آں تا روزِ قیامت نہایت
آنکہ ایں کلیہ نباشد و فائدہ استمداد عام
نباشد۔ بلکہ ممکن است کہ بعضے
منجذب باشند۔ بعالم قدس و مستہلک
باشند در لاہوت حق چنانکہ ایشاں را
شعورے و توجہے بعالم دنیا نماند باشد
و تصرفے و تدبیرے در وے نہ چنانکہ
دریں عالم نیز از تفاوت حال
مجذوباں و متمکناں ظاہر مے گردد نعم اگر
زائران اعتقاد کنند کہ اہلِ قبور متصرف
و مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت
حق والتجا بجانب تعالےٰ

ہوتا۔ جیسا کہ منکر کا زعم فاسد ہے۔ تو
چاہیئے تھا کہ صالحین سے طلب دعا
اور توسل زندگی میں بھی ناجائز ہوتا حالانکہ
یہ بجائے ممنوع ہونے کے بالاتفاق جائز
اور مستحسن و مستحب ہے۔ اور اگر یہ منکر کہیں
کہ موت کے بعد اولیاء اللہ اپنے مرتبہ
سے معزول ہو جاتے ہیں۔ اور زندگی میں
جو فضیلت وکرامت انہیں حاصل تھی۔ وہ
باقی نہیں رہی تو اس پر کیا دلیل ہے اور
اگر یوں کہیں کہ بعد موت کے وہ ایسی آفات
وبلیات میں مبتلا ہوئے کہ انہیں دعا وغیرہ
کی فرصت نہ رہی تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے
اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اولیاء کے لئے ابتلا
قیامت تک رہتا ہے زیادہ سے زیادہ جو کہا
جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اہلِ قبر سے استمداد
سود مند نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ممکن ہے
کہ بعض اولیاء جذب واستغراق کی
کیفیت میں ہوں اور عالم لاہوت کے
مشاہدہ میں اس طرح منہمک ہوں کہ اس
دنیا کے حالات کی طرف توجہ اور شعور نہ
رہے پس اس دنیا میں تصرف نہ کریں جیسا
کہ دنیا میں بھی اولیاء اللہ کے حالات
مختلف ہوتے ہیں ہاں اگر اولیاء اللہ کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چنانکہ عوام وجاہلاں و غافلاں اعتقاد دارند۔ چنانکہ می کنند آنچہ حرام و منہی عنہ است در دین از تقبیل قبر و سجدہ آنرا و نماز بسوئے وے و جز آن ازاں چہ نہی و تحذیر واقع شدہ است ایں اعتقاد و افعال ممنوع و حرام خواہد بود و فعل عوام اعتبارے ندارد و خارج مبحث است و حاشا از عالم بشریعت و عارف باحکام دین کہ اعتقاد بکند ایں اعتقاد را و ایں فعل را بکند و آنچہ مروی و محکی است از مشائخ اہلِ کشف در استمداد از ارواح اکمل و استفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور است در کتب و رسائل ایشاں و مشہور است میانِ ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم و شاید کہ منکر و متعصب سود نہ کند اورا کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک۔

سخن درینجا از وجہ علم و شریعت است۔ آنرے مروی و مسنون در زیارت سلام بر موتیٰ و استغفار مر ایشاں را

حق میں زائرین کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ مدد کرنے میں مستقل ہیں۔ اور اللہ کی جانب میں توجہ کئے بغیر بطور خود ذاتی قدرت سے امداد کرتے ہیں۔ جیسے بعض جہلا کا عقیدہ ہے کہ وہ قبر کو تقبیل اور سجدہ کرتے ہیں اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور یہ تمام افعال ممنوع اور حرام ہیں۔ اور ناواقف عوام کے افعال کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور وہ خارج از بحث ہیں اور عارف بشریعت و عالم باحکام دین ان تمام منکرات سے سخت بیزار ہیں اور مشائخ اور اہل کشف سے ارواح کاملہ سے استفادہ کے بارے میں جو کچھ مروی ہے وہ حصر سے خارج ہے اور اُن کتابوں میں مشہور اور مذکور ہے۔ حاجت نہیں کہ ہم اس کا ذکر کریں۔ اور ممکن ہے کہ وہ منکر متعصب کو فائدہ نہ دے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بدعقیدگی سے محفوظ رکھے۔

٭ ٭ ٭

یہ گفتگو از روئے شریعت ہے ہاں زیارت قبر میں اہل قبور کو سلام کرنا اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کرنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وقرأت قرآن است ولیکن درینجا نہی
از استمداد نیست پس زیارت برائے
امداد مر موتیٰ را و استمداد از ایشاں
ہر دو باشد۔ بر تفاوت حالِ زائر
و مزور و باید دانست کہ خلاف در
غیر انبیاء است صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین
کہ ایشاں احیاء اند بحیاتِ حقیقی دنیاوی
باتفاق و اولیاء بحیاتِ اُخروی معنوی
و کلام دریں مقام بحد اطناب و تطویل
کشید بزعم منکراں کہ در قرب ایں زمان
فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد و
استعانت را از اولیاءِ خدا کہ نقل کردہ
شدہ اند ازیں دار فانی بدار بقا و زندہ
اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و
خوشحال اند و مردم را ازاں شعور
نیست و متوجہان بجناب ایشاں
را مشرک بخدا و عبدۃ اصنام می دانند
و میگویند آنچہ میگویند و عمرہا است
کہ تحقیق و تفصیل ایں مسئلہ محظور
خاطر فاتر بود و الآن توفیق الٰہی بداں
مساعدت کرد۔ والحمد للہ اللّٰھم
ارنا الحق حقًا وارزقنا اتباعہ و
ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

اور قرآن پڑھنا مسنون ہے۔ لیکن اس سے
استمداد کی نفی نہیں ہوتی۔ پس اہل قبور کی
زیارت کرنا ان کی امداد اور ان سے استمداد
زائرین کے اختلاف حال سے ہر دو کام
جائز ہیں اور جاننا چاہیئے کہ استمداد میں
بعض علماء کا جو اختلاف ہے وہ انبیاء
کرام علیہم السلام کے ماسوا میں ہے کیونکہ
وہ بالاتفاق حیاتِ حقیقی دنیاوی سے زندہ
ہیں۔ اور اولیاء حیاتِ اخروی و معنوی سے
اس زمانہ میں ایک فرقہ ظاہر ہوا ہے جو
اُن اولیاء اللہ سے استمداد کا منکر ہے۔
جو دارِ فناء سے دارِ بقا کی طرف منتقل
ہو گئے۔ اور اللہ کی بارگاہ میں خوشحال
اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ پس یہ منکر
اُن کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک
کہتے ہیں۔ اور بت پرستوں میں شمار کرتے
ہیں۔ اور جو منہ میں آتا ہے کہتے ہیں
مدت سے اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل
کا دل میں خیال تھا اور اب اللہ تعالےٰ
کی توفیق سے میں نے اس کو تحریر کیا۔
تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اے اللہ
ہمیں حق دکھلا۔ اور اس کی اتباع کی توفیق
دے اور باطل کے بطلان کو ہم پر ظاہر کر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

واللہ اعلم و علمہٗ احکم۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۰۱)

دے۔ اور اس سے اجتناب کی توفیق دے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ اور اس کا علم احکم ہے۔

استمداد کا انکار بدعت ہے

دیگر فوائد کے علاوہ یہ شیخ محقق کی اس عبارت سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ استمداد اولیاء کا انکار گیارہویں صدی کی بدعت ہے۔ اور اولیاء اللہ سے استعانت کرنے والوں پر شرک کا فتویٰ صادر کرنا اور اس گمراہ فرقہ کی اختراع ہے۔ جس کے بارے میں شیخ محقق فرما رہے ہیں۔ کہ وہ ان کے زمانہ کے قریب ظاہر ہوا۔ ہم نے علماء دیوبند کے لئے عموماً اور سرفراز صاحب گکھڑوی کے لئے خصوصاً تاریخ کا آئینہ پیش کر دیا۔ وہ اس آئینے میں اپنے آپ کو دیکھیں اور سوچیں کہ غیر اللہ سے استمداد کو شرک کہہ کر انہوں نے اپنا قارورہ کس جماعت سے جا ملایا ہے:۔

امام رازی فرماتے ہیں:

الانبیاء وھم الذین اعطاھم اللہ تعالیٰ من العلوم والمعارف ما لاجلہ یقدرون علی التصرف فی بواطن الخلق وارواحھم و ایضاً۔ اعطاھم من القدرۃ والمسکنۃ ما لاجلہ یقدرون علی التصرف فی بواطن الخلق۔

انبیاء علیہم السلام وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس قدر علوم و معارف عطا فرمائے ہیں جن سے وہ مخلوقات کے دلوں اور روحوں پر تصرف کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قدر قدرت اور طاقت دی ہے جس سے وہ مخلوق کے باطن پر بھی تصرف کر سکتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۸۵)

امام ابو عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ شیخ موسیٰ ابو عمران کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وکان اذا ناداہ مریدہ

ابو عمران کا رہ جب انکو ایک سال یا اس سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اجابہ من مسیرۃ سنۃ او اکثر۔
(لوامع الانوار فی طبقات الاخیار ج ۲ ص ۲۱)

زیادہ عرصہ سفر کی مسافت سے پکارتا تو وہ اس کی پکار کا جواب دیتے تھے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ شیخ عبدالوہاب متقی سے نقل فرماتے ہیں:

وقد یکون خاطر الشیخ فہو امداد ممد الشیخ یصل الی قلب المرید الطالب مشتملا علی کشف معضل وحل مشکل حصل للمرید فی الواقعات والواردات الربانیۃ وھذا الخاطر انما یرد علی قلب المرید عند استکشافہ ذلک باستمدادہ من ضمیر الشیخ فینکشف و یتبین الحال سواء کان الشیخ حاضرًا او غائبًا حیًا او میتًا یدل علیہ ما قال الشیخ العارف باللہ علی بن حسام الدین المتقی اسکنہ اللہ بحبوحۃ جنتہ و تغمدہ بلطفہ ورحمتہ یا عبدالوہاب اذا اشکل علیک شئ من الواقعات والواردات فاعرضہا علی بقلبک واستکشف ذلک باستمدادک منی ولو بعد موتی فجربت ذلک فوجدتہ کما قال وھذا الخاطر ایضًا

مرید کے دل میں کبھی ایسی بات آتی ہے جو شیخ کی توجہ کی مدد سے مرید کے دل میں پیدا ہوتی ہے جس کے سبب سے وہ مشکلات جو مرید کے وظائف اور معمولات میں پیدا ہوتی ہیں وہ حل ہو جاتی ہیں۔ اور مرید کے دل میں یہ بات اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنی مشکلات میں اپنے شیخ سے اس کے حل کے لئے مدد طلب کرتا ہے اور اس کے مدد طلب کرنے پر شیخ اس کی مدد کرتا ہے خواہ شیخ قریب ہو یا بعید۔ زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو اور اس بات کی تائید شیخ عارف باللہ علی بن حسام الدین کے اس کلام سے ہوتی ہے جو انہوں نے اپنے مرید عبدالوہاب متقی سے کیا تھا انہوں نے فرمایا اے عبدالوہاب جب تم کو اپنے معمولات اور وظائف میں کوئی مشکل پیش آئے تو تم اپنے دل سے میری طرف متوجہ ہو کر اس کو مجھ پر پیش کرنا اور اس کے حل کے لئے مجھ سے مدد طلب کرنا خواہ میں فوت ہو چکا ہوں۔ شیخ عبدالوہاب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فی الحقیقۃ داخل تحت فاطر الحق سبحانہ لان قلب الشیخ بمثابۃ باب مفتوح الی عالم الغیب وھو واسطۃ بین المرید وبین الحق سبحانہ فیصل امداد فیضہ علی قلب المرید بواسطۃ انتھی کلامہ قدس سرہ۔

(لمعات التنقیح ج ۱ ص ۱۴۰)

فرماتے ہیں میں نے اس بات کا تجربہ کیا اور اس کو درست پایا اور شیخ کی توجہ سے جو دل میں بات آتی ہے درحقیقت وہ بھی اللہ تعالےٰ کے القاء سے آتی ہے لیکن شیخ اپنے مرید اور اللہ سبحانہ کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔

"دیوبند" کے مسلّم اکابر سے استمداد کا ثبوت

سرفراز صاحب نے اپنی کتاب میں شاہ ولی اللہ صاحب پر بہت زیادہ اعتماد کیا ہے۔ اور بار بار ان کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ اب ہم شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی عبارت سے ثابت کر دیتے ہیں کہ اہل قبور سے استمداد جائز ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

شاہ ولی اللہ "ہمعات میں" "دل میں پیدا ہونے والے خیالات" کا علاج بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

بارواحِ طیبہ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشان فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود۔ واز آنجا انجذاب دریوزہ کند۔

مشائخ کی ارواح طیبہ کی طرف متوجہ ہو۔ ان کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھے یا انکی قبر کی زیارت کے لئے جائے۔ اور ان سے جذاب کی بھیک مانگے۔

پس لامحالہ شاہ صاحب کی ان تمام عبارتوں کو جن میں انہوں نے استعانت کو شرک کہا ہے۔ استعانت بطور عبادت یا مستقل بالذات پر محمول کرنا پڑے گا ورنہ اگر استعانت سے مراد عام ہو تو شاہ صاحب اپنی تحقیق سے خود مشرک قرار پائیں گے۔

علماء دیوبند عموماً اور سرفراز صاحب خصوصاً شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ پر بہت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ چنانچہ سرفراز صاحب نے سوچے سمجھے بغیر اپنی کتاب میں شاہ صاحب کی عبارتوں کا ذکر کیا ہے۔ اب ہم حضرت شاہ صاحب ہی کے کلام سے اولیاء اللہ کی امداد بعد الوصال اور ان سے استمداد کے جواز پر شہادت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

از اولیاء مدفونین و دیگر صلحی مومنین انتفاع و استفادہ جاری است و آنہا را افادہ و اعانت نیز متصور بخلاف مردہ ہائے سوختہ کہ این چیز ہا اصلاً نسبت بآنہا در اہلِ مذہب آنہا نیز واقع نیست۔

(تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۵۰)

وصال پانے والے اولیاء اور دیگر صلحائے مومنین سے استفادہ اور استعانت جاری و ساری ہے اور ان اولیاء و صلحائے سے افادہ اور امداد بھی متصور ہے۔ بخلاف ان مردوں کے جن کو جلا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان سے یہ امور ان کے مذہب میں بھی جائز نہیں ہیں۔

شاہ صاحب کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ اولیاء سے بعد الوصال استعانت اور ان کا مدد کرنا یہ مسلمانوں کی خصوصیت ہے۔ اور امداد و استمداد کا نہ ہونا یہ کفار کا خاصہ ہے۔ پس اب آپ غور فرمائیے کہ اولیاء اللہ سے استعانت کا انکار کر کے سرفراز صاحب نے اپنا قارورہ کس مذہب سے جا ملایا ہے۔ نیز شاہ صاحب کے نزدیک جن اہل قبور سے استعانت جائز نہیں۔ یہ وہ مردے ہیں۔ جن کو جلا دیا جاتا ہے۔ پس سرفراز صاحب نے اولیاء اللہ سے استعانت کو ناجائز قرار دے کر انہیں (معاذ اللہ) جلے ہوئے مردوں میں شامل کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سرفراز صاحب نے اپنے اس قول سے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ لاکھوں اولیاء اللہ کی توہین کی ہے۔ ناموسِ اسلام پر زبردست برہمنی وار کیا ہے جو کسی بھی غیرت مند مسلمان کے قابل برداشت نہیں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نیز حضرت شاہ صاحب موت کے بعد کی حالت بیان کرتے ہوئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فرماتے ہیں:

و بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جار تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دُنیا۔ دادہ و استغراق آنہا بہ جہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمے گردد و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از انہا مے نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا مے طلبند و مے یابند و زبان حال آنہا در آنوقت بہم مترنم بایں مقالات است۔ مصرعہ

"من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن"

(تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۱۱۳)

وہ خاص اولیاء اللہ جنہوں نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے وفات کے بعد بھی دنیا میں تصرف کرنے کی طاقت پاتے ہیں اور انکا امور اخروی میں مستغرق ہونا بسبب وسعت ادراک کے دنیا کی طرف توجہ کرنے سے مانع نہیں ہوتا۔ اویسی سلسلہ کے حضرات اپنے باطنی کمالات ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حاجتمند ان سے حاجت طلب کرتے ہیں اور مراد پاتے ہیں اور ان کی زبان حال اس وقت یوں گویا ہوتی ہے کہ اگر تم بدن سے میری طرف بڑھو گے تو میں روح سے تمہاری طرف پیش قدمی کروں گا۔

دیوبندیوں سے عموماً اور سرفراز صاحب سے خصوصاً گذارش ہے کہ وہ شاہ صاحب کی اس عبارت کو بغور پڑھیں، اور اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ دین کی جس شاہراہ کو انہوں نے اپنے لئے منتخب کر لیا ہے۔ اس کی منزل کہیں وہابیہ سقر تو نہیں ہے۔ اولیاء سے استعانت کو شرک کہہ کر انہوں نے عہد صحابہ سے لے کر آج تک کے تمام صلحاء کو مشرک بنا ڈالا اور اس طرح وہ اب سفر آخرت کے اس راستہ میں بالکل تنہا رہ گئے ہیں۔ اور جو بکری گلہ سے علیحدہ ہو جاتی ہے اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ یہ اہل خرد اور زبان رسالت سے آشنا حضرات کی نظر سے مخفی نہیں ہے۔ بہر حال ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ دنیاوی جھوٹے وقار کی خاطر ہمیشہ کی ذلت کو اختیار کر لینا بڑے خسارے کا سودا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے۔

یہی شاہ عبدالعزیز صاحب اقرباسم ربک کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ نے نانبائی سے خوش ہو کر فرمایا:

بخواہ چہ بخواہی او عرض کرد کہ مرا مثل خود بسازید فرمودند تحمل ایں حالت نمی توانی کرد چیزے دیگر بخواہ او برہمیں سوال اصرار داشت و خواجہ اعراض می فرمودند تا آنکہ حجاج او بسیار شد ناچار او را در حجرہ بردند و تاثیر اتحادی بروے کردند چوں بر حجرہ بر آمدند درمیانِ خواجہ و درمیانِ نانبائی در صورت و شکل ہیچ فرق نمایندہ بود و مردم را امتیاز مشکل افتاد ایں قدر بود کہ حضرت خواجہ ہشیار بودند و آں نانبائی مدہوش و بے خود۔

مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے اپنا ہم شکل بنا دیجئے۔ فرمایا تو اسکو برداشت نہ کر سکے گا۔ اور کچھ مانگ لے۔ اس نے اسی سوال پر اصرار کیا۔ اور خواجہ اعراض فرماتے رہے پس جب اس کا اصرار بہت بڑھا تو آپ اندر لے گئے اور اس پر توجہ کی۔ جب باہر آئے تو دونوں کی شکل و صورت میں فرق نہ تھا۔ اور لوگوں کو امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔ بس اتنا فرق تھا کہ حضرت خواجہ ہشیار تھے اور نانبائی مدہوش اور بے خود تھا۔"

(تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۲۴۵)

اب آپ سرفراز صاحب کی تحقیق پر غور کریں جو کہتے ہیں کہ جو امر عادۃً بس اور اختیار میں ہو۔ اس کو مانگنا جائز ہے۔ اور جو عادۃً بس اور اختیار میں نہ ہو۔ یعنی خلاف عادت ہو۔ اس کو مانگنا شرک ہے۔ تو کیا "ہم مثل" بنا دینا خلافِ عادت نہیں ہے اگر ہے تو وہ نانبائی مشرک اور حضرت خواجہ باقی باللہ شرک کو ثابت کرنے والے ہوئے۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے بارے میں کیا ارشاد ہوگا؟ اور اگر ہم مثل بنا دینا خلاف عادت نہیں ہے تو کیا سرفراز صاحب بھی کسی کو اپنا ہم مثل بنا سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ سرفراز صاحب جہل اور عناد کی وجہ سے شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور تمام اکابر اسلام کے گلوں پر شرک کی خنجر رکھ دیں۔ مگر اس کو کیا کریں کہ شرک کی یہ تلوار اکابر دیوبند کو بھی نہیں بخشتی۔

آیئے اب ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ امداد اور استمداد کے بارے میں اہل بدعت کے صنادید اور جغادری قسم کے اہل قلم حضرات نے کیا لکھا ہے۔

اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ محمد الششتینی متوفی ۶۶۷ھ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ کا ایک خادم راستہ میں کسی لق ودق جنگل میں جا پہنچا اور اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو اس نے ان سے امداد چاہی اور چلا تو ایک شخص کو محسوس کیا جو کچھ کہہ رہا ہے کہ یہ رہا راستہ تو راستہ پر پہنچ گیا۔" (جمال الاولیاء ص ۱۳۶)

اس واقعہ میں تھانوی صاحب نے صاف لکھ دیا ہے محمد ششتینی کے مرید نے عین ہلاکت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا بلکہ اپنے شیخ سے مدد چاہی۔ دیکھئے آپ کے قواعد کے مطابق کیسا شرک صریح ہے اور منبع یہاں تھانوی صاحب۔

اسماعیل دہلوی کے پیر و مرشد سید احمد بریلوی متوفی ۱۲۴۶ھ کے بھانجے اور خلیفہ مجاز سید محمد علی سفر حج کے دوران کا ایک واقعہ لکھتے ہیں:

دریں منزل قریب نصف شب بوادی سرف کہ مزار فائض الانوار ترمعلیٰ جناب میمونہ علیہا و علی بعلہا الصلوٰۃ والسلام من اللہ الملک العلام رسیدیم از اتفاقات عجیبہ آنکہ آں روز ہیچ طعام نخوردہ بودم چوں از خواب آں وقت بیدار شدم از غایت گرسنگی

اثناء سفر میں آدھی رات کے وقت ہم لوگ وادی سرف پر پہنچے جہاں ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار پُر انوار ہے اتفاق کی بات ہے کہ اس دن میں بالکل بھوکا تھا اور جب صبح آنکھ کھلی تو بھوک سے بالکل بے دم ہو چکا تھا اور میرے چہرہ کا چاند گہنا چکا تھا صرف ایک روٹی کے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طاقتم طاق و بدر رویم در محاق بود
بطلب نان پیش ہر کس دویدیم و بمطلب
نرسیدم بناچار برائے زیارت در
حجرہ مقدسہ رفتم و پیش تربت شریفہ
گدایانہ ندا کردہ گفتم ای جدہ امجدہ من
مہمان شما ہستم چیزے خوردنی عنایت
فرما ورا محروم از الطاف کریمانہ خود
فما انگاہ سلام کردم و فاتحہ و اخلاص
خواندہ ثوابش بروح پر فتوحش فرستادم
انگاہ نسستہ بر قبرش بادہ بودم از
رزاق مطلق و دانائے برحق دو خوشہ
انگور تازہ بدستم افتادہ طرفہ تر آنکہ
آں ایام سرما بود و ہیچ جا انگور تازہ
میسر نبود بحیرت افتادم و یکے ازاں
ہر دو خوشہ ہمون جا نشستہ تناول
نمودہ از حجرہ بیرون شدم و یک یک
دانہ بر یک تقسیم کردم و گفتم ؎

یافت مریم گو ہنگام شتا
میوہ ہائے جنت از فضلِ خدا
ایں کرامت در حیاتش بود و بس
بعد فوتش نقل نمود است کس
بعد فوت زوج ختم المرسلین
رفتہ چندیں قرنہا ای دوربیں

حصول کے لئے ہر کسی کے پاس دوڑا
مگر کہیں سے مطلوب حاصل نہ ہوا۔ مجبور
ہو کر ام المومنین کے روضہ مقدسہ پر حاضری
دی اور آپ کی قبر انور سے رزق کی بھیک
مانگی اور کہا اے میری دادی جان میں آپ
کا مہمان ہوں کھانے کے لئے کوئی چیز
عنایت فرمائیے اور مجھ کو اپنے لطف و
کرم سے محروم نہ فرمائیے۔ پھر میں نے
سلام عرض کیا سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص
پڑھ کر اس کا ثواب آپ کی روح مبارک
کو پہنچایا۔ میں آپ کی قبر انور پر اپنا سر رکھا
ہوا تھا ناگاہ اللہ تعالےٰ نے تازہ انگوروں کے
دو خوشے میرے ہاتھوں میں ڈال دیئے
عجب تماشہ یہ تھا کہ ان دنوں موسم سرما تھا
اور کسی جگہ اس وقت تازہ انگور دستیاب
نہ تھے۔ انتہائی حیرت ہوئی ان انگوروں میں سے
کچھ وہیں کھائے اور کچھ حجرہ مقدسہ سے باہر جا کر
تقسیم کئے اور یہ اشعار پڑھے۔

اگر حضرت مریم نے موسم سرما میں جنت کا
میوہ فضلِ خدا سے پالیا ان کی یہ کرامت فقط
انکی زندگی میں تھی انکے وصال کے بعد کسی سے
یہ کرامت منقول نہیں۔ حضور کی زوجہ کے
وصال کو کتنی صدیاں گذر چکی ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بنگر از وے ایں کرامت یافتم
مایہ صد گونہ نعمت یافتم

(مخزن احمدی ص ۹۹)

دیکھو اس کے باوجود میں نے ان سے اس کرامت کو پایا اور مایہ صد افتخار نعمت کو حاصل کیا۔

اس طویل اقتباس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ قضائے حاجت کے لئے قبر پر جانا صاحب قبر سے رو رو کر مطلب برآری کے لئے درخواست کرنا جائز ہے اور تمام اہل دیوبند کے مسلم مقتدا سید احمد بریلوی کے خلیفہ مجاز محمد علی کو جب دنیا میں کہیں سے کھانے کو کچھ نہ ملا تو سیدتنا ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر سے ملا اور یہ کہ سید احمد بریلوی کے خلیفہ مجاز نے قبر پر آکر فاتحہ بھی پڑھی ندا بھی کی، سلام بھی پڑھا اور بطور ما فوق الاسباب امور استمداد بھی کی۔ اور یہ تمام باتیں وہ ہیں کہ اگر اہل سنت ان میں سے کسی ایک کو بھی کر لیں تو دیوبندی حضرات ان کو مشرک اور بدعتی سے کم نہیں کہتے۔

اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۸ھ اپنے شیخ سید احمد کی شان میں لکھتے ہیں:

"اور آنجناب ہدایت مآب کی توجہات کے لئے یمن سے جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی روح مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور قریباً ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روحیں مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقاموں میں سے اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرے تا آنکہ تنازع کا زمانہ گذارنے اور شرکت پر صلح کے واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور قریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پُر زور اثر ڈالتے رہے۔ پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی۔"

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور نسبت چشتیہ کا بیان اس طرح ہے:

"کہ ایک دن آپ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کی مرقد منورہ کی طرف تشریف لے گئے اور ان کی مرقد مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ اسی اثنا میں ان کی روح پر فتوح سے آپ کی ملاقات ہوئی اور آنجناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی اس توجہ کے سبب سے ابتداءً حصول نسبت چشتیہ کا ثابت ہو گیا۔" (صراطِ مستقیم ص ۲۴۲)

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ غوث کے معنی ہیں فریاد رس اور اس عبارت میں اسماعیل دہلوی نے شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی ذات پر غوث الثقلین کا اطلاق کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اسماعیل دہلوی نے مان لیا کہ شیخ قدس سرہ تمام جن وانس کے فریاد رس ہیں۔ اور ہر شخص جب مصیبت میں انہیں پکارے تو اس کی فریاد کو پہنچتے ہیں۔

۲۔ اس عبارت میں اس بات کی تصریح ہے کہ اولیاء اللہ کی ارواح جہان میں تصرف کرتی ہیں چنانچہ حضرت غوث اعظم اور خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہما نے سید احمد کے قلب پر تصرف کیا۔ (دروغ برگردن راوی)

۳۔ اس عبارت میں اس بات کی بھی تصریح ہے کہ اولیاء اللہ کی قبور سے کسب فیض حاصل کرنا اور ان سے مدد چاہنا جائز ہے۔ چنانچہ تمام اہل دیوبند کے مقتدا سید احمد بریلوی فیض حاصل کرنے کے لئے خواجہ بختیار کاکی کے مرقد انور کی طرف چل کر گئے۔ ان سے فیض مانگا اور بقول اسماعیل دہلوی سید احمد نے خواجہ قدس سرہ سے فیضان کی بھیک مانگی۔

جعفر تھانیسری سید احمد کی شان میں لکھتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"ایک سیاح پانی پتی کا بیان ہے کہ جب آپ پانی پت میں پہنچے تو میں مرض کنٹھیا میں مبتلا ہو کر بے دست و پا ہو رہا تھا۔ اپنے بستر پر سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ جب میرے کچھ نصیب چمکے تو سیّد صاحب سے دوچار ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے جوان اُٹھ اور ہمارے ساتھ جہاد کے واسطے چل میں فوراً اسی وقت اچھا ہو گیا گویا کبھی مریض ہی نہیں ہوا تھا۔ اور آپ کے ساتھ ہو لیا اور بہت سے معرکوں میں شریک جہاد رہا۔"

(حیات سید احمد شہید ص ۱۷۴)

یہ عبارت کسی تبصرہ کی محتاج نہیں ہے اس کے تیور صاف بتلا رہے ہیں کہ سید احمد کو کس طرح خدائی اختیار حاصل تھے اور وہ امور مافوق الاسباب میں کس طرح تصرف کرتے تھے۔

عاشق الٰہی میرٹھی رشید احمد گنگوہی کی شان میں لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بار سخت علیل ہوئے۔ واقفین احباب بھی یہ خبر سُن کر پریشان ہو گئے اور حضرت سے عرض کیا کہ دعا فرماویں حضرت خاموش رہے اور بات کو ٹال دیا اور جب دوبارہ عرض کیا گیا تو آپ نے تسلی دی اور یوں فرمایا میاں وہ ابھی نہیں مریں گے اور اگر مریں گے تو میرے بعد۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔"

اس سے پہلے ایک واقعہ یہ بھی لکھا ہے:

"صوفی کرم حسین صاحب خانقاہ میں مقیم تھے کہ ایک روز دفعتہً ان کی پسلی میں سخت درد اٹھا گھبرائے ہوئے طبیب روحانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کرب و تکلیف کا اظہار کیا۔ حضرت اس وقت غسل خانہ کی جانب جا رہے تھے چلتے ہی چلتے فرما دیا۔ انشاء اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جاتا رہے گا اور نہ ہو گا" حضرت کی زبان مبارک سے غالباً یہ الفاظ پورے نہ نکلے تھے کہ یک لخت درد جاتا رہا اور الحمد للہ اب تک پھر کبھی نہیں ہوا۔" (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۰۹)

عاشق الٰہی میرٹھی نے گنگوہی صاحب کے جو یہ دو واقعات ذکر کئے ہیں۔ ان میں مافوق الاسباب امور میں گنگوہی صاحب سے استمداد بھی ہے ان کی علی الفور امداد بھی ہے اپنی اور دوسروں کی موت کا علم بھی ہے اور وہ کیا کچھ نہیں ہے جس کو دیوبندی حضرات انبیاء اور اولیاء کے حق میں شرک کہتے نہیں تھکتے۔

اور اشرف علی صاحب تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ محمد یعقوب نانوتوی صدر مدرس مدرسہ دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مولوی معین الدین صاحب نے جو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کثرت سے ہوئی تو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جاکر باندھ دیتا اسے ہی آرام ہو جاتا۔ پس لوگ اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈالوں تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادہ بہت تیز مزاج تھے) کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد رکھو اب کے اگر کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو۔ لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر سے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی ویسے یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا ہی بند کر دیا۔" (حکایات اولیاء ص ۳۷۵)

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ محمد یعقوب نانوتوی قبر میں لوگوں کا.....

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کلام بھی سنتے تھے اور تصرف بھی کرتے تھے جب تک ان کے صاحبزادہ نے چاہا لوگوں کو بطور مافوق الاسباب نفع دیتے رہے اور جب ان کے صاحبزادہ نے لوگوں کو نفع پہنچانے سے روک دیا تو فیض کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ گویا یعقوب نانوتوی مافوق الاسباب طور پر نفع اور ضرر دونوں کو پہنچانے پر قادر تھے۔

سید احمد بریلوی سے لے کر یعقوب نانوتوی تک تمام اکابر دیوبند پر نظر ڈالیئے سب ہی پیر مرید آپ کو امداد اور استمداد کے رنگ میں رنگے ہوئے نظر آئیں گے اور انہی معمولات کو جب اہل سنت اولیاء اللہ، انبیاء اور خصوصاً سید الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز اور ثابت کہیں تو یہ لوگ ان امور کو شرک سے کم نہیں کہتے۔ اب سرفراز صاحب سے ایک ہی گذارش ہے کہ یا تو وہ انبیاء اور اولیاء سے استمداد کو جائز مان لیں اور اپنے قول باطل سے رجوع کر لیں یا پھر ان تمام اکابر دیوبند کو جنہوں نے استمداد کی ہے اور اس کو اپنے اقوال سے ثابت مانا ہے نذر جہنم کیجئے ؎

من نہ گویم کہ ایں نہ کن آں کن!
مصلحت بیں و کار آساں کن

سرفراز صاحب کا وجوہ فاسدہ سے استدلال اور ان کے جوابات

سرفراز صاحب استمداد کو باطل کرنے کے لئے لکھتے ہیں:

"جو تفسیر اور احتمال ایاک نستعین کا انہوں نے بیان کیا ہے بعینہٖ وہ ایاک نعبد میں بھی جاری ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم السلام کو سجدہ کرتا ہے۔ یا نماز روزہ اور قربانی وغیرہ ان کے نام کی ادا کرتا ہے۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ درحقیقت تو میں عبادت بواسطہ یا بے واسطہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ادا کرتا رہا ہوں۔ مگر ان حضرات کو صرف تقرب الٰہی کا منظہر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سمجھتا ہوں۔ تو کیا یہ تفسیر صحیح ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر غیر اللہ کی عبادت کیوں نادرست ٹھہری۔ اور کس دلیل سے۔ اور اگر غلط ہے تو غیر اللہ سے استعانت کا عقیدہ کیونکر حق قرار پایا۔ اور اس استعانت کو غلط کہنا کیسے عقیدہ باطلہ ٹھہرا۔" (تنقید متین ص ۲۷)

سرفراز صاحب کا یہ استدلال باطل اور مردود ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

من قاء او رعف فی صلاتہ فلینصرف ولیتوضأ ولیبن علی صلاتہ مالم یتکلم۔

(بحوالہ ہدایہ ج ۱ ص ۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے نماز میں قے آگئی یا اس کی نکسیر پھوٹ گئی وہ نماز چھوڑ کر وضو کرے اور اپنی نماز پر بنا کرلے[1] جب تک اس نے کسی سے بات نہ کی ہو۔

اس فرمان میں دو حکم ہیں۔ ایک وضو کرنے کا۔ دوسرا نماز پر بنا کرنے کا۔ پہلا واجب ہے۔ اور دوسرا مباح۔ لیکن سرفراز صاحب کی دلیل سے لازم آئے گا کہ دونوں کا حکم ایک جیسا ہو یا وضو بھی جائز اور مباح ہو اور یا بناء بھی واجب ہو۔

ثانیاً سرفراز صاحب کا یہ استدلال اس باطل قاعدہ سے مستعار ہے کہ قرآن[2] فی الذکر قرآن فی الحکم کو مستلزم ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جب دو چیزوں کا ذکر مقرون ہو تو ان کا حکم بھی ایک ہی ہو۔ حالانکہ احناف اہل سنت کے نزدیک یہ قاعدہ باطل اور مردود ہے۔

ملا عبدالغفور لکھتے ہیں:

---

[1] بنا کا مطلب ہے کہ وضو ٹوٹنے کے وقت نماز جس جگہ سے چھوڑی تھی وضو کر کے وہیں نماز شروع کرنا یہ جائز اور مباح ہے لیکن افضل یہ ہے کہ از سر نو نماز پڑھے ۱۲ منہ

[2] جب دو چیزوں کو ایک ساتھ ذکر کریں تو دونوں کا حکم بھی ایک ہو یہ شافعی حضرات کا قاعدہ ہے جو احناف کے نزدیک صحیح نہیں ہے ۱۲ منہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لایقال الامر فی قولہ ولیبن للاباحۃ بالاتفاق فکذا ما قارنہ لانا نقول القران فی الذکر لایدل علی القران فی الحکم۔

(حاشیہ ہدایہ ج ا ص ۸)

یہ سوال نہ کیا جائے کہ حضور کے حکم "بنا کرو" میں امر بالاتفاق اباحت کے لئے ہے۔ پس اسی طرح اس کے ساتھ "وضو کرو" کا حکم بھی مباح ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ہم (احناف) کہتے ہیں کہ قران فی الذکر قران فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا۔

صاحب منار نے قران فی الذکر کو وجوہ فاسدہ سے شمار کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

وقیل ان القران فی النظم بحرف الواو یوجب القران فی الحکم۔

بعض لوگوں نے کہا کہ قران فی الذکر قران فی الحکم کو واجب کرتا ہے۔

اور ملا جیون رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

وھذا وجہ رابع من الوجوہ الفاسدۃ۔

(نور الانوار ص ۱۶۱)

اور یہ وجوہ فاسدہ میں سے چوتھی قسم ہے۔

کیا سرفراز صاحب کا فریب اب بھی مخفی رہے گا؟ کیا دیدۂ بینا پر یہ امر آفتاب سے زیادہ واضح نہیں ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا استدلال وجوہ فاسدہ پر مبنی ہے۔ اور جس کا مبنیٰ فاسد ہو۔ وہ فاسد نہیں تو اور کیا ہوتا ہے۔

ثالثاً علامہ بیضاوی عبادت کو استعانت پر مقدم کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ عبادت مدد حاصل کرنے کے لئے وسیلہ ہے اور وسیلہ مقصود پر مقدم ہوتا ہے۔

وقدمت العبادۃ علی الاستعانۃ لیتوافق رؤس الآیۃ ویعلم منہ ان تقدیم الوسیلۃ علی طلب الحاجۃ ادعی الی الاجابۃ۔

عبادت کو استعانت پر اس لئے مقدم کیا گیا تاکہ رعایت فواصل ہو۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وسیلہ کو مقصود پر مقدم کرنا مقبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ (تفسیر بیضاوی ص ۷)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن فی الذکر وجوہ سے فاسدہ ہے

پس جب ثابت ہوگیا کہ اس مقام پر عبادت اور سبب اور استعانت مسبب ہے تو ظاہر ہوگیا کہ دونوں کا حکم ایک نہیں ہوسکتا۔

رابعاً چلئے ہم خود سرفراز صاحب سے منوائے دیتے ہیں کہ عبادت اور استعانت دونوں کا حکم ایک نہیں ہے۔ تنقید متین ص ۲۸ پر انہوں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ زندہ اور قریب سے امور عادیہ میں استعانت جائز ہے۔ اور اس کو وہ ظاہری استعانت کہتے ہیں۔ حالانکہ زندہ اور قریب کی ظاہری عبادت تو کسی طرح جائز نہیں۔ پس اب اگر عبادت اور استعانت دونوں کا ایک حکم نہیں تو جس طرح ظاہری استعانت بالغیر بقول ان کے جائز ہے تو ظاہری عبادت بالغیر بھی جائز ہونی چاہیئے اور اگر ظاہری عبادت بالغیر ناجائز ہے تو ان کو ظاہری استعانت بالغیر سے بھی ہاتھ دھو لینے چاہئیں۔

پس اگر وہ اس ظاہری استعانت کو شرک قرار دیں تو خود مشرک ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ ظاہری استعانت جائز ہو تو ان کا قاعدہ ٹوٹتا ہے۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ عبادت اور استعانت دونوں کا حکم ایک ہی طرح نہیں ہے۔ کیونکہ غیر اللہ سے ظاہری استعانت جائز ہے اور غیر اللہ کی عبادت ظاہری باطنی، حقیقی، مجازی کسی طرح جائز نہیں ہے۔ صہیونی تحریف کے سہارے دیوار بنانے والوں کی عمارت کا یہی حال ہوتا ہے۔ جھوٹ کا محل کسی وقت بھی گر کر جھوٹے کو پیوند زمین کر دیتا ہے۔

سرفراز صاحب محاسبہ سے بے خوف ہو کر من مانی تفسیروں سے روح قرآن پر زندا چلا رہے تھے۔ لیکن اب ان کا یوم حساب آپہنچا ہے۔ انہوں نے قرآن میں جس قدر تحریفات کی ہیں۔ ایک ایک کر کے ان کا مواخذہ ہوگا۔ نشہ گمراہی میں سرمست قلم توڑ دیا جائے گا۔ اور ان کی مجرمانہ خیانتوں پر عبرتناک تعزیر دی جائے گی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مظہرِ افعال وصفات

حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے فرمایا کہ آلات خدام احباب وغیرہ عون الٰہی کے مظہر ہیں۔ نیز فرمایا: مقربانِ حق کی امداد، امدادِ الٰہی ہے۔" اس پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

"اسی طرح مولانا نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ کیونکہ مقربانِ حق کی امداد، امدادِ الٰہی ہے۔ استعانت بالغیر نہیں۔ سراسر مردود ہے۔ کیونکہ جب ان مقربانِ حق کا وجود پروردگار کے وجود کا غیر ہے اور وہ غیر اللہ ہیں تو یہ استعانت بالغیر کیوں نہیں۔ ہاں یہ کہ عیسائیوں کی طرح معاذ اللہ ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں گڈمڈ کر دیا جائے۔ اور اثنینیت ختم کر دی جائے۔ تو معاملہ الگ ہے۔" (تنقید متین ص ۲۶)

الجواب۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

فلما اتٰھا نودی من شاطئ الوادی الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من شجرۃ ان یٰموسٰی انی انا اللہ رب العٰلمین۔

(ترجمہ تھانوی صاحب کا ہے)

سو جب وہ اسی آگ کے پاس پہنچے۔ تو ان کو اس میدان کی داہنی جانب سے (جو کہ موسیٰ کی داہنی جانب تھی) اس مبارک مقام میں ایک درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں اللہ رب العالمین ہوں۔

اب تو کہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو درخت میں گڈمڈ کر دیا اور اثنینیت ختم کر دی۔ یا صدر الافاضل کی بات پر ایمان لا کر کہیئے کہ درخت کلام الٰہی کا مظہر تھا۔ اور درخت سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنائی دے رہا تھا۔

حدیث شریف میں ہے:

فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بھا و رجلہ التی یمشی بھا۔

پس جب میں اپنے بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(الحدیث) اسکے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ کام کرتا ہے
(مشکوٰۃ ص ۱۹۷) اور پیر ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔"

اب ذرا سرفراز صاحب سے پوچھیئے کہ اگر حق تعالیٰ کے افعال و صفات کا مظہر ہونا۔ عیسائیت اور اثنینیت کو ختم کر دینا اور ذات کو گڈمڈ کر دینا ہے تو یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بندۂ محبوب کو اللہ تعالیٰ کے تصرفات کا مظہر قرار دیا ہے۔ اس کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے۔ کیا یہ عیسائیت کی تعلیم ہے۔ ممکن ہے گکھڑوی صاحب کے ذہن میں مظہریت کے خلاف کوئی اور معنی راہ پائے۔ پس ہم اتمام حجت کے لئے اس حدیث کے ذیل میں انور شاہ کشمیری کے کلام کو پیش کرتے ہیں وہ اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فاذا صح الشجرة ان ینادی فیھا بانی انا اللہ فما بال المتصرف بالنوافل ان لا یکون اللہ سمعہ وبصرہ کیف وان ابن آدم الذی خلق علی صورۃ الرحمٰن لیس بادون من شجرۃ موسیٰ علیہ السلام۔

(فیض الباری ج ۴ ص ۴۲۶)

جب درخت سے میں اللہ ہوں کی آواز آ سکتی ہے تو نفلی عبادت کرنے والے کا کیا حال ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی سمع و بصر کا مظہر نہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے مقرب بندوں کی سمع و بصر ہو جانا ایسی صورت میں کیونکر محال ہو سکتا ہے جب کہ وہ ابن آدم جو رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا گیا۔ شرف و کمال میں شجر موسیٰ سے کسی طرح کم نہیں۔

اب آپ کو اجازت ہے کہ پورے شرح صدر سے مظہریت خداوندی کو عیسائیت قرار دے کر انور شاہ کشمیری کو جہنم میں پہنچا دیجئے۔ یہ کیسا ظلم ہے کہ جو بات آپ کے سلف کی کتابوں میں موجود ہے وہ سب ایمان و عرفان رہے اور وہی بات اگر ہمارے اسلاف بیان فرمائیں۔ تو کفر و شرک ہو جائے۔ مزید توضیح کے لئے امام فخر رازی متوفی ۶۰۶ھ کا وہ نورانی بیان ملاحظہ فرمایئے جو انہوں نے اسی حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وھذا الخبر یدل علی انہ لم یبق فی سمعھم نصیب لغیر اللہ ولا فی بصرھم ولا فی سائر اعضائھم اذ لو بقی ھناک نصیب لغیر اللہ تعالیٰ لما قال انا سمعہ وبصرہ۔

اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مقربین کی آنکھوں کانوں بلکہ تمام اعضاء میں غیر اللہ کے لئے کوئی حصہ باقی نہیں رہا اس لئے کہ اگر یہاں اللہ تعالیٰ کے غیر کے لئے حصہ باقی رہا ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہ فرماتا کہ میں اس کی سمع اور بصر ہو جاتا ہوں۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:

ولھذا قال علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ ما قلعت باب خیبر بقوۃ جسدانیۃ ولکن بقوۃ ربانیۃ وذلک لان علیا کرم اللہ وجھہ فی ذلک الوقت انقطع نظرہ عن عالم الاجساد و اشرقت الملئکۃ بانوار عالم الکبریاء فتقوی روحہ و تشبہ بجواھر الارواح الملکیۃ وتلألأت فیہ اضواء عالم القدس والعظمۃ فلاجرم حصل لہ من القدرۃ ما قدر بھا علی ما لم یقدر علیہ غیرہ وکذلک العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ المقام الذی یقول کنت لہ سمعا

اور اسی لئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں اکھاڑا بلکہ ربانی قوت سے اکھاڑا تھا۔ اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت علی کی نظر عالم اجساد سے منقطع ہو چکی تھی۔ اور ملکی قوتوں نے حضرت علی کو عالم کبریاء کے نور سے چمکا دیا تھا جس کی وجہ سے ان کی روح قوی ہو کر ارواح ملکیہ کے جواہر سے مشابہ ہو گئی تھی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں وہ قدرت حاصل ہو گئی جو ان کے غیر کو حاصل نہ تھی۔ اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعا و بصرا فرمایا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ویصیرا فاذا صار نور جلال اللہ سمعًا له سمع القریب والبعید واذا صار ذلك النور بصرا له رای القریب والبعید واذا صار ذلك النور یدا له قدر علی التصرف فی الصعب والسهل والبعید والقریب۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۶۷)

ہے تو وہ قریب اور دُور کی آوازوں کو سُن سکتا ہے اور جب نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ دُور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب نور جلال اللہ کا ہاتھ ہو جائے تو وہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ متوفی ۱۰۱۴ھ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فرأی ان ما به الکمال من السمع والبصر وقوة القوی انما هو من آثار سمعه وبصره وقدرته وقوته واما هو فعدم محض۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۵ ص ۵۵)

پس وہ مقرب شخص یہ اعتقاد کرتا ہے کہ اس کی سمع، بصر اور تمام قوی کے کمالات حقیقت میں اللہ تعالےٰ کی سمع اور بصر اور قدرت و قوت کے آثار سے ہیں۔ رہا وہ بندہ تو وہ معدوم محض ہے۔

اور یہی مظہریت حق تعالےٰ کا معنی ہے کہ بندے کی اپنی ذات اور اس کے افعال فنا ہو جائیں اور اس کی سمع، بصر وغیرہ سے اللہ تعالےٰ کے افعال ظاہر ہوں۔

"استعانت کی تفسیر" صدر الافاضل اور شاہ عبدالعزیز سے

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں ایاک نستعین کے تحت فرماتے ہیں:

لیکن در ینجا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد بر آں غیر باشد وادرا مظہر عون الٰہی نداند حرام است واگر استعانت محض بجانب حق

لیکن یہاں یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ غیر اللہ سے استعانت اس وقت حرام ہوگی جب اسی پر بھروسہ کرے اور اس کو مدد الٰہی کا مظہر نہ جانے۔ لیکن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

است واورا یکے از مظاہر عون دانستہ
و نظر بکار خانہ اسباب و حکمت
او تعالےٰ در آں نمودہ بغیر استعانت
ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد
بود و در شرع نیز جائز وردا است
وانبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت
بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع
استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت
بحضرت حق است لا غیر۔

اگر توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور غیر اللہ
کو مظہر امداد سمجھتا ہو اور اسباب و حکمت
الٰہی کو پیشِ نظر رکھے اور غیر اللہ سے استعانت
ظاہری کرے تو یہ عرفان الٰہی سے بعید
نہیں ہے اور شریعت میں بھی جائز ہے
اس قسم کی استمداد انبیاء اور اولیاء نے
بھی غیر اللہ سے کی ہے اور حقیقت
میں یہ استمداد غیر سے نہیں بلکہ خود اللہ تعالےٰ
سے ہی ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ العزیز کی شخصیت کو تمام امت دیوبند اپنا پیشوا تسلیم کرتی ہے۔ سرفراز صاحب ان کے ہم مشرب علماء شاہ صاحب کی عبارتوں کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ اور شاہ صاحب کا فیصلہ ذریت دیوبند کے حق میں حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس تمہید کے بعد گذارش ہے کہ آپ شاہ صاحب کی مذکورہ بالا تفسیر کو صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تفسیر کے ساتھ ملا کر دیکھیں کہ ان میں کس قدر ہم آہنگی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

صدر الافاضل رحمہ اللہ نے فرمایا۔ ہر چیز میں دستِ قدرت کو کارکن دیکھے۔
شاہ صاحب نے فرمایا۔ واگر التفات محض بجانب حق است (اور اگر توجہ محض اللہ کی طرف ہو)۔

صدر الافاضل صاحب نے فرمایا۔ حقیقی مستعان وہی ہے۔ باقی آلات و خدام و احباب عونِ الٰہی کا مظہر ہیں۔

شاہ صاحب نے فرمایا۔ واورا یکے از مظاہر عون (مدد) دانستہ (یعنی غیر اللہ کو عون الٰہی کا مظہر سمجھے)

صدر الافاضل صاحب نے فرمایا۔ مقربانِ حق کی امداد، امداد الٰہی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

استعانت بالغیر نہیں۔

شاہ صاحب نے فرمایا۔ ودر حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرتِ حق است لاغیر (اور حقیقت میں استعانت کی یہ قسم استعانت بالغیر نہیں۔ بلکہ حق سبحانہٗ سے ہی استعانت ہے)۔

صدر الافاضل نے فرمایا۔ اگر یہ استعانت ناجائز ہوتی تو احادیث میں اہل اللہ سے استعانت کی کیوں تعلیم دی جاتی۔

شاہ صاحب نے فرمایا۔ وانبیاء واولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند۔ (اور انبیاء اولیاء نے اس قسم کی استعانت غیر اللہ کی ہے)۔

آپ نے غور فرمایا کہ صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے ایاک نستعین کی تفسیر میں شاہ صاحب کی تفسیر کا ہی خلاصہ پیش کیا ہے۔ اور اسی تفسیر کے بارے میں سرفراز صاحب نے یہ کہہ کر حق فرزندی ادا کر دیا کہ:

"مولوی نعیم الدین صاحب نے آیت مذکورہ کی یہ تفسیر بلکہ تحریف کر کے اپنی بیان اور قرآن کریم پر جو ظلم کیا ہے۔ وہ بجائے خود قابلِ صد نفرین ہے۔" (تنقید متین ص ۲۷)

ٹھیک ہے دیوبند کے جس گہوارے میں سرفراز صاحب نے تربیت حاصل کی ہے۔ وہاں ایسے ہی آدابِ فرزندی سکھائے جاتے ہیں۔ جس اسکول میں نبی کے علم کو جانوروں اور مجنونوں کے علم سے تشبیہ کا درس دیا جاتا ہو۔ وہاں اپنے حکمی باپ کی تعلیمات کو قابلِ صد نفرین کہنا نہ سکھایا جائے گا تو اور کیا ہو گا۔

استعانت کی بحث میں حرفِ آخر

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

لابدست از استمداد بروح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ (شرح الطیب النغم)

نبی علیہ السلام سے استعانت کئے بغیر چارہ نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قاسم نانوتوی صاحب بانی دیوبند لکھتے ہیں ؎

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

اہل سنت اگر ایدنی بقوۃ (میری قوت سے مدد کرو) سے جواز استمداد کا قول کریں۔ تو آپ فرماتے ہیں:

"کہ یہ وہ امداد نہیں جو شرک کے شیدائی حضرات انبیاء، اولیاء شہداء علیہم السلام سے کیا کرتے ہیں۔ کہ نہ تو وہ اس جہان میں زندہ ہوتے ہیں اور نہ قریب۔ ان سے اس قسم کی استعانت بہر صورت شرک ہے۔" (تنقید متین ص ۲۹)

اور شاہ ولی اللہ صاحب اور قاسم نانوتوی نے انہیں سے استعانت کی ہے۔ تو بتلایئے آپ کے نزدیک وہ مشرک ہوئے یا نہیں۔ یہی وہ شاہ ولی اللہ صاحب ہیں جن کی عبارتوں کو بے سوچے سمجھے نقل کر کے آپ نے تنقید متین کے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے ہیں۔ جن کی عبارتوں کو نقل کرنے سے آپ کی دکان چمکتی ہے۔ جن کا نام لینے سے آپ کا ریٹ بڑھتا ہے۔ پھر آخر کچھ تو حق نمک کا پاس کیا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انّ اللہ لایغفر ان یشرک بہ۔ اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشے گا۔

پھر آپ نے شاہ ولی اللہ اور مولوی قاسم کو مشرک قرار دے کر ان پر دروازۂ مغفرت کو ہمیشہ کے لئے بند نہیں کر دیا۔ اور جب سرخیل دیوبند ہی مشرک قرار پایا تو باقی اتباع اور اذناب کس طبقہ میں ہوں گے؟

اب ہم اس بحث کو سید العارفین ابن عربی کے قول پر ختم کرتے ہیں۔ جسے علامہ شعرانی نے نقل کیا ہے:

قال واما القطب الواحد فھو روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم الممد

ابن عربی نے کہا کہ بہر حال قطب واحد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمام انبیاء رسل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لجميع الانبياء والرسل والاقطاب من حين النشئ الانساني الى يوم القيامة۔ والله اعلم۔

(الیواقیت الجواہر ج ۲ ص ۱۰۴)

اور اقطاب کے ابتداء آفرینش انسانیت سے لے کر یوم قیامت تک کے لئے مددگار ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے:۔

اس عبارت تک پہنچنے کے بعد بھی اگر سرفراز صاحب کے ہوش و حواس قائم رہے۔ تو ان سے معروض ہے کہ الدین النصیحۃ کے طور پر ہم نے مسئلہ استعانت کو کتاب و سنت اور اقوال سلف کی روشنی میں واضح تر بیان کر دیا ہے۔

شاہ ولی اللہ۔ شاہ عبدالعزیز۔ سید محمد علی۔ محمد قاسم نانوتوی۔ محمود حسن دیوبندی اور دیگر سلوفِ دیوبند جنہیں سرفراز صاحب اپنے دین و ایمان کا مرکز سمجھتے ہیں۔ ان تمام حضرات کے اقوال سے مافوق الاسباب امور میں اور اولیاء اللہ سے بعد الوصال استعانت کو ثابت کر دیا ہے اور اب سرفراز صاحب کے لئے صرف دو ہی راستے ہیں۔ یا تو ان تمام کو مشرک قرار دے کر واصل فی النار کر دیں۔ اور اگر انہیں مشرک نہیں سمجھتے۔ تو خود اپنی گمراہی سے تائب ہوں۔ دنیا کے جھوٹے وقار اور شہرت کی طلب میں ہمیشہ ہمیشہ کی ذلت کا خطرہ مول لینے سے گریز کریں۔ اور حق و صداقت کی راہ اختیار کر لیں۔

چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق سرفراز صاحب نے حضرت صدر الافاضل کے علم و فہم پر جو طعن کیا تھا۔ بالآخر اس کی شامت نے ان کا منہ سیاہ کر کے چھوڑا۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے شرک کی تعریف میں ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھائیں۔

بہر حال ہم نے الدین النصیحۃ کے مطابق ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ضاد کا مخرج

حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ نے غیر المغضوب علیھم کی تفسیر میں فرمایا:

"مسئلہ۔ جو شخص ضاد کی جگہ ظاء پڑھے۔ اس کی امامت جائز نہیں" (محیط برہانی)

سرفراز صاحب نے صدر الافاضل کی اس مختصر تفسیر پر کئی طرح سے پیچ و تاب کھایا ہے۔ لیکن یہ تحریر ان کے گلے میں جا کر اس طرح پھنسی ہے۔ نہ اُگلے بن پڑتی ہے اور نہ نگل کر ہی وہ آرام پا سکے۔ اس عبارت پر ان کا ایک اعتراض یہ ہے کہ محیط برہانی کا مجمل حوالہ دیا گیا۔ تفصیل ذکر نہیں کی۔ دوسرا یہ کہ مطلقاً ایک حرف کو دوسرے سے بدلنے کا یہی حکم ہے۔ پھر ضاد کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ تیسرا یہ کہ مسئلہ امام و مقتدی سب کے لئے یکساں ہے۔ پھر امام کی تخصیص کیوں کی۔ پھر ان اعتراضوں کے ضمن میں سرفراز صاحب نے اپنے ناقص مطالعہ اور علمی بے مائیگی کی وجہ سے جو ٹھوکریں کھائی ہیں۔ وہ بیان سے باہر ہیں۔ ہم انشاء اللہ العزیز اس بحث کے ضمن میں ان خامیوں کی طرف اجمالی اشارے کریں گے۔ فنقول و باللہ التوفیق۔

مجمل حوالہ کا جواب

صدر الافاضل سے آپ کو یہ شکایت ہے۔ کہ انہوں نے محیط برہانی کا مجمل حوالہ پیش کیا۔ میں کہتا ہوں کہ کیا آپ اور آپ کے معنوی آباؤ اجداد نے کبھی کسی کتاب کا مجمل حوالہ پیش نہیں کیا۔ پھر صدر الافاضل پر غیظ و غضب کا اظہار کیوں ہے۔ بلکہ فتاویٰ رشیدیہ کو اگر آپ نے جانبداری کی عینک اتار کر دیکھا ہوتا۔ تو پتہ چلتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پورے فتاویٰ رشیدیہ میں بکثرت فتاویٰ بغیر کسی حوالے کے مذکور ہیں۔ پھر مجمل حوالے تو ایک طرف رہے۔ آپ کے سلوف تو بے بنیاد اور خلاف واقع حوالے پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ چنانچہ آپ کے اکابر نے سیف النقی میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے والد صاحب کے نام سے ایک کتاب تحفۃ المقلدین اختراع کی۔ ایک کتاب ہدایۃ البریہ کے نام سے ایجاد کی۔ پھر مزید ترقی کی اور مرأۃ الحقیقۃ کے نام سے ایک کتاب غوث اعظم کی طرف منسوب کر کے وضع کی۔ کاش صدر الافاضل پر مجمل حوالہ کے طعن کرنے سے پہلے آپ نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی ہوتی۔ آپ کے معنوی والد اشرف علی صاحب تھانوی نے تفسیرات احمدیہ کے منہیات کا حوالہ پیش کیا۔ اور آپ کو بھی تسلیم ہے کہ اس کے منہیات کا کہیں وجود نہیں۔ باقی یہ کہہ دینا کہ ضرور ان کے پاس کوئی منہیات والا نسخہ ہوگا دل کے بہلانے کے لئے کافی ہے۔ دلائل و براہین کی دنیا میں اس سے کام نہیں چلتا۔ ایسی بے سروپا باتیں کہہ کر آپ صرف شاگردوں اور معتقدین کے زمرہ میں بیٹھ کر داد و تحسین حاصل کر سکتے ہیں۔ استدلال کے میدان میں ان احتمالات رکیکہ کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

صدر الافاضل کا حوالہ مجمل ہے۔ پھر کیا ہوا۔ بات تو تب تھی کہ آپ کہتے کہ یہ حوالہ غلط ہے۔ اور اسے ثابت کرتے۔ شکر کیجئے۔ صدر الافاضل نے تفصیل نہیں کی۔ ورنہ آپ کو مہنگی پڑتی۔ اگر نہیں مانتے تو لیجئے تفصیل حاضر ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وفی المحیط سئل الامام الفضلی	اور محیط میں ہے کہ امام فضلی سے سوال کیا گیا
عمن یقرأ الظاء المعجمۃ مکان	کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو ضاد کی جگہ ظاء
الضاد المعجمۃ او یقرء اصحاب	یا اصحاب جنت کی جگہ اصحاب النار پڑھے
الجنۃ مکان اصحاب النار او علی	فرمایا اس شخص کی امامت جائز نہیں (اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

العکس فقال لاتجوز امامته و لوتعمد یکفر۔

اور اگر قصداً ایسا کرے تو کافر ہے۔
(شرح فقہ اکبر ص ۱۶۷)

صدر الافاضل نے تو فقط یہ فرمایا تھا کہ ضاد کو ظا سے بدلنے والے کی امامت جائز نہیں۔ اور صاحب محیط نے اس پر یہ زیادتی بھی کی ہے۔ کہ ایسا عمداً کرنے والا کافر ہے۔ آخر کار آپ نے اپنے آپ کو کافر منوا کے چھوڑا۔ یہی وہ عبارت ہے۔ جس کو سرفراز صاحب بھی مدہوشی میں بطور ان کہی کے اپنی کتاب میں نقل کر چکے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے جو کچھ نقل کیا۔ وہ ملا علی قاری کا کلام ہے۔ اور ہماری گفتگو اس وقت محیط کی اصل عبارت میں ہے۔۔

مُنیۃ المصلّی کی عبارت میں خیانت

اس بحث میں سرفراز صاحب نے کامل بددیانتی سے کام لیتے ہوئے مُنیۃ المصلّی کی اس عبارت کا ذکر تو کر دیا۔ جس کو صاحب منیۃ نے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے۔۔۔۔ اور اس سے چند سطر اوپر والی عبارت چونکہ ان کے عقیدہ فاسدہ کے خلاف تھی۔ اس لئے اس کو کلیۃً ترک کر دیا جب کہ اس عبارت کو صاحب منیہ نے اکثر ائمہ کا معتمد علیہ قرار دیا ہے۔

دیکھئے یہ وہ عبارت ہے جس کو سرفراز صاحب نے نقل کیا:

وذکر فی الذخیرۃ اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد فی المخرج ولاقرب الا انّہ فیہ بلوی عامۃ نحو ان یاتی بالذال مکان الضاد او یاتی بالزای المحض مکان الذال او الظّاء مکان الضاد لاتفسد عند بعض المشائخ۔

ذخیرہ میں مذکور ہے جب کہ دو حرفوں میں نہ تو اتحاد فی المخرج ہو۔ نہ قرب ہو مگر اس میں بلوی عامہ ہو۔ مثلاً ضاد کی جگہ ذال یا ذال کی جگہ زائے محض کو یا ضاد کی جگہ ظا کہے تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔
(منیۃ المصلی ص ۱۱۸)

اور جو عبارت سرفراز صاحب کی خیانت کی نہ ہوگی، وہ یہ ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اما اذا قرأ مکان الذال ظاء او مکان الضاد ظاء او علی القلب تفسد الصلوٰۃ وعلیہ اکثر الائمۃ ۔

(منیۃ المصلی ص ۱۱۸)

بہرحال جب ذال کی ظاء یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اسی پر اکثر ائمہ کا مسلک ہے۔

عبارات فقہاء کی توضیح

سرفراز صاحب کی اس خیانت کو ظاہر کرنے کے بعد اب ہم ضاد کی جگہ ضاد پڑھنے پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔ جس سے انشاء اللہ ظاہر ہو جائے گا کہ فقہاء کرام کی عبارتوں میں جو بظاہر اختلاف پایا جاتا ہے۔ جسے سرفراز صاحب غوغا سے تعبیر کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ سب ایک ہی بات پر متفق ہیں۔ اس سے قبل کہ ہم ان مختلف اقوال میں تطبیق کے لئے تمہید شروع کریں۔ ان اختلافات کی نشاندہی کئے دیتے ہیں۔

۱۔ امام فضلی نے جان بوجھ کر ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو کفر قرار دیا۔

۲۔ اکثر ائمہ نے فساد نماز کا سبب قرار دیا۔

۳۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن الفاظ اور معانی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے جیسا کہ کتب اصول میں تحریر ہے:

دھو اسم للنظم والمعنی جمیعًا۔

(نور الانوار ص ۹، حسامی ص ۶)

قرآن۔ لفظ اور معنے دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

پس جس شخص نے قرآن کے ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیا تو اس صورت میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اس تبدیل شدہ لفظ کی نظیر قرآن میں موجود ہوگی۔ اور معنی بھی مناسب ہوگا۔ اور یا اس کی نظیر قرآن میں نہ ہوگی۔

پہلی صورت میں لفظ نہ بدلا۔ اور نماز فاسد نہ ہوگی۔ جیسے کوئی شخص لیغیظ کی ضاد کو ضاد سے بدل کر لیغیض پڑھے۔ کیونکہ لیغیض کی نظیر غیض الماء قرآن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں موجود ہے۔ اور معنی بھی مناسب ہے۔ کیونکہ غیض کا معنی ہے "کم ہونا" پس لیغیظ بھم الکفار کا معنی ہے "تاکہ کفار کو جلا دے" اور لیغیض بھم الکفار کا معنی ہے "تاکہ کفار کو کم کر دے" اور ان کی مناسبت ظاہر ہے۔

اور دوسری صورت میں یعنی حرف بدل گیا ہو۔ اور اس کی نظیر قرآن کریم میں موجود نہ ہو۔ پس لفظ تو بہر حال متغیر ہو گیا۔ اور معنی کے اعتبار سے تین احتمال ہیں۔ یا تو لفظ بدل دینے کے بعد بھی اصل معنی برقرار رہا۔ جیسے کوئی شخص لیغیظ میں ظاء کی جگہ ذال پڑھے۔ کیونکہ دونوں کا ایک معنی ہے۔ قاموس میں ہے المغتاظ المغتاظ پس اس صورت میں صرف لفظ بدلا ہے۔ معنی نہیں بدلا۔ لہٰذا نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور اگر اصل معنی باقی نہ رہا تو یا تو تبدیلی کے لفظ مہمل رہ جائے گا یعنی اس کا کوئی معنی نہ ہو جیسے مغضوب میں کوئی ضاد کی جگہ ظاء پڑھے۔ کیونکہ اس لفظ کا کوئی معنی نہیں۔ غنیۃ المستملی میں ہے۔ غظب بالظاء لیس لہ معنی اور یا اس لفظ کا معنی تو ہوگا۔ مگر یہ معنی لفظ قرآن کے خلاف اور اس کا مغیّر ہوگا۔ جیسے کوئی شخص تَلَذُّ کی ذال کو ظاء سے بدل کر تلظّٰی پڑھے کیونکہ تلذّ لذت سے ماخوذ ہے۔ اور تلظّٰی کا معنی لزوم ہے۔ (شرح المنیۃ ص ۴۴۹)

پس آخری دو صورتوں میں بھی جس نے مغضوب کی جگہ مغظوب پڑھا یا تلذّ کی جگہ تلظّٰی پڑھا۔ قرآن کا لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے۔ پس یہ وہ الفاظ نہیں جنہیں اللہ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا۔ اور جنہیں جبرائیل امین نے حضور پر اور حضور نے صحابہ پر پڑھا۔ اور ان پر غیر قرآنی الفاظ کو پڑھنے والا تین حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ عمداً غیر قرآن کو قرآن سمجھ کر پڑھتا ہے۔ اور یہ کفر خالص ہے۔ اور من افتری علی اللہ کذبا (اللہ تعالےٰ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولنا) کے تحت داخل ہے۔ پس جن فقہاء نے ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو کفر قرار دیا۔ وہ اسی صورت پر محمول ہے۔ اور یا وہ غیر قرآن کو غیر قرآن سمجھتا ہے۔ لیکن عمداً نماز میں قرآنی کلمات (یعنی انسانی کلام) کو داخل کرتا ہے۔ پس اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ انسانی کلام سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنّ صلاتنا ھذہ لایصلح فیھا شیٔ من کلام النّاس۔ — تحقیق ہماری ان نمازوں دنیاوی باتوں کی گنجائش نہیں ہے۔

اور اکثر ائمہ کرام جنہوں نے ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو فساد نماز کا سبب قرار دیا۔ اسی صورت پر محمول ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قاری انتہائی کوشش سے اپنے خیال میں لفظ کو اس کے مخرج سے ادا کرتا ہے۔ لیکن ادائیگی دوسرے لفظ کے مخرج یا اس کے مشابہ کی صورت میں ہوتی ہے۔ پس اس صورت میں عموم بلوی کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہو گی۔ کیونکہ یکلّف اللہ نفسًا الّا وسعھا۔ (اللہ تعالےٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں کرتا۔ اور بعض مشائخ جنہوں نے کہا ہے نماز فاسد نہ ہو گی۔ ان کا قول اسی صورت پر محمول ہے۔

فقہاء کرام کی عبارتوں کو سوچے بغیر سرفراز صاحب کا انہیں غوغا سے تعبیر کرنا۔ چھوٹا منہ بڑی بات کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور ان کا تفصیل تفصیل کی رٹ لگانا حقیقت میں ان عبارات کو سمجھنے کے لئے تھا۔ جو بہر حال ہم نے انہیں سمجھا دی ہیں۔ لیکن استفادہ کا یہ انتہائی غیر محمود طریقہ ہے۔ جسے دیوبند کے اس فاضل نے ایجاد کیا ہے۔

دیوبند کے اہل حق کی قرآن میں لفظی تحریف

صدر الافاضل کی تفسیر نقل کرنے کے بعد

سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

"مولوی صاحب نے عوام کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے والوں کی امامت جائز نہیں تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ اہلِ حق کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔" (تنقید متین ص ۴۰)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سوال یہ ہے کہ یہ اہلِ حق ضاد کی جگہ ظاء پڑھتے ہی کیوں ہیں۔ کیا انہیں قرآن میں لفظی اور معنوی تحریف کرتے ہوئے کوئی خدا کا خوف دامنگیر نہیں ہوتا۔ بلکہ یوں کہیئے کہ غیر قرآن کو قرآن قرار دینے میں اور جو بات اللہ تعالےٰ نے نہیں کہی۔ اسے اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرنے میں انہیں کوئی حیا نہیں آتی۔ اور کذب باری کا عقیدہ (دیوبندیوں کے ایک خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے) کیا۔ اسی عذر کے لئے تو ایجاد نہیں کیا تھا۔

عموم بلوی کا جواب

نام نہاد اہلِ حق کی اسی تحریف پر عذر لنگ پیش کرتے ہوئے سرفراز صاحب قاضی خان کی عبارت بے سمجھے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ ضاد۔ ظاء اور ذال کو عموم بلوی اور تمیز میں مشقت کی وجہ سے ایک دوسرے کے مقام پر پڑھنے میں وسعت دی گئی ہے۔ کہ اگر الضالین کو الظالین پڑھا گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔"
(تنقید متین ص ۴۳)

اولاً تو یہ فقہاء کرام پر محض بہتان ہے کہ انہوں نے علی الاطلاق ضاد کو ظاء پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ سرفراز صاحب نے قرآن کریم میں تحریف ثابت کرنے کے لئے یہ من گھڑت بات لکھی ہے۔ ورنہ فقہاء کا مقام اس سے بہت بلند ہے۔ کہ وہ تحریف خالص اور کفر صریح کی اجازت دیں۔

ثانیاً یہ کہ الضالین کو الظالین پڑھنے کا سبب تو آپ نے مخارج میں عدم تمیز قرار دیا ہے۔ تو کیا پورے دیوبند کے قرأت خانہ میں ایک بھی قاری ایسا نہیں جو الضالین کو الضالین پڑھے۔ اور دیوبند کے اکابر و اصاغر میں کوئی بھی ایسا نہیں جو ضاد اور ظاء کے مخارج اور صفات میں تمیز کر سکے۔ قرآن میں تحریف کی بنیاد آپ نے رکھی بھی تو ایسی رکھی جس نے پوری امت دیوبند کی بے علمی کا راز فاش کر دیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ حرف ضاد اور ظاء کی تمیز خاصی مشکل ہے اور ان کی ادائیگی میں خاصی مشقت ہوتی ہے۔" (تنقید متین ص ۴۲)

اور یہی بات ہم آئندہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ اہلِ دیوبند کو ضاد اور ظاء کے مخارج میں تمیز نہیں ہے۔ عوام تو خیر عوام ہیں۔ ان کے علماء کو بھی اتنی تمیز اور سلیقہ نہیں۔ کہ ضاد کس طرح پڑھا جاتا ہے۔ نیز دیوبند کے علماء کی غلطی پر عموم بلوی سے استدلال کرنا بھی عجب بھونڈی منطق ہے۔ اس بے چارے کو یہ بھی معلوم نہیں کہ عموم بلوی سے عوام کے لئے حکم ثابت ہوتا ہے خواص کے لئے نہیں۔ کیا دیوبند کے تمام علماء اور قاری حضرات عوام میں داخل ہیں کہ ان کی بے تمیزی اور غلط پڑھنے کو عموم بلوی کی وجہ سے معاف کر دیا جائے۔

ثالثاً یہ کہ فقہاء کرام نے خطاءً اور نسیاناً ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے والے کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ نہ کہ عمداً ظاء پڑھنے والے کو اور ذریت دیوبند نہ صرف یہ کہ عمداً ظاء پڑھتی ہے۔ بلکہ وہ ظاء پڑھنے پر اصرار کرتی ہے۔ اور اس نے اس تحریف کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ جیسا کہ سرفراز صاحب کو بھی اقرار ہے۔

"کہ اہلِ حق ضاد کی جگہ ظاء پڑھتے ہیں۔"

اور جو عمداً ضاد کی جگہ ظاء پڑھے اس کی نماز بہر حال فاسد ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

اسی بحث میں ہے فقہاء فرماتے ہیں:

غیر المغضوب بالظاء والظالین بالذال او بالضاد قال بعضهم لا تفسد هم ابو القاسم الصغار ومحمد بن سلمة وكثير من المشائخ افتوا به لعموم	غیر المغضوب کو ظاء سے پڑھنا یا ظالین کو ضاد سے پڑھنا۔ بعض نے کہا کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور وہ ابو القاسم صغار اور محمد بن سلمہ ہیں اور بہت سے مشائخ نے اس پر عموم بلوی کی وجہ سے فتویٰ دیا کہ کیونکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

البلوی فان العوام لایعرفون مخارج الحروف وقال امام ابو المحسن والقاضی الامام ابو العاصم ان تعمد ذلک تفسد ان جری علی لسانہ اولم یکن ممن یمیز بین الحرفین لاتفسد۔ (خزانۃ المفتی)

عوام مخارج حروف کو نہیں جانتے اور امام المحسن اور قاضی امام ابو العاصم نے کہا کہ جس نے جان بوجھ کر ایسے پڑھا۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر اس کی زبان پر بلا قصد جاری ہوا یا وہ ان دو حرفوں کے درمیان تمیز نہ کر سکتا تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

خزانۃ الاکمل کی اسی بحث میں ہے:

اذا قرء مکان الظاء ضادا او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن ان یقال ان تعمد ذلک تبطل صلاتہ عالما کان او جاھلا اما لو کان مخطئا اراد الصواب فجری ھکذا علی لسانہ او لم یکن ممن یمیز بین الحرفین فظن انہ ادی الکلمۃ کما ھی فھی غلط جاءت بہ الصلوٰۃ۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۴۱، ردالمحتار ج ۱ ص ۴۴۴)

جب ظاء کی جگہ ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا پس قاضی محسن نے کہا۔ بہترین قول یہ ہے کہ اگر اس نے قصداً ایسا کیا ہے۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ خواہ عالم ہو یا جاہل اور اگر صحیح حرف ادا کرنے کی کوشش میں غلط حرف زبان پر آگیا یا وہ دو حرفوں میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ تو وہ لفظ تو اس نے بہر حال غلط ہی پڑھا۔ لیکن نماز ہو جائے گی۔

ان عبارات سے یہ امر خوب واضح ہو گیا ہے کہ ضاد کی جگہ ظاء پڑھنا بہر کیف غلط ہے۔ اگر یہ غلطی دیدہ دانستہ کی گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر بے علمی اور عدم تمیز کی بناء پر یہ غلطی ہوئی تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور جن عبارتوں کو سرفراز صاحب ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کے جواز پر لائے ہیں۔ ان کا اس کے سوا اور کوئی محمل نہیں ہے۔ اور سرفراز صاحب نے جس طرح ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ وہ قرآن میں تحریف کرنے کی ایک انتہائی مذموم حرکت ہے اور اسرائیلی کوشش ہے۔ غیر قرآن کو قرآن قرار دینے کا ایک کلیسائی حربہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ اور ہم مطور سابقہ میں محیط برہانی کے حوالہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اس طرح ضاد کی جگہ ظاء پڑھنا کفر خالص ہے۔ اور ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا کا مصداق ہے۔

ضاد کو عمداً ظاء پڑھنا کفر ہے

محیط برہانی کا حوالہ شرح فقہ اکبر سے نقل کرنے کے بعد اب ہم اس موضوع پر صاحب جامع الفصولین کی عبارت پیش کرتے ہیں۔

یقراء الظاء مکان الضاد ویقرء کیف شاء واصحاب الجنۃ مکان اصحاب النار لم تجز امامتہ و لو تعمد کفر۔	جو آدمی ضاد کی جگہ ظاء پڑھے اور اصحاب الجنہ کی جگہ اصحاب النار پڑھے۔ اس کی امامت تو بہر حال جائز نہیں (خواہ عمداً پڑھے یا سہواً) اگر عمداً پڑھتا ہے تو کافر ہو گیا۔

(جامع الفصولین ج ۲ ص ۳۱۶)

اب ذرا سرفراز صاحب منظر قیامت کو سامنے رکھ کے اور خوف آخرت کو دل میں جگہ دے کر غور کریں کہ مسئلہ تو امام اور مقتدی دونوں کے لئے یکساں ہے پھر صاحب جامع الفصولین نے امام کا مسئلہ بالخصوص کیوں ذکر کیا۔ صدر الافاضل پر سرفراز صاحب نے اس اعتراض کی بناء قائم کر کے جو طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کی ہے۔ اور منہ پھٹ ہونے کی وجہ سے جو منہ میں آیا کہتے چلے گئے ہیں۔ کیا اس تمام یاوہ گوئی کا رجوع صاحب جامع الفصولین کی طرف نہیں ہوتا۔ یہ کیسا ظلم اور صریح بے انصافی ہے کہ اگر صاحب جامع الفصولین صرف امام کا مسئلہ بیان کریں۔ تو آپ کے صبر و اطمینان میں کوئی فرق نہ آئے اور وہی بات صدر الافاضل نے فرمائی تو آپ اس طرح چیخ اٹھے۔ جیسے قصر دیوبند میں زلزلہ آگیا ہو۔

حرفِ ضاد کی تخصیص کا جواب

رہا گکھڑوی صاحب کا یہ اعتراض کہ فقہاء کرام کا یہ ضابطہ تو تمام حروف کو شامل ہے۔ پھر ضاد اور ظاء کا مسئلہ ہی کیوں بیان کیا۔ جواب یہ ہے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اوّل تو خصوصیت مقام قرینہ ہے۔ کیونکہ ولا الضالین میں ضاد کا ذکر ہے۔ اور ضاد کے ظاء سے تبدیل ہونے کا شائبہ تھا۔ اس لئے اس کے مسئلہ کو بیان کر دیا۔

ثانیاً یہ کہ چونکہ دیوبند کے اہلِ حق نے قرآن میں تحریف کرنے کے لئے حرفِ ضاد کو خاص کر لیا ہے۔ اس لئے صدر الافاضل رحمہ اللہ نے بھی بالخصوص ضاد کے مسئلہ کو بیان کر دیا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ امام نے جواز مسح خفین کے اعتقاد کو اہلِ سنت کی علامت قرار دیا ہے۔ حالانکہ دوسری سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن چونکہ مبتدعین شدت کے ساتھ موزوں پر مسح کا انکار کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے جواز مسح کو اہلِ سنت کی علامت قرار دیا۔ نہ کہ باقی سنن کے عمل پر جواز کو حالانکہ ان کا بھی یہی حکم ہے۔

ملّا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں:

سئل ابو حنیفة رحمه الله عليه عن مذهب اهل السنّت والجماعت فقال ان تفضل الشيخين اى ابابكر وعمر رضى الله عنهما وتحب الختنين اى عثمان وعليّا رضى الله عنهما وترى المسح على الخفين وتصلّى خلف كلّ برّ وفاجر۔	امام ابو حنیفہ سے مذہب اہل سنت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ شیخین یعنے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو فضیلت دو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو دامادوں یعنی عثمان اور علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرو۔ اور موزوں پر مسح کے جواز کا اعتقاد رکھو اور ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو۔

(شرح فقہ اکبر ص ۷۶)

اگر آپ کو ضاد کی خصوصیت سے شکوہ ہے۔ تو قرآن کریم کے اس خاص حرف میں تحریف کرنا چھوڑ دیجئے۔ ہم بھی آپ کا پیچھا چھوڑ دیں گے۔

امامت کی تخصیص کا جواب

باقی رہا یہ کہ مسئلہ امام و مقتدی سب کے لئے یکساں ہے۔ تو امام کی تخصیص کیوں کی گئی ہے۔ جواب یہ ہے کہ جب یکساں ہے۔ تو خواہ امام کے بارے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں بتایا جائے یا مقتدی کے بارے میں کیا فرق پڑتا ہے۔ بلکہ مقتدی کی نسبت امام کے لئے مسئلہ بیان کرنا زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ کیونکہ مقتدی کی نماز فاسد ہونے سے ایک کی نماز فاسد ہوگی اور امام کی نماز کے فساد سے تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں امام کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ امام کو عالم اور قاری ہونا چاہیئے۔ بخلاف عوام کے کیونکہ اقتدار کے لئے تجوید و قرأت کا جاننا ضروری نہیں ہے۔ بات تو بالکل سیدھی اور صاف تھی۔ ناراضگی کی وجہ نہ تھی۔ مگر شاید آپ کو اپنی امامت کا خطرہ پڑ گیا تھا۔ کہ اگر لوگ اس حقیقت پر مطلع ہو گئے کہ ضاد کو ظاء پڑھنے والے کی امامت صحیح نہیں۔ تو پھر آپ کی امامت جاتی رہے گی۔ اور روٹیوں کے لالے پڑ جائیں گے۔ کاش آپ نے دنیاوی چند روزہ روزگار کے بجائے متاع آخرت کو ترجیح دی ہوتی۔ خدا کے خوف کو دل میں جگہ دے کر ضاد کو ضاد ہی پڑھا ہوتا۔ انا لہٗ لحافظون کی لاج رکھی ہوتی۔ چند سنہری سکوں کے عوض قرآن کو نہ بدلا ہوتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مروّجہ ایصالِ ثواب

ومما رزقنٰھم ینفقون کے تحت صدرالافاضل رحمہ اللہ نے فرمایا۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے یا زکوٰۃ مراد ہے، جیسے دوسری جگہ فرمایا یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ یا مطلق انفاق خواہ فرض وواجب ہو۔ جیسے زکوٰۃ ونذر اپنا اور اپنے اہل کا نفقہ وغیرہ خواہ مستحب جیسے صدقاتِ نافلہ۔ اموات کا ایصالِ ثواب مسئلہ گیارہویں۔ فاتحہ۔ تیجہ۔ چالیسواں وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔ کہ وہ سب صدقاتِ نافلہ ہیں اور قرآنِ پاک وکلمہ شریف کا پڑھنا نیکی کے ساتھ اور نیکی ملا کر اجر وثواب بڑھ جاتا ہے۔

سرفراز صاحب نے صدرالافاضل رحمہ اللہ کی اس محققانہ تفسیر پر تنقید کرنے کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ صہیونی چابکدستی سے اس عبارت میں قطع برید کی جائے۔ چنانچہ مسئلہ گیارہویں سے پہلے مذکور تمام عبارت مقراضِ گکھڑ کی نذر ہوگئی۔ اور اس مذموم جسارت سے سرفراز صاحب کا مدعا یہ ہے کہ عوام کو یہ سمجھایا جاسکے کہ اہل سنت کے نزدیک مما رزقنٰھم ینفقون کی تفسیر مسئلہ گیارہویں اور اس کے لواحقات کے سوا کچھ نہیں۔

تقرب لغیر اللہ کی بحث

سرفراز صاحب رقمطراز ہیں:

"گیارہویں کے بارے میں عوام الناس کے مختلف نظریات ہیں بعض جہلاء کا تو یہاں تک خیال ہے کہ اگر بڑے پیر صاحب کے نام پر مقررہ تاریخ پر گیارہویں نہ دی گئی تو جانی اور مالی طور پر ناقابلِ برداشت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ گھر میں بیماری پڑ جائے گی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کھیتی، تجارت اور کاروبار میں خسارہ ہوگا۔ اگر گیارہویں کا دودھ نہ دیا گیا تو دودھ دینے والے جانوروں کے تھنوں میں کیڑے پڑ جائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر بروقت گیارہویں ادا کر دی گئی تو سب کام ٹھیک ٹھاک رہیں گے۔ اور جان و مال اور کاروبار میں گونا گوں برکت ہو جائے گی۔ ظاہر امر ہے کہ غیر اللہ سے خوف و رجا اور امید و بیم کے اسی نظریہ کو تقرب لغیر اللہ کہا جاتا ہے۔ جس کے حرام اور شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔" (تنقید متین ص ۴۷)

ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس کوئی تحریری یا تقریری شہادت موجود ہے۔ جس کی بنا پر آپ نے بعض جہلاء کا یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے اور اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو اب تین ہی صورتیں ہیں۔ یا تو آپ نے خلاف واقعہ ایک عقیدہ وضع کر کے اسے جعلی طور پر جہلاء کی طرف منسوب کیا۔ یا آپ نے خلافِ نصوصِ شرعیہ سادہ لوح عوام کے حق میں یہ بدگمانی کی ہے یا پھر آپ خود کو علیمٌ بذات الصدور سمجھتے ہیں۔ اور یہ دعویٰ فاسدہ رکھتے ہیں کہ آپ لوگوں کے دلوں میں جھانک کر ان کے عقائد معلوم کر لیتے ہیں۔ آخر ہمیں بھی تو سمجھائیں کہ بغیر کسی سند اور دلیل کے اور بغیر کسی شہادت کے آپ نے کیسے بعض لوگوں کے عقیدہ پر اطلاع حاصل کر لی۔

ثانیاً ہم پوچھتے ہیں کہ مطلقاً کسی سے نفع و ضرر پہنچنے کا عقیدہ رکھنا اور اس سے تقرب حاصل کرنا شرک ہے۔ یا اس عقیدہ کو بطور عبادت رکھنا شرک ہے۔

پہلی صورت میں لازم آئے گا کہ زہر میں ضرر اور تریاق میں نفع سمجھنا اور آپ کا اصنام دیوبند سے تقرب حاصل کرنا یہ سب شرک ہو۔ اور دوسری صورت میں یعنی اگر کسی کو بحیثیت عبادت نفع اور نقصان پہنچانے والا اعتقاد کرنا اور تقرب بطور عبادت شرک ہو تو پھر آپ کا مدعا باطل ہو گیا۔ کیونکہ اس کا تو آپ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کہ جہلاء بڑے پیر صاحب کی عبادت نہیں کرتے نہ انہیں معبود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سمجھتے ہیں، ذرا خدا کے خوف کو دل میں جگہ دے کر ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ علائی لکھتے ہیں:

انا لا نسیٔ الظن بالمسلم انّما یتقرب الی الادمی بھذا النحر۔ (در المختار ص ۲۳۰)

ہم کسی مسلمان کے حق میں ہرگز یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس فعلِ ذبح کے ذریعہ کسی آدمی کا تقرب حاصل کرتا ہے۔

اس کے تحت علامہ شامی فرماتے ہیں:

ای علی وجہ العبادت لا نّہ المکفر وھذا یعید من حال المسلم۔ (ردالمختار ج ۵ ص ۲۰۳)

یعنی شارح کی مراد تقرب سے۔ تقرب بطور عبادت ہے اس لئے کہ تقرب بطور عبادت ہی موجب شرک ہے اور ایسا تقرب مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔

دیدۂ عبرت کے لئے یہ سند کافی ہے کہ شرک کا مدار کسی کو معبود سمجھنے پر ہے آپ اگر واقعی مسلمانوں کو مشرک بنانے پر تلے ہوئے ہیں تو پھر یہ ثابت کیجئے کہ جہلاء بڑے پیر کو معبود سمجھ کر پوجتے ہیں۔

آیئے اب ہم آپ کو بتائیں کہ اپنے پیروں بلکہ مولویوں کو بھی معبود سمجھ کر کون پوجتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے محمود حسن صاحب رشید احمد گنگوہی کی موت پر مرثیہ خوانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

تمہاری تربتِ انور کو دیکر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی میری دیکھی بھی نادانی

(مرثیہ گنگوہی ص ۱۲)

اب آپ خود خیال کیجئے کہ طور پر کس ذات نے تجلی فرمائی تھی اور موسیٰ علیہ السلام نے کس ذات کے دیکھنے کے لئے بار بار ارنی فرمایا تھا۔ اور محمود حسن صاحب کس کی قبر کو طور اور کس کے دیکھنے کو ارنی کہہ رہے ہیں اور یہ آپ کی طرح یوں ہی بے سند بات نہیں ہے۔ دیوبند بھارت اور پاکستان کے بے شمار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دیوبندی پریسوں کے مطبوعہ مرثیہ میں یہ شعر موجود ہے۔

نذر پوری نہ ہونے پر ضرر کے ترتب کا عقیدہ آپ نے عوام اہلِ سنت یا جہلاء کی طرف بلا شہادت منسوب کر دیا۔ اس پر کوئی حوالہ یا سند لانے سے آپ عاجز رہے۔ لیکن ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ کہ یہ عقیدہ خود آپ کے سلوف میں موجود ہے۔ اور اس پر شہادت پیش کریں گے۔ وہ شاہ ولی اللہ جنہیں امتِ دیوبند اپنا واحد سہارا سمجھتی ہے۔ اپنے والد شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کی کرامات کے باب میں ذکر فرماتے ہیں۔

حضرت ایشاں میفرمودند فرہاد بیگ را مشکلے پیش آمد نذر کرد بارِ خدایا اگر ایں مشکل برآمد ایں قدر مبلغ حضرت ایشاں ہدیہ برم آن مشکل مندفع شود۔ وآں نذر از خاطر او رفت بعد چندے اسپ او بیمار شد و نزدیک ہلاک رسید بر سبب ایں امر مشرف شدم بدست یکے از خادمان گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری بسبب عدم وفاءِ نذر است۔ اگر اسپ خود مے خواہی نذرے را کہ در فلاں محل التزام نمودہ بفرست دے نادم شد وآں نذر فرستاد ہماں ساعت اسپ او شفا یافت۔

(انفاس العارفین ص ۵۳)

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فرہاد بیگ کو کوئی مشکل آ پڑی۔ اس نے نذر مانی کہ اے خدا اگر یہ مشکل حل ہو گئی تو میں اس قدر ہدیہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ چنانچہ وہ مشکل حل ہو گئی اور وہ نذر پوری کرنا بھول گیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کا گھوڑا بیمار ہو گیا اور ہلاکت کی دہلیز تک آ پہنچا۔ میں اس بیماری اور ہلاکت کے سبب پر مطلع ہوا اور ایک خادم کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ یہ بیماری نذر پوری نہ کرنے کے سبب سے ہے۔ اگر گھوڑے کی خیریت چاہتا ہے تو فلاں نذر جسے فلاں جگہ مانا تھا پوری کر۔ وہ اپنے فعل پر نادم ہوا اور نذر ارسال کی اور اسی وقت اس کا گھوڑا شفایاب ہو گیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ اکبر آپ کہتے ہیں کسی کو نافع و ضار سمجھنا بھی شرک ہے۔ تقرب لغیر اللہ بھی شرک ہے۔ اور شاہ صاحب فرہاد بیگ کو اپنے تقرب اور اپنے نفع ضرر کی تلقین کر رہے ہیں۔ تو پھر آپ کے نزدیک فرہاد بیگ تو خیر مشرک ہوا ہی لیکن شاہ صاحب کا مقام آپ کے ہاں ابلیس سے کیا کم ہوگا۔ کیونکہ اہلِ فہم پر مخفی نہیں کہ لوگوں کو اپنی عبادت پر راغب کرنا شیطان لعین ہی کا کام ہے۔ عقائد جہلاء پر غیر مسلح حملہ کرنے سے پہلے ذرا اپنے گھر کی تو خبر لی ہوتی۔ اگر آپ کے دل میں انصاف کا کوئی شمہ بھی موجود ہے تو شاہ عبدالرحیم صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب سے ان سب سے بیزاری کا اظہار کریں۔ حیرت ہے کہ جو لوگ آپ کے فتویٰ کی زد میں آکر مشرک قرار پاتے ہوں۔ آپ انہیں کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں۔ اور انہی کی عبارتوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ صرف یہی ایک مقام نہیں دیوبند کے تمام عقائد و اعمال کا یہی حال ہے۔ جن امور کو وہ بیانگِ دہل کفر و شرک حرام و بدعت کہتے ہیں۔ ان تمام امور میں ان کے اکابر و اصاغر سر سے پاؤں تک غرق ہیں۔ اور وہ بھی پھر اہلِ حق ہیں۔ آخر کب تک دیوبند کے ان بتوں کی پوجا ہوگی۔

بارہ سال کا بیڑا

"سرفراز صاحب نے غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی مشہور کرامت (بارہ سال کے غرق شدہ بیڑا کو پار لگانا) کو افسانہ اور مفتی احمد یار خان صاحب رحمہ اللہ کی گپ قرار دیا ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض قائم کیا کہ ولی کامل کے بارے میں یہ کیوں کر باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ مثلاً ایک سیر دودھ یا سیر چاول کے نہ ملنے کی وجہ سے جوشِ انتقام سے لبریز ہو کر عین شادی کے موقع پر نوجوان کا بیڑا غرق کر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کر دے۔" (تنقید متین ص ۴۸)

جواباً گذارش ہے کہ اوّلاً تو آپ نے غوث اعظم شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ پر خالص افترا باندھا ہے۔ کہ انہوں نے گیارہویں وصول نہ ہونے کی بنا پر نوجوان کا مع براتیوں کے بیڑا غرق کر دیا۔ اور بارہ سال بعد گیارہویں وصول کر کے بیڑا تر ادیا۔ ہماری تحقیق کے مطابق اصل واقعہ یوں ہے کہ:

"ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم کو دریائے کے کنارے ایک مغموم بڑھیا نظر آئی۔ دریافت حال پر معلوم ہوا کہ بارہ سال ہوئے اس کا جوان سال بیٹا مع براتیوں کے غرق ہو چکا ہے۔ دینی اور اسلامی محبت سے آپ کا دل بھر آیا۔ اور آپ نے سجدہ میں سر رکھ کر دعا مانگی کہ اے اللہ اس بڑھیا کے بیٹے اور براتیوں کے غرق شدہ بیڑے کو نکال دے۔ کارساز حقیقی اور قادر مطلق نے اپنے بندۂ کامل کی دعا منظور فرمائی اور غرق شدہ بیڑے کو نکال دیا۔"

(بحوالہ سلطان الاذکار فی مناقب الابرار)

ثانیاً اس واقعہ کے محال ہونے کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ غرق شدہ بیڑے کو پار لگانا اللہ تعالےٰ کی قدرت سے باہر ہو۔ اور یہ قطعاً باطل ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ انّ اللہ علی کلّ شیٔ قدیر کیسی افسوسناک بات ہے کہ جب آپ اللہ تعالےٰ کے کذب اور زنا جیسی قباحت کو جو اللہ کے لئے محال بالذات ہے ثابت کرتے ہیں۔ تو قدرتِ الٰہیہ کا وظیفہ رٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ محال بالذات تحت قدرت نہیں ہوتا اور بارہ سال کے ڈوبے ہوئے جہاز کو نزانا جو امر ممکن اور جائز الوقوع ہے۔ اسے قدرتِ الٰہیہ سے اس قدر بعید سمجھتے ہیں۔ کہ اس کی بے سروپا تاویلیں شروع کر دیتے ہیں۔ جب کہ مردوں کو زندہ کرنا قدرتِ الٰہیہ میں صرف ممکن ہی نہیں بلکہ امر واقع ہے جیسے حضرت عزیر کے واقعہ میں سو سال بعد دراز گوش کو زندہ کرنا اور حضرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عیسٰے علیہ السلام کے متعدد واقعات میں جدید و قدیم مردوں کو زندہ کرنا ہے۔
ثالثاً اگر آپ اس واقعہ کو قدرت الٰہیہ میں جائز الوقوع مانتے ہیں۔ تو پھر اس کے محال ہونے کی ایک ہی وجہ رہ جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنے ولی کی دعا سے کوئی خلافِ عادت کام نہ ظاہر فرماتا ہو۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت مریم کے پاس بے موسم پھل آتے تھے۔ اور آصف بن برخیا کو اللہ تعالیٰ نے مسافتِ کثیرہ سے پلک جھپکنے سے پہلے تختِ بلقیس لانے پر قادر کر دیا جیسا کہ آپ کے حکیم الامت نے بھی اپنے ترجمہ میں اس واقعہ کا اسناد آصف بن برخیا کی طرف کر کے اس کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور یہ وہ امور خلاف عادت ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے سابقہ ادیان کے اولیاء پر ظاہر فرمایا۔ پھر امت محمدیہ کے اولیاء پر اور خصوصاً اس عظیم الشان ولی پر جو قدمی ھذہٖ علی رقبۃ کل ولی کی شان رکھتا ہو۔ کرامت کا دروازہ کس طرح بند ہو جائے گا۔

حدیث قدسی میں ہے:

ولئن سالنی لاعطینہٗ۔ (مشکوٰۃ ص ۹۷)

اگر میرا ولی مجھ سے سوال کرے تو میں اُسے ضرور عطا فرماؤں گا۔

تو پھر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے غوث اعظم کی دعا قبول نہ کر کے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ یا تو آپ رافضیوں کی طرح حضرت غوث اعظم کو ولی نہیں سمجھتے (العیاذ باللہ) یا خدا کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ

رابعاً ابھی انفاس العارفین سے گزر چکا ہے۔ کہ آپ کے مسلم پیر شاہ عبدالرحیم نے نذر وصول نہ ہونے پر ایک گھوڑے کا بیڑا غرق کر دیا اور نذر لے کر چھوڑی۔ گستاخی معاف یہ انتقام کس شریعت سے جائز ہو گا۔

خامساً اگر آپ ڈوبے ہوئے جہاز کے تیرانے کے انکار پر اصرار ترک نہیں کرتے تو کرامات امدادیہ کا مطالعہ کیجئے۔

اشرف علی تھانوی کے پیر کی ایسی کئی کرامتیں مل جائیں گی۔ اور اگر مردہ زندہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرنے کو آپ محال سمجھتے ہوں تو مرثیہ گنگوہی ملاحظہ کریں۔ یہ ایک اجمالی گفتگو ہے۔ تفصیل انشاء اللہ العزیز ہم آیندہ سطور میں پیش کریں گے۔ نیز بارہ سال کی ڈوبی ہوئی کشتی ترا دینے والا واقعہ بہرحال نص قطعی سے تو ثابت ہے نہیں۔ کہ اس پر ایمان لانا ضروری ہو۔ اس قسم کے واقعات خطابیات کے قبیل سے ہوتے ہیں۔ جو اگر روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہوں اور اصولِ دین سے متعارض نہ ہوں تو انہیں ظن کے درجہ میں مان لینا کافی ہوتا ہے۔ سرفراز صاحب کی اصل چونکہ اعتزال پر مبنی ہے۔ اس لئے انہوں نے غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اس کرامت کو روایۃً تو طوعاً و کرہاً تسلیم کیا۔ لیکن درایۃً تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کی یہ تاویل کی ہے کہ:

"کسی بڑھیا کا کوئی بیٹا دس بارہ سال آوارگی کے دریا میں غوطے کھاتا رہا ہوگا اور شیخ کی دعا سے ہدایت پا گیا ہوگا"۔

(تنقید متین ص ۴۴ ملخصاً)

جواب یہ ہے کہ کسی بھی واقعہ کو اس کے ظاہر سے ہٹانے کی ضرورت اُس وقت پیش آتی ہے۔ جب اس کے ظاہری محمل پر کوئی استحالہ شرعی یا عقلی لازم آتا ہو۔ اور بارہ سال بعد ڈوبے ہوئے سفینہ کو ترا دینا ایک امر خلافِ عادت ہے۔ اور اس کا صدور اولیاء اللہ سے جائز ہے۔ جیسا کہ ہم سطور گذشتہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

وکرامتہ ظہور امر خارق للعادۃ غیر مقارن لدعوی النبوۃ۔

ولی کی کرامت اس کا کسی امر خلاف عادت کو ظاہر کرنا ہے جو دعویٰ نبوت کے ساتھ مقرون نہ ہو۔

(شرح عقاید ص ۱۰۱)

اور اگر اب بھی آپ کو پس و پیش ہے تو ارواحِ ثلاثہ کا مطالعہ کیجئے۔ جو الف سے لے کر یا تک سلوف دیوبند کی من گھڑت کرامات سے بھری پڑی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔

اشرف علی تھانوی کی گپ

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

"میرے ایک دوست جو جناب بقیۃ السلف حجۃ الخلف قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ شاہ صاحب چشتی صابری تھانوی ثم المکی سلمہ اللہ تعالےٰ سے بیعت تھے۔ حج خانہ کعبہ کو تشریف لے جاتے تھے۔ بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے۔ آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی۔ اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں۔ اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا کہ اس وقت سے زیادہ اور کون سا وقت امداد کا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ سمیع و بصیر اور کارساز مطلق ہے۔ اسی وقت ان کا آگبوٹ غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی۔ ادھر تو یہ واقعہ پیش آیا۔ ادھر اگلے روز مخدوم جہاں اپنے خادم سے بولے ذرا میری کمر دباؤ۔ نہایت درد کرتی ہے۔ خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اُٹھایا جو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی ہے۔ پوچھا حضرت یہ کیا ہے۔ کمر کیوں چھلی۔ فرمایا کچھ نہیں۔ پھر پوچھا۔ آپ خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے۔ اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔ فرمایا ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا اس میں تمہارا دینی اور سلسلہ کا بھائی تھا۔ اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا۔ آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر اُٹھا لیا۔ جب آگے چلا اور بندگانِ خدا کو نجات ملی۔ اسی لئے چھل گئی ہوگی اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔"

(کرامت امدادیہ ص ۳۵)

سرفراز صاحب چونکہ کراماتِ اولیاء کو میزان اعتزال سے تولتے ہیں۔ لہٰذا اُن کی خدمت میں ہم بھی اس واقعہ پر کچھ گذارشات پیش کرتے ہیں۔

اوّلاً یہ کہ آپ کے نزدیک مافوق الاسباب امور میں غیر اللہ سے استعانت کرنا شرک ہے۔ اور اشرف علی تھانوی کے اس دوست نے امور مافوق الاسباب میں ہی استعانت کی ہے۔ اب آپ اس کو مشرک قرار دیں گے۔ یا شرک کی خودساختہ تعریف سے رجوع کریں گے۔

ثانیاً یہ کہ حاجی امداد اللہ نے جو مافوق الاسباب امر میں امداد کی ہے تو اب انہیں خدا کا شریک قرار دیں گے یا اپنی گمراہی سے تائب ہوں گے۔

ثالثاً یہ کہ اشرف علی تھانوی نے اس روایت پر اعتقاد رکھا اور اس کا بیان کیا۔ اب انہیں مبلغ شرک اور ابلیس قرار دیں گے۔ یا اپنے بیان کو ابلیسی منطق ٹھہرائیں گے۔

رابعاً یہ کہ امید و خوف میں آپ کے پیر بھائی نے حاجی صاحب کی طرف توجہ کی۔ تو اس نے حاجی صاحب کو قادرِ مطلق مانا یا نہیں۔ اگر نہیں تو غوث اعظم کی طرف اس حال میں توجہ کرنے سے ان کا قادر مطلق ماننا کس طرح لازم آئیگا۔

خامساً یہ کہ حاجی صاحب باوجود شہر سے کہیں نہ جانے کہ سمندر میں جہاز بھی کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ سمندر میں حاجی صاحب بعینہٖ موجود تھے یا جسم مثالی کے ساتھ بر تقدیر اوّل تکثر جزی لازم آئے گا۔ بر تقدیر ثانی مثل شئ ہوتی ہے۔ پس لازم آیا کہ کندھا دینے والا حاجی صاحب کا غیر ہو نہ کہ خود حاجی صاحب۔

سادساً یہ کہ جو آدمی ایسا قادر ہو کہ کوسوں میں مسافت آنِ واحد میں طے کر کے بحری جہاز سیدھا کر دیتا ہو۔ وہ اپنی کمر سے درد کو کیوں نہیں دور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرسکتا۔

سابعاً جو شخص کمر دلوانے میں اپنے مرید کا محتاج ہے۔ وہ جہاز میں بیٹھے ہوئے سینکڑوں آدمیوں کی حاجت روائی کیونکر کرسکتا ہے۔

ثامناً یہ کہ اشرف علی تھانوی کے دوست نے اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور ان کی بارگاہ میں عرض کی اور وہ اس کی امداد کو آپہنچے۔ سوال یہ ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب ہر وقت ہر جگہ اپنے مریدوں کے حال پر مطلع اور ان کا کلام سنتے رہتے ہیں یا نہیں۔ بر تقدیر ثانی یعنی جب انہیں ہر وقت ہر جگہ کے حال کا علم نہیں تو اس وقت اس جگہ کے حال کا کیسے علم ہوگیا۔ نیز اس پر کونسی عقلی اور شرعی دلیل قائم ہے۔ اور بر تقدیر اوّل یعنی جب حاجی صاحب کو ہر وقت ہر جگہ کا علم حاصل ہے تو بتلایئے کہ وہ اس صفت سے خدا کے شریک ہوئے یا نہیں۔ اگر نہیں تو حضور علیہ السلام کے لئے علمِ کلی ماننے سے کوئی شخص کیسے مشرک ہوجاتا ہے۔

تاسعاً یہ کہ خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن اُٹھایا تو کمر چھلی ہوئی تھی اور کئی جگہ سے کھال اُتر گئی تھی۔ اس میں یہ گذارش ہے کہ جب کسی جگہ سے کھال چھل جائے تو اس جگہ کو دبوایا نہیں جاتا۔ بلکہ دبوانے سے تو زخم میں ٹیس اُٹھنے لگتی ہے۔ کیا اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اشرف علی تھانوی نے انتہائی بھونڈے طریقہ سے اپنے پیر کی کرامت کو ظاہر کرنے کے لئے یہ حیلہ گھڑا ہے۔

عاشراً یہ کہ حاجی صاحب کو اپنے مرید کی بیکسی اور آہ وزاری نے بیڑا پار لگانے کی طرف متوجہ کیا۔ اور سینکڑوں بندگانِ خدا کی بیکسی پر کوئی رحم نہیں آیا۔ ورنہ یہ کہنے کی کیا وجہ تھی۔ کہ اس میں ایک تمہارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا۔ اس کی گریہ زاری نے مجھے بے چین کردیا۔ صرف سرفراز صاحب ہی نہیں بلکہ ان کے تمام حواریوں کو دعوت ہے کہ وہ اُن کے قائم کردہ اصول اور مبنی شرک کے تحت ان سوالوں کا جواب دیں۔ اس میں بہتوں کا بھلا ہوگا۔ ورنہ منصف مزاج

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سرفراز صاحب کے اصولوں کی روشنی میں اشرف علی تھانوی کی اس بیان کردہ گپ کو کوئی وقعت نہیں دیں گے۔

محمود الحسن کی گپ

محمود الحسن نے اپنے پیر مولوی رشید احمد گنگوہی کی شان میں یہ شعر کہا ہے ؎

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم
(مرثیہ گنگوہی ص ۲۲)

بہت سے چالاک دیوبندی عام ذہنوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس شعر کی یہ باطل توجیہہ کرتے ہیں کہ اس شعر میں مردہ سے مراد جاہل اور زندہ سے مراد عالم ہے۔ یعنی جاہلوں کو عالم بنایا۔ اور عالموں کو جاہل نہ بننے دیا۔ یہ توجیہہ قطعاً باطل و مردود ہے۔ اس لئے کہ اگر یہی معنی مقصود تھا۔ تو پھر خاص طور پر حضرت عیسٰے علیہ السلام سے تقابل کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ ہر نبی میں تعلیم کا وصف موجود ہوتا ہے۔ بالخصوص حضرت عیسٰے علیہ السلام سے تقابل کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ زندہ کرنے سے مراد حسی زندہ کرنا ہے جو کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا مشہور وصف تھا۔

اشرف علی کی بیان کردہ کرامت سے معلوم ہوا کہ حاجی امداد اللہ صاحب نے ڈوبتے ہوئے جہاز کو ترا دیا۔ اور محمود الحسن صاحب کے مرثیہ سے پتہ چلا کہ رشید احمد گنگوہی مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ اب میں انصاف پسند حضرات سے گذارش کروں گا۔ کہ وہ سوچیں کہ اگر غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسی مسلم صاحبِ کرامت شخصیت کے بارے میں کوئی یہ واقعہ بیان کردے کہ آپ نے بارہ سال کے ڈوبے ہوئے بیڑے کو ترا دیا۔ تو سرفراز صاحب اس کو گپ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اشرف علی تھانوی نے اپنے پیر کے بارے میں بے سروپا دعویٰ کر کے اگبوٹ کی رام کہانی سنائی۔ محمود حسن صاحب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے رشید احمد گنگوہی کے مُردے جلانے کا باطل دعویٰ کیا تو کیا یہ سب جبرئیل امین علیہ السلام کی لائی ہوئی وحی ہے۔ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جس وصف کو انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے لئے ثابت کرنا آپ کے نزدیک شرک اور ناجائز ہے۔ وہ اپنے پیروں اور مولویوں کے لئے عین توحید اور خالص ایمان کیسے ہوگیا۔ آخر کب تک آپ اپنی اس دھوپ چھاؤں کی پالیسی سے لوگوں کو فریب دیتے رہیں گے۔ آپ آخر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ لوگوں کی آنکھیں ہیں۔ دل و دماغ ہے۔ وہ جب آپ کے اقوال و اعمال کا موازنہ کریں گے۔ تو آپ کے بارے میں کیا سوچیں گے۔ جن گیسوؤں کے دامِ تزویر میں آپ نے عوام کو پھانس رکھا ہے۔ جب وہ پیچ و خم کھل جائیں گے۔ تو پھر آپ کی کیا حالت ہوگی۔

گیارہویں حرام ہونے کے دلائل کا تجزیہ

گیارہویں شریف کو حرام اور ناجائز ثابت کرنے کے لئے سرفراز صاحب نے شاہ عبدالعزیز صاحب کا ایک فتویٰ پیش کیا ہے کہ:

"ماکولات و مشروبات و دیگر اعمال را نیز از راہِ تقرب دادن حرام و شرک است" (تنقید متین ص ۴۹)

ہم گذشتہ سطور میں بیان کر چکے کہ مطلقاً تقرب وجہ شرک و حرمت نہیں ہے۔ بلکہ تقرب بطور عبادت موجب شرک و حرمت ہے۔ جس کی علامہ شامی نے تحقیق کی ہے۔ اس لئے اس فتویٰ کے پیش کرنے سے سرفراز صاحب کو کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوا۔

ثانیاً یہ کہ اسی فتاویٰ عزیزیہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب تحریر فرماتے ہیں:

فمتی کان اراقۃ الدم للتقرب الی غیر اللہ حرمت الذبیحۃ ومتی

اور جب خون بہانا غیر اللہ سے قرب کے لئے ہو تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور جب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

كان ارادة الدم لله والتقرب الى الغير بالاكل والانتفاع حلت الذبيحة ۔

خون بہانا اللہ تعالےٰ کے لئے ہو اور تقرب الی الغیر کھانے کے ساتھ یا اس سے نفع حاصل کرنے کے لئے ہو تو ذبیحہ حلال ہو جائے گا۔

(فتاویٰ عزیزی ج ا ص ۴۷)

دیکھئے اس عبارت میں شاہ صاحب نے حرمت کا مدار مطلقاً تقرب الی الغیر پر نہیں رکھا۔ ورنہ نفع حاصل کرنے کے لئے بھی تقرب الی الغیر حرام ہوتا۔ حالانکہ اس کو شاہ صاحب نے حلال قرار دیا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے نزدیک جو تقرب للغیر حرام ہے۔ وہ تقرب بطور عبادت کے سوا اور کچھ نہیں۔ مذکورہ بالا قواعد پر تفریع بٹھاتے ہوئے اسی صفحہ پر شاہ صاحب فرماتے ہیں:

وعلى هذا قلنا لو اشترى لحما من السوق او ذبح بقرة او شاة لاجل ان يطبخ مرقا وطعاما ليطعم الفقراء ويجعل ثوابها الروح فلان حلت بلا شبهة ۔

کسی شخص نے بازار سے گوشت خریدا یا گائے ذبح کی یا بکری تاکہ اس کا کھانا تیار کرے اور فقراء کو کھلا کر اس کا ثواب کسی روح کو پہنچا دے تو یہ بلاشبہ جائز ہے۔

(فتاویٰ عزیزیہ ج ا ص ۴۷)

علاوہ ازیں اس باب میں شاہ صاحب کی جملہ عبارات کی مزید توضیح ہم اس کتاب کے چھٹے باب میں پیش کر رہے ہیں۔ جس کے سامنے آجانے کے بعد انشاء اللہ العزیز مخالفین پر ظاہر ہو جائے گا کہ شاہ صاحب کی عبارتوں میں دیوبندیوں کے مذموم مسلک کے ثبوت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

گیارہویں کے ایصال ثواب پر سرفراز صاحب کا دوسرا سوال یہ ہے کہ:

بلاشبہ نفس ایصال ثواب صحیح ہے۔ اس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ مالی قسم کے صدقہ میں جملہ ائمہ فتویٰ متفق ہیں۔ لیکن یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بات سمجھ سے بالاتر ہے۔ کہ ایصالِ ثواب کے لئے پوری امت میں سے صرف حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کا انتخاب کیوں کیا گیا ہے۔ کیا یہ ایصالِ ثواب کسی اور کو راس نہیں آتا۔"

(تنقید متین ص ۴۹)

اس کے بعد لکھا ہے:

"عوام الناس اپنے ماں باپ اور دیگر لواحقین کو گیارہویں ..... کی شکل میں ایصالِ ثواب کیوں نہیں کرتے۔ جن میں سے کسی کی نمازیں کسی کے روزے اور کسی کی دیگر نیکیاں چھوٹ گئی ہوں گی۔ اور اغلب ہے کہ بہت سے گناہ کئے ہوں گے۔ عجیب بات ہے کہ محتاجوں کو تو ایصالِ ثواب نہ کیا جائے گا اور جو دریا میں ڈوبے ہوئے شخص کی طرح اپنے وارثوں کے صدقات وخیرات اور دعاؤں کے منتظر رہتے ہیں۔ اور اس بزرگ کو ایصال ثواب کیا جائے جو بفضلہٖ تعالےٰ نیکیوں سے مالامال ہو۔"

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سرفراز صاحب کو امتِ مسلمہ کا بڑا درد ہے۔ اور وہ اس بات کے بے حد آرزومند ہیں کہ لوگ اپنے ماں باپ کے لئے ایصال ثواب کیا کریں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بناوٹی رونا دھونا اور مگرمچھ کے آنسو ہیں۔ کیونکہ اہل سنت کا یہ مسلک نہیں ہے کہ ایصالِ ثواب صرف گیارہویں کی شکل میں ہو اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مختص ہو۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں فرمایا مسئلہ گیارہویں۔ تیجہ۔ چالیسواں وغیرہ بھی سب مما رزقنٰھم ینفقون میں داخل ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ فاتحہ۔ تیجہ اور چالیسواں یہ سب عام لوگوں کے ماں باپ اور رشتہ داروں کے ایصالِ ثواب کے ذرائع ہیں۔ فاتحہ سے علی الاطلاق ثواب پہنچایا جاتا ہے۔ تیجہ کے ذریعے میت کو تیسرے دن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اور چہلم کے ذریعہ چالیسویں دن میت کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا یہ دعویٰ کرنا کہ:

"اہلِ سنت و جماعت نے ایصالِ ثواب کو گیارہویں میں بند کر دیا ہے"

باطل اور بے بنیاد ہے۔ اور اب ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ سرفراز صاحب کا یہ ہرگز منشا نہیں ہے کہ ایصالِ ثواب گیارہویں کے ساتھ خاص کرنے کی بجائے عام اموات کو بھی کیا جائے کیونکہ انہوں نے جس طرح گیارہویں پر بدعت کا فتویٰ لگایا ہے۔ اسی طرح سے فاتحہ تیجہ اور چہلم ان میں سے کسی کو بھی معاف نہیں کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"تیجہ اور چالیسواں وغیرہ بدعت مکروہ اور مذموم حرکتیں ہیں" (تنقید متین ص ۵۸)

پس ظاہر ہو گیا کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے ایصالِ ثواب کرنا بھی سرفراز صاحب کے نزدیک حرام ہے۔ اور عام اموات کے لئے ایصالِ ثواب کرنا بھی مکروہ و بدعت سے خالی نہیں۔ تو پھر بتلائیے۔ وہ کونسا ایصالِ ثواب ہے جسے آپ بلاشبہ جائز اور صحیح قرار دیتے ہیں اور جس پر تمام ائمہ فتوے متفق ہیں۔ ممکن ہے اس کے جواب میں سرفراز صاحب یہ کہیں کہ بغیر تعیینِ یوم کے ایصالِ ثواب کیا جائے تو جائز ہے۔ جواباً عرض ہے کہ ذرا ہمیں بھی اس طریقہ سے مطلع کر دیں۔ کہ بغیر تعیین کے کسی شئ کا کس طرح تحقق ہو جاتا ہے۔

سرفراز صاحب کا یہ کہنا بھی قطعاً باطل و مردود ہے۔ کہ ایسے بزرگ کے ایصالِ ثواب سے کیا حاصل جو نیکیوں سے مالا مال ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام سے بڑھ کر تو کجا۔ نیکیوں میں آپ کے برابر بھی کسی شخص کا ہونا محال ہے۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عن حنش قال رایت علیا یضحی بکبشین فقلت له ما هذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنه فانا اضحی عنه ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۸)

حضرت حنش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے ہوئے دیکھا میں نے پوچھا۔ اس کا کیا سبب ہے۔ تو حضرت علی نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں۔ پس میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہوں۔

اب بتلایئے سرفراز صاحب کیا نبی علیہ السلام کو معلوم نہ تھا کہ وہ نیکیوں سے مالامال ہیں۔ پھر آپ نے چن کر اپنے آپ کو قربانی کے ایصالِ ثواب کے ساتھ کیوں خاص کر لیا۔ امت کے گنہگار افراد کے لئے کیوں نہ وصیت فرمائی۔

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

مے فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم چیزے فتوح نہ شد کہ نیاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طعام پختہ شود قدرے نخود ریاں و قند سیاہ نیاز کردم شب در واقعہ دیدم کہ انواع طعام بحضور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام عرض مے دارند و درمیان آن نخود و قند نیز معروض داشتہ۔ در نہایت ابتہاج و بشاشت اقبال فرمودند و آں را طلبیدند و چیزے ازاں تناول کردند و باقی در اصحاب قسمت فرمودند۔ (انفاس العارفین ص ۴۱)

شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایام وصال میں ان کے پاس آپ کی نیاز دینے کے لئے کوئی چیز میسر نہ تھی۔ آخر کار کچھ بھنے ہوئے چنے اور گڑ پر نیاز دی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس انواع و اقسام کے طعام حاضر ہیں اور ان کے درمیان وہ گڑ اور چنے بھی رکھے ہیں۔ آپ نے کمال مسرت و التفات فرمایا۔ اور انہیں طلب فرمایا اور کچھ آپ نے تناول فرمایا۔ اور کچھ آپ نے اصحاب میں تقسیم کر دیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دیکھئے شاہ ولی اللہ صاحب کے والد نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ اب آپ یہ سوال اُن سے کیجئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ثواب سے مالا مال ہیں۔ شاہ صاحب دوسروں کو ایصالِ ثواب کیوں نہیں کرتے۔ کاش ان نادانوں کی عقل میں یہ بات آسکتی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر مقربینِ حق کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب اس لئے نہیں کیا جاتا کہ انہیں ہمارے ثواب کی احتیاج ہے اور اُنہیں ہم سے کسی فائدہ کی خواہش ہے۔ بلکہ اُنہیں ایصالِ ثواب کرنے کی خود ہمیں حاجت ہے تاکہ ان کے ساتھ رابطہ اور تعلق قائم ہو جائے۔ اور ممکن ہے میدانِ محشر میں یہی تعلق اور نسبت کام آجائے۔ اور ہم مقربینِ حق کی شفاعت سے بہرہ مند ہو جائیں۔ مقربانِ حق سے عناد رکھنے والے اور ان کی تنقیص کی فکر میں رہنے والے اللہ تعالےٰ کی یہ وعید کیوں بھول جاتے ہیں۔

من عادلی ولیًا فقد اذنتہٗ بالحرب (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۷)

جو میرے ولی سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہے میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔

سوئم سوئم کو بدعت قرار دینے کے لئے سرفراز صاحب نے فتاویٰ رضویہ سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عبارت پیش کی ہے۔ ہم وہ عبارت قارئین کی عدالت میں پیش کر دیتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"شریعت میں تو ثواب پہنچانا ہے۔ دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی یہ تعیین عرفی ہے۔ جب چاہیں کرلیں۔ انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے۔ و بدعت ہے۔"

اس پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

"حیرت اور تاسّف کی بات ہے۔ کہ جس چیز کو فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت بھی بدعت کہتے ہیں۔ وہ قرآنی حکم کی تفسیر کیسے بن سکتی ہے۔" (تنقید متین ص ۵۹)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سرفراز صاحب کو یا تو پتہ نہیں چلا۔ یا جان بوجھ کر جاہل بنے ہیں اعلیٰ حضرت تو تعیین ضروری جاننے کو بدعت قرار رہے ہیں۔ جو کہ تعیین شرعی ہے۔ اور تعیین عرفی کو جائز قرار رہے ہیں۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ گفتگو اس میں ہے کہ وجوب تعیین کے اعتقاد کے بغیر سوئم جائز ہے یا نہیں۔ اور بحمد اللہ سرفراز صاحب اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں لا سکے۔ خود اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کا اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "الحجۃ الفائحہ" چھپ چکا ہے۔ جس میں اکابر وہابیہ اور دیابنہ کی عبارتوں سے چہلم۔ سوئم اور عرس کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ سرفراز صاحب میں اگر جرأت اور ہمت تھی تو ان عبارتوں کا جواب دیتے۔ اسی طرح سرفراز صاحب نے دیگر فقہاء کرام کی عبارتوں سے مواد پیش کیا ہے کہ موت کے تیسرے دن ضیافت کرنا مکروہ ہے بیشک ضیافت کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ ضیافت خوشی کے موقع پر کی جاتی ہے اور یہ تو غم اور سوگ کا موقع ہے۔ لیکن یہ اُن کو کون سمجھائے کہ سوئم میں قل فاتحہ اور طعام کا ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ اور ایصالِ ثواب کو اصولی طور پر آپ بھی مانتے ہیں۔ کہ بلاشبہ نفس ایصالِ ثواب جائز اور صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ اور مالی قسم کے صدقات میں جملہ ائمہ فتوے متفق ہیں۔ لیکن یہ نفس ایصال ثواب اسی وقت پایا جائے گا جب کسی دن اندر ہو گا۔ یا وفات کے پہلے روز ہو گا یا دوسرے یا تیسرے روز۔ اب ہم مسئلہ ایصالِ ثواب پر ایک مختصر سی گفتگو کرتے ہیں۔

ایصالِ ثواب دلائل شرعیہ کی روشنی میں

اہل سنّت کے نزدیک ایصالِ ثواب جائز ہے۔

اور معتزلہ چونکہ حیات الاموات کے منکر ہیں۔ اس لئے وہ ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مسئلہ کو متکلمین نے کتبِ عقائد میں ذکر کیا ہے۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وفی دعاء الاحیاء للاموات و صدقتھم ای صدقۃ الاحیاء عنھم نفع لھم ای للاموات خلافا للمعتزلۃ۔

زندہ لوگ جو وصال شدہ حضرات کے لئے دعا مانگتے ہیں اور ان کی طرف سے صدقات کرتے ہیں اس کا وصال شدہ لوگوں کو نفع پہنچتا ہے اور معتزلہ کا اس میں خلاف ہے۔

(شرح عقائد نسفی ص ۲۵۲)

اور حدیث شریف میں ہے:

عن سعد بن عبادۃ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد۔

سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ سعد کی ماں کا انتقال ہوگیا۔ پس کونسا صدقہ بہتر ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی۔ پس سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھودا اور فرمایا کہ یہ سعد کی ماں کا کنواں ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۶۹)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مسئلہ ایصالِ ثواب کی تحقیق میں فرماتے ہیں:

و مذہب اہلِ حق کہ اہل سنت و جماعت اند ایں ست و در عباداتِ بدنیہ اختلاف دارند مثل نماز و تلاوتِ قرآن و مختار وصول ثواب است و امام عبداللہ یافعی در روضۃ الریاحین مے گوید کہ شیخ اجل اکرم عز الدین عبدالسلام را بعد از وفات او در خواب دیدند کہ گفت ما در دنیا حکم میکردیم بعدم وصول ثواب تلاوت قرآن و

مذہب حق جو کہ اہلِ سنت و جماعت ہے یہی ہے کہ مالی عبادات کا ثواب پہنچتا ہے اور عبادات بدنیہ میں اختلاف ہے مثل نماز اور تلاوت قرآن کے اور مختار یہ ہے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے اور امام عبداللہ یافعی روضۃ الریاحین میں فرماتے ہیں کہ شیخ عزالدین کو کسی نے خواب میں دیکھا وہ فرماتے تھے کہ میں دنیا میں کہتا تھا کہ تلاوت قرآن کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دریں عالم برخلاف آن یافتیم۔
(اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۶۹)

کا ثواب نہیں پہنچتا اور اب اس کے خلاف پاتا ہوں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نزد علماء حنفیہ ثواب عبادت بدنی ومالی بہ میت مے رسد۔ چنانچہ در ہدایہ مرقوم است۔

علماء حنفیہ کے نزدیک عبادت مالی اور بدنی دونوں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے جیسا کہ ہدایہ میں مرقوم ہے۔

ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ او صوما او صدقۃ او غیرھا عند اھل السنت والجماعت وفی شرح الصدور للسیوطی۔

بے شک اہل سنت کے نزدیک انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو پہنچا دے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اس کے سوا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ:

اخرج الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من اھل میت یموت منھم میت فیتصدقون عنہ بعد موتہ الا اھالہ جبرائیل علیٰ طبق من نور ثم یقف علیٰ شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر العمیق ھذہ ھدیۃ اھداھا الیک فاقبلھا فتدخل علیہ فیفرح بھا ویستبشر ویحزن جیرانہ الدین

طبرانی نے اوسط میں اپنی سند کے ساتھ حدیث ذکر کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے کسی گھر کا کوئی شخص نہیں مرتا پھر اس کے گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کریں۔ مگر اس صدقہ کو جبریل ایک نورانی طبق میں رکھتا ہے پھر بر لب قبر کھڑا ہو کر کہتا ہے اے صاحب قبر عمیق یہ ہے ہدیہ۔ جسے تیرے اہل خانہ نے پیش کیا ہے اس کو قبول کر لے۔ پس وہ ہدیہ اس میت پر پیش ہوتا۔ پس وہ متوفی اس سے مسرور ہوتا ہے اور اس کے وہ ہمسائے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لا یھدی الیھم وایضا فیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یرفع الدرجۃ للعبد الصالح فی الجنۃ فیقول یارب انی لی ھذہ فیقول باستغفار ولدک۔

(مسائل اربعین ص ۳۳)

غمگین ہوتے ہیں جن کی طرف کسی نے ہدیہ نہیں بھیجا اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالےٰ عبد صالح کا درجہ جنت میں بلند فرماتا ہے پس وہ بندہ کہتا ہے کہ اے رب یہ مرتبہ کہاں سے ظاہر ہوا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تیری اولاد کی دعاء کی وجہ سے۔

ایصالِ ثواب میں تعیین کی توضیح

گذشتہ سطور میں ہم نفس ایصالِ ثواب کا شرعی ثبوت فراہم کر چکے ہیں۔ جس کا اقرار بظاہر سرفراز صاحب نے بھی کیا ہے۔ اب اختلاف اس بات میں رہ گیا کہ سوئم گیارہویں اور عرس وغیرہ کی معین تاریخوں میں بھی ایصالِ ثواب جائز ہے یا نہیں۔ پس ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ بلا شبہ جائز ہے۔ کیونکہ دلائل شرعیہ سے ایصال ثواب کے حکم کلی کا جواز ثابت ہے۔ اور ایسا عوجی کے طالب علم سے بھی یہ امر مخفی نہیں ہے۔ کہ کلی اپنے افراد کے ضمن میں پائی جاتی پس سوئم۔ چہلم۔ عرس اور گیارہویں وغیرہ ایصالِ ثواب کے افراد ہیں۔ اور جس طرح کلی بغیر افراد کے پایا جانا باطل ہے اسی طرح نفس ایصالِ ثواب کا بغیر کسی معین دن کے پایا جانا باطل ہے۔

سرفراز صاحب نے اعلیٰ حضرت اور دوسرے فقہائے کرام کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ تعیین بدعت ہے۔ گذارش ہے کہ مطلق تعیین بدعت نہیں ہے بلکہ تعیین شرعی بدعت ہے۔ یعنی کوئی شخص یوں اعتقاد کرے کہ اگر گیارہ تاریخ کو ایصالِ ثواب کیا گیا تو صحیح ہے۔ اور اگر بارہ تاریخ کو کیا گیا تو حرام ہے۔ اور ان تاریخوں میں ایصالِ ثواب کو فرض یا واجب سمجھے تو یقیناً تعیین بدعت سیئہ اور باطل محض ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور اگر آپ کو ہماری اس تحقیق کے ماننے میں تامل ہو لیجئے ہم آپ کے پیر روشن ضمیر کی زبان سے کہلوائے دیتے ہیں۔ دیکھئے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نفس ایصالِ ثواب ارواحِ اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا فرض و واجب اعتقاد کرے تو ممنوع ہے۔ اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقلید ہیئت گذائیہ ہے۔ تو کچھ حرج نہیں۔ جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورۂ خاص معین کرنے کو فقہاء و محققین نے جائز رکھا ہے۔"

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۸)

اہلِ سنت ان عرفی تاریخوں کو فرض یا واجب اور ان کے علاوہ دوسری تاریخوں کو حرام نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی ایصالِ ثواب کو نہ صرف جائز سمجھتے ہیں بلکہ اس پر بھی عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ سرفراز صاحب کو بھی طوعاً و کرہاً اس کا اقرار کرنا پڑا۔ لکھتے ہیں:

"اب کچھ ہوشیار قسم کے لوگوں اور بطن پروروں نے یہ حیلہ شروع کر دیا۔ کہ کسی جگہ تو گیارہویں تاریخ کو یہ دن منا لیتے ہیں۔ اور کسی دوسری جگہ بارہویں تیرہویں کو۔" (تنقید متین ص ۵۰)

گیارہویں کو حرام کہنا بدعت ہے

اس عبارت سے بہرحال یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے نزدیک عرفی تاریخوں میں ایصالِ ثواب کرنا واجب اور ان کے غیر میں ایصالِ ثواب حرام نہیں ہے اور ہم اطلاق شرعی کو اس کے اطلاق پر رکھتے ہیں۔ آپ اور آپ کی پوری جماعت خدا اور رسول کے سامنے یقیناً جواب دہ ہوگی کہ آپ نے ان معین تاریخوں میں ایصالِ ثواب کو حرام قرار دے شرعی اطلاق کو باطل کر دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ہر دن ایصالِ ثواب جائز ہے۔ لیکن آپ اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آپ کی جماعت نے سوئم۔ ہفتم۔ چہلم۔ گیارہویں اور عرس کے ایام میں ایصالِ ثواب کو حرام کر کے رسول اللہ کی تغلیط کی ہے عافانا اللہ تعالیٰ من ذالک۔

نیز جب آپ نے تیجا۔ ساتواں۔ دسواں۔ گیارہویں۔ بارہویں۔ چہلم۔ عرس کی معین تاریخوں میں ایصالِ ثواب کو حرام قرار دیا۔ اور باقی ایام میں ایصالِ ثواب جائز رکھا۔ تو پھر باقی ایام ایصالِ ثواب کے لئے آپ نے معین کر دیئے۔ سال کے تین سو پینسٹھ دنوں میں سے اگر ہم پر سات دنوں کی تعیین کا اعتراض تھا تو آپ پر تو تین سو اٹھاون دنوں کی تعیین کا سوال ہے۔ اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ان سات دنوں کو آپ نے ایصالِ ثواب کی تحریم کے لئے معین کر لیا اور یہ کوئی تعیین عرفی نہیں۔ جس سے آپ کی جان چھوٹ جائے۔ بلکہ تعیین شرعی ہے۔ کیونکہ آپ کہتے ہیں کہ ان معین دنوں میں ایصالِ ثواب کرنا شرعاً حرام ہے۔ بتلایئے اس شرعی حرمت اور تعیین شرعی پر آپ کے پاس کون سی صحیح اور صریح دلیل ہے۔ بیشک تعیین بدعت ہے۔ آپ نے سال کے تین سو پینسٹھ دنوں میں سے تین سو اٹھاون دنوں کو ایصالِ ثواب کے جواز کے لئے معین کر لیا۔ اور سات دنوں کو حرمت کے لئے معین کر لیا۔ اور یہ تعیین بہرحال تعیین شرعی ہے۔ اور تعیین شرعی کے بدعت ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ سرفراز صاحب ذرا ہوش میں آکر جواب دیجئے کہ تعیین شرعی اہلسنّت بریلویوں کی بدعت ہے یا وہابی دیوبندیوں کی۔

تعیین عرفی

گذشتہ سطور میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ سوئم۔ چہلم اور عرس وغیرہ ایصالِ ثواب کے حکم کلی کے افراد ہیں اور ان تاریخوں کی تعیین شرعی نہیں عرفی ہے۔ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اور یہ حکم مطلق ہے۔ ظہر کی نماز اپنے پورے وقت میں سے جس وقت بھی پڑھ لی جائے ادا ہو جائے گی۔ لیکن اس کے باوجود مساجد میں ادائیگی کا وقت معین کر دیا جاتا ہے۔ کہیں ظہر ڈیڑھ بجے ہوتی ہے اور کہیں دو بجے اور کہیں دو بجے اور کہیں ڈھائی بجے۔ لیکن یہ تعیین عرفی ہوتی ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ ان معین اوقات کے علاوہ اگر پہلے یا بعد نماز ادا کی گئی تو نماز ناجائز ہوگی۔ اسی طرح سوئم۔ چہلم وغیرہ کا معاملہ ہے ان ایام کی تعیین عرفی ہے۔ اور ان ایام کے پہلے یا بعد بھی ایصالِ ثواب جائز ہے۔

تعیین عرفی کی ترجیح

اگرچہ ایصالِ ثواب کرنا ہر دن جائز ہے لیکن چونکہ لوگوں میں تیسرے چالیسویں اور سالانہ عرس کی رسم پڑ چکی ہے اس لئے اموات کو ان ایام میں اپنے اقربار کے ایصالِ ثواب کا انتظار رہتا ہے اس لئے ان ایام میں ایصالِ ثواب کرنا باقی ایام کی نسبت راجح قرار پائے گا دیکھئے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ متوفی ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں:

ومدد زندگان بمردگان دریں حالت	عالم برزخ میں زندوں کی مدد اموات
زود تر میرسد و مردگان منتظر لحوق مدد	کو بہت جلد پہنچتی ہے اور اموات کو
ازیں طرف مے باشند چناں گماں	زندوں کی مدد کا انتظار رہتا ہے اور
مے برند کہ ہنوز زندہ ایم الی ان قال و	وہ یوں سمجھتے ہیں کہ وہ ابھی زندہ ہیں اور
صدقات وادعیہ فاتحہ دریں وقت	صدقات فاتحہ دعائیں اس وقت بہت
بسیار کار آدمی آید وازیں جا است	کام آتی ہیں۔ اسی وجہ سے لوگ ایک
کہ طوائف بنی آدم تا یکسال وعلی الخصوص	سال تک اور بالخصوص چالیس دن
تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد	تک اسی قسم کی مدد کرتے رہتے ہیں۔
کوشش تمام مے نمایند۔	(تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۱۱۲)

شاہ عبدالعزیز کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تعیین عرفی کی ترجیح پر مبتدعین دیوبند کے مسلم شیخ حاجی امداد اللہ کا کلام بھی ہدیہ ناظرین کیا جائے تاکہ شریعت وطریقت ہر دو طریق سے عرفی تعیین کا رجحان واضح ہو جائے۔ ملاحظہ فرمایئے حاجی امداد اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"رہا تعیین تاریخ! یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو (یعنی کسی معین وقت میں اس کام کو کرنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معمول بن چکا ہو۔ سعیدی غفرلہٗ) اس وقت وہ یاد آجاتا ہے۔ اور ضرور آتا رہتا ہے اور نہیں تو سالہا سال گذر جاتے ہیں۔ کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ اسی قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں جن کی تفصیل طویل ہے محض بطور نمونہ تھوڑا سا بیان کیا گیا ہے۔ ذہین آدمی غور کر کے سمجھ سکتا ہے۔" (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۶)

کاش سرفراز صاحب بھی غور کر کے سمجھ جائیں۔ ورنہ ہم تو ان کی ذہانت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ نیز شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

ازینجاست حفظ اعراس مشائخ و مواظبت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں۔	اور اسی ضمن میں بزرگوں کی عرسوں کی حفاظت کرنا ہے اور ان کی قبروں پر ہمیشہ جاتے رہنا اور ان کے لئے فاتحہ پڑھنے کو لازم کرنا اور ان کے لئے صدقہ کرنا ہے۔

(ہمعات ص ۵۸)

اب دیکھئے ذہین آدمی سمجھ جائے گا کہ شاہ ولی اللہ جو مشائخ کے عرسوں کی حفاظت کی نصیحت فرما رہے ہیں۔ یہ حفاظت اسی صورت میں ہو سکے گی۔ جب عرس کے لئے ایک تاریخ معین ہو جائے۔ لوگ اس میں شریک ہوں۔ فاتحہ پڑھیں اور صدقات کا ایصالِ ثواب کریں۔ اور اگر تاریخ معین نہ ہوئی تو کسی کو کیا معلوم کہ عرس کب ہوا۔ کب نہ ہوا۔ پس لوگ نہ وہاں جائیں گے نہ عرس ہوگا۔

معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے نزدیک بھی عرفی تاریخوں کی تعیین راجح ہے۔ مگر یہ باریک بینی سرفراز صاحب کے بس کا روگ نہیں۔ اس لئے ہم ان کی خدمت میں شاہ رفیع الدین صاحب کا ایک فتویٰ پیش کرتے ہیں۔ جس میں صاف الفاظ میں اس ترجیح کو بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے شاہ رفیع الدین لکھتے ہیں:

در حدیث است کہ یہود عرض کردند در حضور جناب نبوت کہ حق تعالیٰ نصرت حضرت موسیٰ و غرق فرعون	حدیث میں ہے کہ یہود نے جناب نبوت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد اور غرقِ فرعون

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دریں روز کردہ است برائے شکرانہ
اور روزہ میگیریم ۔ جناب نبوت صلی اللہ
علیہ وسلم فرمودند ۔ انا احق ممن وفا
بذمتہ الی موسیٰ ۔ فصام یوم عاشورا
وامر الناس بصیامہ ونیز حضرت
بلال را وصیت فرمودند بصوم روز
دوشنبہ وفرمودند فیہ ولدت وفیہ
انزل علی وفیہ ہاجرت وفیہ اموت
بنابریں یاد کردن تاریخ وآں ماہ رسم
مردم افتاد واگرچہ فی الحقیقت یاد
داشتن آنروز فائدہ ندانست زیرا کہ
وقت تصدق ودعا ہمیشہ است لیکن
چوں مردمان ازیں چناں محافظت
ایں رسم گذشتہ اندایشاں را انتظار
بر بسوئے والدین یا اقارب مے باشد
رفع انتظار ایشاں فائدہ است معتد
بہ ومعاملات مکاشفہ دریافت شد
کہ درچنیں روز اجتماع ارواحے
دوستاں در برزخ مے شود پس
امداد بدعا وختم واطعام بدعت مباح
است وجہ قبیح ندارد ۔

یوم عاشورہ میں کیا ۔ اس لیے ہم اس دن
روزہ رکھتے ہیں ۔ حضور اکرم صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم موسیٰ
علیہ السلام کا شکرانہ ادا کرنے کے زیادہ
حقدار ہیں پس آپ نے عاشورہ کا خود روزہ رکھا
اور لوگوں کو بھی حکم فرمایا اور نیز حضرت بلال کو پیر کا
روزہ رکھنے کی وصیت کی ۔ اور فرمایا کہ میں اس دن
پیدا ہوا اور اس دن میں مجھ پر قرآن
نازل ہوا اور اسی دن میں نے ہجرت کی
اور اسی دن مجھے وفات ہوگی بنابریں
تاریخ وماہ وسال کو یاد رکھنے کی لوگوں میں
رسم پڑ گئی ہے اگرچہ حقیقت میں اس دن کی کوئی
خصوصیت نہیں ہے کیونکہ صدقہ کا وقت اور دعا
ہمیشہ ہے ۔ لیکن جب لوگ ان خاص
دنوں میں ایصال ثواب کرتے ہیں تو ان کے
فوت شدہ اقارب کو ان خاص دنوں میں
وصول ثواب کا انتظار رہتا ہے اور کشف سے
ثابت ہوا ہے کہ اس قسم کے ایام میں ارواح جمع
ہوتی ہیں پس ختم دعا اور کھانا کھلانے کے
ثواب سے انکی امداد کرنا بدعت مباحہ ہے اور
اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں ہے ۔

(فتاوی شاہ رفیع الدین ص ۱۴)

بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے شاہ ولی اللہ شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین اور حاجی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

امداد اللہ کے کلام سے ثابت کر دیا ہے کہ عرفی تعیین راجح ہے اور اول الذکر تین حضرات ان لوگوں میں سے ہیں جن کی عبارات سے سرفراز صاحب نے تنقید متین میں استدلال اور استشہاد کیا ہے اور مؤخر الذکر تمام مبتدعین دیوبند کے متفق علیہ پیر اور مسلم شیخ ہیں۔ اب آپ کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ یا تو تعیین یوم کو مباح مان کر عرس، سوئم اور چہلم کو جائز مان لیجئے یا پھر ان تمام حضرات کو بدعتی اور مشرک قرار دے کر جہنم میں پہنچا دیجئے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کی تعیین یوم پر تصریح

اس مسئلہ کی توضیح مزید کے لئے شاہ عبدالعزیز کا ایک فتوی ملاحظہ فرمائیں۔

سوال۔ تعیین و تقرر یک روز بعد سالے بنا بر زیارت قبور بزرگان جائز است یا نہ

جواب۔ رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ صورت است

اوّل۔ آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر بر قبور محض بنا بر زیارت و واستغفار بروند ایں قدر از روئے روایات ثابت است و در تفسیر در منثور نقل نمودہ کہ ہر سال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر مقابر میرفتند و دعا برائے مغفرت اہل قبور مے نمودند۔ ایں قدر ثابت و مستحب است۔

سوال:۔ سال کے بعد ایک دن کو زیارت قبور کے لئے معین کر لینا جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ سال کے بعد ایک دن معین کر کے قبر پر جانے کی کئی صورتیں ہیں۔

اوّل۔ ایک یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماع کے قبر پر جائیں اور زیارت اور دعا وغیرہ کریں۔ اور یہ از روئے روایات ثابت ہے تفسیر در منثور میں نقل ہے کہ ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقابر میں اہل قبور کی دعا کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

(امام رازی کی تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۰ پر بھی اس قسم کی روایات موجود ہیں۔ سعیدی)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوم آنکہ ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران نمایند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باک نیست۔ زیرا کہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات را حاصل مے شود

دوم۔ ہیئت اجتماعیہ سے کثیر لوگ جمع ہوں اور ختم قرآن کریں۔ اور شیرینی یا طعام پر فاتحہ پڑھیں حاضرین کے درمیان تقسیم کریں۔ یہ قسم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس اور عہد خلفاء راشدین میں معمول نہ تھی لیکن اگر کوئی اس طرح کرے تو حرج نہیں کیونکہ اسمیں کوئی قباحت نہیں ہے

سوم۔ طور جمع شدن بر قبور نیست کہ مردمان یکروز معین نمودہ ولباسہائے فاخرہ و نفیس پوشیدہ مثل روز عید شادمان شدہ بر قبرہا جمع میشوند رقص و مزامیر و دیگر بدعات ممنوعہ مثل سجود برائے قبور و طواف کردن قبور مے نمایند ایں قسم حرام و ممنوع است بلکہ بعضے سجد کفر میرسند و ہمیں است محل ایں دو حدیث ولا تجعلوا قبری عیدا۔ چنانچہ در مشکوٰۃ شریف موجود است۔ و اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد ایں ہم در مشکوٰۃ است۔

سوم۔ لباس فاخرہ پہن کر عید کی طرح شاداں و فرحاں قبر پر ایک معین دن جمع ہوں۔ اور قبر پر رقص و سرود کی محفل سجائیں اور قبر پر سجدہ و طواف کریں۔ یہ قسم حرام و ممنوع ہے۔ بلکہ حد کفر تک پہنچتی ہے۔ اور یہی ان دو حدیثوں کا مطلب ہے۔ جن میں ہے میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ اے اللہ میری قبر کو پوجا کیے جانے والا بت نہ بنانا۔
یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ شریف میں بھی مذکور ہیں۔

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۲۸)

شاہ صاحب کے اس تفصیلی جواب سے ظاہر ہوا کہ عرس کے لئے دن معین کرکے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایصال ثواب کرنا۔ طعام وشیرینی پر فاتحہ پڑھنا ختم قرآن کرنا یہ سب جائز ہیں۔ اور مدار حرمت قبر کے لئے سجدہ وطواف کرنا اور رقص وسرود کا ارتکاب ہے۔ نہ کہ تعیین یوم۔ ممکن ہے سرفراز صاحب کی آنکھیں کھل گئی ہوں۔ اور اب بھی اگر ان کے سر سے بدعت کا بھوت نہ اترا ہو تو ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے۔

شاہ عبدالعزیز کے ایک معاصر نے ان پر ہر سال شاہ ولی اللہ کا عرس منانے پر اعتراض کیا۔

وعرس بزرگاں خود بر خود مثل فرض دانستہ۔ سال بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام وشیرینی در آنجا بردہ تقسیم نمود مقابر را وثنائے عبد مے کند	انہوں نے اپنے بزرگوں کے عرس کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے سال کے سال مقابر پر جاتے ہیں طعام وشرینی تقسیم کرتے ہیں اور انسانوں کی تعریف میں مشغول رہتے ہیں۔

(فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۴۵)

اب آپ اس سوال کا جواب شاہ صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

ایں طعن مبنی است بر جہل احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر فرائض شرعیہ را ہیچ کس فرض نمی داند آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشاں باندا ثواب وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء وتعیین روز عرس برائے آنست کہ آن روز مذکر انتقال ایشاں مے باشد از دار العمل بدار الثواب (فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۴۹)	یہ اعتراض ہمارے حال سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ غیر فرائض شرعیہ کو کوئی شخص بھی فرض نہیں جانتا۔ ہاں قبور صالحین کی زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنا اور ثواب سے ان کی امداد کرنا اور تلاوت قرآن ودعائے خیر کرنا اور کھانا اور شرینی تقسیم کرنا باجماع علماء امر مستحسن اور خوب ہے اور روز عرس کی تعیین اسلئے ہے کہ اسی دن انکا وصال ہوا اور یہ دن انکے وصال کی یاد دلاتا ہے۔

شاہ عبدالعزیزؒ کی اس عبارت سے کئی فوائد حاصل ہوئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اولاً شاہ عبدالعزیز ہر سال تاریخ معینہ پر اپنے والد کا عرس کیا کرتے تھے۔ علماء اہل سنت کو تو آپ ہمیشہ کوستے رہتے ہیں کہ یہ معین تاریخ پر سوئم چہلم عرس گیارہویں وغیرہ کرتے ہیں۔ اور تعیین بدعت ہے اور کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ اب اپنے مسلّم شیخ و مرشد کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ کیا انہیں بھی بدعتی قرار دے کر جہنم میں پہنچائے گا۔ اور اگر آپ کے مزعوم شیخ عرس کی تاریخ معین کرنے سے بدعتی نہیں ہوئے تو آپ اہل سنت کو کیوں تعیین یوم کی وجہ سے اہل بدعت کہتے ہیں۔ وجہ فرق بیان ہو۔ ورنہ لوگوں کو آپ کی اصل میں شبہ پڑ جائے گا۔ کیونکہ اسرائیلی نسل ہی کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ ایک کو اپنے احبار و رہبان (علماء اور پیر) کے لئے جائز قرار دیتے۔ اور اسی کام کو جب مسلمان کرتے تو اسے غلط کہا کرتے تھے۔ پھر آپ ہی بتلائے کہ ہم آپ کو کیا سمجھیں۔

ثانیاً اس عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ شاہ صاحب صالحین کے لئے ایصال ثواب کیا کرتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز کی عبارتوں پر تکیہ کرنے والے گکھڑوی کے لئے مقام عبرت ہے کہ وہ گیارہویں کو اس لئے حرام وغیرہ قرار دیتے ہیں کہ بڑے پیر تو ویسے ہی نیکیوں سے مالا مال ہیں۔ انہیں ایصالِ ثواب کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح صالحین بھی نیکیوں سے مالا مال ہوتے ہیں۔ اب شاہ صاحب سے پوچھئے۔ کہ وہ صالحین کے لئے ایصال ثواب کو کیوں جائز قرار دیتے ہیں

ثالثاً۔ اس ہیئت مخصوصہ کے ساتھ عرس کیا۔ خیر القرون میں موجود تھا۔ اگر نہیں تھا تو پھر شاہ صاحب کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو آپ کے مسلمہ حرام کو حلال کئے جا رہے ہیں۔

رابعاً۔ علماء اہل سنت کو تو آپ اپنی روایتی بدگمانی کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں کہ:۔

آڑ تو بظاہر مسئلہ کی ہے۔ مگر انتظام سب پیٹ کا ہے۔ اور عوام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الناس کو وہ آئے دن بجائے دلائل و براہین کے چاولوں و مٹھائیوں مطمئن کرتے رہتے ہیں۔ (تنقید متین ص ۵۱)

اب شاہ صاحب کے بارے میں کیا کہئے گا۔ جو فرماتے ہیں۔

"تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است"۔ (کھانے اور مٹھائی کا تقسیم کرنا بہت اچھا کام ہے)

اگر یہ مسئلہ واقعی پیٹ کے انتظام کے لئے ہے۔ تو گستاخی معاف اس کی بنیاد تو آپ کے حکمی باپ دادا نے رکھی ہے اور من سنّ فی الاسلام سنہ سیئۃ فعلیہ وزرھا و وزر من عمل بھا (جو شخص کسی برے کام کی بنیاد رکھے اس پر اپنا اور آئندہ نسلوں کے گناہوں کا بوجھ ہوگا) کے فارمولے کے تحت ان امور کا وبال آپ کے معنوی آباد کے قرطاس عمل کی رسوائی قرار پائے گا۔ اہل سنت پر تبرا کرنے سے پہلے کاش آپ نے ایک نگاہ اپنے اسلاف پر کی ہوتی۔

پیٹ کا منتظم کون ہے

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے کھانے والے منہ نہیں دیکھے۔ یا پھر مسئلہ کی آڑ میں پیٹ کا انتظام کرنے والے کاریگروں سے تجاہل عارفانہ برت رہے ہیں۔ بہر حال اب وقت آگیا ہے کہ اس راز سے پردہ اٹھا ہی دیا جائے۔ ملاحظہ فرمائیے رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:۔

سوال۔ ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں۔ ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں۔

جواب۔ درست ہے۔ رشید احمد عفی عنہ (فتاوی رشیدہ ص ۴۸۸)

ہولی اور دیوالی معین تاریخوں میں منائی جاتی ہیں۔ اور ہندوں کے مذہب میں ان کا تاریخ معینہ سے پہلے یا بعد منانا جائز نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب آپ کے نزدیک گیارھویں کا کھانا تعیین کی وجہ سے حرام ہو جاتا ہے۔ تو ہولی اور دیوالی کی پوریاں تعیین کی وجہ سے کس طرح جائز ہو جاتی ہیں نیز آپ کے قطب عالم نے سبیل حسین کے شربت کو شیعہ حضرات سے مشابہت کی وجہ سے حرام قرار دیا ہے۔ تو گزارش ہے کہ جب کوئی حلال کھانا مسلمانوں کے ایک گمراہ فرقہ کے شعار سے محض مشابہت کی وجہ سے حرام ہو جاتا ہے تو جو طعام بجائے مشابہت کے خود کفار کا شعار ہو۔ اس کا کھانا کس طرح جائز ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں آپ کے مفتی علی الاطلاق نے بغیر کسی دلیل اور شرعی شہادت کے ہندوؤں کے ہاتھ کا پکا ہوا کسی قید یا استثنار کے بغیر حلال کر دیا۔ گکھڑوی صاحب نے حق فرزندی ادا کرتے ہوئے گنگوہی صاحب کی وکالت میں لکھا کہ:۔

"فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ جو رقم کافر کے پاس ہو خواہ اس نے شراب فروخت کی ہو یا سود لیا ہو۔ اور عام اس سے کہ اس نے خنزیر فروخت کر کے رقم حاصل کی۔ یا عصمت فروشی کے بعد رقم حاصل کی۔ جب وہ رقم مسلمان کے ہاتھ میں آجائے گی اور تبدیل ملک ہو جائے گا۔ تو وہ حلال وطیب ہو جائے گی۔"

سبحان اللہ کیا کہتے ہیں اس استدلال کے، اگر آپ کو کافر کتا اور خنزیر بھی پکا کر پیش کرے۔ تو تبدیل ملک کے بعد وہ بھی آپ کے لئے حلال اور طیب ہو جائے گا۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

پتہ نہیں سرفراز صاحب نے خود مغالطہ کھایا ہے یا لوگوں کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی ہے۔ کفار کی رقم حرام کی کمائی ہی سہی لیکن بنفسہا رقم کو تو نہیں چبایا جاتا۔ بلکہ اس سے خرید کر کوئی چیز کھائی جائے گی۔ بخلاف کافر کے ہاتھ سے پکی ہوئی چیز کے کہ اس کو خود کھایا جائے گا۔ پس ان دونوں کا حکم ایک کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور ہندو لوگ جن کا عام حال یہ ہے کہ وہ گائے کے پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں۔ اس کے پینے کو سعادت جانتے ہیں۔ کتا ان کے برتنوں کو چاٹتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رہتا ہے۔ خود دن رات انواع واقسام کی نجاستوں میں ملوث رہتے ہیں۔ ان کے ہاتھ سے معین دن میں پکے ہوئے کھانے کو بلا کسی قید واستثناء کے جائز قرار دینا رشید احمد گنگوہی جیسے فقیہہ ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اب پتہ چلا کہ مسئلہ کی آڑ میں پیٹ کا انتظام کرنے والے کون لوگ ہیں اور اگر اب بھی طبیعت صاف نہ ہوئی ہو تو ایک اور حوالہ بھی پیش خدمت ہے۔ شبیر احمد صاحب عثمانی حفظ الرحمٰن صاحب کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"دیکھئے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہ تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے۔ مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گذرتا۔ اب اسی طرح اگر حکومت مجھے یا کسی شخص کو استعمال کرے مگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ اسے استعمال کیا جا رہا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ شرعاً اس میں ماخوذ نہیں ہو سکتا۔"

مکالمۃ الصدرین ص ۱۶

دیکھا آپ نے یہ ہے مسئلہ کی آڑ میں پیٹ کا انتظام۔ تھانوی اور عثمانی اپنے پیٹ کا انتظام بھی کرتے رہے اور شرعاً ماخوذ بھی نہ ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ عثمانی صاحب اپنی اور تھانوی صاحب کی برأت میں خواہ کچھ کہتے رہیں۔ لیکن سوچنے والے ضرور سوچیں گے کہ حکومت برطانیہ آخر ان مولویوں کو اس قدر رقوم کیوں مہیا کرتی تھی اور دیوبند کی چار دیواری میں ان سے وہ کونسا کام لیا جاتا تھا۔ جس کے لئے حکومت کو اتنی بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی تھی۔

امید ہے کہ آئینہ میں اس قدر واضح خدوخال دیکھنے کے بعد سرفراز صاحب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے لئے اب یہ حقیقت راز نہ رہی ہو گی۔ کہ کھانے پینے کا رسیا کون ہے اور فقہی رعائتوں سے کس نے فائدہ اٹھایا ہے۔

ضابطہ سنت بیان کرنے میں سرفراز صاحب کی فاش غلطی | گیارہویں شریف

کو خلافِ سنت اور بدعت قرار دینے کے لئے گکھڑوی صاحب نے ایک اور مذموم کوشش کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہویں دینے کا حکم فرمایا ہے۔" (تنقید متین ص ۵۲)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اگر کسی جزئیہ کے سنت ہونے کا مدار اس امر پر ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالخصوص اس جزئیہ کا حکم فرمایا ہو تو دنیا میں بے شمار جزئیات سنت ہونے سے رہ جائیں گے۔ مثلاً وعظ و تبلیغ کرنا سنت ہے۔ پس اب کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالخصوص سرفراز صاحب کو وعظ کرنے کا حکم فرمایا ہے اگر ایسا ہے۔ تو اس کی صحیح سند باحوالہ مطلوب ہے۔ ورنہ ثابت ہوا کہ گکھڑوی کا وعظ کرنا بدعت ہے، اس کے بعد سرفراز صاحب نے دوسرا سوال یہ قائم کیا ہے کہ

"ایصالِ ثواب کے لئے کیا کسی ایک شخصیت کے انتخاب کا ارشاد فرمایا ہے؟" (تنقید متین ص ۵۲)

جواباً التماس ہے کہ:۔

"دروغ گو را حافظہ نباشد"

ایک طرف تو آپ یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت سوئم و چہلم وغیرہ کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ عام افرادِ امت کے لئے ہوتے ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ایصالِ ثواب کے لئے ایک ہی شخصیت کا انتخاب کر لیا ہے۔ ارے صاحب۔ اگر آپ کے خیال میں اہل سنت صرف گیارہویں دیتے ہیں۔ تو نتیجہ۔ چالیسواں اور عرس کا نام نہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لیجئے۔ اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اہل سنت سوئم وغیرہ بھی کرتے ہیں۔ تو یہ نہ کہئے کہ سنیوں نے ایصال ثواب کو صرف بڑے پیر کے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ آپ ہی غور کریں کہ آپ کے کلام میں کس قدر تضاد پایا جاتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت پر تبرا کرتے وقت آپ کی عقل، ہوش و حواس سب ماؤف ہو گئے تھے۔ اور ہذیان کی شکل میں آپ الٹا سیدھا لکھتے چلے گئے پھر لکھتے ہیں۔

"کسی کے ایصالِ ثواب کے لئے دنوں کی تعیین کا فرمان دیا گیا ہے۔ تو اس کی صحیح سند باحوالہ مطلوب ہے اور پھر گیارہویں سنت ہے۔ ورنہ ہرگز نہیں" (تنقید متین ص ۵۲)

اس کے جواب میں گذارش ہے کہ آپ جو جمعہ میں خطبہ سے پہلے وعظ کرتے ہیں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعیین کا حکم دیا ہے۔ اگر دیا گیا ہے تو اس کی صحیح سند باحوالہ مطلوب ہے۔ تب یہ سنت ہے۔ ورنہ ہرگز نہیں۔ چلئے آپ کے جمعہ کا وعظ بھی بدعت ہو کر جہنم کی نذر ہو گیا۔ بلکہ سنیت کا جو قاعدہ آپ نے باندھا ہے۔ اس سے تو خدا کے فضل سے آپ کا ہر وہ کام جسے آپ سنت سمجھ کر کرتے ہیں۔ بدعت قرار پائے گا۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ آپ کے اصول سے یہ سنت تب ہو گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالخصوص اس کی تعیین کا حکم دیا ہو۔ ورنہ بدعت ہو گا۔ اور تعیین پر صحیح سند باحوالہ آپ لا نہیں سکتے۔ لہذا سر سے پاؤں تک بدعت آپ کا احاطہ کرے گی، اور ابتدا سے انتہا تک آپ کا ہر عمل بدعت کی زد میں آجائے گا۔ اور پھر آپ کا ٹھکانا کہاں ہو گا۔ یہ آپ سوچیں۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی۔

شاطبی کی عبارت کی وضاحت

سرفراز صاحب نے اپنی ناسمجھی اور نادانی سے تعیین کو بدعت قرار دینے پر علامہ شاطبی کی ایک عبارت پیش کی ہے ہم اسے نقل کر کے ان کی غلط فہمی دور کر دینا چاہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فالتقييد فی المطلقات التی لم یثبت بدلیل الشرع تقییدًا مما رای فی التشریع فکیف اذا عارضه الدلیل الخ۔

ان مطلق احکام میں قید لگانا کہ جنکی قید کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں اپنی رائے سے شریعت بنانا ہے خصوصا جبکہ اس کے معارض کوئی دلیل موجود ہو

(الاعتصام ج ۱ ص ۲۸۴)

علامہ شاطبی کے قول میں تقیید سے مراد وجوبی قید ہے۔ مثلاً ایصال ثواب کے لئے کوئی شخص سوئم کو اس طرح مقرر کرے کہ اگر اس دن ایصال ثواب ہوا تو جائز ہوگا اور اگر اس سے پہلے یا بعد ہوا تو ناجائز۔ اور ظاہر ہے کہ یہ شرع میں زیادتی ہے جس کا کوئی قائل نہیں۔ علامہ شاطبی کے کلام کا اس کے سوا اور کوئی صحیح محمل نہیں ہے، کیونکہ اطلاقِ شرعی کا تحقق ظاہر ہے۔ بغیر کسی فرد کے متصور ہو ہی نہیں سکتا۔ ورنہ گکھڑوی ہی ہم کو کسی اطلاقِ شرعی پر بغیر اسے کسی فرد کے ضمن میں مقید کئے عمل کر کے دکھا دیں۔ نیز اس کی مزید وضاحت شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس کلام سے ہوتی ہے جسے ہم تعیین عرس کے سلسلہ میں نقل کر چکے ہیں۔

کیا غنیۃ الطالبین غوث اعظم کی تصنیف ہے

گکھڑوی صاحب کے ناقص مطالعہ اور انتہائی بے باکی کی ایک اور بیّن مثال یہ ہے کہ انہوں نے غنیۃ الطالبین کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کی تصنیف قرار دیا۔ حالانکہ شیخ ابن حجر مکی نے فتاوی حدیثیہ میں علامہ عبدالعزیز نے نبراس میں علامہ ملتانی نے حاشیہ نبراس میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ غنیۃ الطالبین میں تصریح فرمائی ہے کہ یہ کتاب آنجناب کی تصنیف نہیں ہے۔ طوالت کے خوف سے ہم نے اصل عبارات پیش نہیں کیں۔ علاوہ ازیں غنیۃ الطالبین میں بعض حنفیہ کو فرقۂ مرجیہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس میں ایسے مسائل شامل ہیں جو جمہور اہل سنت کے معتقدات کے خلاف ہیں مثلاً اس میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کو قرار دیا گیا ہے حالانکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا کلام پڑھنا ان کی مشابہت نہیں۔ مخالفت ہے۔ ورنہ آپ کے قاعدے سے تو ذبح پر اللہ کا نام لینا طواف میں اللھم لبیک لا شریک لک کہنا یہ سب کفار کی مشابہت قرار پائے گا۔ ممکن ہے سرفراز صاحب اپنی روایتی کجروی سے یہ عذر پیش کریں کہ ذبح پر اللہ کا نام لینا اور طواف میں تلبیہ کے احکام تو منصوص ہیں۔ طعام پر کلام پڑھنے کی کونسی نص موجود ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس مخصوص طریقہ پر نص نہ سہی۔ مشرکین کی مخالفت تو ثابت ہے اس قسم کی مخالفت کی نظیر بھی پیش کی چکی ہے اور فاتحہ و طعام دونوں کے ثواب پہنچانے دلائل بھی ہم حدیث شریف سے پیش کر چکے ہیں۔ باقی رہا یہ عذر کہ دونوں کا ثواب اکٹھا کیوں پہنچایا جاتا ہے۔ الگ الگ فاتحہ اور طعام کا ثواب کیوں نہیں پہنچایا جاتا جواب یہ ہے کہ الگ الگ ثواب پہنچانا بھی جائز ہے اور لوگ پہنچاتے ہیں آپ اپنی کوربینی اور بدگمانی کا علاج کیجئے اور دونوں کو جمع کر کے طعام پر فاتحہ پڑھ کر ثواب پہنچانا بھی جائز ہے، الگ الگ پہنچانا تو آپ بھی مانتے ہیں۔ دونوں کو جمع کر کے ثواب پہنچانے کے بارے میں گذارش ہے کہ جمع بین العبادات بھی ثابت ہے۔ جیسے قرآن میں حج اور عمرہ کو جمع کرنا حالتِ جہاد میں جنگ اور ذکر کرنا۔ عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیرات پڑھنا۔ حضرت علی کا حالتِ نماز میں زکوٰۃ ادا کرنا۔ اہل مکہ کا تراویح اور طواف کو جمع کرنا۔ اہل مدینہ اور امام مالک کا تراویح کی بیس رکعات کے ساتھ طواف کے قائم مقام سولہ رکعتوں کو جمع کرنا نیز شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں۔

"ایک عمل خیر میں ثوابہائے متعددہ کی نیات کو جمع کیا جا سکتا ہے چنانچہ مسجد میں جانا ایک فعل ہے۔ اور اس میں بارہ نیات جمع کی جا سکتی ہیں۔ (۱) زیارت حق (۲) انتظار نماز (۳) اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھنا (۴) اعتکاف (۵) قصد درود (۶) ذکر کے لئے تنہائی (۷) حج اور عمرہ کے ثواب پانے کا ارادہ (۸) افادہ و استفادہ (۹) دینی بھائی کی زیارت (۱۰) سلام (۱۱) تفکر و مراقبہ (۱۲) قصد مشاہدہ حق۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۴)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور نیت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

نیۃ المؤمن خیر من عملہ یعنی مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے

پس نیت بھی عبادت ہے اور مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر عبادت ہے۔ اور جب ایک وقت میں بارہ عبادتیں جمع ہو سکتی ہیں۔ تو طعام اور تلاوت کے ایصال ثواب کی دو عبادتیں جمع ہوتے ہیں کونسی چیز مانع ہے۔

رابعاً۔ انصاف پسند حضرات کے لئے تو سطور بالا میں جو تحقیق پیش کی گئی ہے کافی ہے۔ لیکن مبتدعین دیوبند چونکہ دلائل سے زیادہ اپنے آباء کے اقوال کو سند سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے اطمینان کے لئے ان کے مرکزی پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا کلام پیش کرتے ہیں۔ جس کے ضمن میں طعام پر فاتحہ پڑھنے کی مکمل وضاحت ہو جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حاجی صاحب لکھتے ہیں۔

"سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کر لی۔ متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے۔ مگر موافقت قلب ولسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے۔ اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جاوے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے۔ تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو کھانا روبرو دلانے لگے کسی کو خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جاوے گا کہ جمع بین العبادتین ہے ؎

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں کسی نے خیال کیا کہ دعا کے لئے رفع یدین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سنت ہے ہاتھ بھی اٹھانے لگے۔ کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جاوے گا۔ اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے۔ پانی پلانا بڑا ثواب ہے۔ اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا۔ پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہوگئی۔" (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۸)

خامسا حاجی صاحب آپ کے ہاں طریقت کے شہنشاہ کہلاتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز شریعت کے بادشاہ۔ اس لئے آیئے اب آپ کو بادشاہ شریعت کی زبان سے بھی طعام پر فاتحہ پڑھنے کے جواز کا حکم سنوادیں۔ اس کے بعد بھی اگر آپ کے نصیب سے گمراہی نہ مٹ سکے تو ہمارا کیا چارہ ہے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شرینی یا طعام نمود تقسیم درمیان حاضران نمانید ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفاء راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات حاصل مے شد۔ (فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۳۸)	ختم قرآن کریں اور طعام یا شیرینی پر فاتحہ پڑھنے اور اس کو حاضرین میں تقسیم کرنے کا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں رواج نہ تھا لیکن اگر کوئی مسلمان کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس میں زندوں اور مردوں دونوں کا فائدہ ہے۔

مزید لکھتے ہیں۔

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و بران فاتحہ و قل و درود خواندن تبرک مے شود و خوردن بسیار خوب است۔ (فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۷۱)۔	جس طعام کا ثواب امام حسن وحسین کی نیاز ہو۔ اور اس پر سورہ فاتحہ اور قل شریف اور درود شریف پڑھا جائے وہ تبرک ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

سادسًا۔ ہم طعام پر فاتحہ پڑھنے کے جواز اور اباحت کے قائل ہیں، اس کو فرض یا واجب نہیں سمجھتے۔ اور آپ اسے حرام کہتے ہیں۔ اسی طرح ہم تعیین عرفی کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جائز کہتے ہیں۔ اسے فرض یا واجب نہیں سمجھتے۔ اور آپ اس تعیین کو حرام کہتے، اب گذارش یہ ہے کہ ہم سے تو ایک امر[1] کی اباحت پر اس قدر شد و مد سے نص صریح اور حدیث صحیح کا مطالبہ ہے۔ لیکن آپ جو حرام ہونے کا فتوی دیتے ہیں۔ آپ کے پاس اس مخصوص حکم کی حرمت پر کونسی صریح اور متواتر حدیث یا قرآن کریم کی نص قطعی موجود ہے۔ جس کی وجہ سے آپ نے طعام پر فاتحہ پڑھنے کو بیک جنبش قلم حرام کر دیا۔ اگر کوئی دلیل قطعی ہے تو پیش کیجئے۔ کہ قرآن کریم کی فلاں آیت یا فلاں حدیث متواتر سے سوئم، چہلم عرس۔ گیارہویں اور کھانے پر فاتحہ پڑھنے کا حرام ہونا ثابت ہے۔ ان امور کی حرمت پر آپ دلیل قطعی تو بجائے خود خبر واحد بھی نہیں لا سکتے۔ میں قیامت تک کی مہلت دے کر مبتدعین دیوبند کی پوری جماعت کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اپنی حرمت کے دعوی پر کوئی صاف اور صریح نص پیش کریں۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔

بغیر کسی دلیل کے اپنی خواہش نفسانی سے اللہ کے حلال کردہ کو حرام کرنا۔ اللہ اور رسول کے منصب پر غاصبانہ قبضہ ہے۔ مشرکین کا شعار ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

آپ دیکھیں گے کہ اہل دیوبند کے پاس کوئی صریح دلیل ایسی موجود نہیں ہے جس سے وہ کھانے پر فاتحہ یا سوئم یا چہلم کی حرمت ثابت کر سکیں۔ کہیں کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے) کے عموم سے استدلال ہوگا۔ کہیں محض بدعت کہہ کر رد کیا جائے گا۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیے۔ سرفراز صاحب لکھتے ہیں "کیا جناب رسول اللہ نے گیارہویں دینے کا حکم اجرا فرمایا ہے؟ یا ایصال ثواب کے لئے کسی ایک شخصیت کے انتخاب کا ارشاد فرمایا ہے؟ یا کسی کے لئے ایصال ثواب کیلئے دنوں کی تعیین کا فرمان دیا ہے؟ اگر ایسا فرمایا ہے تو اس کی صحیح سند باحوالہ مطلوب ہے۔ پھر گیارھویں سنت ہے۔ ورنہ ہرگز نہیں، (تنقیدیتین ص ۵۲)

پس ہم بھی کہتے ہیں کہ آپ جو گیارہویں کو حرام کہتے ہیں۔ اور حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہوتی ہے تو بتلائے قرآن کریم کی کونسی نص قطعی یا خبر متواتر میں گیارہویں کو حرام کیا گیا ہے۔ اور اگر کوئی خبر متواتر ہے تو اس کی صحیح سند باحوالہ مطلوب ہے پھر گیارہویں حرام ہے۔ ورنہ ہرگز نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہیں من احدث فی امرنا ھذا لیس منہ فھو رد سے استدلال ہوگا۔ کہیں بدگمانی سے عقائد گھڑے جائیں گے۔ غرضیکہ دعویٰ کسی خاص چیز کی حرمت کا کریں گے اور دلیل میں ایسے عمومات اور اطلاقات شرعیہ کو لائیں گے جن کا دعویٰ سے دور کا بھی تعلق نہ ہوگا۔

گکھڑوی صاحب نے اگرچہ ایصالِ ثواب کا قرار کیا ہے لیکن ایصال ثواب کی جس قدر ممکنہ صورتیں تھیں۔ ان سب کا انکار کر کے حقیقت میں انہوں نے نفس ایصال ثواب کا ہی انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ کسی تعیین و قید کو ماننے پر تیار نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ بغیر قید اور تعیین کے نفس ایصال ثواب کا تحقق ممکن نہیں۔ پس قید اور تعیین کا انکار کرنا حقیقت میں نفس ایصالِ ثواب کا انکار کرنا ہے۔ اور اب ہم ناظرین پر یہ امر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ایصالِ ثواب نہ کرنے والے معتزلہ تھے دیکھئے طحطاوی۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں۔

وقالت المعتزلۃ لیس للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ	اور معتزلہ نے کہا کہ کسی انسان کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی اور کو پہنچائے۔

(حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۶)

ملاحظہ فرمائیے کہ ایصالِ ثواب کا انکار کر کے گکھڑوی نے اپنا قادرہ کن لوگوں سے جا ملایا ہے۔ نعوذ باللہ من تلک الخرافات الباطلۃ۔

عہد رسالت میں ایصال ثواب

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"آپ کی دو ازواجِ مطہرات حضرت خدیجہ اور حضرت زینب ام المساکین اور آپ کے چچا سید الشہدا حضرت حمزہ اور آپ کی صاحبزادیاں حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب اور جملہ صاحبزادے آپ کی زندگی میں دنیائے فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔ مگر نہ تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آپ نے ان کا تیجا کیا نہ ساتواں نہ دسواں نہ چالیسواں" الخ۔

(راہ سنت ص ۶۴)

اسی صفحہ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"ایصالِ ثواب ہوتا تھا۔ مگر نہ تو دنوں کی تعیین ہوتی تھی" الخ

شکر ہے کہ آپ نے ایصالِ ثواب کا اقرار کر لیا ورنہ اگر آپ اس کا بھی انکار کر دیتے۔ تو ہم آپ کا کیا بگاڑ لیتے۔ رہی دنوں کی تعیین تو اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ عہد رسالت میں جن دنوں میں ایصالِ ثواب ہوتا تھا وہ دن واقعہ میں معین نہ تھے۔ تو پاگل خانے جا کر اپنی عقل کا علاج کرائیں۔ اور اگر مطلب یہ ہے کہ شریعت میں کسی دن کو معین کرنا واجب نہ تھا تو بسر و چشم ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ شریعت میں ایصالِ ثواب کے لئے کوئی دن معین نہیں ہے کہ سوئم چہلم اور گیارہویں کو ایصالِ ثواب ان خاص روز میں کیا جائے۔ تو جائز ہو اور اس کے سوا کسی اور دن میں کیا جائے تو ناجائز ہو۔ ہم ان دنوں اور تاریخوں کو ضروری نہیں سمجھتے اور ان کے علاوہ دوسری تاریخوں میں بھی ایصالِ ثواب کرتے ہیں جس کا آپ کو بھی اعتراف ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ اس کی تعبیر ایسے ہی مکروہ انداز میں کرتے ہیں۔ جیسا کہ مکروہ آپ کا مذہب ہے۔

چنانچہ آپ نے لکھا ہے۔

"اب کچھ ہوشیار قسم کے لوگوں اور بطن پروروں نے یہ حیلہ شروع کر دیا۔ کہ کسی جگہ تو گیارہویں تاریخ کو یہ دن منا لیتے ہیں۔ اور کسی دوسری جگہ بارھویں تیرھویں کو۔ وہ بتلاتے تو یہ ہیں کہ لیجئے ہم گیارھویں تاریخ ہی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ لیکن اصل بات وہ عوام الناس سے بالکل اوجھل رکھتے ہیں۔ وہ یہ کہ اس طریقے سے ان کے بطن مبارک کے لئے متعدد جگہیں نکل آتی ہیں۔ اور کوئی جگہ ہاتھ سے نہیں جاتی" (تنقید متین ص ۵۰)

نیت کا حال تو بہر حال خدا کو معلوم ہے لیکن سرفراز صاحب کی بدگمانی سے یہ بات بہر کیف معلوم ہو گئی کہ انہیں ایصال ثواب سے ہی ضد ہے اور زبان سے اگرچہ ایصال ثواب کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اقرار کرتے ہیں۔ لیکن اپنے طرز عمل اور اندازِ تبلیغ سے وہ سنت ایصال ثواب ہی کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ غور فرمائیے کہ جب گیارہویں شریف کو ایصالِ ثواب کیا گیا۔ تو انہوں نے واویلا مچایا۔ کہ تعیین بدعت ہے۔ اس کا عہد رسالت میں کوئی ثبوت نہیں۔ داعیہ وفات تو زمانہ نبوی میں بھی تھا۔ لیکن ان تاریخوں میں ثواب نہیں پہنچایا جاتا تھا۔ اور جب انہیں بتایا گیا کہ گیارہویں تاریخ ضروری نہیں دوسری تاریخوں میں بھی ہم ایصالِ ثواب جائز سمجھتے ہیں تو کہنے لگے کہ بطن پروری کے لئے متعدد مواقع فراہم کر لئے۔ سرفراز صاحب آپ ہی بتلائیے کہ جب ایصالِ ثواب سنت ہے اور ثابت ہے تو وہ کس طریقے سے کیا جائے۔ معروف تاریخوں میں کیا جائے تو بدعت اور ان کے علاوہ دوسری تاریخوں میں کیا جائے تو بطن پروری اب ذرا ہوش میں آکر یہ بتلائیں کہ حضور نے یہ حکم بدعت کے لئے دیا ہے یا بطن پروری کے لئے۔

بدعت سیئہ کا غلط ضابطہ

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"ایسے امور ہیں جن کے تمام اسباب و دواعی و محرکات اس وقت موجود تھے نہ قیاس ہو سکتا ہے اور نہ بدعت حسنہ کا درجہ پا سکتے ہیں۔ یہ امور قطعی طور پر بدعت قبیحہ اور سیئہ کی مد میں داخل ہیں اس میں ایک رتی برابر شک نہیں ہے چنانچہ علامہ قاضی ابراہیم الحنفی تحریر فرماتے ہیں۔ اور اگر آپ کے زمانہ میں سبب موجود ہو۔ لیکن کسی عارضی وجہ سے متروک ہوا اور حضور کی وفات کے بعد وہ مانع جاتا رہا ہو۔ تو ایسے امر کا احداث بھی جائز ہے۔ جیسے قرآن کا جمع کرنا۔ کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں یہ مانع تھا۔ وحی برابر آتی رہتی تھی۔ اللہ تعالےٰ جو چاہتا تھا بدل دیتا تھا۔ حضور کی وفات کے بعد وہ مانع جاتا رہا۔ اور جس فعل کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود ہو اور کوئی مانع بھی نہ ہو۔ باوجود اس کے حضور نے نہ کیا ہو۔ تو ایسا کام کرنا اللہ کے دین کو بدلنا ہے۔ کیونکہ اگر اس کام میں کوئی مصلحت ہوتی تو سرور کائنات اس فعل کو خود ضرور کرتے یا ترغیب فرماتے۔ اور جب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آپ نے خود نہ کیا۔ اور نہ کسی کو ترغیب دی تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی بھلائی نہیں وہ بدعت سیئہ قبیحہ ہے۔" (راہ سنت ص ۶۵)

سرفراز صاحب نے جو بدعت سیئہ کا یہ ضابطہ وضع کیا ہے۔ چند وجہ سے مردود اور باطل محض ہے۔

اولاً اس لئے کہ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وذکر السیوطی فی رسالتہ انہ	علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے
یستحب لاھل المدینۃ ستا وثلاثین	کہ اہل مدینہ کے لئے اہل مکہ کی مشابہت کی
رکعۃ تشبیھا باھل مکۃ حیث کانوا	وجہ سے چھتیس ۳۶ رکعات تراویح پڑھنا
یطوفون بین کل ترویحتین طوافا	مستحب ہے کیونکہ اہل مکہ ہر ترویحہ کے بعد
ویصلون رکعتین ولا یطوفون بعد	طواف کرتے ہیں۔ اور پھر دو رکعت نماز
الخامسۃ فاراد اھل المدینۃ مساواتھم	پڑھتے۔ اور پانچویں ترویحہ کے بعد طواف
فجعلوا مکان کل طواف اربع رکعات	نہیں کرتے پس اہل مدینہ نے طواف کے قائم
ولو ثبت عددھا بالنص لم یجز	مقام دو رکعات کو کر لیا (اور اس طرح ہر ترویحہ
الزیادۃ علیہ۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۳)	کے بعد چار رکعات پڑھیں پس سولہ رکعات

زیادہ کیں) اور اگر تراویح کے عدد کی تعیین نص سے ثابت ہوتی تو یہ لوگ زیادتی نہ کرتے۔

سوال یہ ہے کہ طواف کا باعث کعبہ معظمہ ہے۔ اور وہ عہد رسالت میں بھی موجود تھا اور تراویح کا باعث رمضان ہے۔ اور وہ بھی دور نبوی میں کئی بار آیا اور پھر باوجود سبب اور عدم مانع کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو تراویح چھتیس رکعت پڑھیں۔ نہ دو ترویحوں کے درمیان طواف کیا۔ پھر اہل مکہ کے لئے مع طواف کے اٹھائیس رکعات اور اہل مدینہ کے لئے بغیر طواف کے چھتیس ۳۶ رکعات کس طرح مستحب ہوگئیں۔ غور کیجئے۔ جس امر کو آپ بدعت سیئہ اور قبیحہ قرار دیتے ہیں۔ اسی کو علامہ سیوطی مستحب فرما رہے ہیں۔ اور یہی امام مالک کا مذہب ہے۔

ثانیاً چلئے ہم آپ کو ڈھیل دینے کے لئے خیر القرون کے احداث فی الاسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے صرف نظر کئے لیتے ہیں۔ تب بھی گذارش ہے کہ قرآن پر اعراب حجاج بن یوسف نے لگائے اور وہ آپ کی تحقیق کے مطابق خیر القرون میں سے نہیں ہے کیونکہ آپ نے قرن کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اس سے انسانوں کا بہترین طبقہ مراد ہے۔" (راہ سنت ص ۴۷)

حجاج بن یوسف کے بارے میں علامہ بدر الدین حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ کہ وہ اپنے زمانہ کا بدترین انسان تھا۔

وکان افسق اھل زمانہ حجاج بن یوسف۔	حجاج بن یوسف اپنے زمانہ کا سب سے زیادہ فاسق شخص تھا۔

پس ثابت ہوا کہ وہ خیر القرون سے خارج ہے۔ اب فرمائیے کہ اس بدترین فاسق کا احداث فی الاسلام کس طرح جائز ہوگیا۔ اعراب لگانے کا باعث اور سبب عہد رسالت میں بھی موجود تھا۔ کیونکہ آپ کے زمانہ اقدس میں بھی بے شمار عجمی اسلام لا چکے تھے اور عہد فاروقی اور عثمانی میں تو اسلام کا دائرہ اور بھی وسیع ہوگیا تھا پس ثابت ہوا کہ اعراب لگانے کا سبب اور داعیہ عہد نبوی اور دور خلافت راشدہ دونوں میں موجود تھا۔ اور مانع کوئی نہیں تھا اس کے باوجود قرآن پر اعراب نہ لگائے گئے پس حجاج بن یوسف کا یہ احداث فی الاسلام بدعت سیئہ قبیحہ قرار پایا۔ حجاج کا تو جو حشر ہوگا سو ہوگا۔ اس بدعت قبیحہ کی جن صحابہ اور آئمہ دین نے تائید کی انہیں آپ کس کھاتے میں رکھیئے گا۔ نیز آپ کے حکمی دادا شاہ عبد العزیز صاحب فتاوٰی عزیزی ج ۱ ص ۳۸ پر عرس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

بہیئت اجتماعیہ مردانِ کثیر جمع شوند وختم کلام اللہ کنند فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران نمانید این قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود	ہیئت اجتماعیہ سے کثیر لوگ جمع ہوں ختم قرآن کریں اور کھانے اور شیرینی پر فاتحہ پڑھیں اور اسے حاضرین میں تقسیم کریں یہ صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں رواج نہ تھی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر این طور بکند باک نیست۔ زیرا کہ دریں قسم قبح نیست۔

لیکن اسکے کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۳۸)

بقول آپ کے عرس کا باعث عہد رسالت میں موجود تھا۔ اور مانع کوئی نہیں تھا لیکن پھر بھی اس ہیئت کذائیہ سے نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرس نہ کیا نہ خلفائے راشدین نے اور شاہ عبدالعزیز کو بھی یہ تسلیم ہے کہ یہ صورت خیر القرون میں معمول نہ تھی۔ اس کے باوجود آپ اس صورت کو بدعت سیئہ کہتے ہیں۔ اور آپ کے شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اس میں کوئی قباحت نہیں اب بتلایئے کہ آپ سچے ہیں یا شاہ عبدالعزیز صاحب۔

پس اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ آپ نے جو بدعت سیئہ قبیحہ کا معیار مقرر کیا ہے۔ وہ باطل اور مردود ہے۔ اصل میں بدعت سیئہ ہر وہ نیا امر ہے جو مزاج اسلام کے خلاف اور اس کا مغیر ہو جس کا منشا کتاب و سنت میں موجود نہ ہو۔ اور اس کو دین میں داخل کر لیا جائے۔

(محصلہ شامی ج ۱ ص ۳۹۳)

اور جو شخص بھی کسی ایسی بدعت سیئہ کا ارتکاب کرے۔ وہ بدعتی اور گمراہ ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ صحابہ کرام تابعین عظام اور ائمہ دین نے جن امور کا احداث کیا۔ ان سب کی اصل کتاب و سنت سے ثابت ہے اور وہ منشا اسلام کے مطابق ہیں۔ ان پر بدعت سیئہ قبیحہ کی تعریف کسی طرح سچی نہیں آتی۔ بدعت سیئہ کیا ہے۔ سنیئے حیات انبیاء کے انکار کا عقیدہ بدعت سیئہ ہے۔ امکان کذب کا عقیدہ بدعت سیئہ ہے۔ عطائی علم غیب کے انکار کا عقیدہ بدعت سیئہ ہے۔ علم الٰہی کو حادث ماننا۔ جیسا کہ بلغۃ الحیران میں حسین علی دیوبندی نے لکھا ہے۔

"بدعت سیئہ ہے انبیاء کی شان میں تنقیصی اور توہینی کلمات کو صحیح کہنا بدعت سیئہ ہے۔ الغرض مجموعی طور پر اس قسم کی تمام تعلیمات دیوبند بدعت سیئہ ہیں۔ کاش آپ نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بریلی کے کسی طالب علم ہی سے پڑھ لیا ہوتا تو یہ رسوائیاں آپ کا مقدر نہ بنتیں۔ اور ابراہیم حنفی کی عبارت ہمارے نزدیک ان امور پر محمول ہے جن کا منشأ شریعت میں ثابت نہ ہو۔ اور بیشک جس کا منشاء شریعت میں موجود نہ ہو وہ مردود ہے۔ اور جس کا باعث زمانہ رسالت میں موجود ہو اور مانع کوئی نہ ہو اور پھر بھی حضور اس کو نہ کریں۔ یہ اسی وقت مردود ہوگا۔ جب اس کا منشأ اسلام میں موجود نہ ہو اور وہ مزاج اسلام کے خلاف ہو۔ اور یہی بدعت سیئہ ہے۔ بخلاف اہل سنت کے معمولات کے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا منشاء اسلام میں موجود اور ثابت ہے۔

بدعت حسنہ کا استنباط

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"باقی غیر مجتہد کا اجتہاد خصوصاً اس زمانہ میں ہرگز کسی بدعت کو حسنہ قرار نہیں دیتا۔" (راہ سنت ص ۹۷)

الجواب۔ مجتہد سے کیا مراد ہے۔ مجتہد فی الشرع جس کا کام اصول کلیہ وضع کرنا ہے یا مطلقاً خواہ کسی درجہ کا مجتہد ہو۔ اگر پہلی صورت مراد ہے کہ مجتہد فی الشرع کا غیر کوئی بھی کسی ضرورت کے پیش نظر کسی اصل سے کوئی امر مستنبط نہیں کر سکتا۔ تو یہ بداہتہً باطل ہے۔ کیونکہ ہر نماز میں تثویب کو متاخرین فقہاء نے مستحسن قرار دیا اور ان میں سے کوئی بھی مجتہد فی الشرع نہیں ہے۔

نیز ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ موجودہ زمانہ میں جو نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ انہیں حل کرنے کے لئے اس زمانہ میں کونسا مجتہد ہے۔ مثلاً ریل اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا۔ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنا۔ ریڈیو اور ٹیلیفون پر چاند کی خبر۔ اعضاء پیوند کاری۔ بینک انشورنس اور پروائڈنٹ فنڈ پر زکوۃ کے مسائل اور ایسے صدھا مسائل جن کے بارے میں صریح نصوص موجود نہیں ہیں اور سب کو چھوڑیئے۔ آپ کے قطب عالم نے جو کوا کھانے کو کارِ ثواب اور ہولی دیوالی کی پوریوں کو جائز قرار دیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس پر کونسی صحیح اور صریح نص موجود ہے۔ اور بغیر کسی نص صریح کے آپ کے پیشوا نے جو یہ اجتہاد کیا ہے اس کو کس کھاتے میں رکھئے گا۔

نیز آپ جو اپنے فاسد اجتہاد سے خدا رسول کے بے شمار حلال کردہ امور کو دن رات حرام کرتے ہیں۔ وہ کونسے شرعی اجتہاد سے انجام دیتے ہیں؟

سرفراز صاحب نے "راہِ سنت" میں بدعت کی بحث میں دیوبندی نظریئے کو جو سہارا دینے کی کوشش تھی۔ بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے اسے پیوند زمین کر دیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نور و بشر

ومن الناس من یقول کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل تحریر فرماتے ہیں کہ "من الناس" فرماتے ہیں لطیف رمز یہ ہے کہ یہ گروہ بہتر صفات و کمالات سے ایسا عاری ہے کہ اس کا ذکر وصف و خوبی کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا یوں کہا جاتا ہے۔ کہ یہ بھی آدمی ہیں۔

مسئلہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے۔ اس لئے قرآن پاک میں جا بجا انبیاء علیہم السلام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا۔ اور در حقیقت انبیاء علیہم السلام کی شان ایسا لفظ ادب سے دور اور کفار کا دستور ہے۔

سرفراز صاحب اس پر تنقید کرتے ہیں!

تنقید"۔ نہ تو یہاں لفظ بشر ہے۔ اور نہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے ہے بلکہ اس مقام پر (من الناس) کا لفظ ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہاں منافقین کی تردید کی ہے۔ اصل بات یہ ہے، کہ مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے بزور اپنا گندہ عقیدہ یہاں ٹھونسنے کی لاحاصل کوشش کی ہے اور انہوں نے یہ جو کچھ کہا ہے۔ قرآن و سنت۔ اجماعِ امت کے مسلمہ اصول اور عقائد اسلام کے سراسر خلاف کہا ہے (اولاً) اس لئے کہ بشر و انسان کو حقیر و ذلیل سمجھنا۔ ابلیس لعین کا کام ہے۔ نہ کہ مسلمان کا۔ معصوم فرشتوں نے بھی بحکم خداوندی بشر کو سجدہ کر کے اس کی خداداد برتری۔ فوقیت اور فضیلت کا اقرار کیا ہے چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ تو فرشتوں سے فرمایا۔ کہ میں بجنے والی مٹی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور سڑے ہوئے گارے سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں جب میں اس کو بنا چکوں اور اپنی طرف سے اس میں روح پھونک دوں تو تم اسے سجدہ کرنا۔ فرشتوں نے بلا قیل وقال تعمیل حکم میں سجدہ کیا۔ مگر ابلیس لعین نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔" (تنقید متین ص ۶۵)

عقیدہ بشریت علماء اہل سنت نے انبیاء علیہم السلام کے جنس بشر اور نوعِ انسان سے مبعوث ہونے کا کبھی انکار نہیں کیا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی بشریت بے شمار فضائل و کمالات کی حامل ہوتی ہے اور چونکہ کتاب و سنت سے نبی علیہ السلام کی نورانیت بھی ثابت ہے اس لئے ہمارے نزدیک نبی علیہ السلام بشریت اور نورانیت دونوں کے جامع ہیں اور اس اجتماع میں کوئی منافات نہیں ہے بلکہ کتاب و سنت میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں البتہ نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا صحیح نہیں ہے۔ اور یہی صدر الافاضل کا مطلب ہے۔ جس کی انہوں نے خود اپنی تفسیر میں جگہ جگہ تصریح فرمائی ہے۔

ملاحظہ فرمایئے۔ سورۂ کہف کے اخیر میں قل انما بشرٌ مثلکم کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"بہر حال آپ کی ذات و کمالات میں آپ کا کوئی بھی مثل نہیں۔ اس آیت کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورت بشریہ کے بیان کا اظہار اور تواضع کے لئے حکم فرمایا گیا۔ یہی فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (خازن)

مسئلہ:۔ کسی کو جائز نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل بشر کہے کیونکہ جو کلمات اصحاب عزت و عظمت بر طریق تواضع فرماتے ہیں انکا کہنا دوسروں کے لئے روا نہیں ہوتا۔

دوئم یہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے فضائل جلیلہ و مراتب رفیعہ عطا فرمائے ہوں۔ اس کے ان فضائل و مراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے وصف عام میں ذکر کرنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو ہر کہہ و مہ میں پایا جائے۔ ان کمالات کے نہ ماننے کا مشعر ہے۔

سوئم یہ کہ قرآن کریم میں جابجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاء کو اپنی مثل بشر کہتے تھے۔ اور اسی سے گمراہی میں مبتلا ہوئے۔

سورہ حٰم سجدہ میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

"(فائدہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بلحاظ ظاہر انا بشر مثلکم فرمانا حکمت ہدایت وارشاد کے لئے بطریق تواضع ہے۔ اور جو کلمات تواضع کیلئے کہیں جائیں۔ وہ تواضع کرنے والے کے علو منصب کی دلیل ہوتی ہے چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا یا اس سے برابری ڈھونڈھنا ترک ادب اور گستاخی ہوتا ہے تو کسی ا ن کو روا نہیں۔ کہ وہ حضور علیہ السلام سے مماثل ہونے کا دعوٰی کرے۔ یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔ کہ آپ کی بشریت سب سے اعلیٰ ہے۔ ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں"

صدر الافاضل رحمہ اللہ کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے (۱) بشریت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہے (۲) کمالات کے اعتبار سے آپ کی بشریت میں کوئی آپ کا مثل نہیں ہے (۳) کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ حضور کو اپنی مثل بشر کہے (۴) انبیاء کو اپنی مثل بشر کہنا ہمیشہ سے کفار کا طریقہ رہا ہے۔ پس یہ ثابت ہوا کہ ومن الناس من یقول کے تحت جو صدر الافاضل نے فرمایا ہے کہ

"اس لئے قرآن پاک میں جابجا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا۔ درحقیقت انبیاء علیہم السلام کی شان میں ایسا لفظ ادب سے دور اور کفار کا دستور ہے"۔

اس[1] عبارت میں بھی بشر کہنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو انبیاء کرام کو اپنی مثل

---

[1] ممکن ہے کسی کو شبہ ہو کہ صدر الافاضل نے یہاں صراحۃً بیان کیوں نہیں کیا کہ اپنی مثل بشر کہنا کفار کا دستور ہے جواب یہ ہے کہ یہاں کے پیش نظر جمالی کلام کیا گیا ہے اور جس جگہ اس موضوع پر بحث ہے وہاں اس تفصیل کو پیش کر دیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بشر کہتے تھے۔ جیسا کہ خود صدر الافاضل نے دو جگہ تصریح فرمائی ہے۔ جس کو ہم نقل کر چکے ہیں۔ تیسری جگہ صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:۔

"اس امت میں بہت سے بدنصیب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہتے ہیں اور ہمسری کا خیال فاسد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی سے بچائے۔" (خزائن العرفان ص ۳۲۴)

اس حوالہ سے بھی یہ ثابت ہو گئی کہ صدر الافاضل نفس بشر کے ثبوت کو جائز سمجھتے ہیں۔ البتہ ہم مثلی کے عقیدہ کو فاسد قرار دیتے ہیں۔ اصل تفسیر میں یونہی مرقوم تھا۔ ہمارے پاس مراد آباد کا قدیم مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔ جس میں یہ عبارت اسی طرح ہے بعد میں جب تاج کمپنی سے یہ شائع ہوا۔ تو بعض بد دیانت سرفرازیوں نے اس میں اس طرح تحریف کر دی ہے۔

"اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے ہیں اور قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔"

یہود کے جان نشینوں نے تاج کمپنی کے عملہ میں شامل ہو کر جس طرح صدر الافاضل کی تفسیر میں تحریف کی۔ اس کی تفصیلات اخبارات میں آچکی ہیں۔ تاج کمپنی کا معذرت نامہ بھی چھپ چکا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی حقیقت نہ جانی جا سکے۔ ہمارے پاس قدیم نسخہ موجود ہے۔ جس سے مقابلہ کر کے اصل حقیقت معلوم کی جا سکتی ہے۔

بہر حال صدر الافاضل رحمہ اللہ کی یہ عبارت اس مقصد پر صریح دلیل ہے کہ بدنصیبی اور گمراہی۔ بشر کہنا اور ہمسری کا خیال فاسد رکھنا ہے لیکن سرفراز صاحب کی دیانتداری ملاحظہ فرمائیے۔ کہ وہ اس عبارت پر تبصرہ کرتے وقت لفظ ہم مثلی کے خیال کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ حالانکہ مرکزی نقطہ یہی ہے۔ جیسا کہ ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے ہیں سرفراز صاحب کی دیانتداری اور دین و ایمان کی روشن ضمیری دیکھئے جس نے ان کو اس غاصبانہ تبصرہ پر آمادہ کیا۔ لکھتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"کرم فرما مصحح کی عبارت کے پیش نظر حضرات صحابہ سے لے کر بشمولیت فقہا عظام وصوفیاء کرام اور خود خانصاحب بریلوی اور ان کے ہم مشرب لوگ بھی بدنصیب قرار پاتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا کھلے لفظوں میں اقرار کرتے ہیں۔" (تنقید متین ص ۹۲)

سرفراز صاحب! تحریف کے میدان میں آپ یہود کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں صدر الافاضل رحمہ اللہ نبی علیہ السلام کی بشریت کی ہمسری کے خیال کو بدنصیبی اور گمراہی فرما رہے ہیں اور آپ نے لفظ ہم سری کے خیال کو چھوڑ کر نفس بشریت کے اعتقاد کو بدنصیبی بنا ڈالا۔ اور یہ دیوبند کی بازیگری کا ایک ادنیٰ کرتب ہے۔ جس سے کام لے کر وہ ہمیشہ اہل حق پر تبرا کرتے رہے ہیں۔ مولوی سرفراز صاحب کی عیاری دیکھئے۔

جب بشریت کو ثابت کرنا چاہا تو انہوں نے اپنی کتاب میں اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل کی کتابوں سے حوالے دے کر یہ بھی ثابت کر لیا ہے کہ اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل نبی کی بشریت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جب صدر الافاضل پر سب وشتم کا شوق چرایا تو یہ بات گھڑ لی۔ کہ مولوی نعیم الدین نبی کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ کیا آپ نے اپنے قارئین کو بالکل ہی بیوقوف سمجھ لیا ہے کہ آپ انہیں فریب پر فریب دیتے رہیں گے اور انہیں حقیقت سے آشنائی نہ ہو سکے گی۔

صدر الافاضل رحمہ اللہ کی عبارتیں نقل کر کے ہم نے بحمد اللہ یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان کے نزدیک نبی علیہ السلام میں بشریت ثابت ہے اور آپ کا ہمسر اور ہم مثل کوئی نہیں ہے۔ اور نبی کو اپنے جیسا بشر کہنا ہمیشہ سے کفار کا دستور رہا ہے اور گکھڑ کے محرف نے اپنی کتاب میں یہ ظاہر کیا ہے کہ مولوی نعیم الدین نبی علیہ السلام کی بشریت کا انکار کرتے ہیں اور بشر کہنا کفار کا دستور بتاتے ہیں۔ اور پھر علماء اسلاف کی عبارتیں یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کیں کہ آپ میں بشریت متحقق ہے۔ گذارش یہ ہے کہ اگر اس تصنیف سے آپ کا مقصد محض بھرتی کرنا تھا تو وہ تو ماشاء اللہ چشم بد دور خوب پورا ہو گیا۔ اور اگر مقصد صدر الافاضل کا رد کرنا تھا تو وہ معاف کیجئے۔ آپ کو حاصل نہ ہو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سکا۔ کیونکہ صدر الافاضل نے نفس بشریت کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ وہ آپ کی ہمسری کا انکار کرتے ہیں اور محض بشر کہنے کو نہیں۔ بلکہ اپنا ہم مثل بشر کہنے کو کفار کا دستور قرار دیتے ہیں۔ اگر آپ میں جرأت تھی تو اس امر کے رد کے لئے قلم اٹھاتے مگر یہ آپ سے نہ ہوسکا۔ آیئے اب ہم اس امر پر قرآن کریم کے حوالے پیش کرتے ہیں کہ اپنے جیسا بشر کہنا۔ یہ واقعی کفار ہی کا دستور تھا۔

ملاحظہ فرمایئے۔ سورۂ ہود میں ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی۔

فقال الملا الذین کفروا من قومه ما نراك الا بشرا مثلنا۔

پس نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا ہم تمکو اپنا ہم مثل بشر ہی سمجھتے ہیں۔

سورۃ مؤمنون میں دوسرے رکوع کی دوسری آیت میں ارشاد ہے۔

فقال الملأ الذین کفروا من قومه ما هذا الا بشر مثلکم۔

پس حضرت نوح کی قوم کے اکابر کفار نے کہا نہیں ہے یہ مگر تم جیسا بشر۔

اسی سورت کے تیسرے رکوع میں ہود یا صالح علیہ السلام کا ذکر ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو دعوتِ توحید دی۔

وقال الملاء من قومه الذین کفروا وکذبوا بلقاء الاخرة و اترفناهم فی الحیوة الدنیا ما هذا الا بشر مثلکم یاکل مما تاکلون منه ویشرب مما تشربون ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخاسرون۔

اور ان کی قوم کا فرسردار جو آخرت کے منکر تھے۔ اور جنہیں ہم نے دنیاوی آسائش دی تھی۔ وہ کہنے لگے نہیں ہے۔ یہ مگر بشر تمہارا ہمسر جو تم کھاتے ہو وہ کھاتا ہے۔ اور جو تم پیتے ہو وہ پیتا ہے اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کی تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگے۔

اس رکوع کے اخیر میں ذکر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الی فرعون وملائہ فاستکبروا وکانوا قوماً عالین فقالوا انؤمن لبشرین مثلنا۔

طرف فرعون اور اس سرداروں کے پس انہوں نے تکبر کیا اور وہ قوم تھی ہی متکبر پس کہنے لگے کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لے آئیں

سورۂ یٰس میں ہے۔

اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون قالوا ما انتم الا بشر مثلنا۔

اور جب ہم نے اصحاب قریہ کی طرف دو رسولوں کو بھیجا پس انہوں نے اس کی تکذیب کی۔ پھر تیسرے رسول نے تائید کی پس تینوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف رسول ہیں۔ پس کفار کہنے لگے نہیں ہو تم مگر بشر ہم جیسے۔

قرآن کریم کی متعدد آیات سے ہم نے بحمد اللہ یہ امر واضح کر دیا ہے کہ انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہنا یہ کفار ہی کا دستور ہے۔ مولوی سرفراز صاحب میں اگر ہمت ہے تو وہ قرآن کریم کی کسی ایک ہی آیت سے ثابت کر دیں۔ کہ انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہنا مومنوں کا دستور ہے مگر شرط یہ ہے کہ آیت بالکل صاف اور صریح ہو۔ کوئی ہیر پھیر اور صیغوں چکر نہ ہو۔ سرفراز صاحب نے صدر الافاضل کی تفسیر پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

"اور انہوں نے یہ جو کچھ کہا ہے۔ قرآن وحدیث اجماع امت کے مسلمہ اصول اور عقائد اسلام کے سراسر خلاف ہے۔"

ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ صدر الافاضل کا نبی علیہ السلام میں بشریت کو ثابت اور جمیع عوارض میں اسے غیر مماثل ماننا قرآن وحدیث اجماع امت کے مسلمہ اصول اور عقائد اسلام کے عین مطابق ہے۔ بلکہ خود اکابر دیوبند کو بھی اس حقیقت کا اقرار ہے۔ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں۔

"پس کوئی ادنیٰ مسلمان بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب وشرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا البتہ بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں۔" (براہین قاطعہ ص ۷)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بشریت محضہ اور بشریت بحیثیت نبوت کا فرق

اس کے بعد سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"اولاً۔ اس لئے کہ بشر و انسان کو حقیر و ذلیل سمجھنا ابلیس لعین کا کام ہے۔ نہ کہ کسی مسلمان کا معصوم فرشتوں نے بھی بحکم خداوندی بشر کو سجدہ کر کے اس کی خداداد برتری فوقیت اور فضیلت کا اقرار کیا۔" (تنقید متین ص ۶۶)

حقیقت یہ ہے کہ دروغ گوئی ابلیس لعین کا کام ہے۔ صدر الافاضل نے اپنی پوری تفسیر میں کہیں بشر و انسان کو حقیر اور ذلیل نہیں کہا۔ پس ہم سوائے لعنۃ اللہ علے الکاذبین کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ رہا سرفراز صاحب کا یہ مغالطہ دینا کہ فرشتوں نے سجدہ کر کے اس کی فضیلت کا اعتراف کیا۔ دلائل کی روشنی میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ فرشتوں نے بشر کو سجدہ کیا تھا۔ لیکن بشر کو بحیثیت بشر کے سجدہ نہیں کیا۔ بلکہ بشر کو بحیثیت نبی و خلیفۃ اللہ سجدہ کیا تھا۔ غور کیجئے کہ اگر نفس بشریت میں کوئی ایسی اہم فضیلت ہوتی تو آدم علیہ السلام کو صورت بشری میں پیدا کرتے ہی سجدہ کا حکم دے دیا جاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ پہلے آدم علیہ السلام کی علمی فضیلت اور برتری منوائی گئی اس کے بعد فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ آدم کی فضیلت اور برتری کا سبب محض بشریت نہ تھی۔ بلکہ وہ ان کی جلالت علمی اور خلافت الٰہیہ اور نبوت تھی جس نے فرشتوں کی گردنوں کو سجدہ ریز کر دیا۔ اور اگر آپ کو اسی پر اصرار ہے کہ نفس بشریت ہی ملائکہ پر برتری کا سبب ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ نفس بشریت تو ابوجہل اور ابولہب میں بھی متحقق ہے۔ پھر کیا آپ کے عقیدہ میں وہ بھی جبرائیل حملۂ عرش اور دیگر ملائکہ سے افضل ہیں۔ اور اگر ابوجہل اور دوسرے کفار فرشتوں سے افضل و برتر نہیں اور یقیناً نہیں ہیں۔ تو پھر آپ کو ماننا پڑے گا۔ کہ فضیلت اور برتری کا منشاء محض بشریت نہیں۔ بلکہ صفات نبویہ فاضلہ کاملہ ہیں۔ آدم علیہ السلام میں دو جہتیں تھیں۔ ایک نبوت اور خلافت کی اور ایک بشریت کی۔ فرشتوں کی نظر صفت نبوت پر پڑی۔ اور سجدہ میں گر گئے۔ ابلیس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی نظر بشریت پر پڑی اور اس نے سجدہ سے انکار کر دیا۔

قال لم اکن لاسجد لبشر خلقته من صلصال من حماءٍ مسنون

کہنے لگا میں اس بشر کو سجدہ کرنیوالا نہیں ہوں جس کو تو نے بجتی ہوئی مٹی اور گارے سے پیدا کیا۔

مبتدعین دیوبند دیدہ عبرت سے دیکھیں اور غور کریں، کہ ابلیس کے سفر کی بنیاد یہ تھی، کہ اس نے نبی کی بشریت کو ملحوظ رکھا۔ اور کمالاتِ نبوت کو نہ دیکھا آج بھی ابلیس لعین کے طریقہ کو اپنانے والے ہر جگہ ہر موقع پر نبی کی بشریت پیش کرتے ہیں۔ اور نبی کی باقی خصوصیات و کمالات کے لئے اپنی نگاہوں کے دریچے بند کر لیتے ہیں۔

آیئے اب امام رازی کی نگاہ سے دیکھیئے، کہ فرشتوں نے کس کو سجدہ کیا تھا۔

الرابع ان الملائکۃ امروا بالسجود لادم لاجل ان نور محمد علیہ السلام فی جبھۃ ادم (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۰۲

فرشتوں کو آدم کے سجدہ کا اس لئے حکم دیا گیا تھا کہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم کی پیشانی میں تھا۔

اور اب یہ حقیقت بالکل بے غبار ہو کر سامنے آگئی، کہ جن کی نظر نبی کے نور پر تھی وہ سجدہ میں گر گئے۔ اور قرب خداوندی حاصل کر لیا۔ اور جس کی نظر نبی کی بشریت پر تھی۔ وہ تکبر کر کے ابلیس لعین ہوا۔ اور ابدی لعنت کا طوق پہن لیا۔ سابقہ حوالوں سے ناظرین پر یہ امر واضح ہو چکا ہوگا۔ کہ نبی علیہ السلام کی بشریت کوئی مختلف فیہ مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ اختلاف اس امر میں ہے کہ کیا نبی علیہ السلام کی بشریت کو اپنی بشریت پر قیاس کر کے یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ ہم جیسے بشر تھے۔ پس علماء اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کو عام انسانوں کی بشریت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

مبتدعین دیوبند کے روحِ رواں اسماعیل دہلوی نے نبی علیہ السلام کی بشریت کو عام بشریت پر قیاس کر کے پیغمبر اسلام کی شان میں انتہائی ناشائستہ کلمات استعمال کئے اور آپ کی تنقیص کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا حقیقت یہ ہے۔ کہ مبتدعین دیوبند تنقیص رسالت کے لئے آپ کی بشریت کو بنیاد بناتے ہیں۔ اور پھر اس بنیاد پر وہ تنقیص رسالت کا محل تعمیر کرتے ہیں۔ جہاں تک بشریت کا تعلق ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہم اکابر اہل سنت کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ ایک اتفاقی مسئلہ ہے اور سرفراز صاحب کا نفس بشریت کو نزاعی مسئلہ بنا کر اس پر حوالے پیش کرنا محض مغالطہ آفرینی ہے۔ البتہ بشریت کی بنا پر مبتدعین دیوبند اس پر اپنی خواہش نفسانی سے تنقیص رسالت کا جو قلعہ تعمیر کرتے ہیں۔ اسے ماننے سے ہم کو پہلے بھی انکار تھا آج بھی انکار ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ انکار رہے گا۔ اب ہم آپ کے سامنے ذریت دیوبند کے معنوی جد امجد اسماعیل دہلوی کی بدنام زمانہ کتاب "تقویۃ الایمان" سے چند حوالے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین پر واضح ہو جائے کہ ہر جگہ اور ہر موقع پر نبی علیہ السلام کی بشریت پیش کرنے سے اہل دیوبند کا اصل مدعا کیا ہے۔

اسمٰعیل دہلوی مشکوٰۃ شریف سے ایک حدیث نقل کی جس میں نبی علیہ السلام نے تواضعاً چند کلمات فرمائے ہیں۔ اس کے بعد اس سے فائدہ کا عنوان قائم کر کے مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

ف "یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو۔ سو اس میں بھی اختصار ہی کرو" (تقویۃ الایمان ص ۴۴)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ نبی علیہ السلام کے بارے میں تو ان کا یہ فتوٰے ہے کہ بشر کی سی تعریف میں بھی کمی کرو! اور اپنے مولویوں کی شان میں اس طرح رطب اللسان ہیں۔

تمہاری تری تربت کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار انی مری دیکھی بھی نادانی (مرتبہ گنگوہی ص ۱۲)

اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

"جیسا کہ ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔" (تقویت الایمان ص ۴۴)

نبی علیہ السلام کی تنقیص کی یہ ایک انتہائی خطرناک کوشش ہے ہمیں کوئی سمجھائے کیا گاؤں کے چودھری اور زمیندار کی اطاعت گاؤں والوں پر فرض ہوتی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے کیا چوہدری کو نہ ماننے سے گاؤں والے کافر ہو جاتے ہیں۔ پھر اس لغو تشبیہ سے کیا حاصل؟

نیز اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

"یعنی جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے مجھ کو دیئے ہیں، سو بیان کرو۔ وہ سب رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں۔ کیونکہ بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں۔" (تقویت الایمان ص ۴۴)

یہ ٹھیک ہے رسالت سے بڑھ کر بشر کا کوئی مرتبہ نہیں۔ مگر حضور کو صرف رسول کہہ دینے سے آپ کے تمام کمالات کس طرح آجاتے ہیں۔ رسول تو تین سو تیرہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض (بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت ہے) پھر بتلائیے قرآن کریم میں حضور کی تعریف میں اللہ تعالےٰ نے آپ کا صرف وصف رسالت بیان کیا ہے اور ورفع بعضھم درجات علمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما مازاغ البصر وما طغیٰ انک لعلیٰ خلق عظیم وما ارسلنک الا رحمۃ العالمین قرآن کریم کی بے شمار آیات اور احادیث کا وافر ذخیرہ کس کی فضیلت میں وارد ہے۔ کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حسان کو منبر پر بٹھا کر ان سے صرف لفظ رسول کی گردان سنا کرتے تھے۔ بتلائیے بھلا آپ کو حضور کی اس تنقیص اور فضائل کی قطع برید سے کیا حاصل ہوا؟

اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

"یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ الی ان قال اولیاء انبیاء امام و امام زادہ پیر و شہید یعنے جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (تقویت الایمان ص ۴۲)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسماعیل دہلوی حضور علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"

(تقویت الایمان ص ۴۲)

نیز لکھتے ہیں۔

"اور جس کا نام محمد یا علی ہے۔ وہ کسی چیز کا مختار نہیں" (تقویت الایمان ص ۲۸)

مزید لکھتے ہیں۔

"ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے"

(تقویت الایمان ص ۱)

قارئین کرام آپ ان عبارتوں کو پڑھیئے اور سوچئے کہ نبی علیہ السلام کے فضائل اور کمالات کو مٹانا کن لوگوں کا شعار ہے اور کیا نبی علیہ السلام کی بشریت اسی لئے دن رات پیش کی جاتی ہے کہ آپ کی شان میں اس طرح توہین کی جائے اور آپ کے تمام فضائل کا انکار کر دیا جائے۔

نبی علیہ السلام کی نورانیت

نبی علیہ السلام کی بشریت پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد اب ہم آپ کی نورانیت کا ذکر کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین۔

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین۔

قرآن کریم کی اس دلیل پر سرفراز صاحب کا ارشاد ہے کہنے والے کہتے ہیں کہ اس میں لفظ نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے اور چونکہ واؤ عطف سے کتاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور معطوف و معطوف علیہ مغائر ہوتے ہیں۔ لہذا نور الگ شے ہے اور کتاب جدا۔

الجواب: اس میں لفظ نور سے خود قرآن کریم مراد ہے۔ اور عطف محض تفسیری ہے" (تنقید متین ص ۱۰۵)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آیئے اب ہم آپ کو بتلائیں کہ یہ کہنے والے کون ہیں۔ کہ نور سے مراد نبی علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ اسی آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں۔

وفیہ اقوال (الاول) ان المراد بالنور محمد وبالکتاب القرآن (والثانی) ان المراد بالنور الاسلام وبالکتاب القرآن (الثالث) النور والکتاب ھو القرآن وھذا ضعیف لان العطف یوجب المغائرۃ۔

اور اس آیت میں کئی اقوال ہیں۔ پہلا یہ کہ بیشک نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب سے قرآن کریم۔ دوسرا یہ کہ نور سے اسلام مراد ہے اور کتاب سے قرآن تیسرا یہ کہ نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن کریم ہو اور یہ کمزور بات ہے کیونکہ عطف تغائر کو چاہتا ہے۔

اب غالباً سرفراز صاحب کو پتہ چل گیا ہوگا۔ کہ جس قول پر انہوں نے اپنے عقیدہ کی عمارت قائم کی ہے۔ وہ تیسرے درجہ کا قول ہے۔ جس کو امام رازی نہایت کمزور قرار دیتے ہیں۔ ملا علی قاری حنفی اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(قد جاءکم من اللہ نور) ای لظھور الحق وابطال الباطل واطلق علیہ الصلوٰۃ والسلام لانہ یھتدی بہ من الظلمات الی النور (کتاب مبین) بین الاعجاز وبین الاحکام وھذا شاھد للمدعی الاول وبیانہ ان الاصل فی العطف المغائرۃ۔

(شرح شفاء ج ۱ ص ۴۲)

(تحقیق آیا اللہ کی طرف سے نور) یعنی حق کے ظہور اور باطل کو ملیامیٹ کرنے کیلئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق اسلئے کیا گیا کہ آپ سے ظلمات میں نور کی طرف ہدایت حاصل کی جاتی ہے (اور کتاب مبین) جسکا اعجاز ظاہر ہے اور وہ احکام بیان کرنے والی ہے اور یہ پہلے مطلوب کی دلیل ہے جس کا بیان یہ ہے کہ اصل عطف میں مغائرہ ہے۔

باقی رہا سرفراز صاحب کا یہ کہنا۔ کہ واو کا عطف تفسیری ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے۔ کہ واؤ عاطفہ میں اصل مغائرت ہے اور عطف تفسیر مجاز ہے اور کاش کہ آپ نے "اصول الشاشی" پڑھی ہوتی۔ تو آپ کو معلوم ہوتا کہ اصل الفاظ میں حقیقت ہے۔ تاوقتیکہ تعذر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عقلی یا شرعی لازم آئے پس آپ کا بغیر تعذر کے واو کو عطف تفسیری پر محمول کرنا علم سے تہی دستی کے سوا اور کیا ہے اور اسی عطف تفسیری کا جواب ملا علی قاری حنفی سے ملاحظہ فرمایئے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وقد حال بعض المفسرين بانه من باب الجمع بين الوصفين باعتبار تغائرهما اللفظي وان المراد بهما القرآن وقد يقال في مقابلهم واي مانع من ان يجعل النعتان للرسول صلى الله عليه وسلم فانه نور عظيم لكمال ظهوره بين الانوار وكتاب مبين من حيث انه جامع لجميع الاسرار ومظهر للاحكام والاحوال والاخبار

(شرح شفا ج ۱ ص ۴۲)

اور تحقیق بعض مفسرین نے یہ ارادہ کیا کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن کریم ہے اور عطف میں تغائر لفظی بلحاظ صفات ہے اور بلا خوف وخطر ان کے مقابلہ میں یہ بات کہی جائے گی کہ (جب نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن کریم لیا جا سکتا ہے) تو اس سے کیا چیز مانع ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں لفظوں سے رسول اللہ کی ذات کریم مراد لی جائے بایں طور کہ نور اور کتاب مبین ہونا دونوں آپ کی صفات ہوں۔ کیونکہ آپ نور اس لحاظ سے ہیں۔ کہ انوار میں کامل ظہور رکھتے ہیں۔ اور کتاب مبین اس اعتبار سے ہیں کہ آپ تمام اسرار الٰہیہ کے جامع احکام شریعیہ کے مبین اور اخبار وحالات کے بتلانے والے ہیں۔

اسی طرح علامہ آلوسی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ولا يبعد ان يراد بالنور والكتاب المبين النبي صلى الله عليه وسلم والعطف عليه كالعطف على ما قاله الجبائي ولا شك في صحة اطلاق ما ذكر عليه عليه الصلوٰة والسلام۔

ج ۶ ص ۸۷

اور بعید نہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے نبی علیہ السلام کی ذات مقدسہ مراد ہو۔ اگر عطف کو جبائی کی طرح عطف تفسیری پر محمول کیا جائے اور بلا ریب نبی علیہ السلام پر نور اور کتاب مبین دونوں کا اطلاق صحیح ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آپ نے غور فرمایا۔ مداح نبی ملا علی قاری حنفی اور علامہ آلوسی حنفی تو مدحت رسول اور عظمت نبی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد حضور کی ذات ہے اور رفعت نبی اور عظمت رسالت کے منکر کہتے ہیں۔ کہ دونوں تو کجا ایک سے بھی مراد آپ کی ذات نہیں ہے سرفراز صاحب نے ذکر رسول کو قطع کرنے کے لئے جس طرح مقراضِ دیوبند کو استعمال کیا ہے۔ اس نے ان کی فطرت کے نقوش کو خوب اُبھار کر عوام کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اور اب عوام کو غور کرنے کا موقع ملے گا کہ دیوبند کے اسلام اور عشق نبی کے نعروں میں کتنی اصلیت ہے۔ کیا یہ حقیقت اَب واضح نہیں ہو گئی ہے کہ دیوبندی نصاب اپنے فضلاء کے سینوں میں کوٹ کوٹ کر بغض رسالت کی چنگاریاں بھر دیتا ہے جس کا ایک اندازہ دیوبند کے اس فاضل کی تحریر سے کیا جا سکتا ہے۔

ملا علی قاری حنفی کے بعد سید محمود آلوسی حنفی کا کلام ملاحظہ فرمائیے۔

(قد جاءکم من اللہ نور) عظیم وھو نور الانوار والنبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم والی ھذا ذھب قتادہ واختارہ الزجاج۔ (روح المعانی)

(تحقیق آیا اللہ کی طرف سے نور) عظیم اور وہ تمام نوروں کا نور ہے اور نبی مختار ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف قتادہ گئے ہیں اور اسی کو زجاج نے اختیار کیا۔

علامہ آلوسی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور تمام انوار کی اصل ہیں اور یہ عبارت مبتدعین دیوبند کے اس فاسد عقیدہ پر ضرب کاری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط ہدایت کے لحاظ سے نور ہیں۔ اور حسی نورانیت آپ کو نہیں ملی۔ حق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسی اور معنوی ہر قسم کی نورانیت کے جامع اور تمام انوار ہیں۔ اور مختلف اوقات میں آپ سے مختلف انوار کے مقتضیات ظہور میں آئے۔ جب بشریت کا غلبہ ہوا تو بشری عوارض پائے گئے۔ اور جب نور معنوی یا حسی غالب ہوا تو اس کے مظاہر پائے گئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی نے فرمایا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(قدجاءکم من اللہ نور) ھونور النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تفسیر جلالین)

قدجاءکم من اللہ نور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا ذکر ہے۔

شیخ احمد صادی مالکی رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں!

وسمی نورالانہ بنور البصائر و یھدیھا للرشاد ولانہ اصل کل نور حسی ومعنوی۔

آپ کو نور سے اس لئے موسوم کیا گیا ہے کہ آپ بصائر کو منور کرتے ہیں اور انہیں راہ ہدایت عطا فرماتے ہیں اور اسلئے کہ آپ ہر نور کی اصل ہیں خواہ حسّی ہو یا معنوی۔

شیخ ابوسعود اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

قیل المراد بالاول ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبالثانی القرآن۔

کہا گیا ہے کہ اول یعنی نور سے مراد رسول کریم کی ذات اور ثانی یعنی کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے۔

(تفسیر ابوسعود)

حضور کی نورانیت پر اعتراض کا جواب

سرفراز صاحب نے نور سے ذات نبی مراد نہ ہونے پر ایک دلیل قائم کی ہے۔

لکھتے ہیں۔

"اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا ذکر اسی آیت کے شروع میں مستقل ہو چکا ہے۔ (تنقید متین ص ۱۰۵)

یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم الایہ۔

اے اہل کتاب تحقیق سے آیا تمہارے پاس ہمارا رسول ظاہر کرتا ہے تم پر۔ اور آخر میں کتاب کا ذکر ہے جو روشن بھی ہے اور بین بھی۔

اس بے سروپا شبہ کے جواب میں مفسرین کی عبارات لانے کی بجائے بہتر ہوگا۔ کہ مبتدعین دیوبند کے حکیم علی الاطلاق اشرف علی تھانوی کی عبارت پیش کیا جائے۔

لکھتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین یھدی بہ اللہ ایک تفسیر یہ ہے کہ نور سے مراد (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور اس تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اوپر بھی قد جاءکم رسولنا فرمایا ہے۔ تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ جاءکم کا ایک فاعل ایک ہو۔ (رسالۃ النور ص ۳۱)

اب آپ غور فرمائیے کہ سرفراز صاحب کے نزدیک عبارت میں قد جاءکم رسولنا کا ذکر نور سے حضور کی ذات مراد نہ ہونے پر قرینہ ہے اور ان کے حکیم الامت کے نزدیک عبارت میں اسی قد جاءکم رسولنا کا ذکر نور سے آپ کی ذات مراد ہونے پر قرینہ ہے۔ اب کس کا بتلایا ہوا قرینہ صحیح ہے اور کس کا غلط یہ فیصلہ ہم سرفراز صاحب کے ذوقِ سلیم پر چھوڑتے ہیں۔ خواہ خود کو جاہل بنا کر تھانوی صاحب کی تصحیح کریں۔ یا اپنے کلام کو صحیح قرار دے کر امت دیوبند کے حکیم کو جہالت کی بھٹی میں جھونک دیں۔

حضور کی نورانیت پر ایک اور اعتراض

نور سے حضور کی ذاتِ اقدس مراد لینے پر مولوی سرفراز صاحب کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ:۔

"اگر نور سے آپ کی ذات گرامی اور کتاب مبین سے الگ چیز مراد ہوتی۔ تو ضمیر تثنیہ کی بہا مناسب تھی۔ (تنقید متین ص)

قرآن کریم میں ایسی بے شمار نظریں موجود ہیں۔ جن میں امور متعدد کی طرف ضمیر واحد کا بطور بدل لوٹایا گیا ہو۔ لیکن بغض رسالت کا کیا علاج سرفراز صاحب کو پورے قرآن میں صرف یہی ایک مقام کھٹکا ہے۔ بہر حال جواب حاضر ہے۔ علامہ ابو سعود آیت مذکورہ کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

توحید الضمیر المجرور لاتحاد المرجع بالذات او لکونھا فی حکم الواحد او ارید یھدی بما ذکرہ الخ (تفسیر ابو سعود)

ضمیر مجرور کو واحد یا تو اسلئے لایا گیا ہے کہ انکا مرجع متحد بالذات ہے کیونکہ احکامِ قرآنی کی جامع انسانی صورت اگر متصور ہو سکتی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تو وہ آپ کی ذات مقدسہ ہے اور اگر آپ کی ذات وصفات کی اگر کوئی جامع عبارت حامل ہو سکتی ہے۔ تو وہ قرآن کریم ہے، یا اس لئے کہ دونوں کا حکم ایک ہے (کیونکہ دونوں واجب الاطاعت ہیں) اور ضمیر دونوں کی طرف مذکور کی تاویل میں راجع ہے (اور یہی وہ جواب ہے جو اس قسم کے مواقع پر بالعموم مفسرین اور شارحین دیا کرتے ہیں) شیخ ابوسعود کی طرح علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی نے انوار التنزیل میں علامہ اسمٰعیل حقی نے روح البیان میں اور دیگر اکابر علماء نے بھی اپنی اپنی تفاسیر میں اسی قسم کے جوابات دیئے ہیں۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے، کہ معاندین رسالت اپنے توہمات کے تیر برسا رہے ہیں، اور نبوت کے پروانے دلائل و براہین کی سپر بن کر ان کے مقابل آ رہے ہیں۔

علاوہ ازیں اگر آپ کو اسی پر اصرار ہے کہ جب ضمیر واحد ہے تو مرجع بھی واحد ہونا چاہئے تو چلئے یہی سہی لیکن یہ کب ضروری ہے کہ اگر مرجع واحد ہو تو نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہو۔ اور یہی جواب ملا علی قاری نے شرح شفا میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں دیا ہے جسے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں منصف مزاج کے لئے یہ جاندار حوالے کافی ہیں اور جن کے دل ظلم سے مردہ ہو چکے ہیں۔ ان کا ہم کوئی ذمہ نہیں لیتے۔ اب اس ضمن میں علامہ بیضاوی کا کلام ملاحظہ فرمایئے۔

(قد جاءکم من اللہ نور) ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم یریدبالنور محمدا صلی اللہ علیہ وسلم۔	آیت مبارکہ میں نور سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

(تفسیر بیضاوی)

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں:۔

(قد جاءکم من اللہ نور یعنے محمدا صلی اللہ علیہ وسلم انما سماہ اللہ نورا لانہ یھتدی بہ	نور سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور آپ کو نور سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ آپ سے اسی طرح ہدائیت حاصل کی جاتی ہے جیسے نور سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کما یھتدی بالنور فی الظلام — اندھیروں میں ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

(تفسیر خازن)

علامہ نسفی حنفی زیر نظر آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں۔

او النور محمد علیہ السلام لانہ یھتدی بہ کما سمی سراجا۔ — یا نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ آپ کو قرآن کریم میں دوسری جگہ سراج سے موسوم کیا ہے۔

(مدارک التنزیل)

ان مختصر اور مضبوط حوالوں کے بعد ہم اس آیت پر علامہ اسمٰعیل حقی کا نورانی اور روح پرور کلام پیش کرتے ہیں۔ لیجئے آپ بھی ملاحظہ کر کے اپنے قلوب اور روح کو منور فرمایئے۔

واعلم ان اللہ تعالیٰ بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم نورا بیّن حقیقۃ حظ الانسان من اللہ تعالیٰ وانہ تعالیٰ سمی نفسہ نورا بقولہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض لانھما کانا مخفیتین فی ظلمۃ العدم فاللہ تعالیٰ اظھرھما بالایجاد وسمی الرسول نورا لان اول شی اظھرہ الحق بنور قدرتہ من ظلمۃ العدم کان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کما قال اول ما خلق اللہ نوری ثم خلق العالم بما فیہ من نورہ بعضہ من بعض فلما ظھرت الموجودات من وجود نورہ سماہ

اور یاد رکھو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو بحیثیت نور مبعوث فرمایا۔ اور آپ نے انسان کے لئے عطیۂ الٰہی بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اپنے قول "اللہ نور السموات والارض" میں نور سے موسوم فرمایا کیونکہ ارض وسماء ظلمت عدم میں مستور تھے پس اللہ تعالیٰ نے صفت ایجاد سے انہیں ظاہر فرمایا۔ اور نبی علیہ السلام کو نور فرمایا کیونکہ وہ پہلی مخلوق جسے اللہ تعالیٰ نے نور قدرت سے ظاہر فرمایا۔ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس طرح آپ نے خود فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عالم کے بعض انوار کو بعض سے پیدا فرمایا پس جب آپ کے نور سے موجودات ظاہر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نورا وکل ما کان اقرب الی الاختراع
کان اولی باسم النور کما ان عالم
الارواح اقرب الی اختراع من
عالم الاجسام فلذلک سمی عالم الانوار
والعلویات نورا بالنسبۃ
الی السفلیات فاقرب الموجودات
الی الاختراع لما کان نورا فالنبی صلی
اللہ علیہ وسلم کان اولی باسم النور
ولھذا کان یقول انا من اللہ و
المؤمنون منی وقال تعالیٰ قد جاکم
من اللہ نور وروی عن النبی علیہ
السلام انہ قال کنت نورا بین یدی
ربی قبل خلق ادم باربعۃ عشر الف
عام وکان یسبح ذالک النور وتسبح
الملائکۃ بتسبیحہ فلما خلق ادم
القی ذالک النور فی صلبہ وعن
ابن عباس رضی اللہ عنھما عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال
لما خلق اللہ ادم اھبطنی فی
صلبہ الی الارض وجعلنی فی صلب
نوح فی السفینۃ وقذفنی فی صلب
ابراھیم ثم لم یزل تعالیٰ ینقلنی من
الاصلاب الکریمۃ الی الارحام

ہو گئے تو آپ کا نام نور رکھا اور ہر وہ شے جو
اقرب الی الایجاد ہو وہ اسم نور کے زیادہ
مناسب ہے۔ کیونکہ عالم ارواح جبکہ ایجاد کے
زیادہ قریب تھا تو اسی وجہ سے اسے عالم انوار
کا نام دیا اور عالم علوی نورانی ہے بنسبت
عالم سفلی کے پس نور نبی جبکہ تمام موجودات
کی نسبت ایجاد کے سب سے زیادہ قریب ہے
لہذا نور کا نام سب سے زیادہ آپ ہی کی ذات
مقدسہ کے مناسب ہے۔ اسی لئے آپ نے
فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور کی (تجلی) سے پیدا ہوا
اور مومنین مجھ سے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے
شک تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور آیا اور
نبی علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں اپنے رب کے پاس
بحیثیت نور آدم کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے
موجود تھا اور یہ نور اللہ کی حمد و ثنا کرتا تھا اور
فرشتے اس حمد سے تسبیح کیا کرتے تھے پس جب آدم
علیہ السلام پیدا ہوئے تو یہ نور انکی پشت میں
رکھا گیا اور ابن عباس سے مروی ہے۔ وہ کہتے
ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
جب آدم کو پیدا کیا تو مجھے انکی پشت کے ضمن میں
زمین پر اتارا پھر کی پشت کے ضمن میں کشتی میں اتارا
اور ابراہیم کی پشت میں رکھا پھر اسی طرح مجھے
کریمانہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف نقل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الطاهرۃ حتی اخرجنی من ابوی لم یلتقیا علی سفاح قط۔

(روح البیان)

فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے میرے والدین کی طرف بھیجا۔ جو کبھی زنا پر اکٹھے نہیں ہوئے۔

حضور کی نورانیت اکابر دیوبند کی نظر میں

مسئلہ نورانیت محمدی میں جمہور مفسرین کا کلام سپرد رقم کرنے کے بعد ہم اس موضوع پر ان ستونوں کی عبارت پیش کرتے ہیں جن کے کاندھوں پر عمارت دیوبند کا بوجھ ہے۔ اور ظاہر ہے ان عمائد کو گرانا دیوبند کو مسمار کرنے کے مترادف ہے اب سرفراز صاحب یا تو علماء دیوبند کی پوجا چھوڑ دیں اور یا توبہ کر کے اہل سنت کے مسلک کو قبول کر لیں۔

رشید احمد صاحب گنگوہی کا کلام ملاحظہ فرمائیے۔

لکھتے ہیں۔

حق تعالیٰ در شانِ حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذات پاک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم است۔

حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتا ہے کہ آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین اور نور سے مراد حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

(امداد السلوک ص ۸۶)

مولوی اشرف علی تھانوی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

"اب لیجئے کہ نور کی حقیقت ہے ظاہر بنفسہ مظہر لغیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مظہر کے بہت مناسب ہے کہ مراد نور سے آپ ہوں۔"

(رسالہ النور ص ۳۱)

سرفراز صاحب کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

"شاید نور سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب مبین سے قرآن کریم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مراد ہے۔"

شائد کی یہ ہڈی ان کے گلے میں جاکر اس طرح پھنسی ہے نہ صاف اقرار کر سکتے ہیں اور نہ واضح انکار کی ہمت ہو سکی عجیب مخمصے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

مشتاق احمد نے رسالہ التوسل میں لکھا۔ اور اسے محمود الحسن مفتی کفایت اللہ مفتی محمد شفیع جیسے اکابر دیوبند کی تائیدات سے مزین کیا۔ اس میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

"نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔"

(التوسل ص ۲۳)

ہم نے آپ کے سامنے کھلی کتاب کی طرح علماء دیوبند کی عبارات کو پیش کر دیا ہے کہ رؤسا دیوبند آیت مذکورہ میں نور سے رسول کریم کی ذات اقدس مراد لیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی سرفراز صاحب کا قول بھی نقل کر دیا ہے کہ وہ نور سے رسول اللہ کے مراد ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ دونوں میں کون غلط اور گمراہ ہے۔ اس پہ ہم ناظرین کی بصیرت کو منصف بناتے ہیں۔

حضور کی نورانیت پر قرآن سے مزید دلائل

سرفراز صاحب نے اپنے ضعیف مطالعہ اور علمی فقدان سے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ قرآن کریم میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پر یہی ایک دلیل ہے۔ یہ ان کی خوش فہمی بلکہ غلط فہمی ہے۔ دیدہ بینا کے لئے قرآن شریف میں انگنت آیات نبی علیہ السلام کی نورانیت کی حامل ہیں۔ ہم چند آیات مع تفسیری حوالوں کے نذر رقم کرتے ہیں۔

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں۔

وقال اللہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض الایۃ۔ قال کعب الاحبار وابن جبیر المراد بالنور الثانی ھنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقولہ تعالیٰ مثل نورہ

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ کعب احبار اور ابن جبیر نے کہا کہ یہاں نور ثانی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں! اور اللہ تعالیٰ کے قول مثل نورہ کا معنی ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ای نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وقال سھل بن عبد اللہ المعنی اللہ
ھادی اھل السموات والارض
ثم قال مثل نور محمد اذا کان
مستودعا فی الاصلاب کمشکوۃ
صفتھا کذا واراد بالمصباح قلبہ
والزجاجۃ صدرہ ای کانہ
کوکب دری لما فیہ من الایمان
والحکمۃ یوقد من شجرۃ مبارکۃ
ای من نور ابراھیم علیہ الصلوٰۃ
والسلام وضرب المثل بالشجرۃ
المبارکۃ وقولہ یکاد زیتھا یضئ
ای تکاد بنوۃ محمد صلی اللہ علیہ
یتبین للناس قبل کلامہ کھذا
الزیت وقد قیل فی ھذہ الایۃ
غیر ھذا واللہ اعلم وقد سماہ
اللہ فی القرآن فی غیر ھذا الموضع
نورا وسراجا منیرا۔ فقال تعالیٰ
قد جاءکم من اللہ نور وکتاب
مبین وقال تعالیٰ انا ارسلنا لک
شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیا
الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا
ومن ھذا قولہ تعالیٰ الم نشرح

نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اور سہل
بن عبد اللہ نے کہا کہ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
آسمانوں اور زمینوں کا ہادی ہے پھر کہا مثال
نور محمد کی جبکہ وہ پشتوں میں بطور امانت تھا
مثل اس طاق کے ہے جس کی ایسی ایسی صفت
ہو اور مصباح سے آپ کے قلب کا ارادہ
کیا۔ اور زجاجہ سے سینہ اقدس کا گویا کہ وہ
ایک روشن ستارہ ہے جو ایمان وحکمت
سے بھرپور ہے۔ اور ایک درخت سے روشن
ہے۔ یعنی خود ابراہیم علیہ السلام سے اور شجر
مبارکہ سے محض مثال دی گئی ہے۔ اللہ عزوجل
کے قول یکاد زیتھا یضئ کا مطلب ہے کہ قریب ہے
کہ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوی نبوت
سے پہلے لوگوں پر ظاہر ہو جائیں گی مثل اس زیتون کے
اور اس آیت میں اور بھی مضمون بیان کئے گئے ہیں۔
واللہ اعلم اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپکو قرآن
میں اس مقام کے علاوہ نور اور سراج منیر سے موسوم
فرمایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا قد جاءکم من اللہ
نور وکتاب مبین اور فرمایا۔ انا ارسلنک
شاھدا ومبشرا ونذیرا و
داعیا الی اللہ باذنہ و
سراجا منیرا۔
اور اسی ضمن میں فرمایا۔ الم نشرح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لك صدرك الى اخر السورة شرح وسع والمراد بالصدر هنا القلب قال ابن عباس رضی اللہ عنہما شرحه بنور الاسلام وقال سهل بنور الرسالة الخ۔

(الشفاء ص ۱۰)

لك صدرك الخ میں سینہ سے مراد آپ کا دل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دل کو نور اسلام سے لبریز کر دیا۔ اور سہل نے کہا نور رسالت سے۔

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ اسی مضمون کی شرح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

والحاصل ان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتقل من ابائه الكرام الى ان ظهر ظهورا بينا فى ظهر ابراهيم عليه الصلوٰة والسلام اذ صار علما فى علم التوحيد ولاسيما فى باب التفويض والاستسلام فهو شجرة كثيرة الخير لان من بعد من الانبياء كلهم من ذريته وكان اكثرهم من جهة الشام من الارض التى بارك الله تعالى حولها وكان الزيتونه اشارة اليها۔ (شرح شفا ج ۱ ص ۴۱)

اور خلاصہ یہ ہے کہ بیشک نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اباء کرام سے منتقل ہوتا رہا یہاں تک ابراہیم علیہ السلام کی پشت مبارک میں ظاہر ہوا۔ جبکہ وہ توحید میں علامت کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور خاص طور پر تسلیم و رضا کے باب میں پس وہ کثیر خیر کے حامل شجر تھے۔ کیونکہ بعد کے تمام انبیاء آپ کی اولاد میں سے تھے اور ان میں سے اکثر ملک شام سے مبعوث ہوئے۔ جس کی زمین میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی تھی اور ممکن ہے کہ زیتون سے اسی طرف اشارہ ہو۔

صاحب تفسیر خازن ہیں سراجا منیرا کے تحت فرماتے ہیں۔

معناه امد الله بنور نبوته نور البصائر كما يمد بنور السراج نور الابصار۔ (تفسیر خازن)

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے نور نبوت سے بصائر کے نور کی مدد فرمائی جیسے نور سراج سے نور ابصار کی مدد کی جاتی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

امام رازی رحمہ اللہ اسی آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں۔

قال فی حق النبی صلی اللہ علیہ وسلم سراجا ولم یقل انہ شمس مع ان النہار اشہر اضاءۃ من السراج لفوائد منہا ان الشمس نورہا لا یؤخذ منہا شئی والسراج یوخذ منہ انوار کثیرۃ۔ (تفسیر کبیر)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں چراغ فرمایا اور شمس نہ فرمایا۔ حالانکہ سورج کی روشنی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ شمس سے عموماً استفادہ نہیں کیا جاتا بخلاف چراغ کے کیونکہ اس سے انوار کثیرہ حاصل کئے جاتے ہیں۔

قد جاءکم من اللہ نور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کی نفی کرنیوالے کون تھے

ہم نے گذشتہ سطور میں یہ امر انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ کہ اہل سنت کے نزدیک نورانیتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حقیقت ثابتہ ہے اور جمہور مفسرین کے نزدیک "قد جاءکم من اللہ نور" میں نور سے مراد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اب یہ بھی دیکھئے کہ اس آیت میں نور سے مراد قرآن کریم لے کر نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی کرنے والے کون لوگ ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وقال ابوعلی الجبائی عنی بالنور القرآن لکشفہ واظہارہ طرق الہدیٰ والیقین واقتصر علیٰ ذالک الزمخشری۔ (روح المعانی)

ابوعلی جبائی نے کہا نور سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ وہ حقائق کا کشف و بیان اور ہدایت کے طریقوں کو ظاہر کرتا ہے اور زمخشری نے اسی تفسیر پر اکتفا کیا ہے۔

اور زمخشری صاحب کشاف کا کیا مذہب ہے۔

علامہ پرھاروی لکھتے ہیں۔

وکان صاحب الکشاف یکنی نفسہ ابا المتزلۃ (نیز اس ص ۲۸)

صاحب کشاف نے اپنی کنیت ابو معتزلہ رکھی تھی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز علامہ پرھاروی ابوعلی جبائی کے تعارف میں لکھتے ہیں۔

ابی علی جبائی ھو محمد بن عبد الوھاب من معتزلۃ بصرۃ۔

(نبراس ص ۲۹)

ابوعلی جبائی کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا اور وہ معتزلہ بصرہ سے تھا۔

نبراس کے ان حوالوں سے یہ امر ظاہر ہوگیا کہ ابوعلی جبائی اور زمخشری دونوں معتزلہ تھے اور روح المعانی کی عبارت سے واضح ہوگیا کہ یہی معتزلہ نورانیت نبی کا انکار کرکے نور کا قرآن میں انحصار کرتے ہیں۔ پس اب غور فرمائیے۔ کہ سرفراز صاحب گکھڑی نے نورانیتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرکے کن لوگوں کے براز میں اپنے عقیدہ کو شامل کرلیا ہے۔

حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"نورانیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسری دلیل حدیث جابر سے دی جاتی ہے۔ اور یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ امام عبدالرزاق شیعہ تھے۔ اور یہ حدیث سند کے لحاظ سے مجروح ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(تنقیدیتین ص ۱۰۷)

اس جرح کا جواب دینے سے پیشتر ہم آپ کے سامنے اہل سنّت کے ان اکابر علماء کی عبارات پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو روایت اور اس سے استدلال کیا ہے۔ امام احمد کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاد الاستاذ امام عبدالرزاق اپنی تصنیف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

قال قلت یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیئ خلقہ اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یاجابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے بتلائیں کہ سب سے پہلے اللہ نے کس کو پیدا کیا۔ فرمایا اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ سب سے پہلے تمہارے نبی صلی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الاشیاء نور نبیک من نورہ فجعل ذلک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ تعالیٰ ولم یکن فی ذالک الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا شمس و لا قمر ولا جنی ولا انسی فلما اراد اللہ تعالیٰ ان یخلق الخلق قسم ذالک النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزاء الحدیث بطولہ۔

اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔ پھر وہ نور خدا کی قدرت سے جہاں چاہا گھومتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان زمین، سورج، چاند، جن وانس کچھ نہیں تھے پھر جب اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا۔ تو اس نور کے چار حصے کئے۔ پہلے سے قلم دوسرے سے لوح۔ تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے۔ الحدیث۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں۔

لما تعلقت ارادہ الحق تعالیٰ بایجاد خلقہ وتقدیر رزقہ ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ من الانوار الصمدیۃ فی الحضرۃ الاحدیۃ ثم تسمی منہا العوالم کلہا علوہا و سفلہا علی صورۃ حکمہ کما سبق فی سابق ارادۃ وعلمہ ثم اعلمہ تعالیٰ نبوتہ وبشرہ وبرسالتہ ھکذا و آدم لم یکن الا کما قال صلے اللہ علیہ وسلم بین الروح والجسد

(مواہب اللدنیہ)

جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کو پیدا کرنے اور اس کا رزق مقرر کرنے کے ساتھ متعلق ہوا تو اس نے حقیقت محمدیہ کو صمدی انوار سے بارگاہ احدیت میں ظاہر فرمایا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اس حقیقت محمدی سے تمام عالم علوی اور سفلی کو اپنے ارادہ ازلی کے مطابق ظاہر فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے حقیقت محمدی کو نبوت کی خبر اور رسالت کی بشارت دی اور ابھی حضرت آدم فرمان نبوی کے مطابق روح اور جسد کے درمیان ہی تھے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس کی شرح میں امام زرقانی ارقام لکھتے ہیں۔

وانما کانت الحقیقة المحمدیة هی صورة الحقیقة الحقائق لاجل ثبوت الحقیقة المحمدیة فی خلق الوسطیة هی عین النور الاحمدی المشار الیه بقوله علیه السلام اول ما خلق الله نوری ....

اور جز ایں نیست کہ حقیقت محمدیہ ہی تمام حقائق کی حقیقت ہے کیونکہ حقیقت محمدی کا ثبوت خلق وسطیہ میں ہے۔ جو کہ عین نور احمدی ہے۔ جس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا۔

(شرح مواہب لدنیہ)

امیر عبدالقادر الجزائری فرماتے ہیں۔

فان حقیقة صلی الله علیه وسلم هی الرحمة التی وسعت کل شئ وعمت هذه الرحمة حتی اسماء الحق تعالیٰ من حیث ظهور اثارها ومقتضیاتها بوجود هذه الرحمة وهذه الرحمة هی اول شئ فتق ظلمة العدم واول صادر عن الحق تعالیٰ بلا واسطه وهی الوجود المفاض علیٰ اعیان الممکنات وقد ورد فی الخبر اول ما خلق الله نور۔ نبیك یا جابر۔

(مواقف)

بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت وہ رحمتِ عظمیٰ ہے جس نے ہر شے کا احاطہ کر لیا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے اسماء کو بھی یہ رحمت شامل ہے، کیونکہ ان اسماء کے مقتضیات اور آثار کا ظہور اس رحمت محمدی سے وجود میں آیا۔ اور اسی رحمت نے سب سے پہلے پردہ عدم کو چاک کیا اور یہ پہلی مخلوق ہے جو اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ صادر ہوئی اور اس وجود کا فیضان تمام موجودات کو شامل ہے اور بالتحقیق حدیث شریف میں وارد ہوا کہ اے جابر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا۔

سیدی عبدالکریم فرماتے ہیں۔

ان الله تعالیٰ خلق محمدا صلی الله علیه وسلم کثیر السعادة

بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سعادتِ کبریٰ اور تمام لوگوں کے لئے ظاہری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الکبریٰ وانموذجا للطائفۃ صورۃ ومعنی فجعل مرتبتہ فی الوجود المرتبۃ العلیۃ التی لیس فوقھا مرتبۃ الوجود (کتاب النور)

اور باطنی نمونہ بنا کر پیدا فرمایا اور وجود میں آپ کا مرتبہ اللہ نے سب سے پہلے۔ جس کے بعد اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

شیخ عبداللہ البوسنوی فرماتے ہیں۔

اعلم ان الحق تعالیٰ لما اراد ان یعرف من حیث ظھور اثار الاسماء الالھیہ تخلیاتھا من حضرۃ الالوھیۃ خلق اولا الروح المحمدی علی الصورۃ الجمعیۃ ثم منہ جمیع العوالم العلویۃ الروحانیۃ العقلیۃ والعوالم السفلیۃ الخلقیۃ العنصریۃ الی خاتم الصور النوعیۃ الکونیۃ وھو ادم علیہ السلام کما روی عن جابر بن عبد اللہ انصاری قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اول شئ خلقہ اللہ قال ھو نور نبیک یا جابر خلقہ من نورہ ثم خلق منہ کل خیر وخلق بعدہ کل شئ الحدیث۔

(مطالع النور)

یاد رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ اسماء الٰہیہ کے آثار کے ظہور سے بارگاہِ الوہیت کی تجلیات کی معرفت کرائے تو اس نے سب سے پہلے روح محمدی کو جامع صورت پر پیدا کیا پھر اس نے جمیع عالم علوی۔ روحانی اور جمیع عالم سفلی جسمانی کو پیدا فرمایا۔ حتےٰ کہ خاتم صور نوعیہ یعنی آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا۔ تو آپ نے فرمایا اے جابر وہ تیرے نبی کا نور ہے جس کو اللہ نے اپنے نور کے سبب سے پیدا فرمایا۔ پھر اس نور سے ہر اچھی چیز کو پیدا فرمایا۔ اور اس کے بعد ہر چیز کو پیدا فرمایا۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

واما اول وے صلی اللہ علیہ وسلم اولست

بہر کیف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

در ایجاد کہ اول ما خلق اللہ نوری و اولست در نبوت کہ کنت نبیّا و آدم لمنجدل فی طینتہ ۔

(مدارج النبوہ)

اول ہونا پس وہ اس لئے ہے کہ پہلی وہ چیز جس کو اللہ نے پیدا کیا ۔ وہ میرا نور ہے ۔ اور نبوت میں اول ہونا اسلئے ہے کہ اسوقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی زمین پر افتادہ تھے ۔

ان اکابرین کے علاوہ امام ابن حجر مکی علامہ فاسی علامہ دیار بکری سیدی عبد الغنی نابلسی امام ابوالحسن اشعری وغیرہم نے بھی اس مضمون جلیل کو اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے اور اس پر اظہار اعتماد فرمایا ہے ۔

اوّلیت اضافی کا جواب

سرفراز صاحب نے حدیث جابر کو رد کرنے کے لئے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ اس حدیث میں حضور کے اول خلق ہونے کا ذکر کیا ہے ۔ حالانکہ حضور اوّل خلق نہیں ہیں چنانچہ موضوعات کبیر سے قلم کے اول خلق کی روایت کو لے کر سرفراز صاحب کہتے ہیں ۔

"اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم تقدیر کو پیدا کیا ہے ۔ جب صحیح روایت سے قلم کی اولیت ثابت ہے تو بلا وجہ اس کو بجائے اوّل حقیقی کے اولیت اضافی پر محمول کرنا قابل سماعت نہیں ہے" (تنقید متین ص ۱۱۰)

چند سطریں آگے چل کر دبی زبان سے سرفراز صاحب اعتراف تو کرتے ہیں کہ :۔

"ہاں ملا علی قاری نے مرقات ج ۱ ص ۱۴۹ ۔ اور جمع الوسائل میں اول مخلوقات میں آپ کا نور ذکر کیا ہے لیکن خود ان کی کتابوں میں تصریح ہے کہ نور سے مراد روح ہے" (تنقید متین ص ۱۱۰)

سرفراز صاحب کو چونکہ یقین تھا کہ اگر ملا علی قاری کی عبارت نقل کر دی تو قصر دیوبند منہدم ہو جائے گا ، اس لئے وہ ملا علی قاری کی اس ایمان افروز عبارت کو دیوالی کی پوریاں سمجھ کر صاف ہضم کر گئے ۔ آیئے ۔ اب ہم آپ کے سامنے ملا علی قاری کی وہ عبارت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لاتے ہیں۔ جسے پیش کرنے سے سرفراز صاحب خوف کھاتے ہیں۔

قال ابن حجر اختلف الروایات فی اول المخلوقات وحاصلها کما بینتها فی شرح شمائل الترمذی ان اولها النور الذی خلق منه علیه الصلوٰة والسلام ثم الماء ثم العرش (مرقات ج ۱ ص ۱۴۶)

ابن حجر نے کہا کہ اول مخلوق کے بارے میں روایات مختلف ہیں اور خلاصہ یہ ہے۔ جیسا کہ میں نے شرح شمائل ترمذی میں بیان کیا ہے۔ کہ بالیقین اول مخلوقات وہ نور ہے جس سے نبی علیہ السلام کو پیدا کیا گیا پھر پانی کو پھر عرش کو۔

ملا علی قاری کے اس کلام سے ظاہر ہو گیا۔ کہ حضور کے نور کی اولیت کو حقیقی قرار دینے میں وہ تنہا نہیں ہیں۔ بلکہ ابن حجر نے بھی حضور کے نور کی اولیت حقیقی پر تصریح کی ہے۔ اور صاحب ازہار نے بھی جیسا کہ ہم ابھی انشاء العزیز نقل کریں گے۔ علاوہ ازیں بیشمار جگہ علماء اسلام نے نور محمدی کی اولیت حقیقی پر نص صریح قائم کی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے آفتاب سے زیادہ روشن حوالے پیش کر چکے ہیں۔ پس ان تمام حوالوں کی موجودگی میں نور رسالت مآب کی اولیت حقیقی کا وہی انکار کر سکتا ہے۔ جو بغض رسالت سے اپنی بینائی کھو چکا ہو۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ملا علی قاری حنفی اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَم کے تحت فرماتے ہیں۔

وفی الازهار اول ما خلق القلم یعنی بعد العرش۔ والماء والدیج لقوله علیه الصلوٰة والسلام کتب الله مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السمٰوٰت والارض بخمسین الف سنه وعرشه علی الماء رواه مسلم وعن ابن عباس سئل عن قوله تعالیٰ وکان عرشه علی الماء علی ای شئی کان الماء قال علی متن الدیج

ازہار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی مقادیر کو آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا یعنی قلم کی پیدائش اور کتابت سے پہلے عرش پیدا ہو چکا تھا اور وہ پانی پر تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا اور ابن عباس سے روایت ہے۔ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ کے بارے میں استفسار کیا گیا کہ عرش تو پانی پر تھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

روالبیہقی ذکرہ الابھری فالاولیۃ اضافیۃ والاول الحقیقی ھوالنور المحمدی علی ما بینتہ فی المورد للمولد۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۱۶۶)

پانی کس چیز پر تھا۔ تو فرمایا ہوا کی پیٹھ پر۔ اسے بیہقی نے روایت کیا (پس ثابت ہوا کہ قلم کی پیدائش ہوا۔ پانی اور عرش کے بعد ہے) اور جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی وہ نور محمدی ہے جیسا کہ میں نے المورد للمولد میں بیان کیا ہے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں۔

بدانکہ اوّل مخلوقات و واسطہ صدور کائنات و واسطہ خلق عالم و آدم نور محمد است صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ما خلق اللہ نوری وسائر مکونات علوی وسفلی ازاں نور و ازاں جوہر پاک پیدا شدہ از ارواح و اشباح و عرش و کرسی و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و ملک و فلک و انس و جن و آسمان و زمین و بحار و جبال و اشجار و سائر مخلوقات و در کیفیت صدور ایں کثرت ازاں وحدت و بروز و ظہور مخلوقات ازاں جوہر عبارت و تعبیرات غریب آوردہ اند وحدیث اوّل ما خلق اللہ العقل نزد محققین و محدثین بصحت نرسیدہ و حدیث اول ما خلق اللہ القلم نیز گفتہ اند کہ مراد بعد العرش و الماء است کہ واقع شدہ

جان لو کہ اول مخلوقات اور واسطہ خلق کائنات وحدت آدم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔ اور باقی تمام کائنات علوی و سفلی اس نور سے پیدا ہوئی، اسی وحدت سے یہ کثرت صدور میں آئی اور مختلف ناموں سے موسوم ہوئی چنانچہ یہ نور کہیں عرش و کرسی سے موسوم ہوا۔ اور کہیں دریاؤں اور درختوں سے۔ اور جس حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا اس کی صحت محققین اور محدثین کے نزدیک ثابت نہیں۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ پہلے قلم کو پیدا کیا۔ (اس میں اولیت حقیقی نہیں ہے) کیونکہ محققین نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ عرش اور پانی کے بعد قلم کو پیدا کیا۔ کیونکہ اس طرح ثابت ہے۔ کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

است وکان عرشه علی الماء
ودر بعضے احادیث تصریح بداں
واقع شدہ است وآمدہ است کہ خلق ماء
پیشتر از عرش است کہ چوں خلق کردہ
شدہ قلم گفت بوی پروردگار تعالی و
تقدس بنویس گفت قلم چہ نویسم گفت
بنویس ما کان وما یکون الی آخرہ
پس معلوم شد کہ پیش از خلق کائنے بود
است کہ آں عرش وکرسی وارواح است
وخلق نورے صلی اللہ علیہ وسلم ازاں
سابق است وبریں وجہ تواند کہ مراد
از ما کان صفات واحوال آں بودہ
باشد کہ اول درآں عالم ثابت است
واز ما یکون آنچہ در آخر ظاہر گردد در دنیا۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۲)

اس وقت عرش پانی پر تھا اور بعض
احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔
اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ پانی عرش سے پہلے
ہوا۔ پس جب قلم پیدا کیا گیا تو اللہ تعالےٰ
نے فرمایا لکھ۔ قلم نے پوچھا کیا لکھوں۔
ارشاد ہوا۔ لکھ جو کچھ ہو چکا ہے
اور جو کچھ ہوگا۔
پس معلوم ہوا کہ قلم کی پیدائش سے
پہلے جو کچھ ہو چکا تھا وہ عرش وکرسی اور
ارواح تھیں اور نورِ محمدی ان سب سے
پہلے پیدا ہوا۔ پس اس اعتبار سے تقدیر پر
یوں کہا جا سکتا ہے کہ ما کان سے مراد اس
نور کے صفات اور احوال ہیں اور ما یکون سے
مراد وہ امور ہیں جو بعد کو دنیا میں ظاہر
ہوں گے۔

ملا علی قاری صاحب ازہار اور شیخ محقق کے اس محققانہ کلام کو دیکھئے۔ اور سرفراز صاحب کے کمزور مطالعہ پر تحسین وآفرین کیجئے۔ وہ تو عداوت رسول میں بروایت مسلم دیوانہ وار یہ ثابت کر چکے تھے کہ قلم سب سے پہلے پیدا ہوا اور ثابت یہ ہوا کہ قلم تو چوتھے نمبر پر بھی نہیں ہے۔ جب خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا کہ قلم عرش اور پانی کے بعد پیدا ہوا اور آپ کے فرمان صریح سے اس کی اولیت۔ اضافی ثابت ہوگی تو آنجناب کو رسول اللہ کی تردید کرنے کی کیونکر جرأت ہوئی آپ نے کہا کہ قلم کی اولیت حقیقی ہے اور اسے اولیت اضافی پر محمول کرنا قابلِ سماعت نہیں۔ کیا آپ کے مذہب غیر مہذب میں فرمان نبوی بھی قابل سماعت نہیں ہوتا؟ ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ ہمارا مخلصانہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مشورہ ہے کہ آپ تنقیص نبوت اور تردید رسالت سے تائب ہو کر اپنی آخرت کی فکر کریں ورنہ سیروں کے حساب سے جو آپ نے منقصت رسول میں کتابیں لکھیں ہیں۔ ان کا وزن آپ کی لٹیا ڈبو دینے کے لئے کافی ہوگا۔ اور ان کی فروخت سے جو آپ نے دنیاوی سکے حاصل کئے ہیں، وہ اس دن کسی کام نہ آسکیں گے۔ رہا مولوی سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ نور سے علی قاری کی مراد روح ہے۔ ہمیں اصلا مضر نہیں۔ اولا تو اس لئے کہ نور محمدی ہو یا روحِ محمدی مقصد تو یہ ہے کہ آپ اول خلق ہیں، خواہ آپ کو روح سے تعبیر کیا جائے۔ یا نور سے۔

ثانیا یہ کہ آپ کو نفع تب ہوگا۔ اگر نور اور روح میں تباین ہوتا۔ تب آپ کہہ سکتے تھے۔ کہ روح کی اولیت ثابت ہے نور کی نہیں۔ حالانکہ ملا علی قاری تو فرماتے ہیں۔

قولہ اول ماخلق اللہ نوری وفی روایۃ روحی ومعناھما واحد فان الارواح نورانیۃ (مرقات ج ۱ ص ۱۶۷)

حضور کا فرمان سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔ اور دوسری روایت میں کہ میری روح کو پیدا کیا۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے کیونکہ ارواح نورانی ہی ہوتی رہیں۔

اسی بحث میں سرفراز صاحب نے کہا اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے۔ کہ محققین شراح حدیث اور ارباب تاریخ نے جہاں اول المخلوقات کی تحقیق اور بحث کی ہے۔ وہاں قلم عرش اور عقل وغیرہ کا ذکر تو کیا ہے مگر نور کا ذکر وہ نہیں کرتے۔ (تنقید متین ص ۱۱۰)

جواباً عرض ہے کہ ہم ماسبق میں امام عبدالرزاق۔ علامہ قسطلانی، علامہ زرقانی علامہ عبدالقادر الجزائری، ملا علی قاری حنفی۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم کی عبارت نقل کر چکے ہیں۔ اس میں غور فرمایئے۔ کہ یہ اکابر آئمہ حدیث مسئلہ اولیت خلق میں نور محمدی کا ذکر کرتے ہیں۔ یا نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جن کی آنکھوں پر ابلیس نے بغض رسالت کی پٹی باندھ دی ہو۔ انہیں ان عبارات میں نور محمدی نظر نہیں آئے گا۔

حدیث جابر پر اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب کہتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"اس کی سند کا علم نہیں۔ کہ کیسی ہے۔ اور امام عبدالرزاق شیعہ تھے گو غالی نہ تھے مگر بعض چیزوں میں وہ منفرد ہیں۔ ان کا کوئی ساتھ نہیں دیتا اور خصوصاً فضائل کے بارے میں تو انہوں نے ایسی روایات بھی بیان کی ہیں جن میں ان کا ساتھ کسی نے نہیں دیا۔ (تنقید متین ص ۱۰۸)

محض تشیع کی طرف نسبت کی وجہ سے امام عبدالرزاق کی روایت کو قابل اعتبار قرار نہ دینا صحیح نہیں ہے۔ اہل بدعت کی روایات کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی ارقام فرماتے ہیں۔

ومختار آنست کہ اگر داعی باشد ببدعت خود و در مقام ترویج و تزئین آن بود قبول نکنند و اگر نہ ایں چنیں بود قبول کنند۔ (مقدمہ شرح مشکوٰۃ)	صحیح بات یہ ہے کہ اہل بدعت کی روایت اگر اس کے مسلک کی تزئین اور ترویج میں ہو تو مقبول نہ ہوگی۔ اور خلاف ہو۔ تو قبول کی جائے گی۔

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

در جامع الاصول مے گوید کہ اخذ کردہ اند ائمہ حدیث از فرقہ خوارج و از آنہا کہ منسوب اند بقدر و تشیع و رفض و دیگر اصحاب بدع و اہوا۔	جامع اصول میں ہے کہ ائمہ حدیث نے فرقہ خوارج سے اور ان سے جو قدریہ شیعہ اور رافضیوں کی طرف منسوب تھے احادیث حاصل کیں اور دیگر اہل بدعت سے بھی۔

پس اب سرفراز صاحب کا اس حدیث میں امام عبدالرزاق پر تشیع کی وجہ سے طعن کرنا ارباب علم کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ رہا یہ کہ بعض چیزوں میں امام عبدالرزاق منفرد ہیں تو صاحب جن چیزوں میں منفرد ہوں پھر وہ ساقط الاعتبار ہوئیں۔ اس مسئلہ میں تو امام عبدالرزاق منفرد نہیں ہیں۔ ہم گذشتہ صفحات میں ان علماء اعلام کی فہرست مع عبارتوں کے پیش کر چکے ہیں جو نور محمدی کے اول خلق ہونے میں امام کے ساتھ ہیں لہذا آپ کا یہ قول بالکل غیر متعلق ہے۔ کہ:۔

فضائل میں انہوں نے ایسی روایات بھی ذکر کی ہیں جن میں ان کا کوئی ساتھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں دیتا۔

ثالثاً یہ کہ علماء اصول نے تصریح کی ہے۔ کہ قبول علماء سے بھی حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ پس جبکہ اجلہ اکابر اسلام نے اس حدیث کو اپنی تصانیف میں ذکر کر کے اس سے استدلال کیا۔ تو اس حدیث کو تقویت حاصل ہو گئی۔

نور محمدی کے اول خلق ہونے کی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے سرفراز صاحب نے کہا۔

"ان باطل اور موضوع روایات کے چکر میں پڑ کر مسلمانوں کو کیا پڑی۔ کہ وہ قرآن پاک کی نصوص قطعیہ اور صحیح و متواتر حدیث کی تاویل بے جا کریں۔ اور معاذ اللہ ان کو رد کر کے عذاب خداوندی کا شکار ہوں۔ اور آتش دوزخ کا ایندھن بنیں۔" (تنقید متین ص ۱۱۴)

سرفراز صاحب کے اس کلام سے لازم آیا۔ کہ وہ تمام اکابر اسلام اور محدثین عظام جنہوں نے نور محمدی کو اول خلق قرار دیا۔ عذاب خداوندی کا شکار اور آتش دوزخ کا ایندھن ہیں۔ معاذ اللہ۔

آیئے اب ذرا سرفراز کے حکمی خاندان پر نظر ڈالیں کہ ان میں سے کتنے صاحب جبہ و دستار جہنم کا ایندھن بن چکے ہیں۔ یہ ہیں سرخیل دیوبند قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

"اب سنئے کہ روح پر فتوح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو اصل موصوف نبوت ہے اور ارواح انبیاء باقیہ کے لئے موقوف علیہ ہے اور اسی وجہ سے آپ کو تقدم بالخلق لازم ہوا۔ مگر مخلوقیت روحانی کو تولد جسمانی لازم نہیں اور آپ کے نزدیک لازم ہو تو ثابت کیجئے اور اول ماخلق اللہ نوری وغیرہ مضامین کی تغلیط فرمایئے (الی ان قال) اور اگر یہ سزا اس جرم کی کی ہے کہ میں نے موقوف علیہ کیوں کہا۔ اول ماخلق اللہ نوری کیوں نہ کہا تو اب سہی"۔ محذورات عشرہ ص ۵)

معمار دیوبند کے اس مضمون سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) نور محمدی اول مخلوق ہے (۲) نبی علیہ السلام تمام انبیاء کے لئے موقوف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علیہ ہیں (۳) آپ کی نبوت بالذات اور باقی انبیاء کی نبوت بالعرض ہے (۴) اول ما خلق اللہ نوری نہ صرف لائق استدلال ہے۔ بلکہ دیوبند کے پیر مغاں نے اس سے استدلال کر کے بقول آپ کے بیشمار نصوص قرآنیہ کو رد کر دیا۔

ایک اور جگہ قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

"باقی رہا آپ کا وصف نبوت میں واسطہ فی العروض اور موصوف بالذات ہونا اور انبیاء ماتحت علیہ السلام کا آپ کے فیض کا معروض اور موصوف بالعرض ہونا وہ تحقیق معنی خاتمیت پر موقوف ہے جس کی شرح و بسط کما ینبغی اوپر کر چکا ہوں۔ (تحذیر الناس ص ۳۹)

اہل علم پر مخفی نہیں جو موصوف بالعرض بواسطہ فی العروض ہو۔ اس کے ساتھ اس وصف کا قیام نہیں ہوتا۔ بلکہ وصف کا قیام تو موصوف بالذات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور موصوف بالعرض کو مجازاً موصوف بالذات کے قرب کی وجہ سے مجازاً موصوف کہتے ہیں۔ مثلاً کشتی میں بیٹھے ہوئے شخص کے ساتھ حرکت کا قیام نہیں ہوتا۔ لیکن اس کو بھی مجازاً متحرک کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ متحرک بالذات یعنی کشتی کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ جو کہ واسطہ فی العروض ہے۔ پس اس بیان سے لازم آیا۔ کہ باقی تمام انبیاء کے ساتھ وصف نبوت قائم نہ ہو۔ اور نبی علیہ السلام سے قرب کی بناء پر انہیں مجازاً نبی کہا گیا قاسم صاحب نے اپنی اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا انکار کر کے قرآن کریم کی صدہا نصوص کو رد کر دیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا نفرق بین احد من رسلہ اس کے تحت علامہ ابو سعود فرماتے ہیں۔

لان المعتبر عدم التفریق	اس لئے کہ معتبر یہ ہے کہ رسولوں کے
من حیث الرسالۃ دون سائر	درمیان نفس رسالت میں فرق نہ کیا جائے
الحیثیات الخاصۃ۔ (تفسیر ابو سعود)	نہ کہ باقی اوصاف مخصوصہ ہیں۔

اور اب پیغمبر دیوبند کی منطق ملاحظہ فرمائیے۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام میں نفس رسالت میں کیا فرق کیا ہے۔ اور آپ کے لئے وصف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نبوت کو واسطہ فی العروض کے مرتبہ میں مان کر باقی انبیاء سے حقیقت نبوت کی نفی کر دی۔ اور اس کی بنیاد وہی مقدمہ ہے جس کو وہ کہیں موقوف علیہ سے تعبیر کرتے ہیں اور کہیں اول ما خلق اللہ نوری سے۔ اب ہمیں سرفراز صاحب سے پوچھنے دیجئے۔ کہ اگر یہ روایت باطل اور موضوع ہے تو اس کو ماننے والوں میں جو آپ کے پیر مغاں شامل ہیں۔ ان کے بارے میں کیا ارشاد ہوگا اور اس باطل روایت کے چکر میں پڑ کر بقول آپ کے نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ متواترہ کا انکار کون کر رہا ہے اور بقول آپ کے اس موضوع روایت کے سارے عقیدہ کی بنیاد کس نے رکھی ہے۔

اگر اجازت ہو تو اب ہم بھی کہہ دیں کہ قاسم نانوتوی نے اس ابلیسی چکر میں پڑ کر قرآن پاک کی نصوص قطعیہ اور صحیح متواتر احادیث کی تاویل بیجا کی۔ اور معاذ اللہ ان کو رد کر کے عذاب خداوندی کا شکار ہوئے۔ اور اپنے آپ کو آتش دوزخ کا ایندھن بنا لیا اور سچ پوچھئے تو قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس میں جس ظلی اور بروزی کا راستہ دکھایا ہے۔ اسی راہ پر چل کر مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوٰی نبوت کیا۔ اور امت دیوبند آج تک مرزائیہ کے اس استدلال سے جان نہیں چھوڑا سکی۔ اگر اب بھی آپ کی طبیعت صاف نہ ہوئی ہو۔ تو لیجئے۔ دیوبند کے حکیم الامت حاضر ہیں۔ اب دیکھئے وہ بقول آپ کے اس باطل روایت کے چکر میں پڑ کر جہنم کے کس طبقہ میں جا پہنچتے ہیں۔ حضرت جابر کی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد اشرف علی تھانوی نے ف سے فائدہ کا عنوان قائم کیا۔ کہتے ہیں۔

ف :۔ اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے۔ ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا۔ اس حدیث میں منصوص ہے۔ (نشر الطیب ص ۷)

لیجئے ان حکیم صاحب نے تو آپ کے سارے کئے دھرے پر پانی پھیر دیا۔ آپ کسی طور پر اولیت حقیقیہ نہیں مانتے تھے اور تھانہ بھون کے حکیم الامت اولیت حقیقی کو منصوص قرار دیتے ہیں۔ اب یا تو اپنی جہالت کا اعتراف کر کے اپنے حکیم الامت کے پیر پکڑ لیجئے یا انہیں جاہل اور غالی قرار دے کر جہنم میں جھونکئے۔ یہ آپ کا اور آپ کے آباء کا معاملہ ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہم نے تو صلح صفائی کی غرض سے ایک معاملہ فہمی کی بات عرض کی ہے۔

نورانیت محمدی کی تابناک شعائیں

علامہ یوسف النبہانی بیان فرماتے ہیں۔

ورد فی حدیث عائشة رضی الله تعالی عنها انها کانت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم علی فراشه فی لیلة مظلمة فسقط من یدها ابرة الی الارض فکشفت عن وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم فوجد تها بنور جبینه فرفعتها۔

(جواہر البحار ج ۴ ص ۲۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے کہ میں ایک اندھیری رات میں وہ حضور کے ہمراہ بستر پر تھیں۔ اچانک انکے ہاتھ سے سوئی زمین پر گر گئی پس وہ حضور کے چہرہ انور کے نور سے مل گئی۔ اور ام المؤمنین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے نور سے اس سوئی کو دیکھا اور اٹھا لیا علامہ جلال سیوطی نے اس حدیث کو ابن عساکر کی سند سے خصائص کبری ج ۱ ص ۱۷ میں بھی بیان کیا ہے۔

ملا علی قاری حنفی تحریر فرماتے ہیں۔

قال بعض المحققین ان جمال نبینا صلی الله علیه وسلم کان فی غایة الکمال وان من جملة صفاته وکثرة ضیاءه علی ما روی ان صورته کان یقع نورها علی الجدار بحیث یصیر کالمرآة یحکی ما قابله من مرور الماء لکن الله ستر عن اصحابه کثیرا من ذالك الجمال الزاهر والکمال الباهر اذ لو برزا الیهم یصعب النظر الیه علیهم (جمع الوسائل ج ۲ ص ۱۷)

بعض محققین نے بیان فرمایا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کا جمال انتہائی باکمال تھا بعض روایات سے ثابت ہے کہ آپ کے چہرہ کے نور کا عکس دیواروں پڑتا تھا اور وہ دیوار آئینہ کی طرح آپ کے چہرہ کے نور کو دکھاتی تھی۔ اور اللہ تعالے نے آپ کے جمال کو صحابہ کی نگاہوں سے بھی پوشیدہ رکھا کیونکہ اگر ان پر آپ کا مکمل جمال ظاہر ہو جاتا۔ تو وہ آپ کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکتے تھے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شاہ ولی اللہ اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے حکایت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وقتے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رادر واقعہ دیدم وازیں نکتہ استفسار نمودم فرمودند جمال من از چشم مردم مستور است غیرۃ من اللہ تعالےٰ

(انفاس العارفین ص ۳۹)

شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوا اور آپ سے سوال کیا کہ (جمال یوسف کے دیدار سے مصر کی عورتوں نے انگلیاں کاٹ لی تھیں آپ کے جمال سے کسی عورت نے انگلیاں نہ کاٹیں) آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے غیرت کی وجہ سے میرے جمال کو لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھا

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

واما نورہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فہو فی غایۃ من الظہور شرقا و غربا واول ما خلق اللہ نورہ وسماہ فی کتابہ نورا۔

(موضوعات کبیر ص ۸۶)

بہرکیف نبی السلام کا نور شرقاً وغرباً انتہائی ظہور میں ہے اور جس کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ آپ کا نور ہے اور اللہ نے آپ کو اپنی کتاب نور سے موسوم فرمایا۔

قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا کی تقریر کرتے ہوئے سرفراز صاحب کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

ہم انزلنا سے بھی رسول مراد لے سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک اور مقام پر ہے قد انزلنا الیکم ذکرا رسولا بدل بطور تفسیر ہے۔ ذکرا سے۔ یہاں بھی انزلنا کا مفعول واقع ہوا ہے۔ پس اس سے بھی تفسیر مختار پر کوئی غبار نہیں رہا۔ (رسالۃ النور ص ۳۴)

حضرت ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں۔

(احسن من القمر) فی ان نورہ ظاہر فی الآفاق وفی الانفس مع زیادۃ الکمالات الصوریۃ والمعنویۃ بل

نبی علیہ السلام چاند سے زیادہ حسین ہیں کیونکہ آپ کا نور ظاہر اور باطن دونوں میں موجود ہے اور آپ صوری اور معنوی دونوں قسم کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فی الحقیقۃ کل نور خلق من نورہ وکذا قیل فی قولہ تعالی اللہ نور السموات والارض مثل نورای نور محمد فنور وجھہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی لاینفک عنہ ساعۃ فی اللیالی والایام ونور القمر مکتسب ومستعار ینقص تارۃ ویخسف اخری۔ (جمع الوسائل ج ۱ ص ۴۷)

کمالات کے جامع بلکہ حقیقت میں ہر چیز آپ کے نور سے پیدا ہوئی۔ اسی طرح اللہ نور السموات والارض مثل نورہ میں مثل نورہ کی تفسیر نور محمد کے ساتھ کی گئی ہے پس نبی علیہ السلام کا نور ذاتی ہے جو دن رات میں سے کسی وقت بھی آپ سے جدا نہیں ہوتا اور چاند کا نور سورج سے حاصل شدہ ہے کبھی کم ہو جاتا ہے اور کبھی گہن لگنے سے مسلوب ہو جاتا ہے (اور دن کے اجالوں میں ماند پڑ جاتا ہے) سعیدی)

سائے کی نفی

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے جسم اقدس کے لئے تاریک سایہ ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نور ہیں۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اور نورانیت کا ثبوت یا سایہ کی نفی بشریت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ کیونکہ سایہ بشریت مطلقہ کے لوازم میں سے نہیں ہے۔ بلکہ بشریت کثیفہ کے لوازم میں سے ہے۔ اور نبی علیہ السلام کی بشریت کثافت سے منزہ ہو کر اس درجہ لطافت میں تھی کہ تاریک سایہ کا موجب نہ ہوتی تھی۔ نیز یہ عقیدہ ظنی ہے۔ اور ظنیات کے باب میں دلائل ظنیہ کافی ہوتے ہیں۔

ہم اس بحث میں پہلے سایہ کی نفی پر دلائل کا ذکر کریں گے۔ اس کے بعد سرفراز صاحب کے شکوک وشبہات کا جواب دیں گے۔ محدث ابن جوزی تحریر فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع شمس قط الا غلب ضوؤہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوؤہ علی ضوء السراج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور آپ کبھی سورج کی روشنی میں کھڑے نہ ہوتے مگر آپ کا نور سورج کی روشنی پر غالب آجاتا اور نہ کبھی چاند کی روشنی میں آئے مگر آپ کا نور چاند کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(الوفاء باحوال المصطفےٰ ص ۴۷) روشنی پر غالب رہا۔ اس حدیث کو ملا علی قاری نے جمع الوسائل ج ۱ ص ۱۷۹ اور امام مناوی نے شرح شمائل علی ہامش جمع الوسائل ج ۱ ص ۱۴۷، ۱۴۶، پر بیان فرمایا ہے۔

علامہ نبہانی تحریر فرماتے ہیں۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نورا فکان اذا مشی بالشمس والقمر لایظھر لہ ظل۔ (وسائل الوصول ص ۲۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے۔ پس جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔

سیدی محمد بن قاسم حبوس تحریر فرماتے ہیں۔

وقد روی ابن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یقم مع شمس قط الا غلب ضوؤہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوؤہ ضوء السراج۔ ولھذا لم یظھر لہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل۔ فقد ذکر ابن سبع فی الشفا ونقلہ القاضی عیاض فی الشفا انہ لا ظل لشخصہ فی شمس ولا قمر ویوجہ ذالک ایضا بحفظ ظلہ الذی ھو مثال صورتہ فی القدر عن الامتداد علی الارض اجلالا او لان الظل المرتسم معرض الارتسام علی الاماکن القذرۃ ولوطء المارین علیہ وبان الظل مستلزم للظلمۃ فی

حضرت ابن المبارک اور علامہ ابن الجوزی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دھوپ میں نہ کھڑے ہوئے مگر آپ کا نور سورج پر غالب رہا اور نہ کبھی چاندنی میں کھڑے ہوئے مگر چاند پر آپ کا نور غالب رہا۔ اسی لئے نبی علیہ السلام کا سایہ نہ تھا۔ اور ابن سبع نے شفا میں ذکر کیا اور اس کو قاضی عیاض نے شفا میں نقل کیا کہ آپ کے شخص کریم کا سایہ نہ تھا۔ نہ چاندنی میں نہ دھوپ میں اور سایہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا سایہ (جو حقیقت میں آپ کی مثال کے مرتبہ کا ہے) زمین پر گرنے سے محفوظ رکھا جائے یا گندی جگہوں اور قدموں کے نیچے واقع ہونے سے محفوظ رکھنے کیلئے یا اس لئے کہ سایہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الجملة بالنسبة الى النور اذ هو
حجاب له وهو صلى الله عليه وسلم
النور المنير فلا تظهر منه
ظلمة وبان الشمس والقمر منه
ظهرا وعنه نشأ فلا يستران له اذ
المظهر للشي يمتنع ان يكون ساترا
لما اظهره ولا يقال كيف يتاتى هذا
مع انه صلى الله عليه وسلم بشر كما
نطق به القرآن لانا نقول ليست
بشريته كبشرية غيره فهو بشر
ليس كالبشر كما ان الياقوت حجر
ليس كالحجر كما قال ابو الحسن شاذلى
رضى الله عنه فهو مع بشريته نور
ولذالك سمى نورا قاله شيخنا المحقق
فى شرح همزيته وفى حديث عمر
رضى الله تعالى عنه يا عمر ابن
الخطاب اتدرى من انا انا الذى
خلق الله عزوجل اول كل شئ نورى
فسجد له فبقى فى سجوده سبعمائة عام
فاول كل شئ سجد له نورى و
لا فخر يا عمر اتدرى من انا ان
الذى خلق الله العرش من نورى
والكرسى من نورى واللوح و القلم

تاریکی کو مستلزم ہے اور نور کے لئے حجاب
ہوتا ہے اور نبی علیہ السلام تو نور منیر
ہیں۔ پس آپ کا سایہ کس طرح
متصور ہوگا۔ یا اس لئے کہ شمس و قمر
تو آپ کے نور سے پیدا ہوئے اور آپ کے
سبب سے ظہور میں آئے، پس آپ کے سبب سے ان
کی روشنی کس طرح چھپ سکتی ہے۔ حتیٰ کہ
آپ کا سایہ ہو۔ کیونکہ جو کسی چیز کو ظاہر کرنیوالا
ہو وہ اس کے لئے چھپانیوالا ہو سکتا۔ اگر یہ کہا
جائے کہ حضور تو بشر ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے
پھر آپ کیلئے سایہ کیونکر نہ ہوگا۔ تو اسکے
جواب میں ہم کہیں گے کہ آپ کی بشریت عام
بشریت کی طرح نہیں ہے۔ جیسے یاقوت
پتھر ہے مگر عام پتھروں کی طرح نہیں ہے
بقول ابو الحسن شاذلی آپ باوجود بشریت
کے نور ہیں، اسلئے آپ نور سے موسوم ہوئے
شیخ محقق نے شرح ہمزیہ میں کہا کہ حدیث عمر
میں ہے کہ آپنے فرمایا اے عمر جانتے ہو میں
کون ہوں، میں وہ ہوں کہ جس کو اللہ عزوجل نے
سب سے پہلے پیدا کیا۔ وہ میرا نور تھا پس میرے
نور نے اللہ کو سجدہ کیا اور سات سو سال سجدہ
میں رہا پس پہلا ساجد میرا نور تھا اور مجھے اس پر
فخر نہیں۔ اے عمر جانتے ہو میں کون ہوں میں وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

من نوری ونور ابصار من نوری والعقل الذی فی رؤس الخلائق من نوری و نور المعرفة فی قلوب المؤمنین من نوری ولا فخر الا فالانوار والا ضئوا کلها من نورہ خلقت وبہ استنارت فہی الفروع وھو الاصل ولا نسبتہ للفروع بالاصول۔

(فوائد جلیہ شرح شمائل محمدیہ ج ۱ ص ۳۶)

ہوں کہ اللہ نے عرش کو میرے نور سے پیدا کیا اور کرسی ولوح وقلم کو میرے نور سے پیدا کیا اور آنکھوں کے نور کو میرے نور سے پیدا کیا اور عقل جو لوگوں کے دماغوں میں ہے۔ وہ بھی میرے نور سے پیدا کی اور معرفت جو مسلمانوں کے دلوں میں ہے وہ بھی میرے نور سے پیدا کی اور مجھے اس پر فخر نہیں الخ پس تمام انوار اور اضوا کو حضور کے نور سے پیدا کیا گیا۔ لہذا سب حضور علیہ السلام کے نور کی فرع ہیں اور آپ کا نور ان سب کے لئے اصل۔ بھلا فرع کا اصل کے ساتھ کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔

اس مختصر سی گفتگو کے بعد اب ہم سرفراز صاحب کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں۔ جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تاریک سایہ ثابت کرنے کے لئے تنقید متین میں پیش کیا ہے۔ بس میں خود ہی اپنی طرف سے اہلسنت کی ایک دلیل وضع کی کہ اہلسنت حدیث ذکوان پر نفی سایہ کی بنیاد رکھتے ہیں اور پھر اسی پر جرح کر کے اپنے خیال میں آپ کے لئے تاریک سایہ ثابت کر لیا۔

چنانچہ لکھتے ہیں۔

عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرای لہ ظل فی شمس ولا قمر۔

(تنقید متین ص ۱۱۴)

ذکوان سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تو سورج میں نظر آتا ہے اور نہ چاند میں۔

حدیث نقل کرنے کے بعد سرفراز صاحب اپنی طرف سے اہلسنت کا استدلال گھڑ کے لکھتے ہیں۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور جب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سایہ نہ تھا تو (معاذ اللہ) آپ بشر بھی نہ تھے۔ (تنقید متین ص ۱۱۵)

جہاں تک سایہ نہ ہونے کا مسئلہ ہے۔ اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ آپ کا سایہ ثابت نہیں اور یہ ایک ظنی عقیدہ ہے۔ جس کے اثبات کے لئے دلائل ظنیہ کافی ہیں۔ لیکن سرفراز صاحب نے اس پر اہلسنت کی طرف جو یہ تصریح کی ہے کہ:۔

جب سایہ نہ تھا۔ تو آپ بشر بھی نہ تھے۔ یہ محض افترا اور کذب خالص کی بدترین مثال ہے۔ اہلسنت کی کتابیں نبی علیہ السلام کی بشریت کے ثبوت اور تحقیق کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔ ہم پچھلے صفحات میں صدر الافاضل کی عبارت نقل کر چکے ہیں البتہ دیوبندیوں کی طرح نبی علیہ السلام کی بشریت کو عام بشریت کے مماثل ماننا اہلسنت کا عقیدہ نہیں۔ ہم آپ کی بشریت کو بے مثل اور اوصاف و کمالات کے اعتبار سے ممتنع النظیر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں باقی رہا یہ امر کہ جب بشریت مان لی۔ تو سایہ بھی ماننا ہوگا۔ عناد اور جہل کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ ہم ابھی کہہ چکے ہیں۔ کہ آپ کی بشریت کو عام انسانوں کی بشریت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اولاً تو اس لئے کہ آپ کی ذات مقدسہ بشریت کے ساتھ ساتھ نورانیت کی بھی کامل ترین جامع ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

ثانیاً اس لئے کہ سایہ اس جگہ کی تاریکی کو کہتے ہیں۔ جو کسی جسم کثیف کے نور کی راہ میں حائل ہونے کی وجہ سے واقع ہو اور نبی علیہ السلام کی بشریت کثافت سے منزہ ہے اور اس درجہ لطافت میں ہے کہ نور کے لئے رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔ حتیٰ کہ تاریک سایہ کو ثابت کرے۔ سرفراز صاحب گکھڑی نے ذکوان کی روایت کو ذکر کرنے کے بعد کہا۔ الجواب اولاً یہ روایت قابل احتجاج نہیں (تنقید متین ص ۱۱۵)

کسی ضعیف روایت کو عقیدہ قطعیہ کے اثبات میں تو بے شک پیش نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ظنی عقیدہ میں ظنی دلائل کافی ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس باب میں یقیناً اس روایت کا اعتبار کیا جائے گا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ثانیا اس لئے کہ کسی عقیدہ کا اثبات اور شی ہے۔ اور اس کی تائید ایک اور چیز ہے۔ نبی علیہ السلام کی نورانیت قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اور نور کو سایہ نہ ہونا لازم ہے۔ پس تائید کے درجہ میں اس روایت کا اعتبار کسی ضعف کا حامل نہیں۔

ثالثا یہ کہ آپ کا سایہ نہ ہونا امت کا تقریباً اتفاقی مسئلہ ہے۔ اور قبول امت کو بھی ناقدین فن نے صحت کا سبب قرار دیا ہے۔

رابعا یہ کہ خصائص کبریٰ میں علامہ سیوطی نے اسحدیث کو ذکر کر کے یہ ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔ کہ ان کے نزدیک یہ حدیث قابل تسلیم و استدلال ہے[1]۔ اور فنِ حدیث میں جو علامہ سیوطی کا مقام ہے۔ وہ اپنے پرائے سب تسلیم کرتے ہیں۔ خامسا یہ کہ اگر آپ کو اس روایت سے للّٰہی بغض ہے۔ تو چلئے یہ نہ سہی۔ الوفا سے جو ہم ابن عباس کی متصل روایت پیش کر چکے ہیں۔ اسے مان لیجئے اور اگر اس میں بھی تامل ہو تو..... حضرت عثمان کی مندرجہ ذیل حدیث مان لیجئے۔

تفسیر مدارک التنزیل میں لولا اذ سمعتموہ کے تحت علامہ نسفی حنفی فرماتے ہیں۔

قال عثمان ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علیٰ ذالک الظل۔	بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر واقع نہیں کیا۔ تاکہ کہیں کوئی شخص آپ کے سایہ پہ اپنا قدم نہ رکھ دے۔

(تفسیر مدارک علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۳۳۲)

یہ کوئی ذکوان کا قول نہیں ہے کہ آپ کہہ دیں۔ اس کی براہ راست رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سماعت نہیں اور حدیث مرسل دیوبند کے حنفیوں میں مقبول نہیں ہوتی۔ یہ حضرت عثمان ہیں جو سفر و حضر میں۔ رسول اللہ کے جلیس ہیں جن کے سر پہ ما انا علیہ واصحابی کا تاج ہے۔ ہاتھ میں اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم کا پرچم ہے۔ ماتھے پر علیکم بسنتی کی چتون ایسے عظیم الشان صحابی کا قول جن کا قول بھی حدیث ہے اور فعل بھی۔ اور پھر وہ بھی بارگاہِ نبوی میں پیش ہو کر تائید سے

---

[1] علامہ سیوطی نے زیر بحث ذکوان کی روایت کو خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۶۹ میں بیان کیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حکما مرفوع ہو چکا ہے۔ اور اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کے ہاں پذیرائی حاصل نہ ہو تو ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے یہ ہیں مولوی رشید احمد گنگوہی سفینہ دیوبند کے ناخدا۔ لکھتے ہیں۔

وبتواتر ثابت شد کہ آں حضرت عالی سایہ نداشتند وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔	تواتر سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہیں رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام کا سایہ ہوتا ہے

(امداد السلوک ص ۸۶)

حضرت عثمان اگر آپ کے ہاں مقبول نہیں۔ تو نہ سہی۔ ٹکسال دیوبند کا یہ سکہ تو بہر حال آپ کے ہاں چلتا ہے، اب فرمائیے۔ کیا خیال ہے آپ کے ہاں جو عقیدہ تواتر سے ثابت ہو۔ وہ قطعی ہوتا ہے یا ظنی۔ یہ کیسا ظلم صریح ہے۔ کہ ہم عقیدہ کو اگر ظن کے درجہ میں مان لیں۔ تو کافر مشرک اور بدعتی سے کم نہیں۔ اور آپ کے پیر مغاں اسے تواتر سے ثابت اور یقین کے درجہ میں مانیں۔ تو پھر شیخ کے شیخ۔ جو چیز شرک و بدعت ہو گنگوہی مہر اسے کیسے توحید و سنت بنا دیتی ہے۔ اور وہ کونسا منتر ہے جس کے عمل سے آپ اپنے مولویوں کو شرک اور بدعت کے فتووں سے بچا لیتے ہیں۔ یہود اپنے احبار و رہبان کی عبادت چھوڑ چکے ہیں۔ آپ کے ہاں یہ پوجا کب بند ہو گی۔

شیخ ابراہیم

ففی روایۃ لابن المبارک و ابن الجوزی لم یکن لہ ظل۔	ابن المبارک اور ابن جوزی روایت کرتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔

(المواہب اللدنیہ شرح شمائل محمدیہ ص ۲۴)

علامہ زرقانی لکھتے ہیں۔

روی ابن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس لم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع	ابن مبارک اور ابن جوزی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ اور آپ کبھی دھوپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الشمس قط الا غلب ضوءہ ضوء الشمس۔

میں نہ کھڑے ہوئے مگر سورج کی روشنی پر آپ کا نور غالب آیا۔

(زرقانی شرح مواہب ج ۴ ص ۲۲۰)

اور یہ ذکوان کی طرح مرسل روایت نہیں۔ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ حدیث متصل ہے اور روایت کرنے والے ہیں۔ ابن جوزی جیسے ناقد حدیث جو اچھی بھلی حدیث کو بھی موضوع بنا ڈالتے ہیں۔ پس ایسے شخص کی روایت میں تردد کرنا عناد کے سوا کچھ نہیں۔ سرفراز صاحب کی خیانت اور گمراہ کن ذہنیت کا اندازہ اسی امر سے بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ کہ انہوں نے اہلسنت کے مسلک کی دلیل حدیث ذکوان کو قرار دیا تاکہ رسول اللہ کے کمال نفی سایہ پر اچھی طرح دل کا بخار نکال سکیں۔ عظمت رسول کو کم کرتے کا انہوں نے اپنے زعم میں خوب راستہ نکالا۔ مگر اس سے غافل تھے کہ یہ رسوائی خود ان کا مقدر بن چکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مداحوں کے دامن پر گندگی کا جو ہاتھ انہوں نے بڑھایا تھا۔ وہ اپنی تمامتر نجاستوں سمیت ان کی اپنی ذات کی طرف لوٹ آیا ہے۔

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں۔

وذکر من انہ لاظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نورا۔

(الشفا ج ۱ ص ۲۴۳)

اور وہ جو مذکور ہے کہ آپ کا چاند سورج میں سایہ نہ پڑتا تھا پس وہ اس لئے ہے کہ آپ نور ہیں۔

شہاب الدین خفاجی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

لاظل لشخصہ ای جسدہ الشریف اللطیف۔ (نسیم الریاض ج ۲ ص ۳۱۹)

یعنی آپ کے جسد شریف لطیف کا سایہ نہ تھا۔

اور لطیف کے لفظ میں یہ لطیف اشارہ موجود ہے کہ آپ کی بشریت کثافت سے منزہ ہو کر لطافت کے اس درجہ میں تھی کہ روشنی کے لئے رکاوٹ نہ ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ تاریک سایہ کا موجب ہوتی۔ اسی بحث میں آگے چل کر فرماتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

هذا رواه صاحب الوفا عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل

اس کو (ابن جوزی) صاحب کتاب الوفا نے ابن عباس سے روایت کیا کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔

غور فرمائیے کہ ان تمام اکابر علماء نے نفی سایہ کی بنیاد حدیث ابن عباس پر رکھی کی ہے لیکن سرفراز صاحب نے اس حدیث متصل کو چھوڑ کر اس عقیدہ کو حدیث ذکوان پر مبنی قرار دیا تاکہ اسی روایت کے ضعف اور ارسال سے اصل مسئلہ میں ضعف ثابت کر سکیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قاضی عیاض کے قول لانہ کان نورا۔ کی شرح میں ملا علی قاری حنفی تحریر فرماتے ہیں۔

ای بنفسہ والنور لاظل لہ لعدم جرمہ وھذا اصح ما فی النوادر ولفظہ لم یکن لہ ظل فی شمس ولا قمر ونقلہ الحلبی عن ابن سبع ایضاً۔

(شرح شفاء ج ۱ ص ۷۵۳)

یعنی حضور نور بذاتہ ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کثافت نہیں ہے اور جو مضمون نوادر میں وارد ہے اس سے بھی یہی مراد ہے اور اس کے لفظ یہ ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں پڑتا تھا نہ چاندنی میں۔ اس کو حلبی نے بھی ابن سبع سے نقل کیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ونور یکے از اسماء آنحضرت است ونور را سایہ نمے باشد۔

نبی علیہ السلام کے اسماء میں سے ایک اسم نور ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(مدارج النبوت ج ۱ ص ۲۱)

نیز یہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

وعثمان بن عفان رضی اللہ عنہما گفت کہ سایہ شریف تو بر زمین نمی افتد کہ مبادا بر زمین نجس افتد۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور آپکا سایہ زمین پر نہیں پڑتا کہ کہیں ناپاک زمین پر نہ پڑے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۶۱)

شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

وسایہ ایشاں بر زمین نیفتاد — اور آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

(تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۲۱۹)

کیا سایہ نہ ہونے کا عقیدہ شیعہ کا ہے؟

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اصل میں آپ کا سایہ نہ ہونے کا مسئلہ شیعہ کا ہے۔

کیا خیال ہے آپ کا کہ حضرت عثمان رض حضرت ابن عباس ۔ علامہ سیوطی، شافعی قاضی عیاض مالکی ۔ علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی ملا علی قاری حنفی ۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ۔ علامہ بیجوری ۔ شہاب الدین خفاجی ۔ ابن مبارک، ابن جوزی اور شاہ عبدالعزیز یہ تمام صحابہ اور اکابر آئمہ دین حضرات شیعہ تھے۔

جب عہد رسالت سے لے کر شاہ عبدالعزیز تک تمام اکابر مسلمین حضور کے سایہ نہ ہونے کے قائل تھے ۔ تو آپ کے انکار پہ کون کان دھرے گا اور یہ جو آپ نے صحابہ سے لے کر شاہ عبدالعزیز تک تمام مسلمانوں کو بیک جنبش قلم شیعہ بنا ڈالا ہے ۔ بھلا علم و تحقیق کی کسوٹی پر ایسی بے سروپا بات کون مانے گا۔

اگر واقعی سایہ نہ ہونا شیعہ کا عقیدہ ہے تو جناب والا گستاخی معاف پھر سب سے بڑے شیعہ تو گنگوہی صاحب ہیں ۔ جو لکھتے ہیں، آپ کا سایہ نہ ہونا تواتر سے ثابت ہے اور دوسرے نمبر پہ اشرف علی تھانوی ہیں ۔

لکھتے ہیں۔

"یہ بات مشہور ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔"

(شکر النعمہ ص ۲۰)

یا پھر عزیز الرحمٰن مفتی دیوبند شیعہ ہیں لکھتے ہیں۔

امام سیوطی نے خصائص کبری میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زمین پر واقع نہ ہونے کے بارے میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر الخ (عزیز الفتاوی ج ۸ ص ۲۰۲)

بہتر ہوگا کہ سرفراز صاحب خدا سے توبہ کر کے لوٹ آئیں۔ ورنہ جس راستہ پہ انہوں نے چلنا شروع کیا ہے۔ وہ اس میں بالکل تنہا رہ گئے ہیں۔ حتیٰ کہ علماء دیوبند بھی ایک ایک کر کے ان کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ یہ خیر خواہی سے ایک نصیحت پیش کی گئی ہے ورنہ ذہن ان کا ہے۔ قدم ان کے ہیں۔ منزل ان کی ہے۔ جاہ ان کا۔

اثبات ظل کے دلائل اور ان کے جوابات

سرفراز صاحب نے سایہ ثابت کرنے کے لئے دو حدیثیں پیش کی ہیں۔ پہلی حدیث کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان نماز پڑھ رہے تھے صحابہ نے آپ کو ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا اور پیچھے ہٹاتے ہوئے دیکھا۔ بعد میں آپ سے اس کی حکمت پوچھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے مجھ پر جنت پیش کی گئی۔ اور پھر دوزخ۔ حتیٰ رأیت ظلی وظلکم فیھا۔ یہاں تک کہ اس آگ میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔ الحدیث۔

حدیث کافی طویل ہے لیکن جس مرکزی نقطہ اور جن خاص الفاظ سے سرفراز صاحب نے استدلال کیا گیا ہے۔ انہیں ہم نے پیش کر دیا ہے۔ (تنقیدیں ص ۱۱۷)

جواباً گذارش ہے کہ اگر قرآن کی طرف التفات کئے بغیر محض لفظ ظل کے اطلاق سے تاریک سایہ ثابت ہو جاتا ہے۔ تو حدیث مبارک میں سبعۃ یظلھم اللہ بظلہ (سات شخص اللہ کے سائے میں ہوں گے) اور یوم لا ظل الا ظلہ (جس دن کسی کا سایہ نہ ہوگا اس دن اللہ کا سایہ ہوگا) سے کیا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے (العیاذ باللہ)

---

[1] اس حدیث کا صحیح ترجمہ یہی ہے کہ یہاں تک کہ میں نے آگ میں اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا لیکن سرفراز صاحب نے اپنے فاسد عقیدہ کی جگہ بنانے کے لئے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ یہاں تک کہ میں نے اس آگ کی روشنی میں اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سایہ ثابت کیجئے گا۔

ثانیا یہ کہ رایت ظلی وظلکم فیھا۔ یعنی میں نے دوزخ میں اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔ اس جملہ میں ظل اپنی حقیقت پر محمول نہیں ہے۔ کیونکہ دوزخ کی آگ دنیاوی آگ کی طرح روشن نہیں ہوتی۔ جیسا کہ آپ نے اپنے ناقص مطالعہ سے سمجھا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔ مشکوٰۃ شریف۔ باب صفتہ النار فصل ثانی کی پہلی حدیث میں ہے۔ فھی سوداء مظلمۃ جہنم کی آگ سیاہ اور اندھیری ہے۔ پس سرفراز کا حدیث کے ترجمہ میں اپنی طرف سے یہ بڑھانا کہ اس آگ کی روشنی میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔ علمی بے مائیگی کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ جہنم کی آگ سیاہ اور اندھیری ہے۔ وہاں روشنی کا کیا کام۔ اور پھر کس قدر حیرت ہے کہ سرفراز صاحب نے اپنے ناپاک عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے حدیث میں تصرف کیا۔ اور روشنی کا لفظ بڑھا کر سایہ کے جواز کا چور دروازہ نکال لیا۔ اور اس طرح جو بات حضور نے نہیں فرمائی۔ اسے آپ کی طرف منسوب کر کے العیاذ باللہ جہنم کے سیاہ اندھیروں میں اپنا ٹھکانا بنا لیا۔ بہرحال دو طرح ثابت ہو گیا کہ یہاں ظل کا لفظ اپنے اصل معنی پر محمول نہیں ہے۔ ایک تو اس لئے کہ آپ نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا دوسرا اس لئے کہ جہنم میں سایہ دکھائی دینا معقول ہی نہیں ہے۔ کیونکہ جہنم تو سیاہ تاریکی ہے اور سایہ روشنی میں متحقق ہوتا ہے۔ پس ان دو قرینوں سے متعین ہو گیا کہ یہاں پر لفظ ظل مجاز پر محمول ہے۔ اور ظل مجازی طور پر شخص کے معنی میں آتا ہے۔

معالم التنزیل میں ہے۔ وقیل ظلا لھم ای اشخاصھم۔ پس معنی حدیث یہ ہے کہ میں نے جہنم کو دیکھا اور اس میں اپنے اور تمہارے اشخاص کو دیکھا اور جہنم میں دیکھنے سے حضور نے یہ تعبیر لی کہ آپ کے وصال کے بعد امت فتنوں میں مبتلا ہو گی۔ باقی جہنم میں دیکھنے کا مطلب مجازاً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود یا صحابہ کو جہنم کے قریب یا اس کے کنارے دیکھا ہو۔ اور اگر خود جہنم میں دیکھنا بھی وارد ہو۔ تو معاذ اللہ وہ کسی طرح تنقیص شان کا موجب نہیں کیونکہ جہنم میں ہونا۔ صرف کفار کے لئے موجب عذاب و اہانت ہے۔ ہر ایک کے لئے نہیں۔ ورنہ جہنم کے فرشتے بھی تو جہنم میں موجود ہیں اور ما منکم الا واردھا کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تحت مفسرین کہتے ہیں، کہ تمام مومنین کا جہنم سے گذر ہوگا۔ مگر ان کے لئے یہ باعث نشاط و سرور ہوگا اور کفار کے لئے یہی گذر موجب عذاب و اہانت ہوگا۔

دوسری حدیث جس سے سرفراز صاحب نے نبی علیہ السلام کے لئے تاریک سایہ ثابت کیا۔ اس کا خلاصہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے۔

"حضرت زینب فرماتی ہیں، کہ میں آپ سے ناامید ہوگئی اور میں نے اپنی چارپائی وہاں سے ہٹادی۔ اذا انا بظل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبلا الخ فرماتی ہیں کہ میں اسی حالت میں تھی کہ اچانک ایک دن دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ دیکھا جو میری طرف آرہا تھا" (تنقید متین ص ۱۱۹)

اس حدیث میں بھی ظل سے مراد شخص ہے کیونکہ ہم پہلے دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اس لئے ہمارے نزدیک اس حدیث میں بھی ظل شخص کے معنی پر محمول ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بادل کا سایہ فگن ہونا

سرفراز صاحب ایک شیعہ عالم کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ۔

"آپ کا سایہ نہ تھا کہ ہمیشہ بادل آپ کے درمیان اور سورج کی ٹکیا کے درمیان حائل رہتا تھا" (تنقید متین ص ۱۲۲)

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"ان کی اس تاویل سے ثابت ہوتا ہے کہ ظاہری الفاظ سے سایہ کی جو نفی ہو رہی ہے۔ اس سے وہ بھی مطمئن نہیں ہیں۔ اور تاویل پر مجبور ہیں لیکن قطع نظر اس کے کہ ہمیشہ آپ کے سر مبارک پر بادل کے سایہ کا کسی صحیح حدیث سے ثبوت نہیں اس لحاظ سے بھی مشکل ہے کہ پورے تریسٹھ سال تک سورج اور چاند میں دن اور رات کو سفر اور حضر میں ہمیشہ بادل کا سایہ آپ کے سر پر ہوتا رہا ہو"

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی کریم کا سایہ نہ ہونا ہمارے نزدیک آپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی نورانیت پر مبنی ہے اور اس کو ٹھوس حوالوں سے ثابت کر دیا ہے۔ سرفراز صاحب کا شیعوں کی روایت سے حضور کے سایہ نہ ہونے کی وجہ۔ بادل کا سایہ فگن ہونا۔ ذکر کرنا۔ اور پھر اس بحث کو طول دے کر بادل کے سایہ نہ کرنے پر حدیث پیش کرنا دراصل خلط مبحث کی ناکام کوشش ہے۔ بایں ہمہ ہم ان کے غور و فکر کے لئے دو حوالے پیش کرتے ہیں۔

ذریت دیوبند کے معنوی جد امجد شاہ ولی اللہ اپنے والد شاہ عبدالرحیم کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک رات نبی اکرم علیہ السلام نے شاہ عبدالرحیم صاحب کو ملاقات سے مشرف فرمایا اور از راہِ عنایت انہیں اپنے دو موئے مبارک بھی عنایت فرمائے۔ ایک مرتبہ شاہ صاحب نے وہ بال دکھلائے اور تین شخصوں نے اس بات کا انکار کیا کہ وہ حضور کے موئے مبارک ہیں اور بحث چل پڑی۔

چوں مناظرہ بامتداد انجامید آں عزیزاں ہر دو موئے در آفتاب بردند ہماں ساعت ابر پارہ ظاہر شد حال آنکہ آفتاب بسیار گرم بود و موسم ابر ہرگز نہ یکے توبہ کرد و دیگر گفتند قضیہ اتفاقیہ است دیگر بار آوردند ابر پارہ ظاہر شد و دیگرے توبہ کرد۔ سوئے گفت این نیز قضیہ اتفاقیہ است۔ سہ بار بہ آفتاب بردند دیگر بار ابر پارہ ظاہر شد سیمے نیز در مسلک تائبان منسلک گشت۔

جب مناظرہ طوالت کو پہنچا تو وہ لوگ ہر دو موئے مبارک کو دھوپ میں لے گئے۔ اسی وقت ابر کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا حالانکہ اس وقت سورج خوب گرم تھا اور موسم ابر کا نہ تھا۔ تین میں سے ایک نے توبہ کر لی اور باقی دو کہنے لگے کہ اتفاقاً بادل آگیا تھا۔ دوسری مرتبہ لے گئے اور دوسری بار بادل آگیا۔ دوسرا بھی تائب ہو گیا۔ لیکن تیسرے نے کہا ممکن ہے یہ بھی اتفاق ہو۔ تیسری مرتبہ لے گئے تیسری بار ابر پھر ظاہر ہوا اور تیسرا منکر بھی تائب ہوا۔

(انفاس العارفین ص ۴۰)

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہمیشہ ابر در وقت تمازت گرما بر ایشاں سایہ مے داشت۔

اور ابر ہمیشہ گرمی کے وقت آپ کے اوپر سایہ کرتا تھا۔

(تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۲۱۹)

اس موضوع پر بھی وسیع کلام کی گنجائش ہے لیکن چونکہ آپ کے ہاں شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ اس لئے ان کے دو حوالے پیش کر دیئے گئے ہیں۔ اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیجئے گا کہ شاہ ولی اللہ اور تحفہ اثنا عشریہ کے مصنف شاہ عبدالعزیز حضور کے لئے بادل کا سایہ مان کر شیعہ ہو گئے یا تا ہنوز سنی رہے اگر وہ شیعہ ہو گئے تو آپ نے جو اپنی کتاب میں ان کی عبارتوں سے اندھا دھند استدلال کیا ہے۔ اس کی کیا وقعت رہ گئی اور اگر وہ سنی رہے تو کیا آپ اپنے اس قول سے رجوع کریں گے کہ بادل کا سایہ کرنا شیعہ کا مسئلہ ہے؟

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حاضر و ناظر

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے ویکون الرسول علیھم شھیدا کے ترجمہ میں فرمایا: "اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ" اس پر سرفراز صاحب کی تنقید ملاحظہ فرمائیے۔

"مفسرین کرام نے شہید کے معنی حاضر قائم بالشہادۃ ناصر اور امام وغیرہ کئے ہیں۔ خان صاحب نے جب یہ محسوس کیا کہ گواہ کے لئے مجلس میں موجود ہونا ضروری نہیں، بلکہ المشاہدہ بالتسامع (یعنی سن کر گواہی دینا) بھی درست ہے تو نگہبان کا لفظ خان صاحب نے زیادہ کیا تاکہ ان کے مسلک کے اختراعی عقیدہ حاضر و ناصر پر روشنی پڑے۔"

(تنقید متین ص ۱۲۳)

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے تمام تفاسیر سے یا تو تجاہل عارفانہ برتا ہے یا واقع میں جاہل ہیں۔ یا مفسرین کی وہ تمام عبارات جو ان کے عقیدہ فاسدہ کے خلاف تھیں۔ انہیں صہیونی ہاضمہ کی بھینٹ چڑھا کر تمام دنیا کی آنکھوں میں دھول دھونکنا چاہتے ہیں۔ بہرحال انہوں نے جو کچھ کیا اپنے حق میں اچھا نہیں کیا۔ کیونکہ دنیا کے سامنے جب ان کی تنقید کی حقیقت واضح ہوگی تو سوائے رسوائی کے آنسوؤں کے کوئی ان کا غمگسار نہ ہوگا۔

اس مقام پر مفسرین کرام نے شہید کے کس معنی پر اعتماد کیا ہے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے نگہبان کے لفظ کو کس حکمت کے پیش نظر ترجمہ میں ذکر کیا۔ یہ ہم ابھی ہدیۂ ناظرین کئے دیتے ہیں۔ دیکھئے تفسیر روح البیان میں علامہ اسمٰعیل حقی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان قلت ان الشاهد اذا اضر بشهادته عديت الشهادة بكلمة علىٰ واذا نفع بها تعدى باللام فيقال شهد له. والرسول عليه السلام لما زكى امته وعدلهم بشهادة انتفعوا بها فالظاهر ان يقال ويكون الرسول لكم شهيدا بخلاف شهادة الامة على الناس فانها عليهم حيث استضروا بها فكلمة على فيها واقعة فى موضعها قلت هذا مبنى على تضمين الشهيد معنى الرقيب والمطلع فعدى تعديته۔

اگر تم یہ کہو کہ شاہد جب اپنی شہادت سے ضرر پہنچائے تو شہادت کو کلمہ علیٰ سے متعدی کرتے ہیں اور جب اپنی شہادت سے نفع دے تو شہادت کو لام سے متعدی کرتے ہیں پس کہا جاتا ہے شہد لہٗ (اس کے حق میں گواہی دی) اور رسولِ کریم نے جب اپنی شہادت سے امت کا تزکیہ کیا اور ان کی تعدیل کی تو امت آپکی گواہی سے نفعیاب ہوئی پس بظاہر ویکون الرسول لکم شہیدا کہنا چاہیئے تھا بخلاف لوگوں پر امت کی گواہی کے کیونکہ ان کی شہادت ان لوگوں کے لئے باعث ضرر تھی پس اس کا کلمہ علیٰ سے متعدی ہونا اپنی اصل پر ہے۔ تو میں اسکے جواب میں کہوں گا کہ شہید کا علیٰ کے ساتھ متعدی ہونا اس سے مبنی ہے کہ شہید رقیب (نگہبان) اور مطلع کے معنی کو متضمن ہے اور رقیب چونکہ علیٰ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اس لئے شہید کے ساتھ علیٰ لایا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی جلالت علمی

صاحب روح البیان کے اس بیان سے خوب واضح ہوگیا کہ شہید یہاں پر نگہبان کے معنی کو متضمن ہے۔ اور شہید کے ساتھ اگر نگہبان کے معنی کا لحاظ نہ کیا جائے اور اسے اپنے ظاہر پر چھوڑ دیا جائے، تو معنی یہ ہوگا کہ "میں رسول تمہارے خلاف گواہ" اور یہ معنی بالاجماع مراد نہیں۔ پس اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے کمال علمی پر داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے گواہ کے ساتھ نگہبان کا لفظ ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرما دیا۔ کہ علیٰ یہاں پر شہادت کا صلہ نہیں۔ بلکہ شہید جس رقیب کے معنی کو متضمن ہے۔ یہ اس کا صلہ واقع ہے۔

علامہ بیضاوی اسی آیت کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ولما کان الرسول علیہ السلام کالرقیب المھیمن علی امتہ عدی بعلی۔

اور چونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے لئے نگہبان کی طرح ہیں۔ اس لئے (شہید) کو علی سے متعدی کیا گیا۔

مدارک التنزیل میں علامہ نسفی ارقام فرماتے ہیں۔

ولما کان الشھید کالرقیب یعنی بکلمۃ الاستعلاء

اور جبکہ لفظ شہید رقیب (نگہبان) کی مثل ہے تو کلمہ استعلاء یعنی علی کو لایا گیا

تفسیر ابی سعود میں ہے۔

وکلمۃ الاستعلاء لما فی الشھید من معنی الرقیب والمھیمن۔

اور کلمہ استعلاء یعنی علی کو اس لئے لایا گیا کہ لفظ شہید مطلع اور نگہبان کے معنی کو متضمن ہے۔

سرفراز صاحب سے گذارش ہے کہ اگر ترجمہ میں نگہبان کے معنی کا ملحوظ رکھنا ان کے نزدیک قرآن میں تحریف ہے تو علامہ بیضاوی علامہ نسفی اور ابو سعود نے جو رقیب اور مہیمن سے تفسیر کی ہے تو کیا یہ مفسرین آپ کے نزدیک محرف ہیں اور صاحب روح البیان نے جو اشکال قائم کیا ہے آپ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے بغیر اس اشکال کا جواب دے سکتے ہیں دیدہ باید۔

مفسرین کرام کی عبارتوں کے سامنے آجانے سے اب یہ بات پردہ میں نہیں رہی کہ شہید اس مقام پر مطلع اور نگہبان کے معنی کو متضمن ہے لیکن چونکہ اس معنی میں عظمتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلو ہے۔ اسی لئے سرفراز صاحب کو کسی تفسیر میں یہ لفظ نظر نہیں آیا اور انہوں نے اس لفظ کو اعلیٰ حضرت کی اختراع قرار دیا۔ اور اب چونکہ وہ روشنی میں آچکے ہیں اس لئے قارئین کرام پر واضح ہو جائے گا کہ اس مقام پر شہید کے معنی میں نگہبان کا ذکر کرنا اعلیٰ حضرت کی عظمت علمی ہے۔ یا نگہبان کے ذکر پر چیں بچیں ہونا گکھڑوی صاحب کی جہالت ہے۔

صدر الافاضل کی تفسیر اور اس پر تائید

صدر الافاضل رحمہ اللہ نے زیر بحث آیت کی مندرجہ ذیل تفسیر ارقام فرمائی۔

"اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکرم نور الٰہی نور نبوت سے ہر شخص کے حال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور اس کی حقیقت ایمان اور اعمال نیک و بد اور اخلاص و نفاق سب پر مطلع ہیں (مسئلہ) اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت امت کے حق میں مقبول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نے اپنے زمانہ کے حاضرین کے متعلق جو کچھ فرمایا۔

"مثلاً صحابہ و ازواج و اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے فضائل و مناقب یا غائبوں اور بعد والوں کے لئے مثل حضرت اویس علیہ الرحمہ اور امام مہدی وغیرہ اس پر اعتقاد واجب ہے"

اس تفسیر پر سرفراز صاحب تنقید کرتے ہیں اور مولوی نعیم الدین صاحب نے تو صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ :۔

آپ ہر شخص کی حقیقت ایمان اعمال نیک و بد اور اخلاص و نفاق پر مطلع ہیں لیکن یہ نظریہ نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ و صریحہ کے سراسر خلاف ہے" (تنقید متین ص ۱۲۴)

آیئے اب دیکھیں کہ نصوص قطعیہ اور احادیث صریحہ کے خلاف تفسیر کرنے کے جرم میں اور کون کون شریک ہے۔ یہ ہیں ذریت دیوبند کے معتمد علیہ اور معنوی جد امجد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ جن کی عبارتوں کو مولوی گکھڑوی نے اپنی کتاب میں اندھا دھند پیش کیا ہے۔ وہ اسی آیت شریفہ کے تحت تفسیر فرماتے ہیں۔

یعنی و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر زنبہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بران از ترقی مجوب ماندہ است۔ کدام است پس اوے شناسد گناہان شمار او درجات

یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے۔ اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا۔ وہ کونسا ہے پس وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا
و اخلاص و نفاق شمارا و لہذا شہادت
او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول
و واجب العمل است و آنچہ او از
فضائل و مناقب حاضرانِ زمانِ خود
مثل اصحاب و ازواج و اہل بیت
یا غائبانِ از زمانِ خود مثلِ اویس و
مہدی و مفتونِ دجال یا معائب و
مثالب حاضراں و غائباں میفرماید
اعتقاد براں واجب است و ازیں است
کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر
اعمال امتیانِ خود مطلع میسازند
کہ فلانے امروز چنیں میکند و فلانے
چناں تا روز قیامت ادائے شہادت
تواند کرد۔ (تفسیر عزیزی ج ا ص ۶۳۶)

اور تمہارے اچھے اور بُرے اعمال اور
اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔ اسی لئے
امت کے دنیاوی امور میں آپ کی گواہی
بحق شرع مقبول اور واجب العمل ہے اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے زمانے کے حاضرین
مثلاً صحابہ و ازواج و اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین
یا غائبین مثلاً اویس و مہدی اور مفتونِ دجال
کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں یا
اپنے زمانے کے حاضر و غائب لوگوں کے
عیوب و قبائح بیان فرمائے ہیں ان پر
اعتقاد رکھنا واجب ہے، اور اسی قبیل سے ہے
جو روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اپنی امت
کے اعمال پر مطلع کیا جاتا ہے کہ فلاں آج یہ
کرتا ہے اور فلاں یہ، تاکہ قیامت کے دن
ان پر گواہی دے سکیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اس نورانی کلام کو ملاحظہ فرمائیے۔ اور دیکھئے کہ صدر الافاضل رحمہ اللہ کی یہ تفسیر بعینہٖ شاہ عبدالعزیز کے مضمون کی تعبیر ہے یا نہیں پھر یہ کیسا ظلم اور صریح بے انصافی ہے کہ یہی بات اگر شاہ عبدالعزیز فرمائیں تو وہ حق و صواب اور اگر صدر الافاضل وہی بات کہہ دیں تو وہ نصوصِ صریحہ کے خلاف ہو جاتی ہے سرفراز صاحب کو اگر صدر الافاضل رحمہ اللہ کے کلام پر سب و شتم کرنا ہی تھا تو پہلے شاہ صاحب کی تفسیر کے تمام نسخوں کو دریا برد کر دیتے۔ ورنہ جب تک دنیا میں تکیہ دیوبند کی یہ تفسیر موجود ہے اور دیکھنے والوں کی آنکھیں سلامت ہیں تو اس وقت تک سرفراز صاحب کے اس دجل و فریب کو کوئی وقعت نہیں دے گا۔ اور اس کلام پر انکی تنقید

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اہل حق کی نگاہوں میں ذلت ورسوائی کا آخری نشان بن کر رہ جائے گی۔

تفسیر عزیزی کے بعد روح البیان سے اسی مقام کی تفسیر میں ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں:۔

ومعنی شہادۃ الرسول علیہم	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کا
اطلاعہ علی رتبۃ کل متدین بدینہ	مطلب یہ ہے کہ آپ ہر دیندار کے دینی مرتبہ اور
وحقیقتہ التی ھو علیھا من دینہ	اس کے دین کی حقیقت پر مطلع ہیں اور اس حجاب
وحجابہ الذی ھو محجوب عن کمال	سے بھی واقف ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے کمال
دینہ فھو یعرف ذنوبھم وحقیقۃ	دینی سے محجوب ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں
ایمانھم واعمالھم وحسناتھم و	کے گناہوں، ایمان کی حقیقت، انکی نیکیوں اور
سیئاتھم واخلاصھم ونفاقھم و	برائیوں ان کے اخلاص ونفاق اور اسکے علاوہ باقی
غیر ذالک بنور الحق۔	تمام امور پر نور ربانی سے واقف ہیں۔

روح البیان کی یہ شہادت ان دلوں پر یقیناً گراں گذرے گی۔ جو تنقیص نبوت کی تسبیح پر اپنے ایمان کے درجات کا شمار کرتے ہیں۔ جن کی نگاہیں فضائل رسالت کی تیز روشنی میں چمگادڑ کی طرح بینائی کھو دیتی ہیں۔ اور بغض نبوت کے سیاہ فام اندھیروں میں جن کا دیدہ غارت گر مستعد اور فعال ہو جاتا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل پر جو مشق ستم سرفراز صاحب نے کی ہے اور آپ کی وسعتِ علمی پر جو گکھڑ سے تیر پھینکے ہیں انہیں ہم سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں رہنے والے بعض منافقین کے نفاق کو بھی نہ جانتے تھے۔

(۲) سورۂ نور میں حضرت عائشہ پر اتہام کا اور پھر ان کی صفائی کا ذکر ہے اگر آپ ہر شخص کی حالت سے واقف ہوتے تو ام المومنین کو پیچھے چھوڑتے ہی کیوں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سچے صحابی (حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ) کو جھوٹا فرمایا اور منافقین کو سچا فرمایا لیکن نزول وحی کے بعد حقیقت منکشف ہوئی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(۴) سورۂ تحریم میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی ایک خاص کارروائی کا ذکر ہے۔ جس کی وجہ سے آپ نے اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور انکی اصل کارروائی اور حالات کا علم نزول سورت کے بعد ہوا۔

(۵) حضرت عائشہ کا ہار گم ہو گیا تھا جس کو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تلاش کیا۔ اور دیگر صحابۂ کرام نے بھی تلاش کیا۔ مگر نہ ملا۔ حاضر و ناظر سے بھی بھلا کوئی چیز مخفی رہتی ہے۔

(۶) ۷ھ میں خیبر کے مقام پر آپ کی زہر خورانی کا واقعہ موجود ہے جس سے صاف طور پر یہ بات واضح سے واضح تر ہو جاتی ہے۔ کہ آپ کو غیب کا علم نہ تھا اور نہ آپ نگہبان ہیں (تنقید متین ص ۱۲۴، ۱۲۵)

علم رسالت پر طعن طریقۂ منافقین ہے

اس سے پہلے کہ ہم ان سوالوں کے جوابات پیش کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کو اس معدن پر مطلع کریں۔ جہاں سے بغض رسالت کا یہ لاوا پہلی بار پھوٹا تھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبحر علمی پر جن سوالات کا اعادہ گھٹر سے کیا گیا ہے۔ ان کی اختراع کس ذہن نے کی تھی ما کان اللہ لیذر المومنین علیٰ ما انتم علیہ کے شان نزول میں علامہ خازن فرماتے ہیں۔

قال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی آدم واعلمت من یومن بی ومن یکفر بی فبلغ ذلک المنافقین فقالوا استھزاء زعم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انہ یعلم من یومن بہ ومن یکفر

سدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت اپنی خاکی صورت میں اس طرح پیش کی گئی جس طرح حضرت آدم پر پیش کی گئی تھی اور مجھے بتلا دیا کہ مجھ پر کون ایمان لائیگا اور کون نہیں لائے گا جب یہ بات منافقین تک پہنچی تو انہوں نے استہزاً کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یوں گمان کرتے ہیں کہ انہیں جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے انکے بارے میں بھی علم ہے کہ ان میں سے کون ان پر ایمان لائیگا اور کون کفر کرے گا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ممن لم یخلق بعد ونحن معہ
وما یعرفنا فبلغ ذالک رسول
اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فقام
علی المنبر فحمد اللہ تعالیٰ
واثنی علیہ ثم قال مابال
اقوام طعنوا فی علمی لاتسئلونی
عن شئ فیما بینکم وبین
الساعۃ الا نبأتکم بہ فقام
عبد اللہ بن حذافۃ السہمی
فقال من ابی یارسول اللہ (صلے
اللہ علیہ وسلم) فقال حذافۃ
فقام عمر فقال یا رسول اللہ
رضینا باللہ ربا وبالاسلام
دینا وبالقرآن اماما وبک
نبیا فاعف عنا عفا اللہ عنک
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فہل
انتم منتہون فہل انتم منتہون ثم نزل
عن المنبر فانزل اللہ ہذہ الایۃ

حالانکہ ہم انکے درمیان رہتے ہیں اور انہیں
ہمارے نفاق کا علم نہیں پس جب یہ بات
رسول اللہ تک پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے
ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد
فرمایا ان لوگوں کا کیا حال جو میرے علم پر طعنہ
زنی کرتے ہیں۔ تم لوگ اب سے قیامت تک
کسی بات کے بارے میں مجھ نہ پوچھو گے مگر میں تم کو
اس کی خبر دوں گا۔ پس عبد اللہ بن حذافہ
سہمی (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہو کر عرض گذار
ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حذافہ پھر
حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ کی ربوبیت پر
راضی ہیں اسلامی دین پر خوش ہیں ہم قرآن کی
امامت مانتے ہیں آپکی نبوت پسند کرتے ہیں اللہ
تعالیٰ آپکے درجات بلند کرے آپ ہمیں معاف
فرما دیجئے پس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکرر فرمایا
کیا تم رکنے والے ہو۔ کیا تم رکنے والے ہو پھر اللہ تعالیٰ
نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

(تفسیر خازن)

اس حدیث صریح سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام امت کے ایمان وکفر پر مطلع ہیں۔

(۲) منافق آپ کے اس دعوٰی پر طعنہ زن ہوئے کہ اگر آپ سب کے ایمان وکفر پر مطلع ہیں تو ہمارا نفاق کیوں آپ سے مخفی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(۳) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکرر دعوٰی فرمایا کہ اب سے قیامت تک کی جو بات چاہو۔ پوچھو۔

(۴) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے علم پر طعنہ زنی سے ناراض ہوئے۔

(۵) حضرت عمر اور عبداللہ ابن حذافہ رضی اللہ عنہما آپ کی وسعتِ علمی پر ایمان لائے ہوئے تھے۔

حوالہ خازن کی تحریر تفصیل اور اس تجزیہ کے بعد اب ناظرین پر مخفی نہ رہا ہوگا کہ پس براز منافقین سے استفادہ کر کے سرفراز نے اپنے آپ کو کس صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ اور کیا اب یہ صراحت ضروری ہے کہ علم رسالت پر طعن کرنا کس کا اندازِ فکر ہے اور علمِ نبوت کی وسعتوں کو ماننا کس کا طریقہ ہے اور وہ جزوی واقعات سرفراز صاحب نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاعلمی ثابت کرنے کے لئے ہیں، ہمیں کسی طرح مضر نہیں۔ کیونکہ باوجود علم کے کسی امر کی طرف سے توجہ ہٹ جانا۔ ایک حقیقت ثانیہ ہے اور علماء دیوبند کو بھی مسلم ہے۔ (علماء دیوبند ص ۳۱)

ثانیاً یہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں الی حین الوصال مکمل ہوا۔ سرفراز صاحب نے جس قدر واقعات حضور کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے پیش کئے ہیں۔ سب نزول قرآن کے دوران تھے اور تدریجاً ان کا علم حضور کو حاصل ہوتا رہا اگر سرفراز صاحب واقعی حضور کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے بے قرار ہیں تو ثابت کریں۔ کہ آپ کو فلاں امر کا علم وصال تک حاصل نہیں ہوا۔

انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ مبتدعین دیوبند عموماً اور سرفراز صاحب خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی ثابت کرتے کے لئے ہمیشہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ بر سر عام بازاروں میں مساجد کے منبروں حتیٰ کہ کتاب کے صفحات پر کہیں یہ لوگ اس واقعہ کو بیان کرنے سے نہیں چوکتے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر ان کی ماں پر اس قسم کی تہمت لگائی جاتی تو یہ اس بات کو پسند کرتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ وہ تہمت خواہ غلط ہی ہو اس کو برسرِ عام بیان کیا جائے پھر ام المؤمنین کے اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں انہیں کوئی حیا کیوں نہیں آتی۔ کیا اس طرزِ عمل سے ام المؤمنین اور نبی علیہ السلام کو ایذا نہیں پہنچتی۔ اسی طرح عقیدہ حاضر ناظر کو سرفراز صاحب کا بار بار استہزاً ذکر کرنا فضائل نبوت سے لہو و لعب کے مترادف ہے۔

حاضر و ناظر کا ثبوت

ہماری تحقیق یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضۂ منورہ میں تشریف فرما ہیں۔ اور تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے۔ جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں۔ اگر آنِ واحد میں امکنہ متعددہ پر تشریف لے جانا چاہیں۔ تو یہ بھی ممکن ہے۔ یہی حاضر و ناظر کا صحیح مفہوم ہے نہ یہ کہ آپ اپنے مخصوص جسم کے ساتھ ہر جگہ بالفعل موجود ہوتے ہیں جیسا کہ مبتدعین دیوبند نے اہل سنت پر افترا باندھا ہے اور پھر اسے بنیاد بنا کر لغو اور لایعنی اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جہاں تک آپ کے ملاحظہ فرمانے کا تعلق ہے۔ ہم نے نگہبان کی تائید میں جو عبارات پیش کی ہیں۔ ان میں اس کے ثبوت کا کافی مواد موجود ہے اجمالی طور پر یوں سمجھ لینا چاہیے کہ حاضر ناظر کے اثبات کے لئے آپ کی حیات اور لوازمات حیات کے بالفعل متحقق ہونے کا اور آنِ واحد میں امکنہ متعددہ پر موجود ہونے کے امکان کا اثبات ضروری ہے۔

حیات

حیات کے بارے میں کچھ گفتگو ہم اس کتاب کے پہلے باب میں کر چکے ہیں مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔

مبتدعین دیوبند کے سرخیل قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

"عقیدہ دل سے آگاہ کئے دیتا ہوں۔ اس ضمن میں کسی دلیل یا مثال کی طرف بھی اشارہ ہو جاوے۔ تو ہو جاوے۔ انبیاء کرام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زیادہ سمجھتا ہوں" (لطائف قاسمیہ ص ۳)

مزید لکھتے ہیں۔

"تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے مگر اس صورت میں یہ اجتماع موت وحیات ایسا ہوگا۔ جیسا وقت حرکت کشتی جانشین کشتی کا حرکت وسکون جیسے یہاں سکون اصلی ہے۔ اور حرکت عرضی ایسی ہی وہاں بھی حیات اصلی اور موت عرضی ہوگی۔" (لطائف قاسمیہ ص ۴)

نانوتوی صاحب کے اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے ساتھ موت کا اتصاف مجازاً ہوا ہے۔ اور حقیقۃً حضور کے ساتھ موت کا قیام نہیں ہوا جیسے کشتی میں بیٹھے ہوئے شخص کے ساتھ حرکت کا قیام مجازاً ہوتا ہے۔ اور حقیقۃً وہ متحرک نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ اس تقریر سے آپ پر حقیقۃً موت کے طاری ہونے کا انکار ہوگیا۔

نیز لکھتے ہیں:۔

فرض کیجئے چراغ کو کسی ظرفِ گلی میں رکھ کر سرپوش رکھ دیجئے جیسے یہاں تمام شعائیں باہر سے سمٹ کر اس ظرف میں آجاتی ہیں۔ بلکہ خود شعلہ چراغ میں سما جاتی ہیں جس سے وہ اشتداد مشار الیہ نمایاں ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی یہاں بھی خیال فرمالیجئے۔ اس صورت میں موت انبیاء کرام اور موت عوام میں ایسا فرق ہوگا۔ جیسا چراغ ظرفِ گلی میں مستور ہوجانے اور گُل ہوجانے میں فرق ہے۔" (لطائف قاسمیہ ص ۵)

اس عبارت کا مطلب واضح ہے۔ یعنی عوام کی موت تو اس طرح ہے کہ موت سے ان کا چراغ حیات بجھ جاتا ہے۔ اور انبیاء کی موت اس طرح ہے کہ اس کا چراغ حیات قبر میں چھپ جاتا ہے۔ یعنی اس کی روشنی پہلے سے بڑھ جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کی حیات کا چراغ ہمیشہ روشن رہتا ہے اور کبھی نہیں بجھتا!

لطیفہ: سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ وہ امداد نہیں جو شرک کے شیدائی حضرات انبیاء اور اولیاء اور شہداء سے کیا کرتے ہیں کہ نہ تو وہ اس جہان میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور نہ قریب۔" (تنقید متین ص ۲۹)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے حیات انبیاء کی نفی کی ہے۔ اور "لطائف قاسمیہ" میں قاسم صاحب نے موت کی نفی کی ہے۔ غور فرمائیے۔ مبتدعین دیوبند کے اصول و فروع کس قدر تضاد ہے۔ آبار دیوبند نے حیات کو ماننے میں اس قدر مبالغہ کیا ہے کہ حقیقت موت کا سرے سے انکار کیا ہے اور انک میتٌ آپ فوت ہونے والے ہیں۔ اور کل نفسٌ ذائقۃ الموت ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے کی تکذیب کر دی۔ ابناء دیوبند نے موت میں اس قدر غلو کیا ہے کہ حیات کا قطعاً انکار کر دیا۔ اور نبی اللہ حی یرزق اللہ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے کی تکذیب کر دی۔ باپ بیٹوں میں کون جھوٹا ہے۔ اس کا فیصلہ وہ خود کر لیں۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ دونوں ہی جھوٹے ہیں۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کے لئے ایک آن کی موت ثابت ہے اور یہی انک میتٌ اور کل نفس ذائقۃ الموت کا تقاضہ ہے اور اس کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی حیات عطا فرمائی۔ جو کہ احادیث صحیحہ کا مطلب اس کی ضروری تفصیل بحث استعانت میں کی جا چکی ہے۔ بہرحال بانی دیوبند کے کلام سے دنیاوی حیات ثابت ہو گی اور یہی ہمارا مدعا ہے۔

لوازم حیات

جب کہ یہ امر روشن ہو گیا کہ نبی علیہ السلام دنیاوی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور دنیاوی حیات میں آپ کی وسعت نظر کا یہ عالم ہے کہ تمام عالم کو مثل کف دست ملاحظہ فرماتے ہیں۔

علامہ صاوی فرماتے ہیں۔

وردرفعت لی الدنیا فانا انظر فیہا کما انظر الی کفی ھذہ۔ (تفسیر ج ۲ ص ۱۰۴)

حدیث میں آیا ہے کہ تمام دنیا میرے سامنے پیش کی گئی پس میں اسکو مثل کف دست دیکھتا ہوں۔

ممکن ہے مبتدعین دیوبند کو یہ شبہ لاحق ہو کہ یہ فضیلت تو دنیا میں ثابت تھی نہ کہ بعد الوفات پس اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ فانا انظر جملہ اسمیہ ہے اور خبر فعل مضارع ہے۔ اور وہ جملہ اسمیہ جس کی خبر فعل مضارع ہو۔ دوام تجددی کا افادہ کرتا ہے۔

ثانیہ یہ کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم وان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کفرتم فان عذابی لشدید۔ پس قرآن کریم کے اس قاعدہ سے معلوم ہوا کہ شکر کرنا زیادتی نعمت کا سبب ہے۔ اور نبی علیہ السلام سید الشاکرین ہیں۔ فلہذا اللہ تعالیٰ کی نعمت آپ پر یوماً فیوماً بلکہ آناً فاناً زائد ہوگی پس جب دنیا میں آپ کو وسعت نظر حاصل تھی تو وصال کے بعد زیادتی متصور ہوگی نہ کمی تنقیص کے لئے کوئی راہ نہیں۔

ثالثاً اگر فرض کیا جائے کہ دنیا میں آپ کو وسعت نظر حاصل تھی اور آخرت میں یہ نعمت مسلوب ہوگئی تو لازم آئے گا کہ آپ کی آخرت دنیا سے بہتر نہ ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ آپ کی آخرت دنیا سے بہتر ہے۔

رابعاً۔ جب آپ نے مان لیا کہ قبر میں دنیاوی حیات ہوتی ہے۔ تو دنیاوی حیات کے لوازم بھی ماننے ہونگے اور وسعتِ نظر چونکہ دنیا میں ثابت ہے۔ اس لئے قبر شریف میں بھی اس کو ماننا ہوگا۔

خامساً۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام افراد امت کے بارے میں فرمایا ہے۔

المیّت یعلم من یکفنہ ومن یصلی علیہ ومن یحملہ ومن یدفنہ۔ (مرقات ج ۱ ص ۱۹۸)	میت کو علم ہوتا ہے کہ اسے کون کفن پہنا رہا ہے اور کون اس پر نماز جنازہ پڑھتا ہے۔ کون اس کا جنازہ اٹھاتا ہے اور کون اسے دفن کرتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کے بعد کا ادراک بصری بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ حیات دنیاوی میں اگر اسے چارپائی پر لٹا کر اوپر چادر ڈال کر لے جاتے تو وہ نہ جان سکتا اسے اٹھانے والے کون ہیں۔ کون اس پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور کون اس کو دفنا رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ وفات کے بعد اس کا ادراک بصری بڑھ جاتا ہے۔ جب عام میت کا یہ حال ہے۔ تو خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا عالم ہوگا۔ جن کی نگاہ کی وسعت کا حیات دنیاوی میں یہ عالم تھا کہ اوپر نظر اٹھاتے تو سات آسمانوں کے پار جنت کو ملاحظہ فرماتے اور اگر نیچے نظر فرماتے۔ سات زمینوں کے نیچے جہنم کا معائنہ فرماتے۔ جو حیات دنیاوی میں اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھتے تھے وصال کے بعد جب ان کا ادراک بصری ترقی پا گیا ہوگا تو پھر ان کی نگاہ کی وسعتوں کا کون اندازہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سادساً۔ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں ۔ یہ بھی تسلیم کرنا ضروری ہے کہ :۔
وقت موت حیات انبیاء کرام علیہم السلام اور بھی شدید ہو جاتی ہے کیونکہ جب حیات اصلی ہے ۔ تو اس صورت میں کبھی قبر میں رہنا کبھی آسمان پر نظر آنا ایسا ہوگا جیسے حالت حیات سابقہ میں کبھی زمین پر رہنا کبھی بوجہ معراج آسمانوں پر چلے جانا ۔ (لطائف قاسمیہ ص ۴)

نیز لکھتے ہیں ۔

" بالجملہ حیاتِ حال انبیاء کا مثل حیات سابق ہونا اور پھر اس سے اشد اور اعلیٰ ہونا یوں ظاہر ہے کہ بوجہ احاطہ ضد معلوم جس کو موت کہیئے تمام فیض حیات جو مثل شعاع شمس و قمر اطراف بدن اور اس سے باہر تک بذریعہ افعال جاتا تھا سمٹ کر داخل بدن کی طرف چلا آیا " (لطائف قاسمیہ ص ۵)

آنِ واحد میں امکنہ متعددہ پر حاضر ہونے کا امکان

بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے مبتدعین دیوبند کی عبارت سے ثابت کر دیا ہے کہ آپ دنیاوی حیات کے ساتھ قبر انور میں زندہ ہیں اور فیضانِ حیات دنیاوی حیات سے شدید تر ہے ۔ پس ثابت ہو گیا کہ آپ قبر انور میں تشریف فرما ہیں ۔ اور تمام عالم کا ملاحظہ فرما رہے ہیں جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں ۔ اور آنِ واحد میں اگر مختلف مقامات بھی تشریف لے جانا چاہیں تو یہ بھی ممکن ہے ۔ رہا یہ سوال کہ متعدد مقامات پر اگر بعینہٖ حضور موجود ہیں تو یہ تکثر جزئی ہے اور اگر وہاں آپ کی مثال موجود ہے تو مثل شئ غیر شئ ہے ۔ پس امکنہ متعددہ پر آپ کا غیر موجود ہونا کہ خود آپ اس سوال کا ایک جواب تو ہم بحث استعانت میں تھانوی صاحب کی گپ پر اعتراضات کے ضمن میں دے چکے ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اجساد مثالیہ متعددہ متعلقہ بروح واحد امکنہ متعددہ میں موجود ہو سکتے ہیں اور یہ تکثیر جزئی نہیں ہے ۔ کیونکہ اجساد میں نوع من التغائر موجود ہے ۔ اور یہ اجسام حضور کے غیر بھی نہیں ہیں ، کیونکہ تمام اجساد کے ساتھ حضور کی روح متعلق ہو گی ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور تعین کا مدار عینیت روح پر ہے نہ کہ عینیت جسم پر ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

شیخ علاء الدین قونوی میگوید کہ بعید نیست کہ گفتہ شود کہ ارواحِ مقدسہ انبیاء بعد از مفارقت بمنزلہ ملائکہ است بلکہ افضل از ایشاں ہم چنانچہ ملائکہ متمثل شوند در صور مختلفہ کذالک جائز باشد کہ ارواح مقدسہ انبیاء نیز متمثل گردند ونیز ممکن است کہ ایں تصرف بعضے خواص عباد را در حالت حیات نیز دست دہد و روح واحد در ابدان متعددہ غیر بدن معہود متصرف گردد چنانچہ بعض محققین در تسمیہ ابدال گفتہ اند کہ کاہے یک از ایشان بمکانے و دو در مکان اول شبحے و مثالے در بدل خود بگذارد و سادہ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم عالم متوسط در عالم اجساد و ارواح ثابت کردہ اند کہ آں را عالم مثال گویند الطف از عالم اجساد و اکثف از عالم ارواح و ظہور ارواح و صور مختلفہ مبنی بر آں ساختہ و ظہور جبریل علیہ السلام بصورۃ دحیہ کلبی و تمثل او مریم را بصورت بشر سوی الخلق از آں عالم مے

شیخ علاؤ الدین قونوی کہتے ہیں کہ یہ کہنا بعید نہیں کہ انبیاء کی ارواح مقدسہ ابدان سے مفارقت کے بعد ملائکہ کے ابدان کی مثل ہو جاتی ہیں بلکہ ان سے بھی افضل ہوتی ہیں اور جس طرح ملائکہ مختلف صورتوں میں متمثل ہو جاتے ہیں اسی طرح جائز ہے کہ ارواح مقدسہ بھی متمثل ہو جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض خاص بندوں کو یہ مقام دنیا میں حاصل ہو جائے اور روح واحد بدن معہود کے سوا ابدانِ متعددہ میں تصرف کرے جس طرح بعض محققین ابدال کی وجہ تسمیہ میں بیان کرتے ہیں۔ کہ انہیں جب کسی جگہ جانا مقصود ہو تو وہ پہلی جگہ اپنے بدلے میں اپنی مثال چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور سادات صوفیہ کے نزدیک عالم اجساد اور ارواح کے درمیان ایک عالمِ مثال بھی ثابت ہے جو عالمِ اجساد سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہوتا ہے اور ارواح کا صور مختلفہ میں متمثل ہونا اسی عالم پر مبنی ہے اور جبریل علیہ السلام کا دحیہ کلبی کی صورت میں اور مریم کے پاس بشر یا سوی کی شکل میں متمثل ہو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دارند و بناء علیہ جائز بود کہ موسے علیہ السلام باوجود استقرار در آسمان ششم بشبح و پیکر مثالے در قبر متمثل باشد و آنحضرت او را در ہر دو مکان مشاہدہ فرمود و بعد از اثبات عالم مثال جواب از مسائل کثیرہ بیرون آید و اشکالات بسیار مثل بیان وسعت جنت در رویت او در عرض حائط مثلاً منحل گردد۔" (جذب القلوب ۱۵۳)

کر جانا اسی عالم سے ہے اور اسی بناء پر جائز ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر مستقر ہوں اور اسی وقت قبر میں بھی مثال چھوڑ آئے ہوں اور حضور نے ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو۔ اور اس عالم کے اثبات سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں مثلاً جنت کا بایں وسعت دیوار کی پہنائی میں دکھائی دینا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:۔

ولا تباعد من الاولیاء حیث طویت لھم الارض وحصل لھم ابدان مکتبۃ متعددۃ وجدوھا فی اماکن مختلفۃ فی آن واحد واللہ علی کل شیٔ قدیر وھذا فی ھذا العالم المبنی علی الامر العادی غالبًا۔ (مرقات ج ۴ ص ۳۱)

جب اولیاء اللہ کے لئے زمین لپیٹ دی جائے اور ان کے لئے ابدان مکتبہ متعددہ حاصل ہو جائیں تو ان اجسام مثالیہ کی وجہ سے اولیاء اللہ کا آنِ واحد میں متعدد جگہوں پر موجود ہونا بعید نہیں ہے۔ اور اس جہان میں یہ امر غالباً اولیاء اللہ کے لئے امر عادی ہے۔

اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ جو دیوبندیوں کے تمام اکابر اور اصاغر کے مسلم مقتدا ہیں۔ لکھتے ہیں۔

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس موضوع پر ہم ایک حدیث شریف پیش کرتے ہیں جس سے یہ امر واضح ہو جائے گا کہ شخص واحد آن واحد میں مقامات متعددہ پر موجود ہو سکتا ہے۔ دیکھئے حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مغموم شخص کو دیکھا جس کا بیٹا فوت ہو چکا تھا پھر فرمایا

اما تحب ان لا تاتی بابا من ابواب الجنۃ الا وجدتہ ینتظرک فقال رجل یارسول اللہ اخاصۃ لہ لکلنا لکلکم۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۳

ترجمہ:۔ کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے دروازوں میں سے کسی دروازے سے داخل ہو مگر تمہارا بیٹا اس دروازے پر تمہارا انتظار کر رہا ہو کسی نے پوچھا حضور یہ انہی کا خاصہ ہے یا سب کے لئے آپ نے فرمایا سب کے لئے۔

اس حدیث شریف میں باب نکرہ ہے۔ اور حیز نفی میں واقع ہے اور نکرہ تحت نفی مفید عموم ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جنت کے ہر دروازے کی یہ صفت ہو گی کہ اس دروازے پر وہ بیٹا موجود ہو گا۔ پس ثابت ہوا کہ آن واحد واحد میں مقامات متعددہ پر موجود نہ صرف ممکن ہے بلکہ امر واقع ہے۔

تھانوی صاحب اور عقیدہ حاضر ناظر

اشرف علی صاحب تھانوی اولیاء اللہ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مختلف صورتوں میں ہو جانا اور یہی وہ ہے جس کا نام صوفیہ حضرات عالم مثال رکھتے ہیں اور یہ حضرات عالم اجسام و عالم ارواح کے درمیان ایک درمیانی عالم اجسام سے زیادہ لطیف اور عالم ارواح سے زیادہ واضح ہے اور اسی پر روح کے جسمانی شکل اختیار کرنے اور اس کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کی بنا قائم کی ہے اور اس کو حق تعالیٰ کے اسی ارشاد سے استنباط کیا ہے فتمثل لھا بشرا سویا (تو ان کے واسطے جبرائیل ایک معتدل انسان بن گئے) وہ واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے جو فضیب البان موصلی سے منقول ہے۔ یہ حضرت ابدال میں سے تھے۔ کسی شخص

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے جب ان کو نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا۔ تو نماز نہ پڑھنے کی تہمت لگائی تھی اور سختی سے اعتراض کیا تھا آپ فوراً اس کے سامنے مختلف صورتوں میں منتقل ہوئے اور پوچھا تم نے کونسی صورت میں مجھے نماز پڑھتے نہیں دیکھا کرامتوں کی اس قسم میں بزرگوں کے بہت واقعے ہیں۔

(جمال الاولیاء ص ۲۵)

اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

محمد الحضری مجذوب چلانے والے عجیب غریب حالات وکرامات و مناقب والے تھے کبھی کبھی چلائے ہوئے عجیب عجیب علوم و معارف پر کلام کرجاتے اور کبھی کبھی استغراق کی حالت میں زمین و آسمان کے اکابر کی شان پر ایسی گفتگو فرماتے کہ اس کے سننے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ آپ ابدال میں سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوجاتے تھے۔

(جمال الاولیاء ص ۱۸۸)

واقعہ معراج کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اس طرح بقیہ سموٰت میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہوگیا اور جسم میں بقدر بھی اور ایک وقت میں روح کا سب سے تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق۔

(نشر الطیب ص ۶۵)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ تعالیٰ اگر قدرت نہ دے تو کوئی انسان اپنا ہاتھ بھی نہیں ہلا سکتا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ وہ بیک وقت متعدد جگہ اجسام متعدد میں روح واحد کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں اور یہی حضرات انبیاء اور اولیاء کرام کے حاضر و ناظر ہونے کا مطلب ہے جو بہر حال تھانوی صاحب کی متعدد عبارات سے ثابت ہو گیا اب بھی دیوبندی حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کو شرک کہتے رہیں تو ہم ان کا کیا بگاڑ سکتے ہیں ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نذر و نیاز

وما اھل بہ لغیر اللہ کے تحت حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمت تحریر فرماتے ہیں کہ:

"چوتھے وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔ اور جس جانور کو ذبح تو صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر کیا گیا ہو مگر دوسرے اوقات میں وہ غیر خدا کی طرف منسوب رہا ہو۔ وہ حرام نہیں۔ جیسے عبداللہ کی گائے۔ عقیقہ کا بکرا۔ ولیمہ کا جانور۔ یا وہ جانور جس سے اولیاء کی ارواح کو ثواب پہنچانا مقصود ہو۔ اُن کو غیر وقت ذبح میں اولیاء کے ناموں کے ساتھ نامزد کیا جائے مگر ذبح ان کا فقط اللہ کے نام پر ہو۔ اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے وہ حلال و طیب ہیں۔ اس آیت میں صرف اس کو حرام فرمایا گیا ہے۔ جس کو ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو۔ وہابی جو ذبح کی قید نہیں لگاتے وہ آیت کے معنی میں غلطی کرتے ہیں۔ اور ان کا قول تمام تفاسیر معتبرہ کے خلاف ہے۔ اور خود آیت ان کے معنی کو بننے نہیں دیتی۔ کیونکہ وما اھل بہ کو اگر وقتِ ذبح کے ساتھ مقید نہ کریں۔ تو الا ما ذکیتم کا استثناء اس کو لاحق ہوگا اور وہ جانور جو غیر وقت ذبح میں غیر خدا کے نام سے موسوم رہا ہو۔ وہ الا ما ذکیتم سے حلال ہوگا۔ غرض وہابی کو آیت سے سند لانے کی کوئی سبیل نہیں۔"

اس تفسیر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ۔

"مولوی نعیم الدین صاحب نے یہ جو کچھ تحریر کیا ہے۔ محض اپنے ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باطل نظریہ کے تحت لکھا ہے اور اپنی بدعت پسندی کا واضح ثبوت دیا ہے۔ جو چند وجوہ سے مردود ہے" (تنقید متین ص ۱۲۶)

حق یہ ہے کہ صدر الافاضل رحمہ اللہ کا یہ محققانہ کلام چند وجوہ سے سرفراز صاحب کی سمجھ میں نہ آسکا۔ اسی لئے انہوں نے بچگانہ اعتراضات کئے ہیں۔ خود فریب کھایا ہے یا لوگوں کا دین و ایمان لوٹنے کے لئے دجل کی دوکان سجائی ہے۔

تعجب یہ ہے کہ سرفراز صاحب نے رشید احمد گنگوہی کا ایک بے سند فتویٰ بھی سند بنا کر پیش کیا ہے اور اس بے چارے کو یہ بھی معلوم نہیں ہے۔ کہ خصم پر بطور حجت کے مسلم بزرگوں کے اقوال پیش کیا کرتے ہیں۔ رشید احمد صاحب گنگوہی کو آپ گنگوہ کے غالی مریدوں پر پیش کیجئے گا۔ یا ان پکی روٹی کے حافظوں پر جن کے سروں پر دیوبند نے فضیلت و افتخار کی دستار باندھی ہے۔

سرفراز صاحب کا پہلا شبہ

سرفراز صاحب نے صدر الافاضل رحمہ اللہ کے کلام میں پہلی تحریف اس طرح کی ہے۔ کہ:۔

اہلال کے معنی عربی زبان میں ذبح کے نہیں، بلکہ نامزد اور شہرت دینے کے ہیں۔ (تنقید متین ص ۱۲۷)

سرفراز صاحب نے اس پر خوب زور دیا ہے اور ارباب لغت اور تفاسیر کے حوالے نقل کرتے چلے گئے۔

جیسے صدر الافاضل نے اُہِلَّ کا معنی ذبح کیا ہو۔ اور اس کے خلاف سرفراز صاحب گکھڑ سے پورا سکواڈرن فضائے قرطاس میں لے آئے ہوں۔ صدر الافاضل نے اہِلَّ کا کیا معنی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ وہ فرماتے ہیں۔

"وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو"

اب سرفراز صاحب سے پوچھئے کہ جب صدر الافاضل نے اُہِلَّ کا معنی ذبح نہیں کیا۔ تو پھر آپ کو اس بے مقصد کلام سے دفتر کے دفتر سیاہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور اگر یوں ہی گلے میں طوقِ لعنت آویزاں کر کے کذابین کی صفت میں شامل ہونے کا شوق ہے۔ تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ چشمِ ما روشن دل ما شاد۔

سرفراز صاحب کو بھی احساس تھا کہ جھوٹ کی یہ کشتی زیادہ دیر تک نہیں چل سکے گی۔ اس لئے لکھتے ہیں۔

غرضیکہ وما اھل کو وقت ذبح کے ساتھ مقید کرنے کی نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔ خواہ مخواہ کی ضد کا البتہ کوئی علاج نہیں۔ (تنقید متین ص ۱۳۰)

دروغ گو را حافظہ نباشد، پہلے آپ نے کہا تھا کہ اُہِلّ کو ذبح کے معنی میں لینا غلط ہے۔ اور اس سے قارئین کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ صدر الافاضل نے اُھِلّ کا معنی ذبح کیا ہے۔ اب کہتے ہیں کہ اُھِلّ کو وقت ذبح کے ساتھ مقید کرنا غیر ضروری ہے۔ جس سے یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ صدر الافاضل نے اُھِلّ کو وقت ذبح کے ساتھ مقید کیا ہے۔

ذبیحہ حرام ہونے کی صورتیں

صدر الافاضل فرماتے ہیں۔ اس آیت میں صرف اسی جانور کو حرام فرمایا گیا ہے۔ جس کو ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو۔

مذکورہ بالا عبارت اس مفہوم میں صریح ہے کہ ذبیحہ کے حرام ہونے کی اور بھی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس آیت میں صرف اسی کو حرام کیا گیا ہے۔ جس پر وقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ ہم اس کے علاوہ ذبیحہ حرام ہونے کی چند صورتیں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) مثلاً مجوسی اور ہندوں کا ذبیحہ حرام ہے۔

(۲) احناف کے نزدیک مسلمان بھی اگر عمداً بسم اللہ کو ترک کر دے تو وہ ذبیحہ بھی حرام ہوگا۔

(۳) مرتد اگر اللہ کا نام لے کر بھی ذبح کرے تو ذبیحہ حرام ہوگا۔ اور اسی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کوئی مسلمان جانور کو غیر اللہ کی طرف تقرب بطور عبادت کے منسوب کر دے تو اب اگر وہ بسم اللہ پڑھ کر بھی ذبح کرے تو یہ ذبیحہ حرام ہوگا کیونکہ بحیثیت عبادت غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے قصد سے وہ مرتد ہو گیا۔ اور مرتد کا ذبیحہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حرام ہوتا ہے۔ اور اسی جانور کو کوئی اور مسلمان بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے تو وہ بے شک حلال و طیب ہے۔ اس کو حرام کہنا قرآن کریم کی نصوص قطعیہ سے ناواقفیت اور جہالت پر مبنی ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے اپنی کتابوں میں جس ذبیحہ کو حرام قرار دیا ہے وہ اسی صورت پر محمول ہے۔ کہ ذبح کرنے والے نے جانور کو بحیثیت عبادت تقرب حاصل کرنے کے لئے کسی بزرگ کی خاطر نامزد کر دیا ہو۔ اب وہ خود اگر اس کو بسم اللہ پڑھ کر بھی ذبح کرے تو وہ ذبیحہ حرام ہوگا۔ کیونکہ یہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔ اور اگر تقرب بحیثیت عبادت حاصل کرنے کا قصد نہ ہو تو یہ ذبیحہ حلال اور طیب ہے۔ کیونکہ مطلقاً تقرب وجہ شرک نہیں ہے۔

شاہ عبدالعزیز اور نیاز کے جانور

مبتدعین دیوبند اس خوش فہمی بلکہ غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔ کہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے انکے خود ساختہ مسلک کی تائید کے لئے وافر مواد جمع کر دیا ہے چنانچہ اولیاء اللہ کو ثواب پہنچانے کی غرض سے جو جانور نامزد کئے جاتے ہیں۔ ان کی حرمت پر یہ لوگ ہمیشہ شاہ صاحب کی عبارتوں سے استشہاد کرتے ہیں علماء اہلسنت نے ان کی اس غلط فہمی کو بارہا رفع کیا۔ لیکن یہ ضدی لوگ ہمیشہ ان عبارتوں کو لے کر اس طرح سامنے آجاتے ہیں جیسے اب تک یہ عبارتیں لاجواب رہی ہوں انصاف اور دیانت کا تقاضا تھا کہ سرفراز صاحب ان پٹے ہوئے مہروں کو آگے بڑھانے سے پہلے پچھلا حساب بیباق کرتے اور علماء اہلسنت نے ان عبارتوں کے جو جوابات دیئے ہیں ان کو پیش کر کے ان پر تبصرہ کرتے۔ بہر حال اب چونکہ انہوں نے یہ مسئلہ چھیڑ ہی دیا ہے۔ اس لئے اب ہم بھی ذرا اس پر کھل کر گفتگو کریں گے۔

سرفراز صاحب نے تفسیر عزیزی سے جو عبارات پیش کیں ہیں ان کا کچھ حصہ تو اُھِلَّ کے معنی سے متعلق ہے کہ اس کا معنی ذبح نہیں۔ بلکہ آواز دینا۔ اور شہرت دینا ہے۔ اور یہ گفتگو خارج از بحث ہے۔ کیونکہ صدر الافاضل نے اھل کا معنی ذبح نہیں کیا۔ ہم ان کی نقل کردہ عبارت کا وہ حصہ پیش کرتے ہیں جو موضوع سے متعلق ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

"خواہ پیر پیغمبر کے نام زندہ جانور مقرر کر دیں، کہ یہ سب حرام ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص جانور کو واسطے تقرب غیر اللہ کے ذبح کرے وہ شخص ملعون ہے۔" (تفسیر عزیزی اردو ج ۲ ص ۳۸)

اور شاہ صاحب موصوف ہی یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

اس واسطے جب شہرت کر دی کہ یہ جانور فلاں کے واسطے ہے تو وقت ذبح کے خدا کا نام مفید نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ وہ جانور منسوب بغیر خدا ہو گیا۔ اور اس میں وہ پلیدی پیدا ہو گئی اور خبث اس کا مردار کے خبث سے زیادہ ہے۔ اس واسطے کہ مردار بغیر ذکر نام خدا کے مر گیا اور یہ جانور غیر کے نام پر مارا گیا۔ اور یہ عین شرک ہے۔ اور جبکہ یہ خبث مؤثر ہوا تو ذکر نام خدا کا اس کو حلال نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ کتا اور سؤر کہ اگر نام خدا سے کر ذبح کئے حلال نہ ہوں گے۔"

"حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے، کہ جان واسطے غیر جان پیدا کرنے والوں کے نام نیاز کرنا درست نہیں ہے۔ اور کھانے پینے کی اور چیزیں اور مال بھی تقرب لغیر اللہ کے واسطے دینا حرام اور شرک ہے۔"

(تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۳۸) (تنقید متین ص ۱۳۱ تا ۱۳۲)

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس ذبیحہ کے حرام ہونے کی دو مستقل وجہیں بیان کی ہیں۔

(۱) تقرب غیر خدا۔

(۲) جان کو جان پیدا کرنے والے کے غیر کی طرف منسوب کرنا ــــ پہلے ہم تقرب پر گفتگو کرتے ہیں۔ گذارش یہ ہے کہ شاہ صاحب نے ذبیحہ کے حرمت کی علت اس تقرب کو قرار دیا ہے جو تقرب شرک ہو۔ چنانچہ فرمایا اور یہ عین شرک ہے۔ اور مطلق تقرب الی الغیر شرک نہیں ہے۔ ورنہ تمام ذوی القربیٰ خدا کے شریک قرار پائیں گے کیونکہ ذوی القربیٰ کو ذوی القربیٰ اسی لئے کہا جاتا ہے، کہ ان سے قرابت کا تعلق ہوتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ اور انسان کو ان کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ پس اگر مطلقاً قرب وجہ شرک ہو۔ تو ذوی القربیٰ اللہ تعالیٰ کے شریک قرار پائیں گے اور یہ بداہتہً باطل ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ وبالوالدین احسانا و ذوالقربیٰ (مال باپ اور قرابت داروں سے حسن سلوک کرو اور قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ آپ فرماتے کہ تم سے تبلیغ دین پر کہ اجرت نہیں مانگتا سوا اس کے کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت رکھو۔ اللہ تعالےٰ کے شرکا دسے احسان اور مودت کی تعلیم دی گئی ہو۔ پس لامحالہ ماننا پڑے گا کہ مطلقاً غیر کا قرب حاصل کرنا شرک نہیں ہے بلکہ تقرب بطور عبادت شرک ہے۔

علامہ شامی نے تصریح کی ہے کہ وجہ کفر تقرب بطور عبادت ہے۔ چنانچہ جب صاحب درمختار نے مطلقاً تقرب کا ذکر کیا۔ تو شامی نے اس کو بطور عبادت سے مقید کیا۔

علامہ شامی لکھتے ہیں۔

ای علیٰ وجہ العبادۃ لانہ المکفر	یعنی تقرب بطور عبادت کیونکہ یہی وجہ کفر ہے

ردالمحتار ج ۵ ص ۲۰۳)

علامہ شامی کی تصریح کے بعد بھی اگر سرفراز صاحب مطلق تقرب کے وجہ کفر و شرک ہونے پر اصرار کریں۔ تو لیجئے۔ ہم خود شاہ صاحب کی عبارت سے ثابت کئے دیتے ہیں کہ کفر کا مدار عبادت کے اعتقاد پر ہے۔ شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

واما الذبح لغیر اللہ فالمراد بھا ان یذبح باسم غیر اللہ کمن ذبح للصنم او للصلیب او الموسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام او الکعبۃ و نحو ذالک فکل ھذا حرام ولا تحل ھذہ الذبیحۃ سواء کان الذابح	بہرکیف ذبح لغیر اللہ سے مراد یہ ہے کہ ذبح کرنیوالا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے مثلاً کوئی شخص بت یا صلیب یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا عیسےٰ علیہ السلام یا کعبہ کے لئے ذبح کرے۔ پس یہ سب حرام ہیں خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو۔ یا عیسائی یا یہودی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسلما او نصرانیا او یہودیا کما نص علیہ الشافعی واتفق علیہ اصحابنا فان قصد مع ذالک تعظیم المذبوح لغیر اللہ والعبادۃ لہ کان ذالک کفرا فان کان الذابح مسلما قبل ذالک صار بالذبح مرتدا

فتاوٰی عزیزی ج۱ ص ۲۲)

اسی کی امام شافعی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے۔ اور ہمارے اصحاب کا بھی اس پر اتفاق ہے۔ پس اگر ذابح نے باوجود غیر اللہ کے نام لینے کے اس کی تعظیم کی اور عبادت کا بھی قصد کیا۔ تو یہ کفر ہے اور اگر ذبح سے پہلے مسلمان تھا تو اس اعتقاد سے ذبح کرنیکی وجہ سے مرتد ہوگیا۔

دیکھئے اس عبارت میں شاہ صاحب نے تصریح کردی کہ اگر کوئی مسلمان غیر اللہ کے نام سے ذبح کردے تو یہ شرک نہیں اور اگر اس کے ساتھ ہی فقط تعظیم غیر اللہ کا اعتقاد ہو۔ پھر بھی شرک نہیں۔ شرک تب ہوگا۔ جب تعظیم کے ساتھ عبادت غیر اللہ کا بھی قصد کرے۔ پس ثابت ہوگیا کہ کفر و شرک کا مدار قصد عبادت غیر اللہ پر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کی تفسیر میں تقرب سے مراد تقرب بطور عبادت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس شخص نے تقرب بطور عبادت سے جانور کو غیر اللہ کے نام پر مشہور کر دیا۔ وہ شخص اگر پہلے مسلمان بھی تھا تو اب اس قصد سے مرتد ہوگیا اور مرتد کے ہاتھوں ذبح ہونے کی وجہ سے اس جانور میں خبث سرایت کر گیا اور یہ جانور کتے اور خنزیر کی طرح حرام ہے۔ خواہ وہ وقت ذبح خدا کا نام لے یا نہ لے۔ مگر خوب یاد رکھیئے کہ ذبیحہ کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔ چنانچہ اسی جانور کو کوئی مسلمان شرائط ذبح کے ساتھ ذبح کردے تو یہ خالص حلال و طیب ہے اور اس میں رتی برابر بھی شک نہیں ہے۔ دیکھئے مشرکین مکہ بعض جانوروں کو بتوں کے لئے نامزد کر دیتے اور یہ نام زدگی مع قصد العبادت تھی۔ لیکن اس کے باوجود جب مسلمانوں نے ان جانوروں کو ذبح کر دیا۔ تو ان کا کھانا حلال و طیب ہوگیا اور کفار جو ان جانوروں کو کھانے سے گریز کرتے تھے۔ ان کی مذمت میں قرآن نازل ہوا۔ چنانچہ ما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تحت تفسیر ابوسعود میں ہے

انکر لان یکون لھم شئی یدعو الی الاجتناب عن اکل ما ذکر علیہ اسم اللہ تعالےٰ من البحائر والسوائب ونحوھا

اللہ تعالیٰ نے اس بات پر انکار فرمایا ہے کہ ان میں کوئی ایسی بات پائی جائے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں مثلاً بحائر و سوائب وغیرہ کو نہ کھائیں۔

نیز یا ایھا الذین اٰمنو کلوا من طیبات ما رزقناکم کے تحت ملا جیون حنفی فرماتے ہیں۔

وقد فسر بعضھم بالبحیرۃ والسائبۃ والحامی یعنی کلوا البحیرۃ واخواتھا۔

بعض مفسرین نے لکھا کہ طیبات سے مراد بحیرہ سائبہ وغیرہ یعنی بحیرہ وغیرہ کھاؤ۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کو کفار بتوں کا تقرب بطور عبادت حاصل کرنے کے لئے نامزد اور ان کے نام پر مشہور کر دیا کرتے تھے وہ جانور بھی کتے اور خنزیر کی طرح حرام نہیں تھے۔ بلکہ شرائط ذبح کے ساتھ انہیں ذبح کر دیا جاتا تو حلال تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حلال نہ سمجھنے پر کفار کی مذمت کی ہے۔ پس لامحالہ تفسیر عزیزی میں جس جانور کو کتے اور خنزیر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ وہ جانور ہے جس کو مرتد نے ذبح کر دیا ہو۔ اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر بطور عبادت کے کسی شخص نے مشہور کر دیا اور اس کو کوئی اور شخص جو مسلمان ہو وہ شرائط ذبح کے ساتھ ذبح کر دے تو بلاریب یہ حلال وطیب ہے۔ اور اس کو حرام سمجھنا بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے کفار سوائب وغیرہ کو حرام سمجھتے تھے۔ غیر اللہ کے نام پر مع قصد العبادت مشہور کرنا خبث ہے۔ اور یہ خبث عقیدہ کا خبث ہے۔ پس جس شخص کا یہ عقیدہ ہوگا۔ اس کے اعتقاد میں خبث سرایت کر گیا۔ جانور میں اس خبث کے سرایت کرنے اور اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک شاہ صاحب کی عبارت کا صحیح محمل یہی ہے کہ اس خبث عقیدہ والے شخص نے جب اس جانور کو ذبح کیا خواہ اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا نام لے کر ہی ذبح کیا ہو تو یہ جانور کتے اور خنزیر کی طرح حرام ہو گیا یہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔

دوسری وجہ جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر مشہور کیا ہوا وہ جانور کتے اور خنزیر کی طرح حرام ہو جاتا ہے جس کے ذبح سے مقصد غیر اللہ کو گوشت پہنچانا مقصود نہ ہو۔ بلکہ غیر اللہ کو جانور کی جان اور روح پیش کرنی ہو اور یہ عمل کفر جاہلیت کے مشابہ ہے کیونکہ کفار بھی بطور عبادت بتوں کو جانور کی روح بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ پس یہ عمل عبادت کفار کے تشبیہ کی وجہ سے عین کفر و شرک ہے۔ سرفراز صاحب نے فتاوٰی عزیزی ج۱ ص۵۶ سے شاہ صاحب کی وہ عبارت تو نقل کر دی جس میں انہوں نے کہا۔ جو جانور غیر اللہ کے نام پر برائے تقرب مشہور کر دیا جائے وہ حرام ہو جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی متصلاً انہوں نے جو حرمت کی وجہ بیان کی اس کی دیوالی کی پوریاں سمجھ کر صاف ہضم کر گئے کیونکہ اگر اس عبارت کو بھی ذکر کر دیتے تو قصر دیوبند صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا اور اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ جانوروں کو حرام کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔

لیجئے اب ہم آپ کے سامنے شاہ صاحب کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں۔ جو قینچی کی نذر ہو گئی۔

وکنہ ایں مسئلہ آنست کہ جان را برائے غیر جان آفرین نثار کردن درست نیست و ماکولات و مشروبات و دیگر اموال را نیز اگرچہ از راہ تقرب لغیر اللہ دادن حرام و شرک است اما ثواب آں چیزہا را کہ عائد بر دہندہ مے شود ازاں غیر ساختن جائز است زیرا کہ ایشاں را مے رسد کہ ثواب عمل خود را بغیر بخشد چنانچہ مے رسد کہ مالِ خود را بغیر خود بدہد و	اور اس مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ جان اور روح کو غیر اللہ کے حضور میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے کھانے پینے کی چیزوں اور دوسرے اموال کو بھی اگرچہ تقرب لغیر اللہ (مع قصد عبادت) دینا حرام اور شرک ہے لیکن ان چیزوں کے دینے کا ثواب غیر اللہ کو پہنچایا جا سکتا ہے کیونکہ ہر شخص اپنا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے اور جانور کی جان اور روح کا آدمی مالک نہیں ہوتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جان جانور مملوک آدمی نیست تا اورا
بکسے تواند بخشید و نیز دادن مال ازیں جہت
متوجب است کہ آدمیاں بوے
منتفع مے شوند و چوں مردہ ہا بعد از
مفارقت ازیں جہاں قابل انتفاع بعین
مال نماندہ اند طریق نفع رسانیدن آنہا در
شرع چنین قرار یافت کہ ثواب اموال را
بمستحقان برسانند بآنہا عائد سازند و
جان جانور اصلاً قابل انتفاع نیست در
زندگی پس از مردگی نیز قابل انتفاع نباشد
آرے اضحیہ از طرف مردہ کردن در حدیث
صحیح آمدہ است لیکن معینش ہمیں
است دادن جان برائے خدا و ثوابے
کہ دارد بآں مردہ بخشیدہ شود نہ آنکہ ذبح
برائے مردہ کردند آید۔

(فتاوٰی عزیزی ج ۱ ص ۵۶)

حتٰی کہ وہ جان کسی کو پیش کر دے نیز
مال دینے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوگ اس سے
نفع حاصل کریں۔ اور اموات جب مال
سے نفع حاصل نہیں کر سکتے تو اس مال کا
ثواب پہنچانے کا طریقہ شریعت نے
مقرر کیا۔ تاکہ وہ اس سے نفع حاصل
کریں۔ اور جانور کی جان اور روح دینے
سے کسی کو جب زندگی میں بھی کوئی فائدہ
حاصل نہیں ہوتا۔ تو مرنے کے بعد اگر کسی
کو جانور کی جان دی جائے تو اس سے کیا
فائدہ حاصل ہوگا۔ البتہ اموات کی طرف
سے قربانی کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے
لیکن اسکا مطلب یہی ہے کہ جان اور روح
اللہ تعالیٰ کیلئے دی جائے اور اس عمل کا ثواب
اموات کو پہنچایا جائے نہ یہ کہ جان اور روح
کی بھینٹ پیش کی جائے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کی اس طویل عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ اولیاء اللہ کو ثواب پہنچانے کی غرض سے جو جانور نامزد اور مشہور کئے جاتے ہیں وہ حلال اور طیب ہیں۔ اور کتے اور خنزیر کی طرح وہ جانور حرام ہیں جن کی جان اور روح غیر اللہ کو پیش کی گئی ہو۔ اور یہ ہمارے موضوع سے قطعاً خارج ہے لیکن سرفراز صاحب کی خیانت پر داد دینی پڑتی ہے۔ کہ انہوں نے مغالطہ آفرینی کرنے کے لئے اپنے حکمی دادا کے کفن پر بھی قینچی چلادی۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الغرض ما اھل لغیر اللہ بہٖ اور نذر الگ چیز ہے۔ اور اس کا حکم جدا ہے اور ایصال ثواب ایک مستقل شئی ہے۔ اور اس کا حکم علیحدہ ہے ان کو ایک کرنا اور ایک سمجھنا کم علمی اور کوتاہ فہمی کا عبرتناک مظاہرہ ہے۔"

(تنقید متین ص ۱۵۱)

اہل سنت یہ نہیں کہتے کہ نذر اور ایصالِ ثواب ایک چیز ہیں۔ البتہ یہ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لئے نذر ماننا ایصالِ ثواب کو مستلزم ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی بھی یہی تحقیق ہے۔ کم علم اور کوتاہ فہم تو وہ شخص ہے جس کو اتحاد اور استلزام کے فرق کی بھی تمیز نہیں ہے۔ اور جو اپنے معنوی آباء کی تحقیقات پر بھی نظر نہیں رکھتا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

ونذر اولیاء کہ برائے قضا حوائج معمول ومرسوم است اکثر فقہاء بحقیقت آں پے نبردہ اند آنرا بہ نذر ہائے خدا قیاس کردہ حکم مردود برآوردہ اند کہ اگر نذر بالاستقلال برائے آں ولی است باطل واگر برائے خدا است وذکر ولی برائے بیان مصرف است صحیح است لیکن حقیقت ایں نذر آنست کہ اہداء ثواب اطعام وانفاق وبذل مال بروح میت کہ امر لیست مسنون از روئے احادیث صحیحہ ثابت است مثل ما در وفی الصحیحین من حال ام سعد وغیرہا دریں نظر مستلزم ہے شود پس حاصل ایں نذر آنست کہ آں نسبب مثلاً اہداء ثواب ہذا القدر الیٰ

اولیاء اللہ کی جو نذر عوام میں مشہور اور معمول ہے اکثر فقہاء اسکی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے اور انہوں نے کہا کہ اگر یہ نذر باستقلال اس ولی کے لئے ہو تو باطل ہے اور اگر نذر اللہ کے لئے ہو اور ولی کا ذکر برائے مصرف کے ہو تو جائز ہے لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ طعام اور مال خرچ کرنے کے ثواب کا ہدیہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ حدیث ام سعد سے ظاہر ہے اور اس نذر میں بھی یہی ایصال ثواب مستلزم ہوتا ہے۔ پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اس میں مخصوص مقدار کے ایصالِ ثواب کی نسبت کسی کی روح کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

روح فلاں وذکر ولی برائے تعیّن عمل
منذور است نہ برائے مصرف ومصرف
ایں نذر نزد ایشاں متوسلان آں ولی
میباشد از اقارب وخدم وہم طریقان
وامثال ذالک وہمین است مقصود نذر
کنندگان بلاشبہ وحکمہ انہ صحیح یجب
الوفاء بہ لانہ قربۃ معتبرۃ فی الشرع
آرے اگر آں ولی را حلال مشکلات
بالاستقلال یا شفیع غالب اعتقاد
مے کنند ایں عقیدہ او منجر بشرک
وفساد مے گردد ولیکن ایں عقیدہ چیز
دیگر است ونذر چیز دیگر۔

طرف کی جاتی ہے۔ اور ولی کا ذکر عمل منذور
کے تعیّن کے لئے ہوتا ہے اور انکے نزدیک
اس نذر کا مصرف اس ولی کے متوسلین
اقارب خدام وغیرہ ہوتے ہیں اور بلاشبہ
نذر ماننے والوں کا یہی مقصود ہوتا ہے
اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اور
اس کو پورا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ شریعت
میں قربت مقصودہ ہے ہاں اگر نامزد کو
حلال مشکلات بالاستقلال اعتقاد کرے
یا شفیع غالب اعتقاد کرتا ہو تو یہ عقیدہ
شرک کی طرف لے جاتا ہے لیکن یہ عقیدہ
اور چیز ہے اور نذر اور چیز۔

(فتاوٰی عزیزی جلد اول ص ۱۲۲)

اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک اولیاء اللہ کے لئے نذر ماننا ایصال ثواب کو متلزم ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو ایصال ثواب کے لئے نذر ماننا جائز ہے کیونکہ صدقہ وخیرات عبادت مقصودہ ہیں اور نذر اس عبادت مقصودہ کی ہوتی ہے جس کا ثواب اولیاء اللہ کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ شرع سے ثابت ہے اور نذر للاولیاء کا یہ مطلب ہے کہ ثواب نذر اولیاء اللہ کے لئے ہے اور بحمداللہ یہ امر آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا۔ کہ اولیاء اللہ کو ثواب پہنچانے کے لئے جو نامزد کئے جاتے ہیں۔ وہ حلال اور طیّب ہیں۔ البتہ اگر نذر ماننے والا اولیاء کو مستقل اور متصرف بالذات سمجھتا ہو تو بسبب اعتقاد شرک کے وہ مرتد ہو جائے گا۔ اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہوگا اور کتے اور خنزیر کی طرح حرام قرار پائے گا۔

تنقیحات | فتاوٰی عزیزی سے جو ہم نے شاہ صاحب کی عبارات پیش کی ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان کی روشنی میں اولیاء کے نام پر مشہور جانوروں کی جو حرمت شاہ صاحب سے منقول ہے۔ اس کی تین وجہیں ہیں۔

(۱) نذر ماننے والا اولیاء اللہ کی تعظیم مع قصد العبادت سے جانور کو ذبح کرے۔

(۲) جانور کی جان اور روح اولیاء کی بھینٹ کرنے کے لئے جانور کو ذبح کرے۔

(۳) ناذر اولیاء کے مستقل بالذات ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو پھر ذبح کرے۔

اور ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ ایصال ثواب کے لئے نذر مانے ہوئے جانوروں کے ساتھ ناذرین کا قصد ان تینوں میں سے کسی ایک طرح بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ محض ایصال ثواب کے لئے جانوروں کو اولیاء اللہ کے لئے نامزد اور مشہور کیا جاتا ہے اور اس کے حلال اور طیب ہونے کی خود شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بار بار تصریح کر دی ہے۔

نوٹ۔ سرفراز صاحب نے تنقید متین ص ۱۴۱ تا ۱۴۳ پر نذر کی بحث میں بحر الرائق۔ شامی۔ عالمگیری سے فقہاء کی عبارتیں پیش کی ہیں۔ اور بزعم خویش نذر کو باطل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے جواب میں گذارش یہ ہے۔ کہ یہ عبارتیں ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ آپ نے کجروی اور مغالطہ آفرینی کے لئے انہیں اس مقام پر نقل کیا ہے کیونکہ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اولیاء اللہ کے لئے نذر کا مطلب یہ ہے کہ اس نذر کا ثواب اولیاء اللہ کو پہنچایا جائے اور بحر الرائق۔ شامی اور عالمگیری میں حرمت کی جن وجوہات کا ذکر ہے ان میں سے یہاں کوئی نہیں پائی جاتی۔ اب ہم آپ کی پیش کردہ وجوہات کو ذکر کر کے جواب دیتے ہیں۔

(۱) النذر للمخلوق لا یجوز — مخلوق کی نذر جائز نہیں۔

الجواب۔ نذر مخلوق کی نہیں۔ اللہ کی ہوتی ہے۔

(۲) المنذور لہ میت والمیت لا یملک۔ — منذور لہ میت ہے اور میت کی ملکیت ثابت نہیں۔

جواب۔ طعام۔ مال یا جانور کا مالک میت کو نہیں بنایا جاتا بلکہ ان چیزوں کو صدقہ کیا جاتا ہے۔ اور مالک اس کو بنایا جاتا ہے۔ جس پر صدقہ کیا گیا ہو اور وہ مردہ نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زندہ ہے۔ اموات کو اس صدقہ کا ثواب پہنچایا جاتا ہے۔

(۳) ظن ان المیت متصرف فی الامور دون اللہ فاعتقاد کا بذالک کفرا۔

یہ گمان کرنا کہ میت تمام امور میں اللہ کی مرضی کے بغیر تصرف کرتا ہے۔ پس اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

جواب:۔ جس کا کہ یہ اعتقاد ہو وہ بے شک کافر ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سرفراز صاحب نے کجروئی سے ایک متفق علیہ مسئلہ کو اختلافی بنانے کی سعی مذموم کی ہے۔ اوپر جو تین وجہیں نقل کی ہیں ان کو شامی اور بحر الرائق نے ذکر کیا ہے عالمگیری میں حرمت کی وجہ نذر لغیر اللہ بیان کی ہے۔ اس کا جواب آچکا ہے۔ کہ اس نذر متعارف سے مقصود یہ ہے۔ کہ نذر اللہ کی ہے اور اس کا ثواب اولیاء اللہ کو پہنچایا جاتا ہے باقی عالمگیری نے جو یہ ذکر کیا ہے۔ کہ نذر اس وقت جائز ہو گی۔ جبکہ نذر اللہ کی ہو اور شیخ کا ذکر صرف بیان مصرف کے لئے ہو (النذر للہ وذکر الشیخ انما ھو محل لصرف النذر)

اوّلاً۔ تو یہ ہمیں مضر نہیں کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ نذر اللہ ہی کی ہوتی ہے۔

ثانیاً۔ یہ کہ بہترین بات وہ ہے جو شاہ عبد العزیز صاحب نے "فتاوی عزیزی" میں بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حقیقت میں اس نذر کا مقصد اولیاء اللہ کو نذر کا ثواب پہنچانا ہے اور وہ شرعاً ثابت ہے۔

وقت ذبح کی قید

سرفراز صاحب نے اس پر کافی زور دیا ہے کہ اُھِلّ کو ذبح پر محمول کرنے یا وقت ذبح کے ساتھ مقید کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اب ہم سرفراز صاحب کی توجہ کے لئے کتب تفاسیر سے چند حوالے تفویض رقم کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ آلوسی وما اھل لغیر اللہ بہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ای رفع الصوت لغیر اللہ تعالیٰ عنہ ذبحہ والمراد بالاھلال

یعنی ذبح کے وقت غیر اللہ کے لئے آواز بلند کرنا اور ہلال سے مراد یہاں اسکا ذکر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ھنا ذکر ما یذبح لہ کالات والعزیٰ (روح المعانی ج ۶ ص ۵۲)	کرنا ہے جس کے لئے جانور ذبح کیا جائے مثلاً لات عزیٰ وغیرہ۔

علامہ ابوسعود اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وما اھل بہ لغیر اللہ ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم	غیر اللہ کے نام کو بوقت ذبح بلند کیا جائے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے۔

ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم۔	غیر اللہ کے نام کو بوقت ذبح بلند کیا جائے۔

جلالین میں ہے۔

ای ذبح علی اسم غیرہ۔	غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔

جمل میں ہے

وما صح۔ فی ذبحہ لغیر اللہ۔	اور وہ جانور جس کے ذبح میں غیر اللہ کا نام لیا گیا

تفسیرات احمدیہ میں ہے۔

وما اھل بہ لغیر اللہ معناہ ذبح بہ لاسم غیر اللہ۔	جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا۔

روح البیان میں ہے۔

ما رفع بہ الصوت عند ذبح للصنم۔	جس پر ذبح کے وقت آواز بتوں کے لئے بلند کی گئی۔

مدارک میں ہے۔

ای ذبح للاصنام	جو بتوں کے لئے ذبح کیا گیا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ وما اھل لغیر اللہ بہ کے تحت فرماتے ہیں۔

یعنی بنام خدا ذبح کردہ نشدہ باشد	یعنی جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۷۹)

امام ابوبکر الحنفی المتوفی ۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ولاخلاف بین المسلمین ان المراد بہ الذبیحہ اذا اھل بھا لغیر اللہ عند الذبح۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۴۵۱)

اور مسلمانوں کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ "ما" سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔

سرفراز صاحب کے لئے عبرت کا مقام ہے جنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ذبح کی قید بعض مفسرین نے لگائی ہے۔ وہ آنکھیں کھول کر احکام القرآن کا یہ حوالہ پڑھیں اور سوچیں کہ ابوبکر رازی تو فرما رہے ہیں کہ مسلمانوں میں اس قید کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ پھر سرفراز صاحب نے اس قید سے اختلاف کر کے اپنے آپ کو کس گروہ میں شامل کر لیا ہے۔ یہ وہ خود سوچیں۔

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ صدر الافاضل کا وما اھل بہ لغیر اللہ کو وقت ذبح کے ساتھ مقید کرنا جمہور مفسرین کی اتباع میں ہے۔ اور جو تبرا صدر الافاضل کی تفسیر پر سرفراز صاحب نے کیا ہے اس کا منہ حقیقت میں ان تمام اکابر مفسرین کی طرف راجع ہے۔

سرفراز صاحب کا دوسرا شبہ

صدر الافاضل کے کلام میں سرفراز صاحب نے دوسری تحریف ان الفاظ سے کی ہے۔ کہ:۔

اگر وما اھل لغیر اللہ بہ سے صرف بت مراد ہوں جیسا کہ دیگر اہل بدعت عموماً اور مولوی نعیم الدین صاحب خصوصاً اس پر مصر ہیں۔

(تنقید متین ص ۱۳۴)

دروغگوئی اور خیانت کی یہ بدترین مثال ہے۔ جو سرفراز صاحب نے صفحات تنقید متین پر سیاہ کی ہے جس عبارت میں صدر الافاضل نے بتوں کا تذکرہ کیا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہم اسے بھی نذر رقم کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ صدر الافاضل نے فرمایا ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔

اس عبارت کے علاوہ پوری بحث میں کہیں بتوں کا تذکرہ نہیں ہے اگر سرفراز صاحب میں ہمت ہے تو وہ ہمیں عبارت میں وہ الفاظ دکھائیں کہ وہ وما اھل لغیر اللہ بہ سے مراد صرف بت ہیں۔ اگر سرفراز صاحب کے دل میں صداقت اور ایمان کا کوئی ذرہ بھی موجود ہوتا تو کبھی یہ افترا نہ کرتے کہ صدر الافاضل نے غیر اللہ کا بتوں میں حصر کر دیا ہے علم نحو اور علم معانی سے اگر آپ کو کوئی مس ہے تو کوئی کلمہ حصر یا کوئی طریقہ حصر پیش کیجئے۔ جس سے صدر الافاضل کے کلام میں کے لئے انحصار ثابت ہو۔ ورنہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ جس طرح آپ ایمان سے محروم ہیں۔ اسی طرح غضب الٰہی نے آپ کی لوحِ دل سے علم کے ایک ایک ذرہ کو محو کر دیا ہے۔ آپ نے صداقت و دیانت سے بالا ہو کر اور اپنی روایتی دروغ گوئی اور تحریف سے کام لے کر جس طرح یہ عبارت گھڑی ہے۔ اس پر ہم آپ کے بر حال شکر گزار ہیں۔ کہ آپ نے اپنی تحریف کو صفحہ کتاب پر لا کر اہل نظر کو دعوت دی ہے۔ کہ وہ سوچیں کہ جس مذہب کے سرکردہ نمائندہ کی امانت و دیانت اور عصمت قلم کا یہ حال ہے اس آبرو باختہ مسلک کی تعلیمات کا کیا عالم ہوگا۔

سرفراز صاحب نے زمین تنقید میں قدم قدم پر تحریف و خیانت کا جال بچھا کر اس حقیقت کو واضح سے واضح تر کر دیا ہے۔ کہ جس ملت کی وہ نمائندگی کر رہے ہیں۔ اس کی اساس ہی افترا اور تلبیس پر رکھی گئی ہے۔ اور سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ مفسرین نے جو صنم وغیرہ کی قید لگائی ہے۔ وہ اتفاقی ہے۔ تو صاحب صدر الافاضل نے کب کہا ہے کہ یہ قید احترازی ہے۔ یا آپ کے لئے بھی کسی قادیان کی وحی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جو آپ انہونی حقیقتیں منکشف کرتا رہتا ہے۔

لغیر اللہ اور بغیر اللہ کا فرق اور سرفراز صاحب کا تیسرا شبہ

سرفراز صاحب نے اپنی علمی بے مائیگی کا راز فاش کرتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوتے اس بحث میں ایک شبہ پیش کیا ہے۔

قرآن کریم میں جو الفاظ آئے ہیں وہ لغیر اللہ کے ہیں بغیر اللہ کے نہیں۔ اور عربی کا مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے۔ کہ لغیر اللہ کا معنی یہ ہے کہ غیر خدا کے نام پر اس کو شہرت دی گئی ہو اور اس کے لئے وہ تقرب کے طور پر نامزد ہو۔ اگر قرآن کریم میں الفاظ بغیر اللہ کے ہوتے تو یہ تاویل ایک حد تک سنی جا سکتی تھی کہ بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لے کر جانور کو ذبح کیا جائے (تنقید متین ص ۱۳۹)

کاش سرفراز صاحب کو ایک مبتدی طالب علم جتنا بھی علم اور سلیقہ ہوتا۔ تو وہ جان لیتے کہ ما اھل لغیر اللہ بہ کا معنی ہے۔ جس کو غیر اللہ کے لئے نامزد کیا گیا ہو۔ اور اس غیر کو اس مالی عبادت کا مستحق سمجھا گیا ہو اور ما اھل بغیر اللہ کا معنی ہے۔ جس کو غیر اللہ کے ساتھ نامزد کیا گیا ہو۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ دوسرے معنی میں تقیید ذبح کا کونسا داعیہ ہے اور پہلے معنی میں کونسا مانع ہے۔

دروغ گو را حافظہ نباشد ص ۱۳۰ پر تو آپ نے کہا تھا۔ ہاں بعض مفسرین نے عام رواج کے پیش نظر ذبح کے وقت غیر اللہ کے ذکر کی مشہور صورت ذکر کی ہے۔

دیکھا آپ نے ص ۱۳۰ پر سرفراز نے قید ذبح کو مشہور قرار دیا اور نو صفحہ بعد ایسی قلابازی کھائی کہ مشہور عند المفسرین کو غیر مسموع بنا ڈالا گیا اب سوچنے والے یہ نہیں سوچیں گے۔ کہ جو بات علماء مفسرین کے درمیان مشہور ہو وہ کس طبقے میں غیر مشہور ہو سکتی ہے؟ ہم نے گذشتہ سطور میں ذبح کی قید کو متعدد اجلہ تفاسیر سے ہدیہ رقم کھایا تھا ان کے علاوہ دوسری تفاسیر میں بھی یہ تقیید موجود ہے۔ پس اس قید کو غیر مسموع قرار دے کر اور جماعت مفسرین سے کنارہ کش ہو کر سرفراز صاحب نے جس طبقے میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ امید ہے کہ یہ امر ارباب ذوق سے مخفی نہ ہوگا۔

سرفراز صاحب کا چوتھا شبہ

صدر الافاضل رحمہ اللہ کی عبارت پر مصنف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تنقید نے چوتھا اعتراض اس طرح کیا ہے کہ :۔

رابعا۔ جانور ہو یا کوئی اور شی جب کسی ولی اور بزرگ کے نام پر اس اعتقاد سے دی جائے۔ کہ اس سے جلب منفعت یا دفع مضرت ہوگی تو وہ حرام ہے۔ (تنقید متین ص)

یہ کلام بھی حسب سابق تحریف اور دروغگوئی کی اپنی آپ مثال ہے۔ صدر الافاضل رحمہ اللہ نے اس بحث میں کہیں یہ نہیں فرمایا کہ بزرگوں کے نام پہ اس اعتقاد سے جانور دیا جائے کہ جلب منفعت (نفع حاصل کرنا) اور دفع مضرت (نقصان دور کرنا) ہو۔ البتہ ایصال ثواب کے لئے جانوروں کو نامزد کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔ فرماتے ہیں۔

"یا وہ جانور جس سے اولیاء اللہ کو ثواب پہنچانا منظور ہو۔ ان کو غیر وقت ذبح میں اولیاء کے ناموں کے ساتھ نامزد کیا جائے۔ مگر ذبح ان کا فقط اللہ تعالیٰ کے نام پہ ہو۔ اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے وہ حلال اور طیب ہیں۔"

فریق مخالف کے قطب عالم رشید احمد صاحب گنگوہی فتاوٰی رشیدیہ میں لکھتے ہیں کہ :۔

"اگر یہ نیت ہو کہ اس کا ثواب توجہ اللہ کسی کو پہنچے اس میں کچھ حرج نہیں تعظیم پر ذبح سے حرام ہوتا ہے۔" (بحوالہ تنقید متین ص ۱۲۳)

اور اسی ٹولے کے حکیم الامت لکھتے ہیں۔

"بعض لوگوں کو تفسیر احمدی کی عبارت سے یہ شبہ ہو گیا ہے اس کا جواب اس کے منہ سے ظاہر ہے۔ کہ انہوں نے تاویل ایصال ثواب کی بناء پر حلت کا حکم فرمایا ہے۔" (بحوالہ تنقید متین ص ۱۴۵)

دیکھئے اہل تنقیص کے دو جغادری مولویوں کے کلام سے بالتصریح یہ امر ثابت ہو گیا۔ کہ جانور کو ایصال ثواب کی خاطر اولیاء اللہ کے لئے نامزد کیا جائے تو یہ حلال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور طیب ہیں۔ اور یہی بات حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے۔ پھر یہ کیسا ظلم اور صریح بددیانتی ہے۔ کہ آپ کے احبار و رہبان اگر ایک بات کہیں تو وہ حق ہے اور وہی بات اگر ہم پیش کریں۔ تو باطل۔ باقی رہا اولیاء اللہ کے تقرب کے لئے نذر ماننا تو ہم اس بارے میں اپنا مسلک کئی بار واضح کر چکے ہیں۔ کہ تقرب بطور عبادت شرک ہے۔ اور ہم ایصال ثواب کے قائل ہیں۔ صدر الافاضل نے اپنی اس تفسیر میں بھی ایصال ثواب کا ذکر کیا ہے۔ پس اس صورت میں اس طرح نذر ماننا کہ۔

"اے اللہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں نذر مانتا ہوں کہ میں فلاں جانور تیرا قرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کروں گا"

اور پھر وہ اس نذر کا ثواب کسی شخص یا بزرگ کو پہنچائے۔ تو اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ شاہ ولی اللہ اپنے والد کے حالات میں ذکر فرماتے ہیں۔

در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند، شب ہنگام بود در آں محل فرمودند، مخدوم ضیافت ما میکند چیزے خوردہ روید تو قف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال بر یاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیاید طبق برنج و شیرینی بر سر و گفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ با نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم

(انفاس العارفین ص ۴۴)

(حضرت والد ماجد) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کو گئے۔ رات کا وقت تھا اس جگہ فرمایا کہ مخدوم ہماری دعوت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کر جانا پھر حضرت بیٹھ گئے یہاں تک کہ آدمیوں کا نشان منقطع ہو گیا۔ ساتھی اکتا گئے اس وقت ایک عورت اپنے سر پر چاول اور شرینی کا طبق لئے ہوئے آئی۔ اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا خاوند آئے گا مخدوم اللہ دیا کے دربار میں بیٹھنے والوں کو پہنچاؤں گی وہ اسی وقت آیا۔ میں نے اپنی نذر پوری کی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ اکبر! کیسا عبرتناک منظر ہے۔ کہ اہل سنت پر نذر و نیاز کی آڑ میں شکم پروری کا الزام رکھنے والوں کے مزعوم اکابر نذر و نیاز کے چاول اور شیرینی کے انتظار میں بیٹھے ہیں اب سرفراز صاحب سے پوچھئے کہ کیا یہ نذر جلب منفعت اور دفع حضرت کے اعتقاد پر مبنی نہ تھی۔ ہم نے باقاعدہ ثبوت بہم پہنچا کر ثابت کر دیا ہے کہ آپ کے فتوٰی کے زد میں براہ راست آپ کے اکابر آرہے ہیں۔ ہمیں تو خیر سے آپ ہمیشہ ہی کوستے رہتے ہیں۔ اب اپنی خبر لیجئے۔ یا عقیدہ بدلئے یا شجرہ نسب بدلئے ورنہ ورنہ حرام خوروں کی معنوی اولاد بنیئے۔ جو آسان معلوم ہو لگے۔ ہاتھ کو ڈالئے۔ ہم تو آپ کی ہدایت میں خوش ہیں۔ اور ہمیشہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کو ہدایت عطا فرمائے۔

سرفراز صاحب کا پانچواں شبہ

صدر الافاضل رحمہ اللہ کی عبارت پر سرفراز صاحب کی پانچویں تحریف ملاحظہ فرمائیں۔

خامسا۔ مولوی نعیم الدین صاحب نے جو لکھا ہے کہ کیونکہ ما اھل بہ کو اگر وقت ذبح کے ساتھ مقید نہ کریں۔ تو ما ذکیتم کا استثناء اس کو لاحق ہوگا اور وہ جانور جو غیر وقت ذبح میں غیر خدا کے نام سے موسوم رہا ہو۔ والا ما ذکیتم سے حلال ہوگا۔ یہ محض جہالت کا نتیجہ ہے اس لئے کہ یہ استثناء سب مذکورہ اشیاء کے ساتھ ملحق ہیں۔ بلکہ صرف قریب کی چیزوں سے ملحق ہے۔ مثلاً وما اکل السبع وغیرہ اگر سب کے ساتھ ملحق ہے۔ تو ان میں میت اور خنزیر کا تذکرہ بھی ہے اور اس اعتبار سے معنی یہ ہوگا کہ مردار جانور جو خود بخود ابوا بدون ذبح کے مر چکا ہو۔ وہ حرام ہے مگر ہاں جس مردار کو تم ذبح کر لو۔ وہ حلال ہے اور خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے ہاں جس چیز کو تم ذبح کر لو تو وہ حلال ہو جائے گا (معاذ اللہ) جب جانور مردار ہو چکا ہو تو پھر ذبح کرنے سے کیونکہ حلال ہو سکتا ہے اور خنزیر کس طرح ذبح کرنے سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حلال ہوسکتا ہے۔ (تنقید متین ص ۱۴۸)

سرفراز صاحب نے یہ جاہلانہ اعتراض کر کے صدر الافاضل کی طرف جو گند اچھالا ہے۔ اس نے ان کی عاقبت کو اس طرح ناپاک اور نجس بنا دیا ہے کہ وہ ذلت کی نگاہوں میں بھی رسوا ہو گئے ہیں۔

صدر الافاضل رحمہ اللہ نے نہ تو بالخصوص مردار اور خنزیر کو استثناء لاحق کیا اور نہ بالعموم یہ فرمایا کہ تمام مذکورہ اشیاء کو استثناء لاحق ہوگا حتیٰ کہ میت اور خنزیر کو بھی لحوق استثناء لازم آئے پس سرفراز صاحب نے جہالت عناد اور دروغگوئی کے پیش نظر جو صدر الافاضل کی عبارت پر یہ رد کیا ہے کہ یہ استثناء سب مذکورہ اشیاء سے محلق نہیں۔ یہ اس وقت وارد ہوتا۔ جب صدر الافاضل سب اشیاء کے ساتھ لحوق استثناء کا دعوٰی کیا ہوتا۔ اور بعض یعنے (وما اھل بہ) امور کے ساتھ استثناء کا لحوق کل کے ساتھ لحوق کو مستلزم ہے۔ تو پھر یہ الزام مشترک ہے۔ کیونکہ بعض امور (و ما اکل السبع) کے ساتھ لحوق استثناء تو آپ بھی مانتے ہیں۔ ممکن ہے۔ سرفراز صاحب کو ان بعض مفسرین کی عبارت سمجھنے میں غلطی ہو جو منخنقہ سے لے کر وما اکل السبع تک پانچ چیزوں کو استثناء لاحق کرتے ہیں اور جنہوں نے تصریح کی ہے۔ دم۔ میت۔ خنزیر اور وما اھل لغیر اللہ بہ کو استثناء لاحق نہیں۔ تو عرض یہ ہے کہ وما اھل لغیر اللہ بہ کو جن مفسرین نے استثناء لاحق نہیں کیا۔ وہ مَا اُھِلَّ کو مَا ذبح پر محمول کرتے ہیں۔ پس الا مَا ذکیتم لاحق کرنے کا مفاد جب ما اھل سے حاصل ہو گیا۔ تو اب الا ما ذکیتم کا لاحق کرنا محض تحصیل حاصل ہے اور یہ بات اس مفہوم میں صریح ہے۔ کہ اگر مَا اھلّ کو ذبح پر محمول نہ کیا جائے تو اب اس کو الا ما ذکیتم کا لحوق صحیح ہوگا۔ کیونکہ علماء کی عبارات میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔

اب ہم آپ کے سامنے عالمگیر رحمہ اللہ کے استاد گرامی ملا جیون رحمہ اللہ کی تفسیرات احمدیہ سے وہ عبارت پیش کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے وما اھل بہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کو الاما ذکیتم کے لاحق نہ ہونے کی علت اہل کا بمعنی ذبح ہونا قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ولا یجوز ان یکون استثناء ما تقدمها ایضا یعنی من المیتة و الدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به کما نص به فی الزاهدی لان هذه الاشیاء حرام لذاتها لم یلحقها الحل فی حال من الاحوال یدل علیه ذکرها مرارا فی القرآن بدون الاستثناء لانها مما لم یتصور فیها الذکوٰة لان المیتة هی التی ماتت بلا ذبح والدم ظاهر والخنزیر لما کان لحمه حراما مطلقا لم یحتج الی الاستثناء ومعنی ما اهل ما ذبح فکیف یتصور فیه الذکوٰة ثانیا۔

اور ما تقدم سے استثناء کرنا جائز نہیں یعنی مردار خون لحم خنزیر اور ما اهل لغیر الله به سے جس طرح اس پر علامہ زاہدی نے تصریح کی ہے۔ کیونکہ یہ اشیاء لذاتہا حرام ہیں جنہیں کسی حال میں حلت لاحق نہیں ہوتی اور قرآن میں ان کا ذکر متعدد بار بغیر استثناء کے کیا گیا ہے اور یہ اس پر کافی دلیل ہے نیز ان امور میں ذبح کا معنی غیر متصور ہے کیونکہ مردار تو بلا ذبح مر گیا اور خون کا مذبوح نہ ہونا بالکل ظاہر ہے اور خنزیر مطلقا حرام ہے۔ پس اسے مذبوح ہونے کیلئے الا ما ذکیتم کے استثناء کی حاجت نہیں اور ما اہل کا معنے ما ذبح ہے پس اسے ما ذکیتم لاحق کر کے دوبارہ ذبح کرنا کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

منصف مزاج آدمی کے لئے ملا جیون رحمہ اللہ کے اس کلام میں ہدایت کا وافر مواد موجود ہے۔ البتہ خواہ مخواہ کی ضد اور عناد کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے اور اگر سرفراز صاحب کو اب بھی کچھ شبہ رہ گیا ہو تو لیجئے اب تفسیر روح المعانی سے علامہ آلوسی کی صریح نص پیش کرتے ہیں۔ کہ یہاں استثناء وما اهل لغیر الله به کی طرف راجع ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

وعن علی کرم الله تعالےٰ وجهه

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان الاستثناء راجع الی جمیع ما تقدم ذکرہ من المحرمات سوی مالا یقبل الذکاۃ من المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اکل السبع علیٰ تقدیر ابقائہ علیٰ ظاھرہ۔

رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آیت میں استثنا، تمام محرمات کی طرف راجع ہے سوا ان چیزوں کے جو زکاۃ کو قبول نہیں کرتیں اور وہ یہ ہیں مردار لحم خنزیر۔ خون اور جس کو درندے نے کھالیا ہو۔ اور اس کے کھانے کے بعد جانور زندہ نہ بچا ہو۔

اس آیت کریمہ میں نو چیزوں کو محرمات میں شامل کیا گیا ہے۔ حضرت علی اور ابن عباس کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ان میں چار کی طرف استثناء راجع نہیں ہے (۱) مردار (۲) خون (۳) لحم خنزیر اور (۴) درندے کا کھایا ہوا۔ اور جن پانچ چیزوں کی طرف حضرت علی اور ابن عباس نے استثناء راجع کیا ہے۔ وہ یہ ہیں (۱) ما اھل لغیر اللہ بہ (۲) منخنقۃ (۳) موقوذۃ (۴) متردیہ (۵) نطیحۃ۔ اس حوالے سے ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ صدر الافاضل کی طرح صاحب روح المعانی حضرت علی اور حضرت ابن عباس نے بھی وما اھل لغیر اللہ بہ کو الا ما ذکیتم کا استثناء لاحق کیا ہے اور اس لحوق پر سرفراز صاحب اس طرح برہم ہوئے ہیں۔

"یہ ہے فریق مخالف کے مفسر کی قرآن دانی حقیقت یہ ہے کہ جب انسان خوفِ خدا سے بے نیاز ہو جائے اور بدعات کا شیدائی بن جائے اور من مانی کارروائیوں پر اتر آئے۔ تو دینی معاملات میں قدم قدم پر ٹھوکر کھائے گا اور دنیا و آخرت میں عند اللہ اور عند الناس رسوا ہوگا۔"

(تنقید متین ص ۱۴۹)

اب آپ ہی سوچیے کہ ٹھوکروں پر ٹھوکریں کون کھا رہا ہے۔ اور دنیا و آخرت کی رسوائی کس کا حصہ اور مقدر ہے۔ بحمد اللہ ہم نے صدر الافاضل کے کلام سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہ غبار دور کر دیا ہے۔ جو سرفراز صاحب کی مجرمانہ جسارت اور سعی کاذب کا حاصل تھا۔ حلقۂ لعنت میں گرفتار گکھڑوی کے دامن میں سوائے کذب و افترا کے اور ہے بھی کیا۔ جس سے وہ اہل حق کے سامنے آسکیں۔

سرفراز صاحب کا چھٹا شبہ

سرفراز صاحب کی چھٹی جسارت ملاحظہ ہو۔

ایصال ثواب کا مسئلہ صحیح اور حق ہے۔ لیکن آخر میں چن چن کر بزرگوں کو ہی کیوں اس کے لئے انتخاب کیا جاتا ہے اپنے ماں باپ اور دیگر اعزہ و اقارب کو جو نفس الامر میں ثواب کے زیادہ محتاج ہیں۔ ان کو یہ کیوں راس نہیں آتا۔ (تنقید متین ص ۱۴۹)

سرفراز صاحب کو خواہ مخواہ بزرگوں سے عداوت ہے۔ ورنہ رشتہ داروں اور بزرگوں اور وارثوں کو بھی ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ یہ لغو اعتراض سرفراز صاحب اس کتاب میں متعدد بار کر چکے ہیں۔ اور اس کے جواب میں مکمل تفصیل ہم نے ومما رزقنٰھم ینفقون کی بحث میں پیش کر دی ہے۔

سرفراز صاحب مار کھانے کے شوق میں بار بار پٹے ہوئے مہروں کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اور اب کی مار کی گردان سے اپنے آپ کو طفل تسلیاں دینا چاہتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عید میلاد النبی

صدر الافاضل رحمہ اللہ الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

شان نزول (بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا۔ اور اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے اور وہ ہم پہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے فرمایا کونسی آیت ہے اس نے یہی آیت والیوم اکملت لکم۔ پڑھی آپ نے فرمایا میں اس دن کو جانتا جس میں یہ نازل ہوئی تھی۔ اور اس کے مقام نزول کو بھی پہچانتا ہوں۔ وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔ آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارا وہ دن عید ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا جس روز یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں جمعہ۔ عرفہ۔

مسئلہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابہ سے ثابت ہے ورنہ حضرت عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہما صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو۔ اس کی یادگار قائم کرنا۔ اور اسی کی خوشی سے عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے کیونکہ وہ اعظم نعم الٰہی کی یادگار و شکر گذاری ہے اور ص ۱۸۴ ص ۱۸۲ میں فرمایا کہ یعنی ہم اس کے نزول کے دن کو عید منائیں۔ اس کی تعظیم کریں۔ خوشیاں منائیں تیری عبادت کریں۔ شکر بجا لائیں۔

مسئلہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو۔ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دن کو عید منانا اور خوشیاں منانا عبادتیں کرنا۔ شکر الٰہی بجالانا طریقہ صالحین ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین نعمت ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ پر دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الٰہی بجالانا اور اظہار فرح اور سرور کرنا مستحسن و محمود ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔

صدر الافاضل رحمہ اللہ کے اس ایمان افروز عبارت پر سرفراز صاحب نے اس طرح تنقید کی ہے۔

سوال صرف یہ ہے کہ اہل بدعت جس طرح دینی رنگ اور مذہبی رُخ دے کر ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے کے اسراف سے جشن میلاد مناتے ہیں۔ جھنڈیاں لگاتے ہیں۔ جلوس نکالتے ہیں۔ اور عورتوں اور مردوں کے مخلوط اجتماعات کراتے۔ اور جس کے لیے وہ زبان اور قلم کا زور صرف کرتے ہیں۔ اور ان کو دین اور کار ثواب ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ یہ کارروائی کس صحابی سے منقول ہے؟ حضرت عمرؓ سے مروی ہے یا ابن عباس سے یا کسی دیگر صحابی سے یا معاذ اللہ ان میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت نہ تھی آخر کیا وجہ ہے کہ وہ تو یہ کارروائی نہ کریں۔ اور آج یہ مخترع کارروائی دیکھتے دیکھتے دین کار ثواب اور اہلسنت والجماعت کا شعار قرار پائے۔ صحیح اور صریح حوالہ سے اس کا ثبوت درکار ہے اور انشاء اللہ قیامت اہل بدعت کی پوری جماعت اس کا ثبوت مہیا نہیں کر سکتی۔ (تنقید متین ص ۱۵۳)

سرفراز صاحب نے جس عیاری سے کام لے کر یہ تنقید کی ہے۔ اس کا تلبیس میں بہر حال کوئی جواب نہیں۔ صدر الافاضل نے اپنی تفسیر میں نہ تو لاکھوں روپیہ کے اسراف کو مستحسن قرار دیا ہے اور نہ مرد و زن کے اختلاط

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کو ہمارے نزدیک اسراف اور مرد و زن کا اختلاط دونوں ہی مذموم ہیں۔ اور جلوس کی بعض بے اعتدالیوں اور غیر شرعی امور پر علماء اہلسنت کے اعلانات اور بانیانِ جلوس کے اشتہارات میں خصوصی نوٹ۔ ان غیر شرعی امور سے اجتناب اور پرہیز کی تلقین کے سلسلہ میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

صدر الافاضل نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ ثابت ہے اور جو آپ نے تحریف کی ہے نہ اس کا اہلسنت یا صدر الافاضل نے دعوٰی کیا ہے نہ اس کی ہم کو ضرورت ہے بلکہ ان خرافات کی تردید میں ہمیشہ علماء اہلسنت زبان و قلم سے جہاد کرتے رہتے ہیں۔

رہا یہ امر کہ نبی علیہ السلام کی پیدائش پر خوشی منانا کیا اسراف ہے؟ ابولہب نے نسبی رشتہ سے حضور کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کیا اور ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ اور یہی عمل اس کے لئے تخفیف عذاب کا موجب ہوا۔ اور اگر آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے ایسا ہی دکھ ہے کہ آپ یوم ولادت پر تمام ملک میں ماتمی فضاء پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تو بے ادبی معاف۔ ہمیں کہنے دیجئے کہ آپ کی یہ ذہنیت ابولہب سے کہیں بدتر ہے۔ اور عید میلاد کی روشنی سے اگر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیجئے گا۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

آپ اپنے مدرسوں کے سالانہ جلسوں میں روشنی اور جھنڈیوں کا انتظام کرتے ہیں۔ غیر ملکی مہمانوں کی آمد اور چودہ اگست اور تیئس مارچ کو پورے ملک میں چراغاں ہوتا ہے اور جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ ان مواقع پر آپ کیوں اپنے ہونٹ سی کر مداہنت بلکہ منافقت اختیار کرتے ہیں[1] یا شرک و بدعت کے فتوے صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی کے ساتھ مختص ہیں۔ مبتدعین دیوبند کی پوری جماعت مل کر ہی اس گتھی کو سلجھا دے

---

[1] حیرت ہے کہ ۱۹۷۶ء میں حرمین سے جب نجدی امام آئے تو دیوبندی اور وہابی حضرات کی قیادت میں پورے ملک کے اندر زبردست اسراف کر کے روشنیوں جھنڈیوں اور بے شمار اخراجات کا اہتمام کیا گیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ چراغاں اور جھنڈیوں کا یہ اسراف غیر ملکی مہمانوں اور نجدی اماموں کی آمد قومی دنوں پر ان کے مذہبی تبلیغی جلسوں اور اپنے مولویوں کے استقبال میں کس طرح جائز ہے اور رسول اللہ کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کے لئے یہی امور بدعت کیسے ہو جاتے ہیں۔ کیا ان دنیاوی امور اور آپ کے مولویوں کا مرتبہ رسول اللہ سے زیادہ ہے۔

دینی اور دنیاوی امور کا فرق

راہِ سنت میں سرفراز صاحب نے اس کے جواب میں ایک عذر لنگ پیش کیا ہے کہ بدعت صرف امور دینیہ کے ساتھ مختص ہے گویا کہ ان کے ہاں جلسوں میں علماء جو وعظ کرتے ہیں۔ وہ سب بے دینی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کو خود ہی اپنے مقام کا احساس ہو گیا ہم اگر کچھ عرض کرتے تو آپ برا مناتے لیکن غیر ملکی مہمانوں کی آمد اور قومی ایام کو جو آپ نے امور دینیہ سے خارج کر دیا اس سے ہم کو اختلاف ہے۔ کیونکہ یہ خالص عیسائی نظریہ ہے جس نے کلیسا اور قصر سیاست کو علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ ہمارے ہاں سیاست بھی دین ہے اور عبادت بھی، حکومت اور شریعت کی اس اسرائیلی تقسیم کو آپ مسلمانوں پر پیش کر کے اپنے سابقہ آقاؤں کا حق نمک ادا کرنے کی کوشش نہ کیجئے۔

اور اگر امور دینیہ سے ذکر اذکار اور خالص عبادات مثلاً نماز، روزہ مراد ہیں، تو ظاہر ہے کوئی مسلمان بھی عید میلاد پر اظہار خوشی کو اس قسم سے نہیں سمجھتا۔ پس اس کا بدعت اور حرام ہونا کس طرح لازم آئے گا۔ بدعت سیئہ کا لفظ رٹنے کے لئے سرفراز صاحب نے سیکھ لیا ہے، اور اس کا معنی سمجھنے کی انہیں آج تک توفیق نہ ہوئی، سادہ لوح عوام اور جاہل مریدوں کے ایمان کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے کے لئے ہر کار خیر کو بدعت کہنا۔ اہل تنقیص کا پرانا حربہ ہے۔ اب ہم بدعت کی صحیح تعریف پیش کرتے ہیں۔

بدعت کی تعریف

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۴ھ بدعت کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تعریف فرماتے ہیں۔

بانها ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبهه واستحسان ووجعل دینا قویما وصراطا مستقیما۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۳۹۳)

بدعت اس نو پیدا شدہ امر کو کہتے ہیں۔ جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کردہ شریعت کا مخالف ہو۔ عام ازیں کہ وہ نیا کام نظری ہو۔ یا عملی یا حالی ہو اور یہ مخالفت کسی شبہے یا استحسان پر مبنی ہو۔ اور اس کو دین قویم بنا لیا جائے۔

پس بدعت سیئہ میں مرکزی طور پر دو چیزیں لازمی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ نیا کام شریعت کے مخالف ہو۔ دوسرا یہ کہ اسے دین کا جزو بنا لیا جائے۔ اب آپ اس معیار پر معمولات اہل السنت کو دیکھئے۔ تو ان میں کوئی ایسا عمل نہیں پائیں گے۔ جو شریعت کے مخالف ہو۔ اس کے برعکس ہر عمل میں کتاب وسنت کی روح کار فرما ہوگی اور ہر وہ چیز منشاء اسلام کے مطابق اور کتاب وسنت کی اصل کے تابع ہوگا۔ راہ سنت میں سرفراز صاحب نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ کسی عمل نو کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ اس کا منشاء اسلام میں موجود ہے یا نہیں۔ ائمہ مجتہدین کا کام ہے۔ سرفراز صاحب کا یہ قول بھی ان کی جہالت کا شاہکار ہے۔ علم اور تحقیق سے تہی دست وقلاش بزعم خویش محقق کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ائمہ مجتہدین کے ساتھ صرف اصول کلیہ مختص ہیں اور کتاب و سنت اور آئمہ کے اصول کلیہ کی روشنی میں اجتہاد استخراج اور استنباط کی راہیں آج بھی امت پر کشادہ ہیں۔ فقہاء کے سات مراتب کی تفصیل اس دعوای پر واضح دلیل ہے لیکن یہ بات سمجھنا حجروں میں بیٹھ کر امت رسول پر شرک کا فتوی لگانے والوں کے بس میں نہیں ہے۔

جشن میلاد

جشن میلاد پر اظہار خوشی کے لئے جھنڈیوں۔ چراغوں اور جلوس کے بارے میں سرفراز صاحب نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ:۔

"بتاؤ صحابہ کرام نے اس طرح جشن منایا تھا؟ یا یہ حضرت عمر سے مروی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے یا حضرت ابن عباس سے یا کسی اور صحابی سے؟"

جہالت اور بدنصیبی کی اس سے بڑھ کر اور کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے کہ کوئی کہہ دے کہ ٹینک اور طیاروں سے جہاد کرنا بدعت ہے۔ ورنہ بتلاؤ کہ کیا حضرت عمر سے ٹینک مروی ہے یا حضرت ابن عباس سے یا دیگر صحابہ سے جہلاء کی اس جماعت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خوشی منانے اور جنگ کے طریقے ہر دور میں مختلف ہوتے ہیں جس طرح جہاد میں جنگ کرنا رسول اللہ اور صحابہ سے ثابت ہے۔ اب اس تفصیل کی احتیاج نہیں کہ جنگ کن ہتھیاروں سے لڑی جاتی ہے اسی طرح یوم ولادت پر اظہار مسرت اور اس کا اہتمام رسول اللہ اور صحابہ سے ثابت ہے اور اس کی تفصیل ہر دور کے مزاج اور زمانہ کی رفتار کے مطابق ہو گی۔ البتہ شرط یہ ہے کہ کوئی شرعی بے اعتدالی نہ پائی جائے۔ اور سرفراز صاحب کی جماعت جو میلاد کی خوشی پہ چراغاں اور جھنڈیوں کو بدعت سیئہ اور حرام قرار دیتی ہے اس کا صحیح اور صریح حوالہ کتاب و سنت سے درکار ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ قرار دینے کے لئے بالخصوص اس چیز کی حرمت یا کراہت پر نص مخصوص لانی ضروری ہے (شامی ج ۱ ص ۶۸۴) اور انشاء اللہ مبتدعین دیوبند کی پوری جماعت تاقیامت اس کا ثبوت مہیا نہیں کر سکتی۔ دیدہ باید۔

ممکن ہے سرفراز صاحب یہ کہیں کہ ٹینک اور طیاروں سے جنگ اگرچہ صحابہ کے زمانہ میں نہیں ہوتی لیکن اس کو قرآن سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے (اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ (کفار کے خلاف جو بن پڑے حال کر لو) پس ان جدید طرز کے ہتھیاروں کا استعمال بدعت نہ ہوا اسی طرح ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا۔ — آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے حصول پر خوشی مناؤ۔

اور جب مطلقاً فضل اور رحمت کے حصول پر فرحت و مسرت کا حکم ہے تو رحمۃ للعالمین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے حصول پر خوشی منانا بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔ رہا یہ امر کہ نبی علیہ السلام کی رحمت تو ہمیں سال کے ہر دن بلکہ ہر لمحہ حاصل ہے۔ پھر اس یوم ولادت پر اظہار مسرت میں کیا خصوصیت ہے جواب یہ ہے کہ اس دن کی خصوصیت قرآن وحدیث سے ثابت ہے دیکھئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ کے بارے میں فرماتا ہے۔ وسلام علیہ یوم ولد (اور حضرت یحییٰ پر سلام ہو ان کی پیدائش کے دن) حضرت عیسےٰ فرماتے ہیں۔ (والسلام علی یوم ولدت) مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن)۔

حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی قتادۃ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم الاثنین فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علیّ۔ (رواہ مسلم)

مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

حضرت ابوقتادہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے رکھنے کا سبب پوچھا گیا آپ نے فرمایا اسدن میں پیدا ہوا اور اسی دن پر قرآن کریم نازل ہوا۔

دیکھئے اپنے لئے سلامتی کی دعا ہر روز مانگی جاسکتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ ان کے یوم میلاد کو سلام بھیجتا تھا۔ اسی طرح حضرت عیسےٰ بھی اسی دن اپنے لئے سلامتی کی دعا مانگتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے پیر کے دن کو روزے کے لئے خاص کرلیا تھا کیونکہ اسی دن آپ پیدا ہوئے تھے۔ ان تمام قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ حضور سرور کائنات کی ولادت پر سال کے ہر دن اور ہر رات میں خوشی منانا جائز ہے لیکن یوم میلاد کو خاص ترجیح حاصل ہے۔

آئیے اب ہم بدعت کے موضوع پر آپ کے سامنے دیوبند کے مسلم پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کرلیا جائے۔ کما یظہر من التامل من قولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد الحدیث

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پس ان تخصیصات کو اگر کوئی شخص عبادت مقصودہ نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہٖ مباح جانتا ہے۔ مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے۔ اور ہیئت مسبب کو مصلحت سمجھتا ہے۔ تو بدعت نہیں مثلاً قیام کو لذاتہا عبادت اعتقاد نہیں کرتا۔ مگر تعظیم ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت جانتا ہے اور کسی مصلحت سے اس کی یہ ہیئت معین کر لی۔ اور مثلاً تعظیم ذکر کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے۔ مگر بمصلحت خاص ذکر ولادت کا وقت مقرر کر لیا۔ مثلاً ذکر ولادت کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے مگر بمصلحت سہولت دوام یا کسی مصلحت سے بارہ ربیع الاوّل مقرر کر لی اور کلام تفصیل مصالح میں از بس طویل ہے۔ ہر محل میں جدا مصلحت ہے۔ رسائل موالید میں بعض مصالح مذکور بھی ہیں۔ اگر تفصیلاً کوئی مطلع نہ ہو تو مصلحت اندیشاں پیشین کا اقتدار ہے۔ اس کے نزدیک یہ مصلحت کافی ہے۔ ایسی حالت میں تخصیص مذموم نہیں۔ تخصیصات اشغال و مراقبات و تعینات رسوم مدارس و خانقاہ جات اسی قبیل سے ہیں۔ اور اگر ان تخصیصات کو قربت مقصودہ جانتا ہے مثل نماز روزہ کے تو بے شک اس وقت یہ امور بدعت ہے۔ مثلاً یوں اعتقاد کرتا ہے کہ اگر تاریخ معین پر مولود نہ پڑھا گیا یا قیام نہ ہوا یا شیرینی کا انتظام نہ ہوا۔ تو ثواب ہی نہ ملا۔ تو بے شک یہ اعتقاد مذموم ہے غرض دونوں صورتوں میں تعدی مردود ہے اور اگر ان امور کو ضروری بمعنے واجب شرعی نہیں سمجھتا بلکہ ضروری بھی بمعنے موقوف علیہ لبعض البرکات جانتا ہے۔ جیسے بعض اعمال میں تخصیص ہوا کرتی ہے۔ کہ ان کی رعایت نہ کرنے سے وہ اثر خاص مرتب نہیں ہوتا۔ مثلاً بعض عمل کھڑے ہو کر پڑھے جاتے ہیں۔ اگر بیٹھ کر پڑھیں تو وہ اثر خاص نہ ہوگا۔ اس اعتبار سے اس قیام کو ضروری سمجھتا ہے۔ اور دلیل اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

توقف کی موجدان اعمال کا تجربہ یا کشف والہام ہے۔ اسی طرح کوئی عمل مولد کو بہیئت کذائیہ موجب بعض برکات یا آثار کا اپنے تجربہ سے یا کسی صاحب بصیرت کے وثوق پر سمجھے اور اس معنی کے قیام کو ضروری سمجھے۔ کہ یہ اثر خاص بدون قیام نہ ہوگا۔ اس کے بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں اور اعتقاد ایک امر باطن ہے۔ اس کا حال بدون دریافت کئے ہوئے یقیناً معلوم نہیں ہوسکتا محض قرائن تخمینہ سے کسی پر بدگمانی اچھی نہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۱۵)

حاجی صاحب کی اس طویل عبارت میں تقریباً وہ تمام ابحاث آگئیں۔ جن کو ہم پیش کر چکے ہیں۔ مثلاً تعین سے مراد تعین شرعی نہیں۔ تعین عرفی ہے۔ اور یہ تعین جائز ہے اور قرائن کے سبب سے راجح ہے اور جائز امور کو حرام کہنا مذموم ہے۔ اور مذموم کا لفظ بھی گول مول ہے۔ حقیقت میں اللہ کے حلال کو حرام کرنا کفر ہے اور رسول اللہ کی شریعت بدلنا ہے۔ العیاذ باللہ!

سرفراز صاحب اور ان کے حکیم الامت کی جواز میلاد پر شہادت

سرفراز صاحب کے حکیم الامت اشرف علی صاحب کا ارشاد ہے۔

عمل مولد شریف بہ ہیئت و قیود مخصوصہ ظاہر ہے کہ نہ کسی دلیل شرعی سے مامور بہ ہے اور نہ کسی دلیل شرعی سے ممنوع ہے تو فی حد ذاتہ مباح ٹھیرا۔ (طریقہ مولود ص ۱۳ بحوالہ باب جنت ص ۱۲۴)

اور یہی بات ہم عرض کرنا چاہتے ہیں، کہ فی نفسہ میلاد کتاب و سنت سے ثابت ہے اور قیود مخصوصہ فی حد ذاتہ مباح ہیں۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"علاوہ ازیں عمل مولد شریف بہ ہیئت و قیود مخصوصہ سے کیا وہ عمل مراد ہے۔ جو بعض بزرگوں سے ثابت ہے کہ آپ کی ولادت کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دن آپ کے لئے ایصال ثواب کرنا اور آپ کے صحیح حالات بیان کرنا اور اسی طرح کی بعض دیگر چیزیں یا مفتی صاحب آپ کے زمانہ کا میلاد مراد ہے کہ اس کے لئے جلوس ہو اور بینڈ باجے ساتھ ہوں اور فرض نمازوں کے اوقات میں بھی جلوس جوش و خروش کے ساتھ چلتا رہے،

(باب جنت ص ۱۲۵)

خدا کا شکر ہے کہ آپ نے حضور کی پیدائش کے دن ایصال ثواب کو مان لیا۔ ورنہ اب تک تو آپ یہی کہتے آئے تھے کہ تعیین بدعت ہے اور بزرگوں کو ایصال ثواب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ تو نیکیوں سے پہلے ہی مالا مال ہیں۔ بہر حال ہم بھی یہی کچھ چاہتے ہیں کہ آپ یوم میلاد کو ایصال ثواب اور آپ کے فضائل بیان کرنے کا جواز اور استحسان مان لیں اور رہا جلوس تو وہ مولوی اشرف علی صاحب کے بیان کردہ قاعدہ کے تحت مباح کی مد میں آتا ہے کیونکہ وہ نہ مامور بہ ہے اور نہ منہی عنہ۔ اور جن خرافات کا آپ نے ذکر کیا ہے یعنی بینڈ باجہ اور نماز کو ترک کرنا تو ہم ان سے کلیتہً بیزار ہیں اور پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ ہم اس کی تردید کے لئے اپنی کوشش کرتے رہتے ہیں آپ خواہ مخواہ خلط مبحث اور مغالطہ آفرینی کر کے ان امور کو ذکر کرتے ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس کی حدیث اور عید میلاد

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

مولوی نعیم الدین صاحب کا عید میلاد کو حضرت عمر اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث پر قیاس کرنا جہالت کا پلندہ ہے۔ کیونکہ جمعہ اور عرفہ کے دن کو حضرات صحابہ کرام نے از خود متعین و مقرر نہیں کیا اور نہ خود اپنی مرضی سے عید بنایا اور منایا ہے۔ بلکہ ان دنوں کی تعیین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی۔ جس کا اعلان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے اپنی زبان فیض ترجمان سے کیا ہے اور ظاہر بات ہے کہ شریعت کی طرف مقرر کردہ دنوں پر اپنی طرف سے عید میلاد کے دن اور اس دن کے اہتمام اور اس کے جشن کو قیاس کرنا باطل اور فاسد قیاس ہے۔ (تنقید متین ص ۱۵۵)

جہالت کا پلندہ کیا ہے یہ عنقریب ناظرین پر واضح ہو جائے گا۔ یوم جمعہ اور یوم عرفہ کا دن بعض نعمتوں کے حصول کی بناء پر عید قرار پایا ہے۔ اور ہم نے یوم جمعہ اور یوم عرفہ کے عید ہونے پر عید میلاد کو قیاس نہیں کیا۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جب یوم جمعہ اور یوم عرفہ۔ بعض نعمتوں کے حصول کی بناء پر عید قرار پایا تو بارہ ربیع الاول کا دن جس میں ہمیں کائنات کی سب سے عظیم نعمت حاصل ہوئی۔ بطریق اولیٰ عید قرار پائے گا۔ اور یہ قیاس نہیں ہے۔ جہالت تو یہ ہے مخالفین کے محقق کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیاس میں مساوات ہوتی ہے۔ اور یہاں مساوات نہیں۔ بلکہ عید ہونے کی علت عید میلاد میں اقوی اور اولیٰ درجہ میں پائی گئی ہے۔ اس کو دلالۃ النص کہتے ہیں۔ اصول فقہ کی کتابوں میں اس قاعدہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں ماں باپ کو اف کہنے سے روکا گیا ہے۔ پس انہیں اف کہنا حرام ہے اب کوئی شخص اپنے ماں باپ کو مارنا پیٹنا شروع کر دے اور کہے کہ اف کہنا حرام ہے جس کی تعیین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی اور اس کا اعلان حضور کی زبان فیض ترجمان سے ہوا مارنے پیٹنے سے کب منع کیا گیا ہے پس اُف پر مارنے پیٹنے کو قیاس کرنا نرا باطل اور فاسد قیاس ہے۔ تو بتائیے۔ ایسے شخص کی بات کون مانے گا۔ پس جس طرح جب ماں باپ کو اُف کہنا حرام ہے تو مارنا پیٹنا بطریق اولیٰ حرام پایا۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب جمعہ کا دن چند نعمتوں کی وجہ سے عید قرار پایا۔ تو یوم میلاد جو کائنات کی سب سے عظیم نعمت اور رحمت کا حامل ہے۔ بطریق اولیٰ عید قرار پائے گا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قال الراغب العید ما یعاود مرۃ بعد اخری وخص فی الشریعۃ بیوم الفطر ویوم النحر ولما کان ذالک الیوم مجعولا للسرور فی الشریعۃ کما نبہ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بقولہ ایام منی ایام اکل وشرب وبعال ما یستعمل العید فی کل یوم فیہ مسرۃ۔

(مرقات ج ۳ ص ۲۴۳)

امام راغب نے فرمایا کہ عید لغوی اعتبار سے اس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے اور اصطلاح شرع میں عید فطر اور عید الاضحیٰ کو کہتے ہیں اور جبکہ یہ شریعت میں خوشی منانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے جس طرح اس پر نبی علیہ السلام نے اپنے اس فرمان میں متنبہ کیا ہے کہ ایام منیٰ کھانے پینے اور ازواجیات کے دن ہیں تو عید کا لفظ ہر مسرت کے دن میں مستعمل ہونے لگا۔

اب فرمایئے امام راغب اصفہانی اور ملا علی قاری کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ صدر الافاضل سے تو آپ کو یہ شکوہ تھا کہ انہوں نے یوم میلاد کو عید قرار دیا ہے۔ اور ان اکابر نے تو ہر خوشی کے دن پر عید کے اطلاق کی تصریح کر دی ہے۔

یوم میلاد کے عید ہونے کی شہادت

ملا علی قاری کے بعد شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔ کہ وہ بالخصوص یوم میلاد کو عید فرماتے ہیں۔

قال ابن الجوزی فاذا کان ھذا ابولھب الکافر الذی نزل القرآن بذمہ جوزی فی النار لفرحہ لیلۃ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما حال المسلم من امتہ یسر بمولدہ ویبذل ما تصل الیہ قدرتہ فی محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابن جوزی نے کہا کہ پس جب کہ وہ ابولہب جس کی مذمت پر قرآن نازل ہوا اسے نبی علیہ السلام کی ولادت پر خوشی کرنے کے سبب سے جہنم میں جزا دی گئی تو آپ کی امت شریفہ کے اس مسلمان کی جزا کا کیا عالم ہوگا۔ جو آپ کی پیدائش پر خوشی اور اظہار سرور کرے۔ اور مقدور بھر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انما کان جزاءہ من اللہ الکریم
ان یدخلہ بفضلہ العمیم
جنات النعیم ولایزال اھل الاسلام
یحتفلون بشھر مولدہ صلی اللہ علیہ
وسلم ویعملون الولائم ویتصدقون
فی لیالیہ بانواع الصدقات ویظھرون
السرور ویزیدون فی المبرات
ویعتنون بقراۃ مولدہ الکریم و
ویظھر علیھم من مکانہ کل فضل
عمیم ومما جرب من خواصہ انہ
امان فی ذالک العام وبشری عاجل
ینیل لبغیتہ والمرام فرحم اللہ امرءً
اتخذ لیالی شھر مولدہ المبارک
اعیادا لیکون اشد غلبۃ علی من
فی قلبہ مرض وعناد فما ثبت
بالسنہ ص ۶۰)

سی سے آپکی محبت میں خرچ کرے۔ اور
مجھے اپنی حیات کی قسم اس کی جزا اس کے
سوا کچھ نہ ہوگی کہ اللہ تعالےٰ اسے اپنے فضل
وکرم سے جنات نعیم داخل فرمائے گا۔ اور
ہمیشہ سے اہل اسلام نبی علیہ السلام کی ولادت
کے مہینہ میں محفلیں منعقد کرتے ہیں دعوتیں
کرتے ہیں۔ راتوں کو صدقہ وخیرات کرتے ہیں
اظہار مسرت اور نیکیوں میں زیادتی کرتے
ہیں اور آپ کی ولادت مبارکہ کے واقعات
پڑھتے ہیں اور ان پر اس وجہ سے فضل ظاہر
ہوتا ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ محفل
میلاد کی برکت سے سارا سال امن رہتا ہے
اور مطلوب حاصل ہونیکی جلد بشارت ملتی ہے
پس خدا فضل کرے۔ اس شخص پر جس نے ماہ ربیع
الاوّل کی ہر شب کو عید بنا دیا تاکہ عظمت نبی کے
منکروں اور تنقیص رسالت کے شیدائیوں پر یہ خوشی مزید گراں
گذرے اور ان کا اندرونی عناد بڑھے۔

سرفراز صاحب کے شبہات

حضرت شیخ محقق اور محدث ابن جوزی کی یہ عبارت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔

سرفراز صاحب اور ان کی پوری جماعت کے خرمن ایمان کے لئے یہ کلام برق صاعقہ سے کم نہیں۔ اب آخر میں ہم فضلاء گکھڑ کے ایک اور شبہ کا ازالہ کئے دیتے ہیں۔ سرفراز نے لکھا ہے اعلامہ ابن امیر الحاج المالکی نے اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے (تنقید متین ص ۱۵۴)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس کا جواب شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی زبان سے سماعت فرمائیے۔

ولقد اطنب ابن الحاج فی المدخل	اور ابن الحاج نے مدخل میں ذکر مولد کے
فی الانکار علی من احدثه الناس	وقت آلات محرمہ کے ساتھ غنا کو
من البدع والاھواء والغناء بالآلات	بدعات منکرہ اور خواہشات نفسانیہ
المحرمة عند عمل المولد الشریف	پر سخت انکار کیا ہے۔

(ما ثبت بالسنة ص ۶۰)

اور واضح بات ہے کہ جن امور کو صاحب مدخل نے منع فرمایا ہے وہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ یہ سرفراز صاحب کی سخت مغالطہ افرینی ہے کہ انہوں نے محض ابن الحاج کا نام لے کر لوگوں کو مرعوب کرنے کی کوشش کی ہے۔

سرفراز صاحب نے نہ تو حضرت مجدد الف ثانی کی عبارت پیش کی اور نہ صاحب مدخل کی اصل عبارت پیش کی اور اپنے باطل نظریات کو صاحب مدخل اور حضرت مجدد الف ثانی کے سر منڈھنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ شیخ محقق کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مدخل نے بدعاتِ محرمہ پر رد کیا ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی کا بھی بدعات محرمہ پر محمول ہے نہ کہ نفس انعقاد محفل پر۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے۔ کہ صاحب مدخل نے نفسِ انعقاد میلاد کو بدعت کہا ہے۔ تو گذارش ہے کہ جب انعقاد کے میلاد کے جواز کو ہم قرآن وحدیث اور علماء اسلام بلکہ خود دیوبندیوں کے حکیم الامت کے کلام سے ثابت کر چکے ہیں۔ تو ان تمام کے مقابلہ میں صاحب مدخل کی کیا حیثیت ہے۔ اور اگر آپ کو اسی پر اصرار ہے۔ کہ نفس انعقاد میلاد بدعت ہے تو معاف کیجئے گا۔ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالرحیم جو نفس انعقاد میلاد کو جائز سمجھ کر اس پر عمل کرتے رہے۔ کیا انہیں بھی بدعتی قرار دے کر جہنم میں پہنچائے گا؟

دیکھئے شاہ ولی اللہ اپنے والد شاہ عبدالرحیم کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

اخبرنی سیدی الوالد قال کنت	میرے والد مکرم فرماتے ہیں کہ میں ایام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اصنع فی ایام المولد طعاما صلۃ بالنبی صلی اللہ علیہ فلم یفتح لی سنۃ من السنین شیئ اصنع بہ طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلی اللہ وسلم وبین یدیہ ھذہ الحمص مبتھجا بشاشا (درثمین ص ۴۱)

(انفاس العارفین ص ۴۱)

مولود شریف میں کھانا پکایا کرتا تھا۔ تاکہ آپ سے نیازمندی کا تعلق رہے۔ ایک سال میرے پاس کچھ نہ تھا۔ جس سے میں کھانا پکا سکوں۔ پس میں نے بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ نہ پایا۔ تو میں نے ان کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور کے پاس وہ چنے رکھے اور آپ بیحد خوش ہیں۔

کیا سرفراز صاحب بتلا سکیں گے کہ شاہ عبدالرحیم نے سال کے تین سو پینسٹھ دنوں میں سے ایام مولود کو کیوں ایصال ثواب کے لئے خاص کر لیا تھا۔ نیز اس التزام کے ساتھ کہ ایصال ثواب کے لئے اگر اور کچھ نہ ہو تو بھنے ہوئے چنوں کو ہی تقسیم کر دیا جائے۔ یہ کس طرح مستحسن ہوگا۔ آپ تو کہتے ہیں کہ:۔

مستحب پر اصرار کرنا غیر مستحسن ہے۔ (تنقید متین ص ۵۴)

شاہ عبدالرحیم کے بعد آیئے۔ اب آپ کو تمام علماء دیوبند کے مسلم پیر کا فیصلہ بھی سنوا دیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔"

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۶)

اور اب بھی اگر آپ نفس میلاد کے انعقاد کو بدعت کہیں تو لیجئے خود آپ کی زبان سے ہی کہلوائے دیتے ہیں۔

"بعض بزرگوں سے ثابت ہے کہ آپ کی ولادت کے دن ایصال ثواب کرنا اور آپ کے صحیح حالات بیان کرنا۔" (باب جنت ص ۱۲۴)

اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم نے اس مسئلہ کے اصولی مباحث کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کتاب سنت اور مبتدعین دیوبند کے کلام سے ثابت کر دیا ہے کہ میلاد شریف میں جو کچھ کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے۔ اس کا ذکر بادلائل کر دیا گیا ہے باقی رہے غیر شرعی امور مثلاً مرد و زن کے مخلوط اجتماعات فحش گانے۔ آلات مخربہ اور دوسرے فواحش تو نہ ان کا انعقاد میلاد میں دخل ہے۔ نہ وہ ہمارے ذمہ ہیں۔ سرفراز صاحب نے خواہ مخواہ ان کا ذکر کر کے مغالطہ آفرینی کی کوشش کی ہے۔ والی اللہ المشتکی

نئی کروٹ

علماء دیوبند پہلے کہا کرتے تھے کہ یوم میلاد النبی منانا کنھیا کے جنم منانے کے مترادف ہے۔ چنانچہ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔

پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل نہود کے کہ سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں (فتاویٰ میلاد و عرس ص ۱۱)

اس عبارت کو خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ ص ۱۵۲ مطبوع دیوبند میں نقل کر کے اس عبارت کی تصدیق و توثیق کی ہے۔

اور مودودی صاحب نے بھی محفل میلاد کے انعقاد، عید میلاد النبی اور جلوس کے بارے میں کچھ کم پرزہ سرائی نہیں کی چنانچہ لکھتے ہیں!

سب سے پہلے تو آپ کو یہ پوچھنا چاہئے تھا کہ۔ اسلام میں عید میلاد النبی کا تصور بھی ہے یا نہیں اس تہوار کو جسے ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں اسلامی تہوار ہی نہیں۔ اس کا کوئی ثبوت اسلام میں نہیں ملتا حتیٰ کہ صحابہ کرام نے بھی اس دن کو نہیں منایا۔ افسوس اس تہوار کو دیوالی اور دسہرہ کی شکل دے دی گئی ہے لاکھوں روپیہ برباد کیا جاتا ہے۔ (قندیل ۳ جولائی ۱۹۶۶)

اب دیکھئے ۱۳۹۹ھ میں دیوبند اور جماعت اسلامی کے علماء اور رہنماؤں نے کس جوش و خروش سے یوم عید میلاد النبی منایا عید میلاد کے جلسوں سے خطاب کیا اور جلوس کی قیادت کی۔

جماعت اسلامی کا ترجمان روزنامہ جسارت لکھتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ ملک میں اسلامی قوانین کے بعد قومی اتحاد نے وہ مثبت مقصد حاصل کر لیا ہے جس کے لئے اس نے انتھک اور مسلسل تحریک چلائی تھی وہ آج یہاں مسجد نیلا گنبد پہ نماز ظہر کے بعد قومی اتحاد کے زیر اہتمام عید میلاد النبی کے عظیم الشان جلوس کے شرکاء سے خطاب کر رہے تھے اس موقع پہ قومی اتحاد کے نائب صدر نوابزادہ نصر اللہ خاں امیر جماعت اسلامی پاکستان میاں محمد طفیل، وفاقی وزیر قدرتی وسائل چودھری رحمت الٰہی اور مسلم لیگ چٹھہ گروپ کے سیکرٹری جنرل ملک محمد قاسم نے بھی خطاب کیا تقریروں کے بعد مفتی محمود اور دیگر رہنماؤں نے مسجد نیلا گنبد میں ہی نماز عصر ادا کی جس کے بعد ان رہنماؤں کی قیادت میں یہ عظیم الشان جلوس مختلف راستوں سے مسجد شہداء پہنچ کر ختم ہوا جہاں شرکاء جلوس نے مولانا مفتی محمود کی رفاقت میں نماز مغرب ادا کی

(روزنامہ جسارت ۱۱ فروری ۱۹۷۹)

جماعت اسلامی اور دیوبندی ارکان پر مشتمل قومی اتحاد کی حکومت کے دور میں عید میلاد النبی کے موقع پر روزنامہ جنگ کی ایک خبر کی سرخیاں ملاحظہ فرمائیے۔

جشن عید میلاد النبی آج جوش و خروش سے منایا جائے گا۔ تقریبات کا آغاز ۲۱ توپوں کی سلامی سے ہوگا۔ گورنر کی صدارت میں جلسہ ہوگا۔ شہر بھر میں جلوس نکالے جائیں گے نشتر پارک آرام باغ اور دیگر علاقوں میں جلسے ہوں گے۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۹ فروری ۱۹۷۶)

روزنامہ حریت کی ایک خبر کی سرخیاں ملاحظہ فرمائیں!

اسلامی قوانین کے نفاذ کے بعد قومی اتحاد کی تحریک کا مثبت مقصد حاصل ہوگا۔ مفتی محمود معاشرے کو مکمل طور پر اسلامی بنانے میں کچھ وقت لگے گا۔ عید میلاد کے موقع پر مفتی محمود کی قیادت میں عظیم الشان جلوس۔

(روزنامہ حریت ۱۱ فروری ۱۹۷۹)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

روزنامہ مشرق کی ایک خبر ملاحظہ ہو۔

لاہور ۹ فروری (پ پ ا) قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود اور نائب صدر نوبزادہ نصر اللہ خاں کل یہاں عید میلاد النبی کے جلوس کی قیادت کریں گے یہ اجلاس نیلا گنبد سے نکل کر مسجد شہداء پر ختم ہوگا۔

(روزنامہ مشرق کراچی ۱۰ فروری ۱۹۷۹)

اب جماعت اسلامی اور دیوبند علماء خود فیصلہ کرلیں کہ یہ یا تو عید میلاد النبی کے جلسے اور جلوس وغیرہ کرنے اور دن کو نہانے کے بارے ان کے فتوے غلط اور باطل یا ان کا موجودہ کردار باطل اور منافقت پر مبنی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تفویض احکام

یا یھا الذین امنو لا تسئلوا عن اشیاء کے شان نزول میں صدر الافضل رحمہ اللہ نے فرمایا۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں حج فرض ہونے کا بیان فرمایا۔ اس پر ایک شخص نے کہا کیا ہر سال فرض ہے حضرت نے سکوت فرمایا۔ سائل نے سوال کی تکرار کی۔ تو ارشاد فرمایا کہ جو میں بیان نہ کروں۔ اس کے درپے نہ ہو۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔ مسئلہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ احکام حضور کو مفوّض ہیں۔ جو فرض فرما دیں وہ فرض ہو جاوے۔ نہ فرمائیں تو نہ ہو۔

اب آپ اس عبارت پر سرفراز صاحب کی تنقید ملاحظہ فرمائیں۔

تنقید۔ مولوی نعیم الدین صاحب نے مسئلہ کے عنوان میں جو لکھا ہے۔ وہ سراسر باطل اور روح اسلام کے قطعی خلاف ہے۔ (اولاً) اس لئے کہ رسول اور نبی کے معنی پیغام رساں اور خبر دینے والے کے ہوتے ہیں یعنی جو کچھ اللہ تعالےٰ نے حلال یا حرام کر دیا، رسول کا کام یہ ہے کہ وہ وحی پا کر لوگوں کے سامنے ان احکام کی حلت و حرمت پیش کر دے اور ان کو ان احکام کی اطلاع دے کر خبردار کر دے کہ ان احکام پر عمل پیرا ہونے کا صلہ یہ ہوگا۔ اور خلاف ورزی کرنے کا وبال دنیا و آخرت میں یوں بھگتنا پڑے گا، رسول اور نبی کو ہرگز یہ اختیار حاصل نہیں تاکہ وہ اپنی طرف سے جس فرض کو چاہیں نافذ کر دیں یا جس حکم کو چاہیں فرض نہ کریں۔ (تنقید متین ص ۱۵۷)

مقامِ نبوت سرفراز صاحب نے پرویزی زبان سے جس طرح اس عبارت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں منکرین حدیث کی ترجمانی کی ہے۔ وہ دردمندانِ ملت سے مخفی نہیں ہے منصب رسالت کو صرف خبر رسانی میں بند کر دینا مقامِ نبوت سے جہالت اور عظمتِ رسالت سے عناد کی بدترین مثال ہے۔ آیئے۔ اب ہم آپ کے سامنے کتاب و سنت اور اقوال علماء کی روشنی میں مقام نبوت کی چند جھلکیاں پیش کرتے ہیں۔ قرآن مجید کا اعلان ہے۔

فلا وربك لا يومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت و يسلموا تسليما۔

آپ کے رب کی قسم اس وقت تک یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ اپنے اختلافی معاملات میں آپکی حاکمیت تسلیم نہ کرلیں اور پھر اپنے دل میں اسکے خلاف کوئی تنگی بھی نہ پائیں۔

وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله۔

اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اسلئے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم

فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تمہیں محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم۔

کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کیلئے جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اسکا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو پھر ان مومنین کو اللہ اور رسول کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے۔

لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة (الاية)

بالتحقیق اللہ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا۔ کہ رسول کو ان میں انہیں میں سے مبعوث فرمایا کہ جو ان پر قرآن پاک کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مذکورہ بالا آیات سے جو فوائد حاصل ہوئے۔ وہ یہ ہیں۔ نبی علیہ السلام کی حاکمیت واجب التسلیم ہے۔ واجب الاطاعت ہے۔ جب آپ کسی کام کا حکم فرمائیں۔ تو اس کو نہ ماننے کی کسی مسلمان کو گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اتباع کو اپنی پسند کا معیار قرار دیا۔ آپ کو تعلیم اور تزکیہ کا منصب عطا فرمایا۔ اس کے برعکس سرفراز صاحب کا ارشاد ہے کہ:۔

"نبی کا کام ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے احکام کی حلت و حرمت پیش کر دے رسول اور نبی کو ہرگز یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اپنی طرف سے جس فرض کو چاہیں نافذ کر دیں یا جس حکم کو چاہیں فرض نہ کریں۔"

نبی علیہ السلام کے اختیارات

ملا علی قاری رحمہ اللہ اور شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

ومن ثم عد المتنا من خصائصه علیه السلام انه یخص من شاء بما شاء کجعله شهادة خزیمة بن ثابت شهادتین رواه البخاری وکترخیصه فی النیاحة لام عطیة فی آل فلان خاصة رواه مسلم قال النووی للشارع ان یخص من العموم ما شاء وبالتضحیة بالعناق لابی بردة بن نیار وغیره۔

(مرقات ج ۲ ص ۳۲۳)

اسی وجہ سے ہمارے ائمہ کرام اس بات کو نبی علیہ السلام کے خصائص میں شمار کیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص کر لیں جس طرح آپ نے خزیمہ بن ثابت کی تنہا شہادت کو دو شہادتوں کے قائم کر دیا (بخاری) حالانکہ اختلافی معاملات میں قرآنی حکم سے ایک مرد کی گواہی جائز نہیں) اور جس طرح آپ نے ام عطیہ کو آل فلاں کیلئے نوحہ کرنے کی اجازت دیدی (مسلم) جبکہ بالعموم نوحہ کرنا ممنوع تھا) اور علامہ نووی نے فرمایا کہ شارع علیہ السلام کے لئے جائز ہے کہ وہ عموم احکام میں سے جسے چاہیں خاص فرمالیں اور جس طرح ابی بردہ بن نیار کو آپ نے ایک سال سے کم عمر کے بکرے کی قربانی کی اجازت دیدی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

و فتح الملہم ج ۲ ص ۹۶ جبکہ دوسروں کیلئے ایک سال کی عمر سے کم کی قربانی جائز نہیں ہے

دیدہ عرفان کے لیے عظمت کے یہ چمکتے ہوئے ستارے ہیں جس اختیار کو ائمہ کرام نے نبی علیہ السلام کی خصوصیت اور فضیلت ثابت کرنے کے لئے بیان کیا اسی اختیار کا انکار کر کے اور نبی علیہ السلام کی اس فضیلت کو رد کر کے سرفراز صاحب نے اپنی جس فرومایہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے وہ کسی تبصرہ کی محتاج نہیں ہے۔

ملا علی قاری امام نووی اور دیگر ائمہ اہل سنت کے علاوہ فریق مخالف کے شیخ اسلام شبیر احمد عثمانی کا یہی عقیدہ ہے کہ نبی علیہ السلام عموم احکام میں سے جس کو چاہیں خاص فرمالیں۔ اب اگر آپ کے نزدیک یہ عقیدہ باطل اور رافضیوں کا خاصہ ہے۔ تو گستاخی معاف اس تیر کا پہلا نشانہ اپنے شیخ الاسلام کو بنائیے۔ اس کے ائمہ اہلسنت کو ہدف بنائے گا۔ ــــ جن فاسد عقائد کا سرفراز صاحب نے آج اظہار کیا ہے وہ نبی علیہ السلام پر چودہ سو سال پہلے منکشف تھے اور آپ نے غیر مبہم الفاظ میں ان کی نشان دہی فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فحللوا وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ و ان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۹)

آگاہ رہو نزدیک ہے کہ ایک مستغنی اور متکبر تخت نشین کہے گا۔ کہ قرآن کو لازم کر لو۔ پس جو اس میں حلال پاؤ وہ حلال سمجھو اور جو اس میں حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔ حالانکہ جسے اللہ کے رسول نے حرام فرمادیا وہ ایسا ہی حرام ہے جس طرح اللہ نے حرام فرمایا ہو

تخت تنقیص پر متمکن ہو کر نبی علیہ السلام کے تشریعی اختیارات اور خصوصی فضیلتوں کا انکار کر کے سرفراز صاحب نے اپنے آپ کو نبی علیہ السلام کا حریف بنانے کی کوشش کی ہے بلکہ سرفراز صاحب کو تو اپنی ہوائے نفسانی سے بغیر کسی صریح دلیل کے میلاد و عرس۔ ایصال ثواب وغیرہ امور کو ناجائز قرار دے کر حلال کو حرام اختیار ہے اور سرور کائنات کو کسی شئے کی فرضیت اور وجوب کے نافذ کرنے کا بھی اختیار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تفویض کا ثبوت

حضرت امام مسلم اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لولا اشق علی المومنین وفی زھیر علی امتی لا مرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر میں مسلمانوں پر دشوار نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے مسواک کا حکم دیتا۔

اس آیت کی شرح میں سرفراز صاحب کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں۔

ای وجوبا کما فی المرقاۃ۔ فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۵)

ملا علی قاری حنفی اور شبیر احمد عثمانی کے بیان کی روشنی میں اس حدیث کا معنی یہ ہوگا۔ کہ نبی علیہ السلام کو مسواک واجب کرنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی مانع نہ تھا۔ کہ آپ اس حکم کو امت پر دشوار سمجھتے تھے۔ پس بحمد اللہ یہ امر ثابت ہوگیا۔ کہ غیر وحی شدہ امور میں فرضیت اور وجوب کے احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض تھے۔ کہ آپ جس طرح چاہیں مشروع فرمائیں۔

مسلم شریف کی جس حدیث کا صدر الافاضل رحمہ اللہ نے تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی حدیث کے تحت ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں۔

قال الطیبی قیل دل علی ان الایجاب کان مفوضا الیہ ورد بان قولہ لو قلت نعم اعم من ان یکون من تلقاء نفسہ او بوحی نازل او برای براہ ان جوز نا لہ الاجتہاد ذکرہ الطیبی

طیبی شافعی نے بیان کیا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ احکام کو واجب کرنا آپ کی طرف مفوض ہے اور یہ صحیح نہیں کیونکہ (حج ہر سال فرض ہونے کے جواب میں) آپ کا ہاں فرمانا عام ہے۔ کہ آپ نے اپنی طرف سے کہا ہو یا وحی سے یا اجتہاد سے اس بات کو طیبی نے ذکر کیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وفیہ ان التفویض الیہ ایضا اعم فلا یکون مردودا۔

(اور ملا علی قاری حنفی نے مرقات سے فرمایا) کہ طیبی کا یہ قول باطل ہے کہ جس طرح آپ کا فرمان ہاں عام ہے اسی طرح تفویض بھی عام ہے۔ یعنی احکام کا ایجاب آپ کی طرف وحیا بھی مفوض ہے اور اجتہاد بھی آپ کی اپنی مرضی سے۔ پس تفویض کا قول مردود نہیں ہو سکتا۔

ملا علی قاری کی اس عبارت سے یہ امر ظاہر ہوا کہ ملا علی قاری بھی احکام کو مفوض مانتے ہیں۔ پس اگر احکام کو تفویض کی مد میں شمار کرنا خالص جہالت تھی تو اب ملا علی قاری پر کیا فتویٰ لگائیے گا؟

اور یہ ہیں تمام علماء ہند کے واحد استاد شیخ عبدالحق محدث دہلوی جن کے دم کرم سے ہندوستان میں علم حدیث پھیلا۔ یہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وظاہر ایں حدیث در آں است کہ احکام مفوض اند بانحضرت چنانکہ مذہب بعضے است۔

اور اس حدیث کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہیں۔ جس طرح بعض علماء کا مسلک ہے۔

(اشعۃ اللمعات)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

ایں بر مذہب مختار کہ مے گویند احکام مفوض است بآں حضرت ہر چہ خواہد کند و ہر کہ خواہد نکند و ہر کرا خواہد تخصیص نماید ظاہر است۔

صحیح اور مختار مذہب ہے۔ جو کہتے ہیں کہ احکام نبی علیہ السلام کی طرف مفوض ہیں۔ جو چاہیں کریں اور جو چاہیں نہ کریں اور جس کو چاہیں خاص فرمالیں۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۲۳)

ان حوالوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ شیخ محقق کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے۔ احکام آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہیں۔ اب دیکھئے کہ سرفراز صاحب مستند علماء میں سے کس کس کو جاہل بنا کر اپنی عاقبت سنوارتے ہیں۔ اب آخر میں ہم مخالفین کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی دیوبندی کا حوالہ پیش کرتے ہیں اور سرفراز صاحب کی دیانتداری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے توقع ہے کہ وہ انہیں بھی خالص جاہل بنانے سے دریغ نہیں کریں گے بشیر احمد عثمانی دیوبندی مسلم کی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں جس کے ذیل میں صدر الافاضل نے فرمایا کہ احکام آپ کی طرف مفوض ہیں۔

قیل دل علی ان الایجاب کان مفوضا الیہ۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۷۴)

کہا گیا ہے کہ احکام کو واجب کرنا نبی علیہ السلام کی طرف مفوض ہے

سرفراز صاحب کی جسارت

سرفراز صاحب نے زیر نظر مضمون میں منصب نبوت پر دوسرا حملہ ان الفاظ سے کیا ہے۔

ثانیاً اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص خانگی مصلحت کے پیش نظر صرف اپنی ذات مقدسہ کے لئے حلف اٹھا کر شہد حرام کر دیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تنبیہ نازل ہوئی۔ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک۔ (تنقید متین ص ۱۵۸)

فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ حلال کو حرام کرنا کفر ہے۔ پس یہ عناد نبوت کا کیسا شرمناک مظاہرہ ہے کہ سرفراز صاحب بغیر کسی تاویل کے ایک کفر خالص کو نبی علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔

دیکھئے امام رازی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

البحث الثانی تحریم ما احل اللہ تعالیٰ غیر ممکن لما ان الاحلال ترجیح جانب الحل والتحریم ترجیح جانب الحرمۃ ولا یجتمع للاجتماع بین الترجیحین فکیف یقال لم تحرم ما احل اللہ۔ نقول المراد من ھذا التحریم ھو الامتناع عن

بحث ثانی یہ ہے کہ اللہ کے حلال کردہ کی تحریم غیر ممکن ہے اسلئے کہ حلال کرنا جانب حلت کی ترجیح ہے اور تحریم جانب حرمت کی ترجیح ہے پس ان دونوں ترجیحوں کے اجتماع کی کوئی گنجائش نہیں پھر اس آیت کا کیا معنی ہوگا ہم جواب میں کہتے ہیں۔ کہ اس تحریم سے مراد ازواج مطہرات سے نفع

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الانتفاع بالازواج لا اعتقاد کونہ حراما بعد ما احل اللہ تعالیٰ فالنبی (صلی اللہ علیہ وسلم) امتنع عن الانتفاع معہا مع اعتقادہ بکونہ حلالا ومن اعتقد ان ھذا التحریم ھو تحریم ما احل اللہ تعالیٰ بعینہ فقد کفر فکیف یضاف الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم مثل ھذا۔

نہ حاصل کرنا ہے نہ کہ اللہ کے حلال کرنے کے بعد اس کی حرمت کا اعتقاد کرنا۔ پس نبی علیہ السلام ازواج سے نفع حاصل کرنے سے رُک گئے تھے باوجود اس کی حلت کے اعتقاد کے اور جس شخص نے یہ اعتقاد کیا۔ یہ تحریم بعینہ اللہ کے حلال کردہ کی تحریم ہے پس وہ شخص کافر ہوگیا لہذا نبی علیہ السلام کی طرف اس اعتقاد کی نسبت کس طرح کی جا سکتی ہے۔

نوٹ۔ مفسرین کرام کا اس بات میں اختلاف ہے کہ تحریم کس امر پر واقع ہوئی بعض روایات سے ثابت ہے کہ آپ نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ اور ازواج سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اور بعض سے ثابت ہے کہ تحریم شہد پر واقع ہوئی۔ امام رازی کا یہ کلام پہلی صورت پر مبنی ہے اور دوسری صورت کا بھی یہی حکم ہے۔

سرفراز صاحب نے اس بحث میں جس قدر گفتگو کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہی ہے کہ آپ نے حلال کو حرام کر دیا اور اس آیت میں اس حلال کو حرام کرنے سے روکا گیا پس ثابت ہوا کہ احکام مفوض نہیں ہیں اور امام رازی کی تقریر سے جواب واضح ہو گیا ہے کہ یہ گفتگو جس شبہ پر قائم ہے۔ وہ شبہ باطل اور بے بنیاد ہے کیونکہ آپ نے حلال کو حرام نہیں کیا۔ بلکہ یہ تو کفر صریح ہے۔ البتہ آپ نے اپنے آپ کو ایک حلال چیز سے نفع حاصل کرنے سے حلال سمجھتے ہوں روک لیا تھا۔ اور یہ امتناع عن الحلال تو ہر آدمی کو مفوض ہے۔ چہ جائیکہ حضور کو مفوض نہ ہو۔

سرفراز صاحب نے تنقید متین ص ۱۵۸ پر نبی علیہ السلام پر یہ افترا باندھا کہ آپ نے اپنے اوپر شہد حرام کر لیا تھا اور ص ۱۵۹ پر ایک روایت اس طرح نقل کی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انی لست احرم حلالا الخ — میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا۔

سرفراز صاحب اپنی عبارت کے توازن کو دو صفحوں میں بھی قائم نہ رکھ سکے۔ کہ ص ۱۵۸ پر انہوں نے دعوٰی کیا کہ حضور نے ایک امر حلال کو حرام کر لیا۔ اور ص ۱۵۹ پر کہا کہ حضور نے کسی حلال کو حرام نہیں کیا۔ لیکن چلئے ہم اس تعارض سے بھی قطع نظر کئے لیتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آپ کو حضور کے قول پر بھی اعتبار نہیں۔

حضور تو قسم کھا کر فرماتے ہیں۔

واللہ مالی ان احرم ما احل اللہ۔ — خدا کی قسم میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا۔

پھر آپ کو حضور کی قسم پر بھی اعتبار نہ آیا؟ جو آپ بار بار کہتے ہیں کہ حضور نے حلال کو حرام کر لیا تھا۔

احادیث میں سرفراز صاحب کا شبہ

مقام نبوت پر تیسرا حملہ

سرفراز صاحب نے احادیث کے مفہوم میں خیانت اور تحریف کیا ہے۔ ہم قارئین کی عدالت میں احادیث کے ان الفاظ کو پیش کرتے ہیں سرفراز صاحب کے استدلال کا مرکزی نقطہ ہیں۔

(۱) انی لست احرم حلالا و لا احل حراما۔ — نہ میں حرام کو حلال کرتا ہوں نہ حلال کو حرام۔

(۲) انہ لیس لی تحریم ما احل اللہ لی۔ — میرے لئے اس چیز کو حرام کرنا جائز نہیں جسے اللہ نے میرے لئے حلال کر دیا۔

(۳) واللہ مالی ان احرم ما حل اللہ لی۔ — خدا کی قسم میرے لئے اللہ کے حلال کردہ کو حرام کرنا جائز نہیں۔

ان احادیث کو نقل کر کے سرفراز صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور کو چونکہ اللہ کے حلال کو حرام کرنے کا اختیار نہیں لہذا تفویض احکام کا بطلان ہو گیا۔

مخالفین کے محقق کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تفویض احکام کا مطلب یہ ہے کہ غیر منصوص احکام میں اشیاء طیبہ کو حلال اور اشیاء خبیثہ کو حرام قرار دیا جائے۔ نہ یہ کہ اللہ کے حلال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کردہ کو حرام یا حرام کردہ کو حلال کیا جائے کیونکہ یہ تو کفر خالص ہے اور اس میں جواز یا عدم جواز کا نزاع دیوبند کے کسی فاضل سے ہی متصور ہو سکتا ہے۔

سرفراز صاحب نے اس دعوٰی پر ایک اور حدیث پیش کی ہے جس کے استدلال کا بنیادی نقطہ پیش خدمت ہے۔

الا انی لا احل الا ما احل اللہ فی کتابہ و لا احرم الا ما حرم اللہ عزوجل فی کتابہ۔

خبردار میں نہیں حلال کرتا کسی شئی کو مگر جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام نہیں کرتا کسی شئی کو مگر جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا۔

یہ حدیث اپنے ظاہر پہ محمول نہیں ہے اور نہ ان بے شمار احادیث سے تعارض لازم آئے گا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثیر اشیاء کی حرمت یا حلت کو بیان فرمایا۔ اور ان کا قرآن میں ذکر نہیں۔ اور ان کی حرمت صرف حدیث رسول سے ثابت ہے۔ اس معمہ کو وہ خود ہی حل کریں۔ کہ درندوں اور گدھوں کا گوشت کھانے سے اب کیا چیز مانع ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ میں تو ان کی حرمت کا کوئی ذکر نہیں۔ دیوبند کے اکابر نے کوّے کو حلال کیا اور احناف نے درندوں اور گدھوں پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ آمدم برسر مطلب۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے۔ اور اس کا صاف اور بے غبار مفہوم یہی ہے کہ وحی جلی سے القا کردہ اور منصوص احکام میں حلال اور حرام وہی ہیں جن کا ذکر کتاب اللہ میں ہے اور یہ بات ہمارے دعوٰی کے کسی طرح منافی نہیں ہے۔

علماء امت اور تفویض احکام

سرفراز صاحب نے رسول اللہ صلے علیہ وسلم سے تفویض کی نفی کرنے کے لئے علماء امت کے چند حوالے پیش کئے ہیں چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی مرجع الصوفیہ شیخ اکبر کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نحن نعلم ان الشارع هو الله تعالیٰ (الیٰ ان قال) فانه صلی الله علیه وسلم مبلغ عن الله احکامه فیما اراد الله تعالیٰ لا ینطق قط عن نفسه (تنقید متین ص ۱۶۲)

ہم یقیناً جانتے ہیں کہ شارع صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے (پھر آگے فرمایا) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے والے تھے جن امور کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے آپ اپنی طرف سے آپ کوئی بات نہیں کرتے تھے۔

اس عبارت میں کہیں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ غیر منصوص احکام حضور کو مفوض نہیں ہیں، بلکہ منقولہ عبارت کا سیاق وسباق جو مفہوم پیش کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور نے جن امور کو مباح کیا۔ وہ مباح ہی رہیں گے۔ کیونکہ اگر ان میں کوئی خدشہ ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع فرما دیتا اور آپ اسے مباح نہ فرماتے۔ پس وہ تمام احکامات جنہیں آپ نے صادر فرمایا۔ منشاء الوہیت کے مطابق ہیں۔ چنانچہ امام شعرانی اس منقولہ عبارت سے پہلے شیخ اکبر کا کلام نقل کرتے ہیں۔

ایاك ان تری امرا قد اباحها الشارع صلی الله علیه وسلم فتکره ذالك (الیٰ ان قال) واما الیوم فقد نشاء فی غالب الناس ویقولون لو ادرك ذالك رسول الله صلی الله علیه وسلم منع الناس منه (الیٰ ان قال) ولو کانت اباحة ذالك الامر خاصة بقوم دون اخرین بینها تعالیٰ علیٰ لسان رسول الله صلی الله علیه وسلم

جن امور کو شارع علیہ السلام نے مباح کیا ہے انہیں ناپسند کرنے سے بچو۔ اور اس زمانہ میں یہ امر کثیر الوقوع ہے لوگ کہتے ہیں۔ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ کو پا لیتے۔ تو آپ بھی مباح نہ فرماتے اور لوگوں کو منع کرتے (پھر اس کے بعد جواب میں فرمایا) اگر ایسا بھی ہوتا۔ تو اللہ تعالےٰ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بیان فرما دیتا۔ کہ اباحت عارضی ہے۔

اس کلام میں بھی تصریح موجود ہے کہ نبی علیہ السلام شارع ہیں اور یہ کہ بعض احکام کو آپ نے مباح فرمایا رہا یہ سوال کہ آگے چل کر وہ الشارع ہو اللہ کہہ کر شارعیت کا حصر اللہ تعالیٰ میں کر رہے ہیں اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضور کی شارعیت چونکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ کے تقرر سے ہے۔ اس لئے آپ کی شارعیت کا رجوع بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ حضور اصلاً شارع نہیں ہیں۔ ورنہ خود شیخ کے کلام میں تضاد لازم آئے گا۔

آیئے اب امام شعرانی کے کلام سے منوائے دیتے ہیں کہ بعض احکام حضور کو مفوض ہیں۔ دیکھئے امام شعرانی فرماتے ہیں۔

فان ما فرضه الله تعالى اشد مما فرضه رسول الله صلى الله عليه وسلم من ذات نفسه

جس چیز کو اللہ تعالےٰ فرض کرے اسکی فرضیت اس سے زیادہ اہم ہے کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے فرض کریں۔

(میزان الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۴)

سرفراز صاحب نے تین عبارتیں پیش کی ہیں۔

(۱) ابوجعفر النحاس سے۔

وهكذا سبيل الاحكام انما تكون من قبل الله عزوجل

اور احکام کا یہی طریقہ ہے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

(۲) ابن ہمام سے۔

الحاكم لاخلاف في انه الله رب العالمين۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حکم دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

---

(۳) محب اللہ بہاری سے۔

لاحكم الا من الله

حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔

(تنقید متین ص ۱۶۳)

ان تینوں عبارتوں کا محل اس کے سوا کچھ نہیں کہ رسول اللہ کا حکم دینا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کے تقرر سے ہے اس لئے وہ احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے متصور ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو اصلاً کسی حکم دینے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا اختیار نہیں۔

علامہ عینی صاحب عمدۃ القاری سے!

ان التحلیل والتحریم من عند اللہ لامدخل لبشر فیہ۔ (تنقید متین ص ۱۶۴)

کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے کسی بشر کا اس میں دخل نہیں ہے۔

یہ عبارت بھی اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے۔ کیونکہ حضور نے بیشمار چیزوں کو حرام فرمایا۔ اور ان کی نسبت اپنی طرف کی چنانچہ درندے اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندے۔ پالتو گدھے وغیرہ اسی قبیل سے ہیں نیز حضور نے فرمایا ان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ۔

(مشکوٰۃ ص ۲۹)

(رسول اللہ کا حرام کرنا ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ حرام کردے) یوں نہیں فرمایا۔ ان ما حرم رسول اللہ ھو ما حرم اللہ (جس چیز کو رسول اللہ نے حرام کیا۔ یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا) اس لئے لامحالہ علامہ عینی کا کلام محل تاویل میں ہے۔ پس کہا جائے گا کہ یہ حصر اضافی ہے۔ اور اگر رسول اللہ کی تحریم کو اللہ تعالیٰ کی تحریم کی طرف لوٹایا جائے۔ تو وہ حصر حقیقی بھی ہو سکتا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ سرفراز صاحب نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا کلام بھی اسی فہرست میں پیش کر دیا اور اس کلام سے بزعم خویش تفویض کا رد کر دیا۔ حالانکہ شیخ محقق صاف صاف اعلان فرماتے ہیں۔ کہ احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مفوض ہیں اور صحیح مذہب یہی ہے۔

سرفراز صاحب شیخ صاحب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اسناد تحریم بہ حضرت ابراہیم علیہ السلام از جہت آں باشد کہ دے رسانید و اعلام کرد حکم آنہا زیرا کہ حاکم بشرائع و احکام خدا تعالےٰ است و حکم وے قدیم است۔ انبیا علیہم السلام رسانید احکام اند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۱۷۸۔ تنقید متین ص ۱۶۴)

الجواب۔ نجانے سرفراز صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ کس مصلحت اور حکمت کے پیش نظر نہیں کیا۔ بہرحال قارئین کی سہولت کے پیش نظر ہم اس کا ترجمہ بھی پیش کر دیتے ہیں۔

(مکہ کی) تحریم کا اسناد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ اللہ کے احکام پہنچانے والے ہیں۔ کیونکہ شریعتوں اور احکام کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس کا حکم قدیم ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام ان احکام کے پہنچانے والے ہیں۔

ہم پہلے اشعۃ اللمعات سے نقل کر چکے ہیں کہ شیخ کے نزدیک صحیح مذہب یہی ہے۔ کہ احکام آپ کی طرف مفوض ہیں۔ اور قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے۔

شیخ محقق فرماتے ہیں۔

و مذہب صحیح و مختار آنست کہ احکام مفوض است بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہر کہ و ہر چہ خواہد حکم کند و بر دیگرے مباح گرداند و ایں را امثلہ بسیار است	صحیح اور پسندیدہ مذہب یہی ہے کہ احکام حضور کو مفوض ہیں۔ جو چاہیں جس پر چاہیں حکم نافذ فرمائیں۔ ایک فعل کو کسی پر حرام کریں اور وہ کسی کے لئے مباح فرما دیں اور اس کی متعدد مثالیں ہیں۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۸۳)

غالباً اب یہ بات قارئین کرام پر روشن ہو گئی ہو گی۔ کہ اللہ تعالیٰ کا حاکم شرائع ہونا اس بات کے قطعاً منافی نہیں۔ کہ احکام حضور کو مفوض ہوں۔ کیونکہ شیخ صاحب نے تصریح کی ہے کہ احکام کا بنانے والا اور شارع اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے باوجود فرماتے ہیں کہ احکام حضور کو مفوض ہیں پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا واضع اور شارع ہونا تفویض کے ہرگز منافی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ تمام عبارتیں جو سرفراز صاحب نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس مدعا پر پیش کی ہیں۔ ان کے مطلوب کو ثابت نہیں کرتیں۔

اس پوری بحث میں صرف شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کی دو عبارتیں ایسی ہیں۔ جو تفویض کے بظاہر خلاف ہیں۔ لیکن اس سے ہم کو ضرر نہیں پہنچتا۔ کیونکہ صدر الافاضل رحمہ اللہ نے کب یہ دعوٰی کیا تھا کہ یہ مسئلہ اتفاقی اور اجماعی ہے۔ لہذا بعض کا اختلاف ہمیں مضر نہیں۔ ہم نے پہلے تصریح کی ہے۔ کہ مذہب مختار یہ ہے کہ احکام حضور کو مفوض ہیں جیسا کہ ہم شیخ محقق سے نقل کر چکے ہیں۔ اب آپ غیر مختار مذہب پر اعتماد کریں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ دوسری گذارش یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے تفویض سے اختلاف کرتے ہوئے کہا۔

زیرا کہ منصب پیغمبری رسالت و ایلچی گریست نہ نیابت خدا۔

کیونکہ رسول اللہ کا منصب بس احکام پہنچانا اور ایلچی کا کام کرنا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہونا

اور آپ کے مسلک کے اصل بانی ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔

وقد اقام اللہ مقام نفسہ فی امرہ ونہیہ واخبارہ وبیانہ

اللہ تعالےٰ نے حضور کو امر نہی خبر دینے اور بیان کرنے میں اپنا نائب مقرر کیا ہے۔

(الصارم المسلول ص ۴۱)

اب دیکھئے۔ آپ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں دوسرا کہتا ہے۔ کہ نائب نہیں ہیں۔ اب آپ کس کی بات مانیں گے اور کس کو رد کریں گے۔

افسوسناک خیانت

اسی بحث میں سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی باطل فرقوں میں شیعہ کے المفوضہ فرقہ اور عقیدہ کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

المفوضہ فہم القائلون ان اللہ فوض تدبیر الخلق علی الائمہ وان اللہ تعالیٰ اقدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی خلق العالم

ان باطل فرقوں میں سے ایک فرقہ مفوضہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ اللہ نے مخلوق کی تدبیر ائمہ کو تفویض کر دی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وتدبیر۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۲۱۔ طبع رفیق عام لاہور)

کے پیدا کرنے اور اس کی تدبیر کرنے کی قدرت عطا کی ہے۔

اہلسنت والجماعت کے مشہور متکلم اور فلسفی علامہ سید شریف جرجانی الحنفی المتوفی ۸۱۶ھ علم کلام کی مشہور اور مستند کتاب شرح مواقف میں لکھتے ہیں۔

المفوضۃ قالوا ان اللہ فوض خلق الدنیا الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ای اللہ خلق محمدا صلی اللہ علیہ وسلم وفوض الیہ خلق الدنیا فھو الخلائق بھا وبما فیھا۔

مفوضہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور دنیا وما فیہا کی پیدائش آپ کو تفویض کر دی ہے اب دنیا وما فیہا میں جو کچھ ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا ہے۔

(شرح مواقف ص ۵۴، طبع نول کشور)

ملاحظہ فرمایئے۔ کہ مولوی نعیم الدین صاحب کا قارورہ کس جماعت سے جا ملا ہے۔ (تنقیدتین ص ۱۶۷)

تحریف خیانت اور بددیانتی کی یہ انتہائی بدترین مثال ہے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وتعالیٰ، اور علامہ جرجانی نے شیعہ کے فرقہ مفوضہ سے ان لوگوں کو شمار کیا ہے جو جہان کی پیدائش اور خلق اور تدبیر کو نبی علیہ السلام کی طرف تفویض کرتے ہیں۔ کہاں صفت خلق کی تفویض اور کہاں احکام کی تفویض۔ کیا ان دونوں کا سرفراز صاحب کو فرق نظر نہیں آتا۔ ہم بحث استعانت میں امر کی تحقیق کر چکے۔ مخلوق کا کوئی فرد بھی کسی امر کی تخلیق نہیں کرتا۔ اور جبکہ اہلسنت کے نزدیک اعراض کا خلق بھی غیر خدا کے لئے جائز نہیں، چہ جائیکہ تمام جہان کے خلق کی نسبت غیر خدا کی طرف جائے پس غیر منصوص احکام میں تفویض کو تخلیق عالم پر قیاس کرنا محض غلط اور باطل ہے۔

والی اللہ المشتکی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

امتناع کذب

للہ ملک السمٰوٰت والارض وما فیھن وھو علیٰ کل شئ قدیر۔	اللہ ہی کے لئے ہے اور آسمان اور جو کچھ ان میں ہے۔ سب کی سلطنت اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

"صادق کو ثواب دینے پر اور کاذب کو عذاب دینے پر بھی"

مسئلہ ۔ قدرت ممکنات سے متعلق ہوتی ہے۔ نہ کہ واجبات اور محالات سے تو معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر امر ممکن الوجود پر قادر ہے (جمل)

مسئلہ کذب وغیرہ عیوب وقبائح۔ اللہ سبحانہ وتبارک وتعالیٰ کے لئے محال ہیں۔ ان کو تحت قدرت بنانا اور اس آیت سے سند لانا غلط اور باطل ہے۔

سرفراز صاحب صدر الافاضل رحمہ اللہ کے کلام پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

مولوی نعیم الدین صاحب اس عبارت میں الفاظ کا چکر دے کر کذب وغیرہ عیوب وقبائح کا جملہ استعمال کر کے اپنے جماعتی تحزب اور گروہ بندی کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔ کیونکہ اگر مشرک کی مغفرت اللہ تعالیٰ قدرت کے تحت داخل نہ ہوتی۔ تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام یہ نہ فرماتے کہ اگر تو ان کو بخش دے۔ تو زبردست حکیم ہے اور چونکہ خلف وعید اور امکان کذب اور امکان نظیر وغیرہ مسائل نہایت دقیق بے حد مشکل اور افہام وتفہیم اور دلائل کے لحاظ سے خالص منطقیانہ پہلو کے حامل ہیں۔ اور عوام اس کے سمجھنے سے اکثر قاصر رہتے ہیں۔ اس لئے اہل بدعت چند دیگر مسائل کی طرح ان کو بھی اہل حق کے خلاف عامۃ المسلمین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کو نفرت دلانے کے لئے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور اہل بدعت ان کے بارے میں وہی نظریہ رکھتے جو معتزلہ، خوارج، مناطقہ اور فلاسفہ وغیرہ کا ہے۔ (تنقید متین ص ۱۷۰)

سرفراز صاحب نے کذب کو اہلسنت علماء کی طرف منسوب کر کے انہوں نے اپنی روایتی دروغ گوئی کا حیا سوز مظاہرہ کیا ہے۔ اگر سرفراز صاحب میں ہمت تھی تو اکابرین اہلسنت اور مفسرین کرام میں سے کسی کی صریح اور منصوص عبارت پیش کرتے جس سے ثابت ہوتا کہ اکابر اہلسنت اللہ تعالیٰ کے لئے امکان کذب کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ رشید احمد گنگوہی اور محمود حسن کی عبارت پیش کر کے ان سے امکان کذب پر استدلال کرنا جہالت اور حماقت کی آخری منزل ہے۔ بزعم خویش محقق کو یہ بھی معلوم نہیں، کہ طائفہ دیوبند ہی تو اس بدعت کا ذمہ دار ہے اور مجرم کے قول سے اس کی برأت پر شاہد بنانے کی جعلسازی دیوبند کی چار دیواری میں تو چل سکتی ہے میدان استدلال میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

امکان کذب میں مکذبین کی عبارتوں کا تضاد

حقیقت یہ ہے کہ مکتب دیوبند نے جب کذب کی بدعت کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ تو انہیں ہر جانب سے ملامت ہوئی۔ اور جب انہیں اس باطل عقیدہ پر ہر طرف سے مذمت کی یلغار کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے آپ کو رسوائی سے بچانے کے لئے مختلف طریقے ایجاد کئے۔ چنانچہ کبھی تو صاف طور پر امکانِ کذب کے عقیدہ کا ہی انکار کر دیا۔

دیکھئے جامعہ مدنیہ لاہور کے مہتمم حامد میاں صاحب لکھتے ہیں۔

"اس مسئلہ کو توڑ مروڑ کر اور غلط تفسیر کر کے علماء دیوبند کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ اور امکانِ کذب کا عنوان دے دیا گیا۔" (سلسلہ علماء دیوبند ص ۴)

یہ عبارت اس مفہوم میں واضح ہے کہ امکانِ کذب ایک غلط عقیدہ ہے حامد میاں صاحب کو یہ شکوہ ہے کہ امکان کذب ایک غلط تعبیر ہے جسے علماء دیوبند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ آیئے اب ہم آپ کو بتلائیں کہ یہ تعبیر کس نے کی ہے:۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

" اور اس مسئلہ کو اہل حق خلف وعید اور امکانِ کذب سے تعبیر کرتے ہیں"

(تنقید متین ص ۱۷۱)

کیا یہ بات اب بھی تشریح طلب ہے کہ دیوبند کے تمام چھوٹے بڑے ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور وہ رنگ جھوٹ کے سوا اور کچھ نہیں جھوٹ ان لوگوں کی رگ وپے کا خون اور دل کی دھڑکن بن چکا ہے۔ جھوٹ ان کا دین ایمان اور زندگی کا جزو لاینفک ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ یہ اپنے خدا کو بغیر جھوٹ کے رہنے دیتے۔ چنانچہ اسے بھی اپنا ہمرنگ ظاہر کرنے کے لئے اور کچھ نہیں تو جھوٹ کا امکان ہی دے دیا۔ اور کون جانتا ہے کہ یہ ان کی معراج کا پہلا درجہ ہو اور بتدریج امکان سے فعلیت تک پہنچنا ہی ان کا منتہائے نظر ہو۔ آیئے اب ہم آپ کو دیوبندی قلابازیوں کا ایک اور کرشمہ دکھائیں۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

" یہ لوگ حقیقت کذب امکانِ کذب اور صورت کذب میں جو دقیق فرق ہے اس کو یا تو سمجھتے ہی نہیں۔ اور چشم پوشی کر کے خلط ملط اور گڈمڈ کو دیتے ہیں۔ حالانکہ ایک ادنیٰ سمجھ والا آدمی بلکہ مبتدی طالب علم لفظ کرنے اور کر سکنے میں بخوبی فرق سمجھ سکتا ہے۔ اور کرتا ہے اور کر سکتا ہے میں اہل لسان کے نزدیک فرق بالکل نمایاں ہے"

(تنقید متین ص ۱۷۲)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک خدا جھوٹ بولتا نہیں بول سکتا ہے۔ اس فرق کو انہوں نے کرتا ہے اور کر سکتا ہے۔ سے ادا کیا ہے اور حامد میاں صاحب لکھتے ہیں۔

" کہ اب اسے غلط خواہوں نے یہ جامہ پہنایا کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جھوٹ بول سکتا ہے"

(سلسلہ علماء دیوبند ص ۵۹)

دیکھئے حامد میاں کو اعتراف ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ بول سکتا ہے کا عقیدہ رکھنا غلط ہے۔ اور اس غلط عقیدہ سے دیوبندیوں کو بری کر رہے ہیں اور سرفراز صاحب اس غلط عقیدہ پر اصرار کر رہے ہیں۔ اسے اہل حق کا مسلک بتلاتے ہیں اور اسی عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ عظمت بیان کرتے ہیں۔ ان دونوں میں سے کون جھوٹا ہے۔ اسے ہم قارئین کی عدالت پر چھوڑتے ہیں۔ ہمارے نزدیک دونوں ہی جھوٹے ہیں۔ حامد میاں تقیہ کرنے کی وجہ سے اور اپنا باطل عقیدہ چھپانے کی وجہ سے جھوٹے ہیں یا دیوبندیوں کے اس غلط عقیدہ کی تردید کی جرأت نہ رکھنے کی وجہ سے جھوٹے ہیں۔ اور سرفراز صاحب اس عقیدہ کو اہل سنت کی طرف منسوب کرنے میں جھوٹے ہیں۔

امتناع کذب جمہور معتزلہ اور اہلسنت کا متفق مسلک ہے

سرفراز صاحب نے امتناع کذب کی بحث میں جگہ جگہ یہ تاثر دیا ہے کہ امتناع کذب معتزلہ کا مذہب ہے۔ اور امکانِ کذب اہلسنت کا مسلک ہے اور اس طرح سرفراز صاحب نے تاریخ کو جھٹلا کر اپنے جھوٹے مسلک کو سچا کرنے کی مذموم کوشش کی ہے اگر ہم اس حوالے پیش کرنا شروع کر دیں تو ایک عظیم دفتر درکار ہوگا۔ سردست بحر العلوم کی ایک عبارت قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس سے سرفراز صاحب کے جھوٹ کا راز فاش ہو جائے گا۔

والمعتزلة قالوا ثانیا انه لولاه ای کون الحکم عقلیا لما امتنع الکذب منه تعالیٰ ۔ لحکم للعقل بقبحه واذا جاز الکذب علیه

معتزلہ نے کہا ہے کہ اگر حسن و قبح کو عقلی نہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کا کذب عقلاً محال نہیں ہوگا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن ہوا تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جھوٹے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فلا یمتنع اظہار المعجزۃ علی ایدی الکاذب ولو اکتفی بہ لکفی فینسد باب النبوۃ وھو مفتوح والجواب انہ ای المذکور نقص فیجب تنزیہ تعالیٰ عنہ کیف وقد مرّ انہ لا نزاع فیہ فانہ عقلی باتفاق العقلاء فالملازمۃ ممنوعۃ۔

(مسلم الثبوت مع فواتح الرحمت ص ۲۴)

نبی کی تصدیق کردے پس باب نبوت بند ہوجائے گا۔ حالانکہ وہ کھلا ہوا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ کذب صفت نقصان ہے اور قبح بمعنی صفت نقصان میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ قبح عقلی ہے پس اللہ تعالیٰ سے کذب کی تنزیہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کذب بالاتفاق ممتنع بالذات اور محال عقلی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ کذب کا محال ہونا صرف معتزلہ کا مسلک نہیں بلکہ سب کا متفق علیہ مسلک ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کذب ممتنع بالذات اور محال عقلی ہے۔ اور مکذبین کے اس جھوٹ پر صریح رد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال عادی اور ممتنع بالغیر ہے۔ اس کی مزید تحقیق آئندہ صفحات میں کردی گئی ہے۔

امام رازی اور امتناع کذب

سرفراز صاحب نے امام رازی پر بھی یہ افترا باندھا ہے کہ وہ امکان کذب کے معتقد ہیں۔ انہوں نے ان کا جس عبارت سے امکان کذب ثابت کیا ہے اسے ہم ہدیۂ ناظرین کئے دیتے ہیں۔ دیکھئے سرفراز صاحب نے امکانِ کذب پر نویں دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۹) حضرت امام رازی فرماتے ہیں، کہ نہ تو طاعت پر ثواب واجب ہے اور نہ معصیت پر عتاب ضروری ہے، بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۵) (تنقید متین ص ۱۸۲)

قارئین کرام! آپ نے سرفراز کی نقل کردہ عبارت تو ملاحظہ فرمالی جس سے سرفراز صاحب نے بزعم خویش یہ ثابت کرلیا کہ امام رازی امکانِ کذب کے معتقد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں۔ اب ہم آپ کے سامنے امام رازی کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے تصریح کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے۔ اور آگے چل کر انشاء اللہ ان کی وہ عبارت بھی پیش کریں گے جس میں انہوں نے امکانِ کذب کے قائل کے بارے میں فرمایا کہ "قریب ہے کہ وہ کافر ہو جائے" سخت حیرت ہے۔ کہ امام رازی تو فرمائیں کہ امکانِ کذب کا قائل کافر ہے۔ اور سرفراز صاحب اس کفر کو خود امام کے سر منڈھ رہے ہیں۔ گویا امام رازی خود اپنے آپ کو کافر بنا رہے ہیں۔ غالباً اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے۔ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

ملاحظہ فرمائیے۔ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں۔

الکذب والخلف فی قولہ محال۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۱)	کذب اور خلف اللہ تعالیٰ کے قول میں محال ہے۔

نیز فرماتے ہیں

فالخلف فی کلام اللہ تعالیٰ محال۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۱۵)	اللہ تعالیٰ کے کلام کا خلاف ہونا محال ہے

ایک اور جگہ فرمایا۔

الکذب نقص والنقص علی اللہ محال۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۳۴)	کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔

مزید فرمایا۔

انقلاب خبر اللہ کذبًا محال۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۶)	اللہ تعالیٰ کی خبر کا جھوٹا ہو جانا محال ہے

یہ بھی فرمایا۔

والا لانقلب خبر اللہ الصدق کذبا وذالک محال۔	اللہ تعالےٰ کی سچی خبر کا جھوٹا ہو جانا محال ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۹)

الغرض امام رازی نے اس کثرت سے امتناع کذب پر تصریحات کی ہیں اور اس پر دلائل پیش کئے ہیں کہ ان کو شمار کرنا ایک مستقل رسالہ چاہتا ہے۔

امتناع کذب پر دلائل

سرفراز صاحب نے امتناع کذب کی بحث میں بار بار یہ شکایت کی ہے۔ کہ یہ مسئلہ خالص علمی اور منطقی طرز کا ہے۔ اور افہام و تفہیم کے لحاظ سے بے حد دقیق اور مشکل ہے۔ اس لئے ہم نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ دلائل کی تقریر کو آسان اور سادہ انداز میں پیش کیا جائے تاکہ مکذبین کو کسی قسم کا کوئی شکوہ نہ رہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن اصدق من اللہ حدیثا۔	اور اللہ تعالےٰ سے زیادہ کون سچی بات کہنے والا ہے۔

مکذبین باری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا صادق ہونا بایں معنی ہے کہ اللہ تعالےٰ جھوٹ بولتا تو نہیں۔ بول سکتا ہے (یعنی ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر)

گذارش یہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام بھی اسی معنی کے اعتبار سے صادق ہیں کہ جھوٹ بولتے تو نہیں۔ لیکن بول سکتے ہیں۔

بعض لوگوں کو یہ وہم لاحق ہوا ہے کہ انبیاء کرام سے گناہوں کا صدور محال ہے اس لئے یہ عبارت عصمت انبیاء کے خلاف ہے اس وہم کو دور کرنے کے لئے گزارش یہ ہے کہ علامہ تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ نے عصمت کی یہ تعریف کی ہے۔

وحقیقۃ العصمۃ ان لا یخلق اللہ تعالےٰ فی العبد الذنب مع بقاء	عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قدرت واختیار و
وھذا معنی قولھم
معی لطف من اللہ
تعالیٰ یحملہ علی
فعل الخیر ویزجر
ممن الشر مع
بقاء الاختیار تحقیقا
لا ابتلاء و لھذا
قال الشیخ ابو
منصور الماتریدی
العصمۃ لا تزیل المحنۃ
وبھذا یظھر فساد
قول من قال انھا
خاصیۃ فی نفس الشخص
او فی بدنہ یمتنع
بسبھا صدور الذنب عنہ
کیف ولو کان الذنب
ممتنعا لما صح تکلیفہ ترک الذنب
ولما کان مثابا علیہ

گناہ نہ پیدا کرے اور متکلمین
نے جو کہا ہے کہ عصمت اللہ تعالیٰ
کا لطف ہے جو بندہ کو خیر پر
برانگیختہ اور شر سے روکتا ہے
اس قول کا بھی یہی مطلب ہے۔
اسی وجہ سے شیخ ابو منصور
ماتریدی نے فرمایا ہے کہ عصمت
سے بندہ کا مکلف ہونا زائل
نہیں ہوتا ان تصریحات سے
ظاہر ہو گیا کہ جن لوگوں نے
(شیعہ حضرات) عصمت کی یہ تعریف کی
ہے کہ وہ "انسان کے دل میں ایسی
خاصیت ہے جس کی وجہ سے انسان
کا صدور محال ہو جاتا ہے" یہ تعریف
فاسد ہے کیونکہ اگر کسی انسان
سے گناہوں کا صدور محال ہو تو
تو اس کو نہ گناہوں کے ترک کرنے
کرنے کے ساتھ مکلف کرنا
صحیح ہوگا اور نہ ترک گناہ پر
وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

شرح عقائد نسفی ص ۱۵۷
مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسائل اعتقادیہ میں احناف اہلسنت کے امام شیخ ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۵ھ ہیں اور انہوں نے تصریح کردی ہے کہ انبیاء کرام سے گناہ ممکن ہیں لیکن وہ کرتے نہیں ہیں مفتی احمد یار خاں مرحوم نے بھی لکھا ہے کہ نبوت کے بعد انبیاء کرام سے خطاً و نسیاناً گناہ کبیرہ صادر ہو سکتے ہیں اور عمداً بعض ایسے صغائر بھی جو خسیس نہ ہوں ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں۔

انبیاء کرام گناہ کبیرہ سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیاناً خطاً صادر ہو سکتے ہیں لی ان قال اور وہ صغائر جو ایسے نہ ہوں انبیاء سے صادر ہو سکتے ہیں (جاء الحق حصہ اول ص ۲۷۴)

مفتی صاحب کی اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ انبیاء سے گناہوں کا صدور ممکن ہے اور مفتی احمد یار خاں مرحوم ومن اصدق من اللہ حدیثا کی تفسیر میں لکھتے ہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ ممتنع بالذات ہے کیونکہ پیغمبر کا جھوٹ ممتنع بالغیر اور رب تعالیٰ تمام سے زیادہ سچا تو اس کا سچا واجب بالذات ہونا چاہیئے ورنہ اللہ کے صدق اور رسول کے صدق میں فرق نہ ہوگا (نور العرفان ص ۱۴۴) مفتی صاحب نے جو کچھ آیت کی تفسیر میں لکھا ہے یہ بعینہ وہی ہے جو توضیح البیان میں زیادہ آسان طریقہ اور وضاحت سے مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا صدق انبیاء علیہم السلام کے صدق کے برابر ہوگا کیونکہ دونوں جھوٹ بولتے تو نہیں لیکن بول سکتے ہیں۔ اور یہ قرآن کریم کی نص صریح کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن پاک کا یہ ارشاد ہے۔ ومن اصدق من اللہ حدیثا اور یہ استفہام انکاری ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سچا ہے۔ یعنی نہ تو جھوٹ بولتا ہے اور نہ بول سکتا ہے۔ پس صدق میں نہ کوئی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر ہے اور نہ اس کے برابر ہے۔ لیکن مکذبین کی بدعت سے لازم آئے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام دونوں کا کذب ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہو یعنی جھوٹ بولتے تو نہیں لیکن بول سکتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کا معنی اسی وقت صحیح ہوگا۔ جبکہ اہلسنت کے طریقہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پر یہ اعتقاد رکھا جائے۔ کہ ساری مخلوقات سے زیادہ سچے انبیاء علیہم السلام ہیں لیکن ان کے کام میں بھی کذب ممکن بالذات ممتنع بالغیر ہے۔ کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تو نہیں لیکن بول سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انبیاء سے بھی زیادہ سچا ہے کیونکہ اس کے کلام میں کذب ممتنع بالذات اور محال عقلی ہے یعنی وہ نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ بول سکتا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں۔

اما اصحابنا فدلیلہم انہ لو کان کاذبا لکان کذبہ قدیما ولو کان کذبہ قدیما لامتنع زوال کذبہ لامتناع العدم علی القدیم ولو امتنع زوال کذبہ قدیما لامتنع کونہ صادقا لان وجود احد الضدین یمنع وجود ضدہ الاخر فلو کان کاذبا لامتنع ان یصدق لکنہ غیر ممتنع لانا نعلم بالضرورۃ ان کل من علم شیئا فانہ لا یمتنع علیہ ان یحکم علیہ بحکم مطابق للمحکوم علیہ والعلم بھذہ الصفۃ ضروری فاذا کان امکان الصدق قائما کان امتناع الکذب حاصلا لا محالۃ۔

تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۱)

بہر نوع ہم اہلسنت امتناع کذب پر یہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ذب ہوتا۔ تو کا کذب بھی قدیم ہوتا۔ اور جب اس کا کذب قدیم ہوتا تو پھر اس کا زوال ممتنع ہوتا کیونکہ قدیم پر عدم نہیں آسکتا اور جب کذب کا زوال ممتنع ہوتا تو اللہ تعالےٰ کا صادق ہونا محال ہو جاتا کیونکہ ایک ضد کا وجود دوسری ضد سے مانع ہوتا ہے پس اگر وہ کاذب ہوتا تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوتا لیکن اس کا صادق ہونا تو ممتنع نہیں ہے اس لئے کہ ہم بداہتہً جانتے ہیں کہ جو کسی شئی کو جانتا ہے اس کے لئے بمطابق واقعہ اس شئے کی خبر دینا محال نہیں ہے اور اس کی صحت کا جاننا بدیہی ہے۔ پس جب صدق کا امکان قائم ہے تو لامحالہ کذب کا امتناع حاصل ہو جائے گا۔

علامہ تفتازانی امتناع کذب پر دلائل قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اما اولاً فباجماع العلماء واما ثانیا

بہر کیف امتناع کذب پر پہلی دلیل یہ ہے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فیما تواتر من اخبار الانبیاء علیہم السلام الثابت صدقہم بدلالۃ معجزات من غیر توقف علی ثبوت کلام اللہ تعالیٰ فضلا عن صدقہ واما ثالثا فان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالیٰ محال لما فیہ من اماوۃ العجز والجھل والعبث واما رابعا فلانہ لو اتصف فی الازل بالکذب فی خبرما۔ لامتنع صدقہ فیہ لان ما ثبت قدمہ امتنع عدمہ لکنا نعلم بالضرورۃ ان من علم النسبۃ لا یمتنع علیہ ان یخبر عنہا علی ما ھی علیہ۔

اجماع علماء سے کذب محال ہے دوسری یہ کہ اخبار انبیاء علیہم السلام سے تواتر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے اور ان اخبار کا صدق معجزات سے ثابت ہے۔ نہ کہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے حتیٰ کہ دور لازم آئے تیسری یہ کہ کذب کے نقص ہونے پہ تمام عقلاء کا اتفاق ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پہ محال ہے چوتھی یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ ازل میں کذب سے متصف ہوتا تو اس کا صدق ممتنع ہو جاتا کیونکہ ازلی وصف قدیم ہوتا ہے اور قدیم پہ عدم ممتنع ہے۔ حالانکہ ہم بداہتہً جانتے ہیں کہ جو کسی نسبت کو جانتا ہو اس کے لئے اس کے مطابق خبر دینا ممتنع نہیں ہے۔

(شرح مقاصد ج ۲ ص ۱۰۴)

ومن اصدق من اللہ حدیثا

لا احد اصدق منہ فی اخبارہ ووعدہ ووعیدہ لاستحالۃ الکذب علیہ تعالیٰ (تفسیر مدارک)

یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی شخص نہ وعدہ میں سچا ہے نہ وعید میں کیونکہ اللہ تعالیٰ پہ کذب محال ہے۔

علامہ بیضاوی اسی آیت کے فرماتے ہیں۔

انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لا یتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لانہ نقص وھو علی اللہ محال۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں انکار فرماتا ہے۔ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو کیونکہ اس کی خبر میں کذب کسی طرح راستہ نہیں پا سکتا اس لئے کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(انوار التنزیل) پہ محال ہے)

علامہ خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ولایجوز علیہ الکذب اللہ تعالیٰ کے لئے کذب ممکن نہیں ہے۔

علامہ اسماعیل فرماتے ہیں۔

لایتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ کذب اللہ تعالیٰ کی خبر کی طرف راستہ نہیں پاسکتا
لانہ نقص وھو علی اللہ محال۔ کیونکہ وہ نقص ہے اور نقص اللہ تعالےٰ

(تفسیر روح البیان) پہ محال ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ متوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں۔

والکذاب علیہ محال۔ کذب اللہ تعالیٰ پہ محال ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۱۳)

فاضل سیالکوٹی فرماتے ہیں۔

الکذب فی کلامہ تعالیٰ اللہ تعالےٰ کے کلام میں کذب بالاجماع
باطل بالاجماع۔ باطل ہے۔

(حاشیہ عبدالحکیم علی الخیالی ص ۲۰۱)

امام ابن ہمام فرماتے ہیں۔

یستحیل علیہ صفات النقص اللہ تعالیٰ پہ صفات نقص محال ہیں مثل جہل
کالجھل والکذب (مسامرہ ص ۳۹۳) اور کذب کے۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی فرماتے ہیں۔

واعلم ان اھل الملل اجمعوا علےٰ جان لو کہ تمام اہل مذاہب کا اس بات پر اجماع
ان الکذب من اللہ سبحانہ محال ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا کذب محال
ہے۔

(نبراس ص ۲۱۹)

محال عقلی یا محال عادی

استحالہ کذب پر علماء اسلام کی بیشمار تصریحات موجود ہیں۔ ہم نے ان میں سے چند عبارات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پیش کرنے پر اکتفا کی ہے۔ مکذبین سے جب کچھ نہیں بن پڑتا۔ تو یہ کہتے ہیں کہ ان عبارات میں محال سے مراد محال عقلی نہیں۔ بلکہ محال عادی ہے اور وہ کذب کے جواز اور امکان کے منافی نہیں ہے۔ لہٰذا امکان کذب کی نفی ثابت نہیں ہوئی

الجواب۔ اوّلاً تو محال کا معنی متبادر محال بالذات اور محال عقلی ہے اور الفاظ میں اصل یہی ہے کہ ان کو معانی متبادرہ پر محمول کیا جائے۔

ثانیاً محال کا معنی محال بالغیر کرنا بوجہ خلاف اصل ہونے کے محتاج الی القرینہ ہے اور جب عبارت میں کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے۔ نہ حالی نہ مقالی۔ تو اس کو مجاز پر محمول کرنا قطعاً باطل ہے۔ پس جن عبارتوں میں مطلقاً محال کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد یقینی طور پر محال عقلی ہے۔

ثالثاً۔ یہ کہ یہاں محال سے مراد محال عقلی ہونے پر تصریحات موجود ہیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے فواتح الرحموت سے نقل کر چکے ہیں۔

رابعاً۔ جو دلائل ہم نے کتب کلامیہ سے نقل کئے ہیں۔ ان کا مطلب محال عقلی ہے۔ نہ کہ محال عادی۔ دیکھئے شرح مقاصد جلد ۲ ص ۱۰۴۔ شرح مواقف ص ۶۰۲ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۱۔

خامساً۔ اس شبہ کی اس وقت کوئی حیثیت ہو سکتی تھی۔ جب کتب کلامیہ اور تفاسیر میں وقوع کی نفی کی جاتی۔ لیکن جب کہ کتب کلامیہ اور تفاسیر میں امکان اور جواز کی نفی کی ہے تو ثابت ہوا کہ کذب باری محال عقلی اور ممتنع بالذات ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے وہ عبارات لاتے ہیں جن میں جواز اور امکان کی نفی پر روشن تصریح موجود ہے۔

علامہ جلال الدین دوانی فرماتے ہیں۔

ولا یصح علیہ الجہل ولا الکذب — اللہ تعالیٰ کیلئے نہ جہل ممکن ہے نہ کذب

(شرح عقائد جلالی ج ۲ ص ۴۸)

نیز فرماتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الکذب نقص والنقص علیہ محال فلا یکون من الممکنات ولا یشملہ القدرۃ۔ (شرح عقائد جلالی ج۲ ص ۶۲)

کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا نہ تو کذب ممکن ہے اور نہ اسکو قدرت الٰہی شامل ہے۔

علامہ خازن فرماتے ہیں۔

ولا یجوز علیہ الکذب

کذب اللہ تعالیٰ کے لئے ممکن اور جائز نہیں

(تفسیر خازن ج۱ ص ۳۷۸)

امام رازی فرماتے ہیں۔

فاذا جوز علیہ الخلف فقد جوز الکذب علی اللہ وھذا خطاءٌ عظیم بل یقرب من ان یکون کفراً

جب اللہ تعالےٰ پر خلف جائز رکھا گیا تو اس پر کذب جائز رکھا گیا اور یہ عظیم خطا ہے بلکہ کفر کے قریب ہے۔

(تفسیر کبیر ج۳ ص ۲۹۲)

ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

الصحیح ان الدعا بالمغفرۃ للمشرکین کفر لعدم جوازہٖ عقلاً وشرعاً (لخصاً) (ردالمحتار ج۱ ص ۴۸۸)

صحیح یہ ہے کہ مشرک کے لئے مغفرت کی دعا کرنا کفر ہے کیونکہ مشرک کی مغفرت نہ عقلاً ممکن ہے نہ شرعاً۔

واضح رہے کہ مشرک کی مغفرت اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کو مستلزم ہے جب مغفرت مشرک محال عقلی ہوئی تو کذب بھی محال عقلی ہوا۔ کیونکہ مستلزم محال ہوتا ہے۔

بحمد اللہ العزیز ہم نے تصریحات علماء اہلسنت سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب عقلاً ممکن نہیں اور محال بالذات ہے، لہذا ثابت ہوا کہ باقی عبارتوں میں بھی محال سے مراد محال بالذات ہے۔

قارئین کرام ہم نے امتناعِ کذب کو نصوص قطعیہ اقوالِ مفسرین اور اجماع اہل ملل سے ثابت کر دیا۔ اس کے برعکس اہل دیوبند کے پاس امکان کذب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے عقیدہ پر نہ کوئی نص قطعی ہے اور نہ مستند اکابر اسلام میں سے کسی کا صاف اور صریح قول لے دے کے وہ عموم قدرت اور خلف وعید سے لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں۔ اور ہم سطور ذیل میں انشاء اللہ العزیز ان کی تمام غلط فہمیاں دور کر دیں گے۔

عموم قدرت سے دیابنہ کو دھوکا

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ چنانچہ مکذبین کہتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اپنے جھوٹ بولنے پر بھی قادر ہے چلئے امکان کذب ثابت ہو گیا۔

الجواب۔ علامہ بیضاوی اس آیت کے تحت شئ کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ای شئ وجودہ وما شاء اللہ وجودہ فھو موجود فی الجملۃ وعلیہ قولہ تعالیٰ ان اللہ علی کل شئ قدیر۔ اللہ خالق کل شئ فھما علی عمومھما بلا مثنویۃ و المعتزلۃ۔ لما قالوا الشئ ما یصح ان یوجد وھو یعم الواجب الممکن او ما یصح ان یعلم ویخبر عنہ فیعم الممتنع ایضا لزمھم التخصیص فی الموضعین بدلیل العقل۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۲۸)

شئ کا معنی ہے جس کا وجود چاہا گیا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے پس وہ تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں موجود ہو جاتی ہے اور اسی معنی پر اللہ تعالیٰ کا قول ان اللہ علی کل شئ قدیر۔ اللہ خالق کل شئ مبنی ہے۔ اور اس معنی کے لحاظ سے شئ کا لفظ اپنے عموم پر باقی رہے گا۔ بخلاف معتزلہ کے انہوں نے شئ کا معنی کیا جس کا ہونا صحیح ہو۔ اور یہ واجب کو بھی شامل ہے یا انہوں نے اس کا معنی کیا جس کا جاننا صحیح ہو۔ اور یہ ممتنع کو بھی شامل ہے پس دونوں آیتوں میں معتزلہ کو شئ میں ممکن کیساتھ تخصیص کرنا پڑی۔

علامہ بیضاوی کی اس تفسیر کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اہل سنت کے نزدیک جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی قدرت شامل ہے۔ وہ فی الجملہ موجود ہو گی۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اپنے کذب پر قدرت مانی جائے۔ تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا کذب کسی نہ کسی مرتبہ میں موجود ہو۔

ثانیاً اگر یہ مان لیا جائے کہ جس چیز کے پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے اس سے اللہ تعالیٰ کا موصوف ہونا بھی ممکن ہے۔ تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالےٰ کا سیاہی اور سفیدی کے ساتھ متصف ہونا بھی ممکن ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ ممکن ہے۔ محمود حسن صاحب کی طرح سرفراز صاحب بھی کہہ دیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کا تمام قبائح کے ساتھ اتصاف جائز ہے۔ تو سیاہی اور سفیدی کے ساتھ بھی موصوف ہونا جائز ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ جواباً گذارش ہے کہ آپ کی جان پھر بھی نہیں چھوٹتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو موت کے پیدا کرنے پر بھی قدرت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے حیات اور موت کا خالق ہے اور جب آپ کے نزدیک قدرت علی الکذب کی وجہ سے خدا کا کذب ممکن ہے تو لازم آئے گا کہ قدرت علی الموت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی موت بھی ممکن ہو۔ اور جس کی موت ممکن ہو۔ اس کا وجود واجب نہیں ہوتا۔ پس لازم آیا۔ کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود نہ رہے۔ اور جس کا وجود واجب نہ ہو۔ وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ مگر آپ کو اس سے کیا۔ آپ امکان کذب سے انکار کیجئے۔ چاہے خدا کی خدائی سے انکار ہو جائے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سرفراز صاحب! ضد جانے بھی دیجئے اور اللہ تعالیٰ کے وجوب صدق پر ایمان لا کر امکانِ کذب سے توبہ کیجئے۔

خلف وعید میں اہل دیوبند کا مغالطہ

عموماً اہل دیوبند خلف وعید سے یا تو خود مغالطہ کھاتے ہیں یا جان بوجھ کر لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں۔ حقیقت خواہ کچھ ہو۔ بہر حال ان کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عصاۃ کو عذاب دینے کی وعید فرمائی ہے اور بعض اشاعرہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ان کو عذاب نہ دے باوجود وعید کے عدم عذاب پر قدرت بعینہٖ کذب پر قدرت ہے۔ چلئے چھٹی ہوئی۔ امکان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کذب ثابت ہوگیا۔ یہ ہے وہ خلف وعید جس سے دیوبندی امکان کذب ثابت کرتے ہیں۔ دیوبندوں نے اس استدلال میں جو مغالطہ کھایا ہے اسے زائل کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ اصل مسئلہ خلف وعید کی تحقیق کریں تاکہ حق اپنے جمیع پہلوؤں کے ساتھ واضح ہوجائے۔

اہل سنت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کے سوا سب کچھ بخش دے گا جس کے لئے چاہے کہ صاحب گناہ کبیرہ جو بغیر توبہ کے مرگیا ہو۔ اسے بھی اللہ تعالیٰ بخش دے گا معتزلہ نے اس کا انکار کیا کیونکہ گنہ گاروں کے بارے میں قرآن کریم میں آیات وعید موجود ہیں۔ اور اگر گنہ گاروں کی بخشش بلا توبہ مان لی جائے تو ان آیات کا خلاف لازم آئے گا۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ لایغفر ان یشرك بہ الی ان قال ویغفر مادون ذالك لمن یشاء من الصغائر والکبائر مع التوبۃ اوبدونھا خلافا للمعتزلۃ (شرح عقائد نسفی ص ۸۰)	اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا اور اس کے سوا سب کچھ بخش دے گا۔ خواہ صغیرہ گناہ ہوں یا کبیرہ۔ توبہ کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے۔

اب اہل سنت پر یہ اعتراض باقی رہا کہ جب صاحب گناہ کبیرہ کی مغفرت مان لی تو ان آیات کا خلاف لازم آگیا۔ جن میں گنہ گاروں کی وعید بیان کی گئی ہے پس اہل سنت ماتریدیہ نے اس سوال کے جواب میں کہا کہ خلاف تب لازم آتا۔ اگر آیات وعید اپنے عموم پر ہوتیں یعنی ہر گنہ گار کو عذاب ہوگا۔ حالانکہ وہ آیات اپنے عموم پر نہیں ہیں۔ بلکہ آیات عفو ان کی مخصص ہیں۔ پس آیات عفو اور آیات وعید دونوں کے محل علیحدہ علیحدہ ہوگئے۔ یعنی بعض گنہ گاروں کو اللہ تعالیٰ عذاب دے گا۔ اور بعض کو بخش دے پس کسی تعارض لازم نہیں آیا۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وقد کثرت النصوص فی العفو فیخصص المذنب المغفور عن عمومات الوعید۔ (شرح عقائد نسفی ص ۸۱)

اور عفو میں کثیر نصوص وارد ہیں پس جو گنہ گار بلا توبہ بخشے جائیں گے۔ ان کی آیات وعید سے تخصیص کر لی جائے گی۔

اور بعض اشاعرہ نے اس کے جواب میں کہا کہ جسے عذاب کی دھمکی دی جائے اور پھر بعد میں اس کو سزا نہ دی جائے تو یہ محض کرم ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ گنہ گاروں کو معاف کر دے گا۔ اور اگر آیاتِ وعید کا خلاف واقع ہو جائے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ خلف وعید بوجہ کرم ہونے کے جائز ہے۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

وزعم بعضهم ان الخلف فی الوعید کرم فیجوز من اللہ تعالیٰ۔ (شرح عقائد نسفی ص ۸۱)

اور بعض لوگوں (اشاعرہ) نے اس سوال کے جواب میں کہا کہ خلف فی الوعید کرم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر جائز ہے۔

مکذبین باری سے پہلی گذارش

اس تحقیق سے یہ امر واضح ہو گیا کہ جو لوگ خلف وعید کو مانتے ہیں وہ محض خلف وعید کے امکان کو نہیں مانتے بلکہ اس کو بالفعل مانتے ہیں کیونکہ گنہ گاروں کو مغفرت بالفعل حاصل ہو گی۔ جیسا کہ شرح عقائد میں ہے۔ و یغفر ما دون ذالك لمن یشاء من الصغائر والکبائر مع التوبة او بدونها اللہ تعالیٰ شرک کے ماسوا تمام گنہ بخش دے گا خواہ گنہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔ توبہ کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور اشاعرہ کے نزدیک خلف وعید گنہ گاروں کی مغفرت پر مترتب ہے پس چونکہ یہ مغفرت بالفعل ہے۔ تو خلف وعید جو اس پر مترتب ہے۔ وہ بھی بالفعل ہو گا اور آپ چونکہ کذب کو خلف وعید کا لازم سمجھتے ہیں۔ پس لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب بالفعل واقع ہو۔ اور خدا بالفعل جھوٹا ہو (العیاذ باللہ) بس اب دیوبندیوں سے گذارش ہے کہ اگر وہ کذب کو واقعی خلف وعید کی فرع

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سمجھتے ہیں تو امکان کا پیوند لگا کر لوگوں کو دھوکا نہ دیں۔ بلکہ صاف طور پر خدا کو بالفعل کاذب کہا کریں۔

مکذبین سے دوسری گذارش

احناف ماتریدی مذہب رکھتے ہیں اور شوافع نے اشعری مذہب کو اختیار کیا ہے۔ اب ہم دیوبندی حضرات سے پوچھتے ہیں کہ جب وہ اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں تو انہوں نے خلف وعید کے مسئلہ میں حنفیوں کے ماتریدی مذہب چھوڑ کر شافعیوں کے اشعری طریقہ کو کیوں اختیار کیا۔ کیا اس کی وجہ صرف یہ نہیں ہے کہ انہیں اپنی کم فہمی سے بعض اشاعرہ کے مذہب میں کذب کا چور دروازہ نظر آگیا تھا۔

خلف وعید پر محققین کا رد

ماتریدیہ اور محققین اشاعرہ نے خلف وعید کو رد کر دیا ہے۔ کیونکہ آیات وعید کا خلاف ماننا اللہ تعالیٰ کے قول کو بدلنا اور بالفعل قول بالکذب کرنا ہے۔ کیونکہ خلف وعید پر اللہ تعالیٰ کا کلام بالفعل کاذب ہو جائے گا۔

علامہ تفتازانی اشعری فرماتے ہیں۔

المحققون علی خلافہ کیف و ھو تبدیل للقول وقد قال اللہ تعالیٰ وما یبدل القول لدی۔

(شرح عقائد ص ۸۱)

اور محققین نے خلف وعید کا انکار کیا کیونکہ خلف وعید ہیں اللہ تعالیٰ کے قول کو بدلنا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

اور امام فخر الدین رازی اشعری فرماتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ فلن یخلف اللہ تعالیٰ عھدہ یدل علی انہ سبحانہ منزہ عن الکذب فی وعدہ ووعیدہ قال اصحابنا لان الکذب صفۃ نقص والنقص علی اللہ محال وقالت

اللہ تعالیٰ کا قول فلن یخلف اللہ عہدہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ سبحانہ اپنے وعدہ اور وعید دونوں میں کذب سے منزہ ہے۔ اہلسنت کی دلیل یہ ہے کہ کذب نقص ہے۔ اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

المعتزلة لانہ سبحانہ عالم بقبح القبیح وعالم بکونہ غنیا عنہ والکذب قبیح لانہ کذب والعالم بقبح القبیح وبکونہ غنیا عنہ یستحیل ان یفعلہ فدل علی ان الکذب منہ سبحانہ محال فلہذا قال فلن یخلف اللہ عھدہ فان قیل العھد ھو الوعد وتخصیص الشئ بالشئ یدل علی نفی ما عداہ فلما خص الوعد بانہ لا یخلفہ علمنا ان الخلف فی الوعید جائز ثم العقل یطابق ذالک لان الخلف فی الوعد لؤم وفی الوعید کرم قلنا الدلالۃ المذکورۃ قائمۃ فی جمیع انواع الکذب

(تفسیر کبیر ج ۱۶ ص ۳۸۳)

اور معتزلہ کی دلیل یہ ہے اللہ تعالیٰ قبیح کے قبح سے واقف ہے اور قبیح سے غنی ہونے کا بھی عالم ہے اور کذب قبیح ہے اور اس کو اسکی قباحت کا علم بھی ہے اور جو کسی شئ کی قباحت پر مطلع ہو اس کے لئے اسے صادر کرنا محال ہے پس ثابت ہوا کہ کذب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ عہد وعدہ کو کہتے ہیں۔ اور نفی وعدہ کی تخصیص اس پر دلالت کرتی ہے کہ وعید میں خلف جائز ہے اور عقل بھی اس کی مؤید ہے۔ کیونکہ وعد میں خلف قبیح ہے۔ وعید میں خلف کرم ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس قسم کی دلالت سے تمام اقسام کے کذب اللہ تعالیٰ پر جائز قرار پائیں گے۔

اور تمت کلمت ربک صدقا وعدلا کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

من صفات کلمات اللہ کونھا صدقا وعدلا والدلیل علیہ ان الکذب نقص والنقص علی اللہ محال الی ان قال واعلم ان ھذا الکلام کما یدل علی ان الخلف فی وعد اللہ تعالیٰ محال فھو ایضا یدل علی ان الخلف فی وعیدہ محال بخلاف الواحدی

اللہ تعالیٰ کے کلمات کی صفت صدق ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ اور یہ کلام جس طرح خلف وعید کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح خلف وعید کے استحالہ پر بھی دلالت کرتا ہے بخلاف واحدی کے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فی تفسیر قولہ تعالیٰ ومن یقتل مؤمنا متعمدًا فجزاءہ جہنم خالدًا فیہا ان الخلف فی وعید اللہ جائز وذالک لان وعد اللہ ووعیدہ کلمۃ اللہ فلما دلت ھذہ الایۃ علی ان کلمۃ اللہ یجب کونھا موصوفۃ بالصدق علم ان الکذب کما انہ ممتنع فی الوعد کذالک ممتنع فی الوعید (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۳۴)

کیونکہ اس نے ومن یقتل مؤمنا متعمدًا فجزاءہ جہنم خالدًا فیہا کی تفسیر میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کی وعید میں خلف جائز ہے اور واحدی کا قول اسلئے غلط ہے کہ وعد اور وعید دونوں اللہ تعالیٰ کے کلمات ہیں! اور جب اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ کلمات اللہ کا صدق واجب ہے تو جس طرح وعد کا خلف ممتنع ہے اس طرح وعید کا خلف بھی ممتنع قرار پائے گا۔

نیز امام رازی ومن یقتل مؤمنًا متعمدًا کے تحت واحدی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لان الوعید قسم من اقسام الخبر فاذا جوز علی اللہ الخلف فیہ فقد جوز الکذب علی اللہ وھذا خطاء عظیم بل یقرب من ان یکون کفرا فان العقلاء اجمعوا علی انہ تعالیٰ منزہ عن الکذب ولانہ اذا جوز الکذب علی اللہ فی الوعید لاجل ما قال ان الخلف فی الوعید کرم فلم لا یجوز الخلف ایضا فی وعید الکفار وایضا اذا جاز الخلف فی الوعید لغرض الکرم فلم لا یجوز الخلف فی القصص والاخبار لغرض المصلحۃ

وعید خبر کی ایک قسم ہے پس جب اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی خبر میں خلف کو جائز مانا گیا تو اللہ تعالیٰ پر کذب کو جائز مانا گیا اور یہ بہت بڑی غلطی ہے بلکہ قریب بہ کفر ہے کیونکہ تمام عقلاء کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کذب سے منزہ ہے اور نیز جب کرم کی بناء پر وعید مؤمنین میں خلف جائز رکھا گیا ہے تو پھر وعید کفار میں خلف کیوں جائز نہیں۔ مزید برآں یہ کہ جب کرم کی بناء پر وعید میں خلف جائز ہے۔ تو مصلحت کی بنا پر قصص اور اخبار میں خلف کیوں جائز نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ومعلوم ان فتح هذا الباب يفضی الی الطعن فی القرآن وکل الشریعۃ ۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی جرأت قرآن بلکہ تمام شریعت میں طعن کا دروازہ کھولتی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۹۲)

مکذبین سے تیسری گذارش

بعض اشاعرہ کے قول خلف وعید کو باعتبار ظاہر کے محققین اہلسنت نے رد کر دیا ہے۔ پس اب مکذبین سے گذارش ہے کہ آپ نے اس باطل اور مردود قول پر اپنے مسلک کی عمارت قائم کر کے کیا اہل فہم کو یہ سوچنے کا موقعہ نہیں دیا کہ جس مذہب کی بنیاد ہی فاسد ہے اس کی عمارت کے فساد کا کیا عالم ہوگا۔

کیا اشاعرہ امکان کذب کے قائل ہیں

اس تحقیق سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ بعض اشاعرہ نے جو خلف وعید کا قول کیا ہے۔ اس کو جمہور اہل سنت نے رد کر دیا۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ کیا جن اشاعرہ نے خلف وعید کا قول کیا۔ وہ قول بالکذب بھی کرتے ہیں جس طرح مولوی اینٹھوی۔ مولوی گنگوہی اور مولوی محمود حسن صاحب اور تمام وہابی دیوبندی مکذبین نے اپنی جہالت سے سمجھا کہ یہ مسئلہ تو قدما میں مختلف فیہ ہے اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے۔ پس ہم واشگاف الفاظ میں یہ ظاہر کر دینا چاہتے ہیں کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ میں کذب کے محال ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

دیکھئے کمال الدین بن ابی شریف جو اشعری المذہب فرماتے ہیں۔

لاخلاف بین الاشعریۃ وغیرھم فی ان کل ما کان وصف نقص فی حق العباد فالباری تعالیٰ منزہ عنہ وھو محال علیہ تعالیٰ والکذب وصف نقص فی حق العباد الی ان قال فھو مستحیل فی حقہ عزوجل ۔

اشعریہ اور ان کے غیر کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر وہ شے جو بندوں کے حق میں وصف نقص ہو وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور کذب بندوں کے حق میں وصف نقص ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(مسامرہ ص ۲۰۶)

مسامرہ کی اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ میں امتناع کذب کے مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب خلف وعید کے مسئلہ پر انہیں قول بالکذب لازم کیا گیا۔ تو انہوں نے کذب سے اپنی برأت کا اظہار کیا اور کہا کہ آیات وعید انشاء تخویف پر محمول ہیں اور انشاء میں صدق و کذب کا احتمال نہیں ہوتا۔ پس خلف وعید سے کذب لازم نہیں آتا۔

بعض محققین نے اور جواب دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آیات وعید اصرار عدم توبہ یا عدم عفو یا مشیت کے ساتھ عند اللہ مقید ہیں۔ یعنی جس آیت میں گنہ گار کو عذاب دینے کی وعید کی گئی ہے اس کے بعد شرط محذوف ہے مثلاً میں گنہ گار کو ضرور عذاب دوں گا۔ اگر اس کو معاف کروں یا اگر چاہوں تو یا اگر وہ توبہ نہ کرے اور معصیت پر مصر رہے۔ پس اب اگر اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر کے عذاب نہ دے یا اپنی مشیت یا اس کی توبہ کی وجہ سے عذاب نہ دے۔ تو اس کے کلام کا خلاف لازم نہیں آیا۔ البتہ ظاہری اور صوری طور پر اسے خلف وعید کہا گیا ہے۔ کیونکہ کلام میں شرط کا ذکر نہیں۔ اور علماء محققین نے شرط کے حذف کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اگر شرط کو کلام میں صراحتہً ذکر کر دیا جاتا تو گنہ گار گناہوں پر دلیر ہو جاتے۔ اب ہم آپ کے سامنے اپنے اس بیان کی تائید میں علماء محققین کی عبارات پیش کرتے ہیں۔

دیکھئے مشہور اصولی علامہ محب اللہ بہاری اپنی شہرہ آفاق تصنیف مسلم الثبوت پر واجب کی تعریف میں فرماتے ہیں۔

وقیل ما اوعد بالعقاب علی ترکہ	اور بعض لوگوں نے واجب کی تعریف
ولا یخرج العفو لان الخلف فی	میں کہا۔ کہ واجب وہ فعل ہے جس کے فعل
الوعید جائز دون الوعد ردبان	پر عذاب دیا جائے اور عفو اس تعریف سے
ایعاد اللہ تعالیٰ خبر فہو صادق	خارج نہیں ہوتا۔ کیونکہ خلف وعید جائز ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قطعا وتجویزکونہ انشاء للتخویف کما قیل عدول عن الحقیقۃ بلا موجب علی انہ مثلہ تجری فی الوعد فینسد باب المعاد اقول لو تحمل علی بطلان العفو مطلقا والکلام فی خروجہ بعد تسلیم وجودہ فلابد ان یقال ان الایعاد فی کلامہ تعالے مقید بعدم العفو۔

(مسلم الثبوت ص ۴۶)

اور یہ جواب مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی وعید قطعی طور پر خبر ہے پس وہ یقیناً صادق ہوگی اور بعض لوگوں نے جو وعید کو انشاء تخویف پر محمول کیا ہے وہ بغیر کسی موجب کے حقیقت سے عدول کرنا ہے علاوہ ازیں ان کی یہ تقریر وعد میں بھی جاری ہو سکتی ہے پس معاد کا دروازہ بند ہو جائے گا بلکہ میں کہتا ہوں کہ انشاء کی تقدیر پر تو عفو بالکلیہ باطل ہو جائیگا اور کلام اسمیں ہے کہ عفو باوجود متحقق ہونے کے واجب کی اس تعریف سے خارج ہو جاتا ہے پس ضروری ہے کہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں آیات وعید عدم کیساتھ مقید ہیں

خلف وعید سے جو بظاہر کذب لازم آتا ہے اس کے علامہ محب اللہ بہاری نے دو جواب دیئے ہیں، ایک آیات وعید کو عدم عفو سے مقید کر کے۔ دوسرا ان آیات کو انشاء تخویف پر محمول کر کے پھر دوسرے جواب پر یہ اعتراض قائم کیا کہ یہ آیات اخبار ہیں اور اخبار کو بلا موجب انشاء پر محمول کرنا عدول عن الحقیقہ ہے۔ علاوہ ازیں اس طرح تو کوئی آیات وعد کو بھی انشاء ترغیب پر محمول کر سکتا ہے۔ علامہ بحر العلوم لکھنوی نے فواتح الرحموت میں اس اعتراض کا جواب دے کر انشاء تخویف والے جواب کی تصویب فرمائی ہے۔

فرماتے ہیں۔

فالحق ان الموجب للعدول متحقق وھو ثبوت جواز العفو لاھل الکبائر الغیر المشرک وثبوتا قطعیا جلیا مثل الشمس علی نصف النھار فلابد من العدول عن

حق یہ ہے کہ حقیقت سے عدول کرنے کا موجب متحقق ہے اور وہ اہل کبائر کیلئے جواز عفو کا ثبوت ہے اور یہ ثبوت مثل آفتاب نیم روز کے قطعی اور یقینی ہے پس غیر کفار کی وعیدات میں ظاہر سے عدول کرنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الظاهر فی الوعیدات التی لغیر الکفرۃ فاما بالتقیید او جعلہ لانشاء التخویف واما الوعد فلاموجب فیہ فیبقی علی الحقیقۃ

(فواتح الرحموت ص ۲۳)

ضروری ہوا۔ پس یا تو آیات کو مقید کیا جائے گا یا ان کو انشاء تخویف پر محمول کیا جائے گا۔ رہا وعد تو اس میں چونکہ حقیقت سے عدول کرنے کا کوئی موجب نہیں تو وہ اپنی حقیقت پر رہے گا۔

علامہ محقق جلال الدین رقم طراز ہیں۔

قلت ان حملت ایات الوعید علی انشاء التھدید فلاخلف لانہ حینئذٍ لیس خبرًا بحسب المعنیٰ وان حمل علی الاخبار کما ھو الظاھر فیمکن ان یقال بتخصیص المذنب المغفور عن عمومات الوعید بالدلائل المفضلۃ ولاخلف علی ھذا التقدیر ایضا فلا یلزم تبدیل القول واما اذا لم یقل باحد ھذین الوجھین فیشکل التفصی عن لزوم التبدیل والکذب اللّٰھم الا ان یحمل آیات الوعید علی استحقاق ما وعد بہ لا علی وقوعہ بالفعل وفی الایۃ المذکورۃ اشارۃ الی ذالک حیث قال فجزاءہ جھنم خالدًا فیھا۔

(شرح عقائد دوانی ج ۲ ص ۶۳)

میں کہتا ہوں اگر آیات وعید کو انشاء تخویف پر محمول کیا جائے تو خلف لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ اس وقت معنوی طور پر خبر نہیں ہوں گی۔ اور اگر ظاہر کے اعتبار سے انہیں اخبار پر ہی محمول کیا جائے تو پھر یہ آیات عام مخصوص عنہ البعض کے قبیل سے ہیں اور دوسرے دلائل کی وجہ سے عمومات وعید سے مذنب مغفور کی تخصیص کر لی جائیگی اور اگر یہ دونوں توجیہیں نہ کی جائیں۔ تو لزوم کذب اور خلف سے چھٹکارا مشکل ہے البتہ اگر یہ کہا جائے کہ آیات وعید میں سزا کے وقوع کی خبر دینا مقصود نہیں بلکہ سزا کا استحقاق بیان کرنا مقصود ہے (یعنی کسی شخص نے گناہ کیا تو وہ اس سزا کا مستحق ہے نہ کہ اسے یہ سزا ملے گی پس عفو کی تقدیر پر کذب لازم نہیں آئیگا) چنانچہ آیہ کریم فجزاءہ جہنم خالدًا فیہا میں اس کا اشارہ موجود ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علامہ محقق شرح عقائد دوانی اس بحث میں نیز فرماتے ہیں ۔

والوجه فی دفعه ان ایات الوعید مشروطه بشروط معلومة من الایات الاخر والاحادیث منها الاصرار وعدم التوبة منها عدم عفوه تعالیٰ فیکون فی قوة الشرطیة فلا یلزم الکذب اصلا۔

اور اس اشکال کا رفع اس طرح ہے کہ آیات وعید مشروط کے ساتھ مقید ہیں جو دوسری آیات اور احادیث سے معلوم ہیں مثلاً اصرار۔ عدم توبہ اور عدم عفو وغیرہ اور یہ اخبار قضایا شرطیہ کی قوت میں ہیں پس انتفاء شرط کی تقدیر پر انتفاء مشروط (عقاب) اصلا کذب کو مستلزم نہیں ہے ۔

(شرح عقائد دوانی ج ۲ ص ۴۹)

شیخ محقق عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں ۔

و بعضے برایں اند کہ خلاف وعدہ و وعید او قطعًا نرود والا کذب اخبار او لازم آید تعالیٰ عن ذالک جوابش آنست کہ بقرینہ اقتضاء کرم در اخبار وعید شرط مشیت مقدر بود اگرچہ تصریح بدان نکردہ باشد و خبر وعد حتمًا مقضیًا باشد و آیات و احادیث کہ درینجا تصریح بمشیت وقوع یافتہ است نیز قرینہ آں تواند بود یا خود مراد از اخبار وعید استحقاق عذاب است نہ وقوع بالفعل یا مراد بدان انشاء وعید است نہ حقیقت اخبار پس کذب و

اور بعض لوگوں کا یہ مسلک ہے کہ وعدہ اور وعید کا خلاف قطعًا ممکن نہیں ورنہ اخبار میں کذب لازم آئے گا ۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اقتضاء کرم کے قرینہ سے وعید مشیت کے ساتھ مشروط ہے اور وعدہ کی خبر یقینی طور پر پوری ہو اور جن آیات و احادیث میں مشیت کی تصریح ہے وہ نیز اس امر پر قرینہ ہیں یا پھر آیات وعید میں وعید سے مراد سزا کا استحقاق ہے۔ نہ کہ سزا کا وقوع اور فعلیت اور یا آیات وعید انشاء تخویف پر محمول ہیں اور حقیقت میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تبدیل لازم نہ آید۔
(تکمیل الایمان ص ۴۳)

اخبار نہیں ہیں حتیٰ کہ کذب یا تبدیل لازم آئے۔

علامہ خیالی فرماتے ہیں

واقول لعل مرادهم ان الكريم اذا اخبره بوعيد فاللائق بشانه ان يبني اخباره على المشية وان لم يصرح بذالك بخلاف الوعد فلا كذب ولا تبديل۔

میں کہتا ہوں کہ شاید بعض اشاعرہ کی مراد یہ ہے کہ کریم جب کسی سزا کی خبر دیتا ہے تو اس کی شان کے لائق یہ ہے کہ اس سزا کو اپنی مشیت پر موقوف کر دیتا ہے اگرچہ اس شرط کی تصریح نہیں کرتا۔ بخلاف وعد کے پس نہ کذب لازم آیا اور نہ تبدیلی۔

(حاشیہ الخیالی ص ۱۴۶)

اور علامہ عبدالعزیز پرہاروی اشاعرہ کی طرف سے لزوم امکان کذب کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

معنى قولهم الخلف في الوعيد كرم ان الكريم اذا اخبر بالوعيد فلا يبعد من كرمه ان يعلقه بالمشية وان لم يصرح بها لئلا يغتر بها العاصي اما اذا اخبر بالوعد فاللائق بحاله الابقاء والانجاز وقال في قوة القلوب روينا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من وعد الله على عمل ثوابا فهو منجز له ومن اوعده على عمله فهو فيه بالخيار

اشاعرہ نے جو کہا ہے کہ خلف وعید کرم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کریم جب کسی سزا کی خبر دیتا ہے تو اس کے کرم سے بعید نہیں کہ وہ اس سزا کو اپنی مشیت پر موقوف کر دے اگرچہ وہ اس تعلیق کی تصریح نہیں کرتا تاکہ عاصی معصیت پر دلیر نہ ہو جائے۔ لیکن جب وہ کسی انعام کی بشارت دیتا ہے تو اس کی شان کے لائق ابقاء اور پورا کرنا ہے۔ قوت قلوب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے تو اسکو پورا فرماتا ہے اور جس کو کسی عمل پر سزا کی خبر دیتا ہے تو اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(نبراس ص ۳۶۶) میں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے۔

علامہ بیضاوی اور شیخ ابوسعود اپنی تفسیروں میں لایخلف اللہ المیعاد کے تحت فرماتے ہیں۔

واستدل به الوعيدية واجيب بان وعيد الفساق مشروطة بعدم العفو لدلائل مفصلة كما هو مشروطة بعدم التوبة وفاقا۔

اس آیت سے وعیدیہ نے وعید لازم ہونے پر استدلال کیا اور اس کا جواب یہ ہے کہ فساق کی وعید دلائل مفصلہ کی بنا پر عدم عفو کے ساتھ مقید ہے جس طرح وہ عدم توبہ کے ساتھ بالاتفاق مقید ہیں۔

اور امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں۔

فاما قولك لو لم يفعل لصار كاذبا ومكذبا بالنفسه فجوابه ان هذا انما يلزم لو كان الوعيد ثابتا جزما من غير شرط و عندي جميع الوعيدات مشروطة بعدم العفو فلا يلزم من تركه دخول الكذب في كلام الله تعالىٰ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۶۰۹)

بہرحال تیرا یہ قول کہ اگر اللہ تعالیٰ فاسق کو عذاب نہ دے تو وہ کاذب ہو جائے گا۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت لازم آتا ہے جبکہ وعید جزما ثابت ہوتی ہے اور کسی شرط پر موقوف نہ ہوتی اور میرے نزدیک تمام آیات وعید عدم عفو کے ساتھ مختص ہیں پس ترک عذاب سے اللہ تعالیٰ کے کلام کا کاذب ہونا لازم نہیں آتا۔

خلف وعد کی بحث میں ہم نے جو عبارات پیش کی ہیں اور ان سے جو جوابات مستنبط ہوئے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ عفو کی تقدیر پر آیات وعید کا خلاف لازم نہیں آتا اور یہ اس لئے ہے کہ یہ آیات عام مخصوص عنہ البعض ہیں۔

ثانیاً:۔ اس لئے کہ یہ آیات عدم عفو وغیرہ سے مقید ہو کر قضایا شرطیہ کی قوت میں ہیں۔

ثالثاً۔ اس لئے کہ یہ انشاء تخویف پر محمول ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رابعاً۔ اس لئے کہ ان آیات میں وقوع عقاب کی خبر نہیں۔ بلکہ استحقاق عقاب کی خبر ہے۔ اور ان چاروں جوابوں کو ہم نے بکثرت علماء کے حوالوں سے پیش کیا ہے اور بیشتر علماء کی عبارات کو طوالت کے خوف سے ترک کر دیا ہے۔

مکذبین سے چوتھی گذارش

سطور گذشتہ میں جو تحقیق پیش کی گئی ہے اس سے واضح ہو گیا کہ خلف وعید اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے مردود ہے اور خلف وعید سے جو معنی بعض اشاعرہ نے لیا ہے۔ وہ نہ کذب کا عین ہے اور نہ کذب کو مستلزم ہے۔ کیونکہ وہ خلف وعید کو انشاء تخویف پر محمول کرتے ہیں اور انشاء صدق و کذب کا احتمال نہیں رکھتا اور اہلسنت ماتریدیہ نے آیات وعید کو عدم عفو یا مشیت کے ساتھ مقید کیا ہے اور اس طور پر صرف ظاہراً اور صورۃً خلف وعید رہ جاتا ہے۔ اور یہ نہ کذب کا عین ہے نہ اس کو مستلزم ہے۔ پس دیوبند کے اہل علم پر عقل انگشت بدنداں ہے۔ جنہوں نے اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے کہ مسئلہ امکان کذب قدماء میں مختلف فیہ رہا ہے۔ اور امکانِ کذب خلف وعید کی فرع ہے۔

دیکھئے خلیل احمد صاحب انبٹھوی لکھتے ہیں۔

> امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا۔ بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں۔ الی ان قال اور امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدماء میں مختلف فیہ ہو چکا ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۶)

اور اسی مضمون کو رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی فتاوی رشیدیہ میں بیان کیا ہے اور امکان کذب کو خلف وعید کی فرع قرار دیا ہے۔ حالانکہ ہم دلائل کثیرہ سے واضح کر چکے ہیں کہ خلف وعید کسی کے مذہب پر بھی نہ کذب کا عین ہے نہ اس کو مستلزم ہے نہ اس پر متفرع ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مکذبین سے پانچویں گذارش

ہم سطور سابقہ میں امام رازی سے نقل کر چکے ہیں۔ کہ امکان اور جواز کذب کا قول قریب بہ کفر ہے۔

دیکھئے امام رازی فرماتے ہیں۔

اما اذا جوز علی اللہ الخلف فیہ فقد جوز الکذب علی اللہ وھذا خطأ عظیم بل یقرب من ان یکون کفرا۔

خلف وعید کو جائز رکھنا کذب کو جائز رکھنا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ پہ کذب جائز رکھا اس نے کفر کے قریب قول کیا۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۹۲)

پس مکذبین سے گذارش ہے کہ وہ آنکھوں دیکھتے مکھی نہ کھائیں اور جس چیز کو علماء اہلسنت نے کفر کہا ہے۔ اس کو اپنا عقیدہ نہ بنائیں۔

عموم قدرت اور خلف وعید سے عام طور پر مکذبین اور ابناء بدعت عوام الناس کو مغالطہ دیتے ہیں۔ اس لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ ذرا اس پر کھل کر گفتگو کی جائے۔ اس کے بعد اب ہم سرفراز صاحب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جنہوں نے مغالطہ عامۃ الورود کے قبیل سے تیرہ مغالطہ دیئے ہیں۔ اور بزعم خویش امکان کذب کو ثابت کر لیا ہے۔

سرفراز صاحب کا پہلا مغالطہ

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک بہ علینا وکیلا الا رحمۃ من ربک ان فضلہ کان علیک کبیرا (پ ۱۵، بنی اسرائیل) (تنقید متین ص ۱۷۳)

اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو ہم نے تجھ کو وحی بھیجی پھر تو نہ پائے اپنے واسطے اس کے لا دینے کو ہم پہ کوئی ذمہ دار مگر مہربانی سے تیرے رب کی بخشش تجھ پر بڑی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور اس آیت سے سرفراز صاحب نے مندرجہ ذیل مطلب کشید کیا ہے۔

"نہ تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے نبوت اور وحی چھینی ہے اور نہ یہ مقام آپ سے چھیننے کا اور کسی مسلمان کو اس میں شک نہیں لیکن اس بالا مضمون میں یہ امر واضح کر دیا ہے۔ کہ اگر (معاذ اللہ) اللہ تعالےٰ آپ سے یہ مقام چھیننا چاہے تو اس پر قادر ہے۔

(تنقید متین ص ۱۷۴)

اس آیت کریمہ میں نبوت سلب کرنے کا کوئی ذکر نہیں۔ مگر سرفراز صاحب نے جب دیکھا کہ اگر سلب نبوت کا لفظ قرآن میں نہ بڑھایا گیا تو دیوبندی بدعت پیوند زمین ہو جائے گی۔ پس اپنے عقیدہ فاسد کو ثابت کرنے کے لئے سلب نبوت کا چور دروازہ نکال لیا اور اس تحریف کا مقصد ان کے الفاظ میں یہ ہے کہ

"جب وہ خبر دے چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تا قیامت (بلکہ قیامت میں بھی رہے گی) تو اس خبر کے خلاف قدرت تسلیم کرنے سے اس کے کلام میں کذب کا احتمال اور امکان پیدا ہوتا ہے۔" (تنقید متین ص ۱۷۴)

یہ ہے سرفراز صاحب کی سینہ زوری اور ڈھٹائی کیونکہ وہ اپنے ان خیالات میں منفرد ہیں۔ اس لئے اپنی اس جسارت پر وہ اہل علم کی تائید پیش کرنے سے قاصر رہے ....اب ہم اس آیت کے تحت مفسرین کرام کی تفاسیر تفویض قلم کرتے ہیں۔

علامہ ابی السعود اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ولئن شئنا لنذهبن بالذی اوحینا الیك من القرآن الذی هو شفاء ورحمة للمؤمنین ومنبع للعلوم التی اوتیتموها وثبتناك	اور اگر ہم چاہیں تو آپ سے اس قرآن کریم کو لے لیں جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے جو شفاء ہے اور مومنین کے لئے رحمت ہے اور تمام علوم کا منبع ہے۔ اور ہم نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علیہ حین کادوا لیفتنونک عنہ ولولاہ لکدت ترکن الیھم شیئا قلیلا الی ان قال والمراد من الذھاب بہ المحو من المصاحف والصدور۔ (تفسیر ابوسعود)

آپ کو ثابت قدم رکھا جس وقت وہ آپ کو فتنہ میں ڈال رہے تھے! اور اگر ہماری تائید نہ ہوتی تو قریب تھا کہ آپ انکی طرف کچھ مائل ہو جاتے اور قرآن لے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو مصاحف اور سینوں سے محو کر دیتا۔

اور امام رازی اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

المراد بھذا الاذھاب ازالۃ العلم بہ عن القلوب وازالۃ النقوش الدالۃ علیہ عن المصحف۔ (تفسیر کبیر)

قرآن کریم میں جو لنذھبن بالذی اوحینا وارد ہے۔ اس سے مراد دلوں اور مصاحف سے علوم کو محو کر دینا ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں۔

والمعنی ان شئنا ذھبنا بالقرآن وھو من المصاحف والصدور۔ (انوار التنزیل)

مطلب یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو قرآن کو لے جائیں اور اس کو مصاحف اور سینوں سے محو کر دیں۔

جلالین شریف میں ہے۔

ای القرآن بان نمحوہ من الصدور والمصاحف۔

یعنی وحی سے مراد قرآن ہے پس اگر ہم چاہیں تو اس کو صدور و مصاحف سے محو کر دیں۔

ان تفاسیر کے حوالوں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ یہاں پر علوم اور قرآن کو سینوں اور مصاحف سے محو کرنے کا ذکر ہے۔ نہ کہ سلب نبوت کا بیان ہے جس پر سرفراز صاحب نے عقیدہ امکانِ کذب کی بنیاد رکھی ہے۔

سرفراز صاحب کا دوسرا مغالطہ

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

ام یقولون افتری علی اللہ کذبا

کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے باندھا اللہ پر جھوٹ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فان یشاء اللہ یختم علیٰ قلبک ویمحو اللہ الباطل و یحق الحق بکلماتہ انہ علیم بذات الصدور۔

سو اگر اللہ چاہے مہر کر دے تیرے دل پر اور مٹا دے اللہ جھوٹ کو اور ثابت کر دے سچ کو اپنی باتوں سے اس کو معلوم ہے جو دلوں میں ہے۔

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تیرے دل پر (معاذ اللہ) مُہر لگا دے۔ وحی نبوت بند بلکہ سلب کر لے۔"

(تنقید متین ص ۱۷۴، ۱۷۵)

سرفراز صاحب نے اس جگہ بھی دل کھول کر قرآن میں تحریف کی ہے اور ترجمہ و تفسیر میں من مانی کارروائی کر کے بزعم خویش یہ ثابت کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کی نبوت سلب کرنے پر قدرت کا اظہار فرمایا۔ اور یہ بھی خبر دی ہے کہ قیامت تک آپ کی نبوت باقی رہے گی۔ لہٰذا سلب نبوت کا امکان بعینہٖ کذب کا امکان ہے۔ چلئے چھٹی ہوئی۔ امکان کذب ثابت ہو گیا۔

الجواب۔ اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا ترجمہ سلب وحی یا سلب نبوت کیا جا سکے۔ ہمارے نزدیک اس آیت کا صحیح ترجمہ اس طرح ہے فان یشاء اللہ یختم علیٰ قلبک اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت و حفاظت کی مہر فرما دے۔

علامہ جلال الدین اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں

(فان یشاء اللہ یختم) یربط (علیٰ قلبک) بالصبر علیٰ اذاھم بھذا القول وغیرہ و قد فعل۔

(تفسیر جلالین)

یعنی اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو آپ کے دل پر مشرکین کی نازیبا باتوں پر صبر کی مہر لگا دے تاکہ آپ مشرکین کی نازیبا اور تکلیف دہ باتوں پر صابر ہو جائیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو ایسا کر دیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس آیت کی تفسیر میں علامہ نسفی فرماتے ہیں۔

قال مجاهد ای یربط علیٰ قلبك بالصبر علیٰ اذاهم وعلیٰ قولهم افتری علی الله کذبا لئلا خله مشقة بتکذیبهم

مجاہد نے کہا معنی یہ ہے کہ کفار کی اذیتوں پر آپ کے دل کو صابر بنا دے اور ان کے قول افترا علی اللہ کذبا پر تاکہ ان کی تکذیب پر آپ کو مشقت نہ ہو۔

(مدارک التنزیل)

علامہ خازن اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ای یربط علیٰ قلبك بالصبر حتی لا یشق علیك اذا هم و قولهم انه مفتر (لباب التاویل)

یعنی آپ کے دل کو ایسا صابر بنا دے کہ اس پر کفار کی اذیتیں اور ان کا آپ کو مفتری کہنا شاق نہ گذرے۔

خازن مدارک اور جلالین کی عبارتوں سے بحمد اللہ یہ امر واضح ہو گیا کہ نہ سلب نبوت کا خود قرآن میں ذکر ہے اور نہ مفسرین کرام کے اذہان میں یہ ناپاک معنی موجود تھا جسے بنیاد قرار دے کر سرفراز صاحب نے اللہ تعالیٰ کے لئے کذب جیسے نقص کا امکان ثابت کیا ہے۔ بعض مفسرین نے یختم علیٰ قلبك کی اور بھی کئی تفسیریں کی ہیں۔ ہم انہیں بھی پیش کر کے اس مسئلہ کو بالکل بے غبار کر دینا چاہتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں۔

استبعاد للافتراء عن مثله بالاشعار علی انه انما یجترئ علیه من کان مختوما علیٰ قلبه جاهلا بربه فاما من کان ذا بصیرة و معرفة فلا وکان قال ان یشاء الله خذلانك یختم علی قلبك

مشرکین کے اس قول کے جواب میں کہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا ہے اللہ تعالیٰ کا فان یشاء اللہ یختم علی قلبك فرمانا ان کے اس افترا کو آپ جیسی شخصیت سے بہت بعید قرار دینا ہے کیونکہ اللہ پر افترا کرنے کی جسارت تو وہ شخص کر سکتا ہے جس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لتجرئ بالافتراء علیه و قیل یختم علی قلبک یمسک القرآن او الوحی عنه او یربط علیه بالصبر فلا یشق علیک اذاھم۔

(انوار التنزیل)

کے دل پر مُہر لگی ہو۔ اور وہ اپنے رب سے جاہل ہو لیکن صاحب معرفت و بصیرت ہو اس سے یہ افترا صادر ہونا محال ہے پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا کرنا چاہتا تو آپ کے دل پر مہر لگا دیتا تاکہ آپ اس پر افتراء کرتے اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو آپ سے نزول قرآن یا وحی روک لیتا اور یہ بھی تفسیر کی گئی کہ اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر صبر کی مہر لگا دے۔

اب آپ پورے غور سے علامہ بیضاوی کی نقل کردہ تینوں تفسیروں کو ملاحظہ فرمائیں کسی تفسیر میں بھی سرفراز صاحب کے ناپاک عقیدہ کی گنجائش نہیں ہے پہلی تفسیر میں واضح ہے کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو نبی علیہ السلام اس پر افترا کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ انبیاء کے کلام میں کذب ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہوتا ہے دوسری تفسیر پر معنی یہ ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وحی یا قرآن کو روک لیتا اور امساک وحی یا قرآن امر ممکن ہی نہیں۔ بلکہ حقیقت ثابتہ ہے۔ کئی مواقع پر بیشمار حکمتوں کے پیش نظر وحی روک لی گئی۔ اور تیسری تفسیر کی تفصیل ہم سطور بالا میں کر چکے ہیں پس بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ قرآن شریف کی اس آیت کریمہ میں اس ناپاک عقیدہ کا نام و نشان تک نہیں۔ جسے ثابت کرنے کے لئے سرفراز صاحب نے قرآن میں بزور زیادتی کی اپنی طرف سے الفاظ داخل کئے اور پھر تفسیر بالرای کر کے اپنے لئے آخرت کی مخصوص وادی میں جگہ بنائی۔

سرفراز صاحب کا تیسرا مغالطہ

سرفراز صاحب نے اللہ تعالیٰ کے جھوٹ کو ممکن ثابت کرنے کے لئے تیسری مرتبہ کہا اور قرآن کریم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دعا نقل کی جس کے بنیادی الفاظ یہ ہیں ومن عصانی فانک غفور رحیم جو میری نافرمانی کرے تو تو اس کو بخشنے والا مہربان ہے اور اس کا مقصد ان کے الفاظ میں یہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مشرک اور بت پرست کی۔ جس کا خاتمہ کفر پر ہو چکا ہو۔ مغفرت کا کیا سوال ہے۔ رب العزت کا قطعی فیصلہ جب یہ ہے کہ ان اللہ لایغفران یشرک بہ الایہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس چیز کو نہیں معاف کریگا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ تو پھر مشرک کی بخشش کا کیا سوال۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس مضمون میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بت پرستوں کو بھی بخشنا چاہے تو اس کو قدرت ہے۔ (تنقید متین ص ۱۷۶)

اس استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین کی مغفرت ان اللہ لایغفران یشرک بہ کے کذب کو مستلزم ہے اور چونکہ یہ مغفرت ممکن ہے۔ اسلئے اللہ کے کلام ان اللہ لایغفران یشرک بہ کا کذب ممکن ہو گیا۔

اس کلام میں سرفراز صاحب نے انگنت وجوہ سے اپنی جان اور ایمان پر ظلم کیا ہے اور ایک وجہ تو یہ ہے۔ کہ اس آیت میں تحریف کی ہے دوسرے یہ کہ خدا کے لئے نقص ثابت کرنے کی مذموم سعی کی۔ ثالثا یہ کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تقدس اور عصمت پر جاہلانہ حملہ کیا۔ اور یہ ثابت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حضور مشرکوں اور کافروں کی بخشش کی دعا کی۔ حالانکہ مشرکوں کے حق میں دعا کرنا معصیت ہے۔ بلکہ بقول علامہ شامی کفر ہے۔

ملاحظہ ہو سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لھم انھم اصحب الجحیم وما کان استغفار	پیغمبر علیہ السلام اور باقی مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کافروں کی سزائے جہنم ظاہر ہونے کے بعد کسی مشرک کے حق میں دعا مغفرت کریں اگرچہ وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ابراهیم لابیه الاعن موعدة وعدها ایاه فلما تبین له انه عدو الله تبرأ منه

چچا آذر کے حق میں دعا کرنا ان کے وعدہ ایمان کی وجہ سے تھا پھر جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔

قرآن شریف کی یہ آیت صاف اعلان کر رہی ہے کہ مشرکین کے حق میں مغفرت کی دعا کرنا معصیت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ برأت کا ذکر فرما رہا ہے۔ کہ وہ مشرکین سے بیزار تھے! اور آذر کے حق میں جو انہوں نے دعاء کی وہ اس امید پر کی تھی کہ یہ وعدہ اسلام کو پورا کرے گا۔ اور جب اس نے وعدہ پورا نہ کیا۔ تو اس سے بیزار ہو گئے۔ اب آپ سرفراز صاحب کو دیکھئے کہ ان کا نہ قرآن پر ایمان ہے۔ نہ خدا کی بات کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور بیک جنبش قلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے مشرکوں کے لئے بخشش کی دعا مانگنے کا جرم ثابت کر کے ان کے دامنِ عصمت کو داغدار کر رہے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ خدا کے لئے کذب کا امکان ثابت کرنے کے لئے سرفراز صاحب کہاں تک پہنچ گئے اور کس طرح آیات قرآنی کو ہوائے نفسانی سے بازیچۂ اطفال بنا لیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے لئے علی الاعلان معصیت کا ثبوت اپنی کتاب میں چھاپ دیا اور ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے۔

اب ہم آپ کے سامنے اسی آیت کی تفصیل امام رازی کے قلم سے پیش کرتے ہیں۔

واحتج اصحابنا بهذه الاية على ان ابراهيم عليه السلام ذكر هذا الكلام والغرض منه الشفاعة فى حق اصحاب الكبائر من امته والدليل عليه ان قوله ومن عصانى فانك غفور رحيم صريح فى طلب المغفرة والرحمة لاولئك العصاة فنقول اولئك العصاة اما

ہمارے اصحاب اہل سنت نے اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس دعا سے اپنی امت کے گناہگار مسلمانوں کی شفاعت کی ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ من عصانی فانک غفور رحیم گنہگاروں کی شفاعت پر صریح نص ہے اب یہ گنہگار یا مومن ہوں گے یا کافر۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان یکونوا من الکفار اولا یکونوا کذالک (والاول) باطل من وجہین (الاول) انہ علیہ السلام بین فی مقدمۃ ھذہ الایۃ انہ مبراء عن الکفار وھو قولہ اجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام وایضا قولہ فمن تبعنی فانہ منی یدل بمفہومہ علی ان من لم یتبعہ علی دینہ فانہ لیس منہ ولا یھتم باصلاح مہماتہ (والثانی) ان الامۃ مجمعۃ علی ان الشفاعۃ فی اسقاط عذاب الکفر غیر جائزۃ ولما بطل ھذا ثبت ان قولہ ومن عصانی فانک غفور رحیم شفاعۃ فی العصاۃ الذی لا یکونون من الکفار۔

کافر تو ہو نہیں سکتے۔ اوّلاً اس لئے کہ اس آیت کے شروع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کفار سے بیزاری کا اظہار فرما چکے ہیں اور وہ یہ قول ہے واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام (مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے محفوظ رکھ۔ نیز فمن تبعنی فانہ منی اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو آپ کا تابع نہ ہو وہ آپ سے نہیں اور آپ کو اس کی طلب مغفرت کی ضرورت نہیں ہے۔ ثانیاً اس لئے کہ امت کا اجماع ہے کہ کفر کے عذاب کو ساقط کرنے کے لئے شفاعت کرنا جائز نہیں اور جب یہ شفاعت باطل ہو گئی تو ثابت ہو گیا کہ آپکی دعاء ومن عصانی فانک غفور رحیم امت کے ان گنہگاروں کے حق میں شفاعت ہے جو کافر نہیں ہیں۔

مشہور ہے کہ گرگٹ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دشمنی میں نار نمرود کو بھڑکانے کے لئے پھونکیں مار کر حق عداوت پورا کیا تھا۔ گکھڑ کے سرفراز نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام پہ شفاعت مشرکین کی تہمت لگا کر اس تاریخ کو ایک بار پھر دہرا دیا ہے۔ لیکن نہ اس کی پھونکوں سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کوئی گزند پہنچ سکا۔ اور نہ سرفراز صاحب کی دشنام طرازی سے آپ کے دامن تقدس پر کوئی حرف آسکتا ہے۔ بہر حال امکانِ کذب پر قائم کی ہوئی اس تیسری دلیل کا حال بھی قارئین پر واضح ہو گیا کہ اس دلیل کی بنیاد اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جھوٹ پر رکھی ہے کہ حضرت ابراہیم کی شفاعت مشرکین اور بُت پرستوں کے لئے تھی۔ اور ہم نے دلائل سے واشگاف کر دیا کہ یہ دعا گنہ گار مسلمانوں کے لئے تھی۔ بہر حال جھوٹوں کے دامن میں جھوٹ کے سوا دھرا ہی کیا ہے جسے وہ اپنی صفائی میں پیش کر سکیں۔

سرفراز صاحب کا چوتھا مغالطہ

اللہ تعالیٰ کے لئے کذب قبیح کے امکان کو ثابت کرنے کے لئے

سرفراز صاحب کی چوتھی جسارت یہ ہے۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے۔

فان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم۔

اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اگر تو ان کو بخش دے تو تو زبردست حکمت اور غلبہ والا ہے۔

یہ دعا کن لوگوں کے لئے ہے سرفراز لکھتے ہیں۔

"یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کو اللہ بنا کر شرک کیا"۔ چنانچہ چند سطر بعد لکھتے ہیں (تنقید متین ص ۱۷۷)

سوال یہ ہے کہ جب مشرکوں کی مغفرت ہی نہیں تو پھر مشرکوں کی مغفرت کا کیا سوال ہے۔ (تنقید متین ص ۱۷۷)

اس عبارت سے بھی سرفراز صاحب کا وہی ناپاک مقصد ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کسی مشرک کے حق میں شفاعت ان کی بخشش کے امکان کو چاہتی ہے اور مشرکین کی بخشش کا امکان کذب کے امکان کو مستلزم ہے اور اس ابلیسی منطق سے وہ لوگوں کے دین و ایمان کو لوٹ لینا چاہتے ہیں۔ اب ہم آپ کے سامنے اس آیت کی تشریح مفسرین کی زبان سے سپرد قلم کرتے ہیں جس سے ابناء بدعت کا یہ تار عنکبوت اپنے آپ ٹوٹ جائے گا۔

ملاحظہ ہو علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وان تغفرلھم ای لمن امن منھم — اور اگر تو ان میں سے مسلمانوں کو بخش دے۔

(تفسیر جلالین)

جلالین کے علاوہ خازن۔ مدارک۔ تفسیر کبیر اور ابو سعود نے بھی اس جواب پر اعتماد کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے مغفرت کی یہ دعاء اپنی امت کے مسلمانوں کے لئے کی تھی نہ کہ کفار و مشرکین کے لئے جیسا کہ سرفراز صاحب نے اپنی جہالت اور رسول دشمنی سے سمجھا ہے۔ اس جواب کے علاوہ بھی مفسرین کرام نے اس کے جوابات دیئے ہیں۔

(۲) حضرت عیسٰے علیہ السلام نے اس امر کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض کر دیا کہ جو ان میں تائب ہو چکے ہیں۔ ان کی بخشش فرما دے اور جنہوں نے توبہ نہیں کی ان کو عذاب دے۔ (تفسیر کبیر و خازن)

(۳) حضرت عیسٰے علیہ السلام کا یہ فرمان قیامت میں نہ تھا بلکہ آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت تھا کہ اے اللہ اگر ان لوگوں کو تو کفر پر باقی رکھے اور انہیں عذاب دے۔ تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو کفر کی ظلمت سے نکال کر نور ایمان کی طرف سے لے آئے تو تو زبردست حکمت والا (خازن و کبیر)

ان تین جوابوں کے علاوہ مفسرین کرام نے اس سوال کا ایک اور جواب بھی دیا ہے۔ اور اس جواب سے ممکن ہے کہ مکذبین کو کوئی غلط فہمی پیدا ہو۔ اس لئے ہم اس جواب کو ذکر کے اس کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے۔ علامہ خازن فرماتے ہیں۔

یجوز فی حکمۃ وسعۃ و مغفرتہ ان یغفر الکفار لکنہ تعالیٰ خبر انہ لا یفعل ذالک بقولہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ (لباب التاویل ج ۱ ص ۵۰۲)

اللہ تعالیٰ کی حکمت وسعت اور مغفرت سے جائز ہے کہ وہ کفار کی مغفرت فرمائے لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کریگا۔ کیونکہ اسنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں کو نہیں بخشے گا۔

اس جواب کا علامہ یہ ہے کہ کفار کی مغفرت ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے اور جس غیر کی وجہ سے کفار کی مغفرت ممتنع ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّ اللہ لا یغفر ان یشرک بہ کا کذب ہے جو کہ محال بالذات ہے۔ اس موقع پر مکذبین کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ ممکن محال کو مستلزم نہیں ہوتا بلکہ ممکن جس کو مستلزم ہو وہ بھی ممکن ہوتا ہے۔ پس جبکہ مغفرت کفار کذب واجب کو مستلزم ہے۔ اور مغفرت کفار ممکن ہے۔ تو کذب واجب بھی ممکن ہوگا

الجواب۔ مذکورہ بالا قاعدہ ہمیں تسلیم نہیں ہے ورنہ اس قاعدہ سے عدم واجب لازم آجائے گا۔ کیونکہ جمہور متکلمین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات ممکن اور جائز العدم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ سے بالایجاب صادر ہیں! اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان کے لئے علت تامہ ہے۔ پس صفات کا عدم عدم واجب کو مستلزم ہوگا اور صفات کا عدم چونکہ ممکن ہے۔ لہذا لازم آئے گا کہ عدم واجب ممکن ہو۔ حالانکہ وہ محال بالذات ہے۔

ثانیا۔ یہ کہ ہر ممکن جس کو مستلزم ہو وہ ممکن نہیں ہوتا بلکہ وہ ممکن ممکن کو مستلزم ہوتا ہے، جو ممتنع بالغیر نہ ہو بخلاف اس صورت کے۔ کیونکہ یہاں مغفرت کفار بھی ممتنع بالغیر ہے۔ اور عدم صفات بھی۔ پس جس طرح عدم صفات ممتنع بالغیر ہے اور جو غیر اس کو ممتنع کر رہا ہے۔ وہ عدم واجب ہے۔ جو کہ ممتنع بالذات ہے۔ اسی طرح مغفرت کفار بھی ممتنع بالغیر ہے۔ اور جو غیر اس کو ممتنع کر رہا ہے وہ کذب واجب ہے۔ اور ممتنع بالغیر کا تحت قدرت نہ ہونا عجز کو مستلزم نہیں ہوتا۔

علامہ خیالی فرماتے ہیں۔

ان عدم القدرۃ بناءً علی الامتناع بالغیر لیس بعجز (حاشیہ الخیالی ص ۶۷)	عدم قدرت بر بناء امتناع غیر عجز نہیں ہے۔

سرفراز صاحب کا پانچواں اور چھٹا مغالطہ

سرفراز صاحب نے امکان کذب ثابت کرنے میں پانچواں اور چھٹی دلیل دی ہے۔ حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لو ان اللہ عذاب اھل سمواتہ واھل ارضہ عذبھم وھو غیر ظالم ولو رحمھم کانت رحمتہ خیرا لھم من اعمالھم

اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کی ساری مخلوق کو عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور اس کا اس میں کوئی ظلم نہ ہوگا اور اگر وہ ان پر اپنی رحمت کرے تو اسکی رحمت ان کیلئے ان کے اعمال سے بھی بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لو یؤاخذنی اللہ وابن مریم بما جنت ھاتان یعنی الابھام والتی تلیھا لعذبنا ثم لم یظلمنا شیئا

اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کی لغزش کے بدلے پکڑنا چاہے تو ہمیں سزا دے سکتا ہے پھر بھی ہم پر اسکا کوئی ظلم نہیں ہونا۔

(تنقید متین ص ۱۷۱)

ان دونوں دلیلوں کا مرکزی نقطہ ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو عذاب دینے پر قدرت رکھتا ہے اور ان کو عذاب دینا خلاف وعدہ ہے اور خلاف وعد کذب ہے۔ پس خلاف وعد کے امکان سے کذب کا امکان ثابت ہوگیا۔

الجواب۔ اولاً گذارش یہ ہے کہ اس دلیل کا مبنی تعذیب صالحین ہے اور وہ شوافع اور اشاعرہ کا مسلک ہے۔ احناف اور ماتریدیہ کا مسلک یہ ہے کہ تعذیب صالحین محال ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق ابن ہمام حنفی یہی فرماتے ہیں۔

واعلم ان الحنفیۃ لما استحالوا علیہ تعالیٰ تکلیف مالا یطاق فھم لتعذیب المحسن الذی استغرق عمرہ فی الطاعۃ مخالفا لھوی نفسہ فی رضاء مولاہ امنع بمعنی انہ تعالیٰ عن ذالک فھو من باب التنزیھات اذ التسویۃ بین المسئی والمحسن غیر لائق بالحکمۃ فی فطرۃ سائر

یاد رکھو کہ جب احناف کے نزدیک تکلیف مالایطاق محال ہے تو ان کے نزدیک ان صالحین کی تعذیب جن کی عمر اطاعت میں بسر ہوئی بطریق اولیٰ محال ہے اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ پس یہ تنزیہات کے باب سے ہے۔ کیونکہ صالح اور غیر صالح کو برابر قرار دینا تمام عقلوں کی فطرتوں سے بعید ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

العقول وقد نص اللہ تعالیٰ علی قبحہ حیث قال ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین امنوا وعملوا الصالحات سواء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون فجعلہ سیئا (مسامرہ ص ۲۰۳)

اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کے قبیح ہونے پر نص صریح قائم کی۔ جس مقام پر فرمایا کہ کیا فساق نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم انکو صالحین کے برابر کرینگے کہ ان کی زندگی اور موت برابر ہو جائے اور یہ قبیح حکم ہے پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس برابری کو قبیح فرمایا ہے۔

محقق ابن ہمام کے اس کلام سے ظاہر ہو گیا کہ احناف کے نزدیک تعذیب صالحین محال بالذات ہے لہذا سرفراز صاحب کا کلام ہم احناف پر حجت نہیں ہے۔ ثانیاً علی التنزل ہم اشاعرہ اور شوافع کے مذہب پر جواب دیتے ہیں کہ تعذیب صالحین ممکن ماننے سے کذب کا امکان لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک بھی تعذیب صالحین کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ سے قطع نظر کر کے اگر دیکھا جائے تو بندوں کا استحقاق ثواب ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ثواب کا وعدہ نہ فرمالیا ہوتا تو اگر وہ سارے جہان کو بھی عذاب دیتا تو مالک تھا۔ اور یہ اس کا ظلم نہ ہوتا۔ لیکن اب جبکہ اس نے اپنے فضل سے وعدہ فرمالیا۔ تو جن سے اس نے وعدہ فرمایا ان سے لازماً وعدہ پورا فرمائیگا۔ اور تخلف محال ہے لیکن یہ وجوب وعدہ کی جہت سے ہے نہ بندوں کے استحقاق کی جہت سے۔ اور یہی اہلسنت اور معتزلہ کے درمیان فرق ہے کہ وہ وجوب ثواب بندے کے عمل کی وجہ سے سمجھتے ہیں اور اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے اوپر مطیع کے ثواب کو لازم کر لیا ہے۔ پس جب اس نے ثواب کا وعدہ فرمالیا ہے تو اس کا خلاف ممکن نہیں ہے۔ حتیٰ کہ کذب قبیح لازم آئے۔

ثالثاً یہ کہ ان حدیثوں اس قسم کے اقوال کا مطلب یہ ہے۔ کہ مغفرت کفار اور عذاب انبیاء ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے۔ اور جو غیر اس کو ممتنع کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کذب ہے جو کہ محال بالذات ہے۔ مطلب جس کی مفصل تقریر پہلے کر چکے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رابعاً۔ یہ کہ جن احادیث کا مطلب یہ ہے کہ صالحین کی تعذیب پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اور تعذیب صالحین ممکن ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ آیات وعد سے قطع نظر ان کی تعذیب ممکن ہے۔ یعنی لا بشرط شیٔ کے مرتبے تعذیب صالحین ممکن ہے اور آیاتِ وعد کا لحاظ کرنے کے بعد بشرط لشی کے مرتبہ میں تعذیب صالحین محال ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تعذیب صالحین ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے۔ اور جو غیر اس کے امتناع کا سبب ہے وہ کذبِ واجب ہے۔ جو کہ ممتنع بالذات ہے۔

سرفراز صاحب کا ساتواں آٹھواں اور نانواں مغالطہ

سرفراز صاحب نے ساتویں۔ آٹھویں اور نویں دلیلیں جو امکانِ کذب پر قائم کی ہیں ان سب کا مضمون واحد ہے۔ جن میں انہوں نے امام نووی۔ تاج الدین سبکی اور امام رازی کے اقوال پیش کئے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک عبادت پر ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور گناہوں پر عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے نہ اس پر ثواب واجب ہے اور نہ عذاب۔

الجواب! یہ ٹھیک ہے کہ ثواب نہ فی نفسہ واجب ہے نہ بندہ کے عمل سے واجب ہوتا ہے اور ثواب محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے ملتا ہے۔ لیکن یہ ہمارا موضوع بحث نہیں ہے۔ گفتگو اس میں ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ثواب کا وعدہ فرمالیا ثواب واجب ہے یا نہیں۔ اور ہم پہلے دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ثواب کا وعدہ فرمالیا تو وہ واجب ہو گیا ہے اور اس کا خلاف محال ہے۔

دسواں مغالطہ

سرفراز صاحب امکان کذب کی دسویں دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کتب عقائد میں بھی اس مسئلہ پر خاصی بحث موجود ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

امکان کے لفظ سے بحث اور اس کا داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہونا اہلسنت کا مسلک اور اس پر قدرت نہ ہونا معتزلہ کا مسلک ذیل کی کتابوں میں بالتصریح ہے

(المسائرہ مع المسامرہ جلد ۲ ص ۶۵ طبع مصر و شرح مواقف ص ۰۹، طبع نولکشور وغیرہ)

(تنقید متین ص ۱۸۲)

الجواب: مسائرہ ج ۲ ص ۶۵ پر ایسی کوئی عبارت نہیں۔ بلکہ مسائرہ سرے سے جلد اول و دوم پر منقسم بھی نہیں سرفراز صاحب کو ابن ہمام کی عبارت پیش کرنی چاہئے تھی۔ صدر الافاضل پر تو برہم تھے کہ انہوں نے مجمل حوالہ پیش کیا ہے، آپ نے تو مجمل حوالہ بھی پیش نہیں کیا بہر حال آپکی طرف سے ہم آپکا مدعی بیان کر کے اس کا جواب دئے دیتے ہیں۔ اب ہم قارئین کے سامنے پہلے مسائرہ سے محقق ابن ہمام کی عبارت پیش کرتے ہیں جس پر سرفراز صاحب نے اپنے مسلک کی عمارت قائم کی ہے ملاحظہ ہو امام ابن ہمام فرماتے ہیں

ثم قال ای صاحب العمدۃ لایوصف تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم والسفہ والکذب لان المحال لایدخل تحت القدرۃ وعند المعتزلۃ یقدر ولایفعلہ ولاشک فی ان سلب القدرۃ عما ذکر ھو مذھب المعتزلۃ واما بنوتھا ثم الامتناع عن متعلقھا فمذھب الاشاعرۃ الیق (مسائرہ مع شرح مسامرہ ص ۲۰۹)

علامہ نسفی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کذب جہل اور ظلم پر قادر ہونے سے موصوف نہیں ہوتا کیونکہ محال اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل نہیں ہے اور معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ محال پر قادر ہے اور کرتا نہیں اس پر ابن ہمام نے کہا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مذکورہ امور پر قدرت ماننا معتزلہ کا مذہب ہے، اور ان امور پر قدرت کے باوجود انہیں نہ کرنا یہ اشاعرہ کے مسلک کے مناسب ہے۔

یہ ہے وہ عبارت جس کے پیش نظر سرفراز صاحب نے یہ مفروضہ قائم کر لیا کہ محقق کمال ابن ہمام نے اس پر تصریح کی ہے کہ امکانِ کذب اہلسنت اور امتناع کذب معتزلہ کا مسلک ہے، گمراہی کی سب سے بڑی جڑ یہ ہے کہ سیاق و سباق سے آنکھیں بند کر کے کسی عبارت کا مفہوم متعین کر لیا جائے۔ محقق ابن ہمام نے اس عبارت میں علامہ نسفی پر جرح کی ہے۔ اپنا یا اہلسنت کا مسلک بیان نہیں کیا۔ کتاب کے اخیر میں انہوں نے اہل سنت کا مسلک بیان فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں کہ:۔

او لنختم الکتاب بایضاح عقیدۃ اھل السنت والجماعت (مسائرہ ص ۳۹۰)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(اب ہم کتاب کو اہل سنت کے عقائد بیان کرنے کے بعد ختم کرتے ہیں) پھر مسلک اہلسنت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یستحیل علیہ سمات النقص	اللہ تعالیٰ پر صفات نقص محال ہیں جیسے
کالجھل والکذب (مسامرہ ص ۳۹۳)	جہالت اور کذب۔

اب قارئین کرام نے ملاحظہ فرمالیا ہوگا کہ اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کذب ممتنع بالذات ہے اور یہی امام ابن ہمام کا مسلک ہے اور ص ۲۰۹ پر محقق ابن ہمام نے کچھ کہا ہے اس کی حقیقت علامہ نسفی پر جرح کے سوا اور کچھ نہیں جس کی توضیح ہم ابھی ہدیہ ناظرین کئے دیتے ہیں۔

محقق ابن ہمام نے علامہ نسفی پر اعتراض کئے ہیں۔ پہلا یہ کہ علامہ نسفی نے امکانِ کذب کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا حالانکہ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کذب ممتنع بالذات ہے حقیقت یہ ہے کہ اکثر معتزلہ کا مذہب امتناع کذب ہی ہے جیسا کہ محقق ابن ہمام نے فرمایا ہے۔ لیکن بعض معتزلہ اس بات کے قائل ہیں کہ کذب اور ظلم اللہ تعالیٰ کا مقدور ہے۔ لیکن ان کا ارتکاب نہیں کرتا۔ ملاحظہ فرمائیے صاحب مواقف نے بعض معتزلہ کا مسلک بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

راھب المعتزلہ قال تعالیٰ	راہب معتزلہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ
حتی ان یکذب ویظلم قادر	بولنے اور ظلم پر قادر ہے۔

اور امام رازی متوفی ۶۰۶ھ ان اللہ لیس بظلام للعبید کی تفسیر میں فرماتے ہیں

قالت المعتزلۃ ھذہ الایۃ تدل	معتزلہ نے کہا کہ یہ آیت کئی مطالب پر
علی مطالب الثالث انہ	دلالت کرتی ہے از انجملہ یہ ہے کہ
سبحانہ تمدح بانہ لا یفعل	اللہ تعالیٰ نے اپنی عدم ظلم سے مدح
الظلم فوجب ان یکون	فرمائی پس واجب ہوا کہ اسے ظلم
قادرا علیہ خلاف ما	پر قدرت ہو بخلاف مذہب
یقولہ النظام وان یصح	نظام کے اور واجب ہوا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذلك منه خلاف مايقوله اهل السنت (تفسیر کبیر ص ۱۳۷ ج ۲۶)

کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ظلم ممکن ہو بخلاف مذہب اہلسنت کے۔

منقولہ بالا دو حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بعض معتزلہ اللہ تعالیٰ کے لئے کذب اور ظلم پر قدرت کے قائل تھے اور نسفی نے جن معتزلہ کا مذہب بیان فرمایا ہے۔ وہ بھی معتزلہ ہیں اور اس بیان کی صحت میں کچھ شک نہیں لیکن اکثر معتزلہ کا مذہب چونکہ اس کے خلاف تھا اس لئے محقق ابن ہمام نے علامہ نسفی پر اعتراض کیا کہ معتزلہ کی طرف مطلقاً ظلم اور کذب پر قدرت کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ نسفی کی عبارت پر دوسرا اعتراض محقق ابن ہمام نے یہ کیا ہے کہ ظلم اور کذب پر قدرت اشاعرہ کے مذہب کے زیادہ مناسب ہے اور اسی عبارت سے سرفراز صاحب نے یہ دھوکا کیا ہے کہ اشاعرہ اہلسنت کا مسلک اس باب میں قدرت علی الکذب ہے۔ لیکن اہل فہم حضرات پر مخفی نہیں کہ محقق ابن ہمام نے یہ جو کچھ ذکر کیا ہے وہ اشاعرہ کے بارے میں ان کی رائے اور اجتہاد ہے، نہ یہ کہ انہوں نے اشاعرہ کا مذہب نقل کیا ہے۔

دیکھئے علامہ ابی شریف اشعری تحریر فرماتے ہیں۔

لاخلاف بين الاشعرية وغيرهم في ان كل ماكان وصف نقص في حق العباد فالباري تعالىٰ منزه عنه و هو محال عليه تعالىٰ والكذب وصف نقص في حق العباد هو مستحيل في حقه عزوجل (ملخصا)

اشعریہ اور ان کے غیر کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہر وہ صفت جو بندوں کے حق میں نقص ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ اور کذب صفت نقص ہے پس وہ اللہ عزوجل کے حق میں محال ہے۔

(مسامرہ ص ۲۰۹)

اس عبارت سے یہ ظاہر ہوگیا کہ اشاعرہ اہلسنت کذب پر قدرت کے قائل نہیں بلکہ کذب کے محال ہونے کے قائل ہیں اور محقق ابن ہمام نے اشاعرہ کی طرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کذب پر قدرت کو اس لئے منسوب کیا ہے کہ اشاعرہ تعذیب[1] مطیع کامل کو ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر قرار دیتے ہیں۔ پس اس وجہ سے محقق ابن ہمام نے قیاس کرتے ہوئے فرمایا کہ اشاعرہ کے نزدیک کذب بھی ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہونا چاہئے۔ حالانکہ قیاس کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ تعذیب مطیع جس غیر کی وجہ سے ممتنع ہے وہ کذب باری ہے پس کذب باری ممتنع بالذات ہوا۔ اور تعذیب ممتنع بالغیر۔

ثانیاً۔ یہ کہ بعض اشاعرہ نے حسن و قبح عقلی میں محل نزاع سے غفلت کی بنا پر کہا کہ استحالہ کذب صرف رائے معتزلہ پر تام ہے۔ ابن ہمام اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حتی قال بعضهم ونعوذ بالله مما قال لایتم استحالة النقص علیه الا علی رای المعتزلة القائلین بالقبح العقلی وقال امام الحرمین لایمکن التمسك فی تنزی الرب جل جلاله عن الکذب بکونه نقصا وکل هذا منهم للغفلة عن محل النزاع

یہاں تک کہ بعض اشاعرہ نے کہا (اور ہم ان کے اس قول سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں) کہ نقص کا محال ہونا صرف رای معتزلہ پر تام ہوتا ہے جو قبح عقلی کے قائل ہیں اور امام الحرمین نے کہا اللہ عزوجل کی کذب سے تنزیہ پر نقص عقلی سے استدلال نہیں ہو سکتا اور یہ تمام اقوال محل نزاع سے غفلت پر مبنی ہیں۔

(مسائرہ مع مسامرہ ص ۲۰۵)

اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ محقق ابن ہمام کے نزدیک اکثر اور محقق اشاعرہ کا یہی مسلک ہے۔ کہ کذب محال عقلی ہے۔ البتہ بعض اشاعرہ نے محل نزاع سے غفلت کی بناء پر یہ کہا کہ استحالہ کذب نقص عقلی پر مبنی ہے اور وہ معتزلہ مسلک ہے۔ اس قول سے محقق کمال امام ابن ہمام نے یہ استنباط کیا کہ بعض مشاعرہ کذب پر قدرت کے قائل ہیں اور ہمارے نزدیک یہ استنباط صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ان بعض اشاعرہ نے استحالہ کذب کی دلیل یعنی نقص عقلی کا انکار کیا اور اہل فہم پر مخفی نہیں کہ دلیل کے انکار سے مدلول کا انکار نہیں ہوتا۔

---

[1] نیکوکاروں کو عذاب دینا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فائدہ۔ حسن عقلی اور قبح عقلی کے تین معنی ہیں (۱) حسنِ عقلی بمعنی صفت کمال جیسے صدق اور قبح عقلی بمعنی صفت نقصان جیسے کذب (۲) حسن عقلی بمعنی مناسب غرض فاعل اور قبح عقلی بمعنی منافی غرض فاعل حسن اور قبح کے ان دو معنوں میں ماتریدیہ اشاعرہ اور معتزلہ سب متفق ہیں کہ ان معنوں میں حسن اور قبح کا ادراک کرنے میں عقل مستقل ہے پس ظاہر ہو گیا کہ کذب کا قبح عقلی ہونا ماتریدیہ اشاعرہ اور معتزلہ سب کے نزدیک متفق علیہ مسئلہ (۳) حسن بمعنی استحقاق المدح فی الدنیا والثواب فی الاخرہ اور قبح بمعنی استحقاق الذم فی الدنیا والعقاب فی الآخرہ۔ یہ تیسرا معنی مختلف فیہ ہے۔ اشاعرہ کے نزدیک اس معنی میں حسن و قبح شرعی ہے۔ یعنی عقل حسن و قبح کے اس معنی کے ادراک کرنے میں مستقل نہیں ہے۔ اور تریدیہ اور معتزلہ کے نزدیک اس معنی میں بھی بعض اقوال کا حسن و قبح عقلی ہے یعنی عقل ان کے حسن و قبح کا ادراک کرنے میں مستقل ہے۔ جیسے حسن ایمان اور قبح کفر۔ دیکھئے مسائرہ مع مسامرہ ص ۱۷۱ شرح مواقف ص ۶۴۴۔ فواتح الرحموت ص ۱۳۔ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان حسن و قبح کا مابہ النزاع تیسرا معنی ہے نہ کہ پہلا معنی لیکن بعض اشاعرہ نے محل نزاع سے غفلت کی بناء پر یہ سمجھا کہ قبح کا پہلا معنی قبح بمعنی صفت نقصان اس کا عقلی ہونا رائے معتزلہ پر ہے لہذا کذب کا استحالہ اس پر مبنی کرنا رای معتزلہ پر ہے لیکن یہ نہ سمجھا کہ قبح بمعنی صفت نقصان کا عقلی ہونا مذہب اشاعرہ کے مطابق بھی ہے پس قبح عقلی کو استحالہ کذب کا مبنی قرار دینا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے۔ فللہ الحمد۔

ایک اور مغالطہ مبتدعین دیوبند عموماً یہ کہتے ہیں کہ کسی صفت کی نفی اس وقت کمال ہوتا ہے جب اس کا ثبوت ممکن ہو پس جھوٹ نہ بولنا اس وقت کمال ہو گی جب اس کا ثبوت ممکن ہو اور اللہ تعالیٰ تو جامع صفات کمالیہ ہے پس اس کا کذب ممکن ہو گیا۔ اس کے جواب میں اولاً گذارش ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفت صدق ہے۔ (ومن اصدق من اللہ قیلا) عدم کذب اس کی صفت نہیں حتی کہ یہ رکیک اعتراض لازم آئے البتہ عدم کذب صدق کو لازم ہے اور آپ نے قاعدہ صفت کا بیان کیا ہے۔ لا صفت کا نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ثانیاً اس قاعدہ کی بنا پر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ہلاکت، اور اس معدوم ہونا بھی ممکن اور مقدور ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو عدم ہلاکت سے موصوف کیا ہے۔ کل شیئ ھالک الا وجھہ اور آپ کے بیان کردہ قاعدہ کی بنا پر عدم ہلاکت کمال تب ہوگی جب ہلاکت ممکن اور مقدور ہو۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی ہلاکت ممکن ہوئی تو اس کا عدم ممکن ہوگیا۔ اور جس کا عدم ممکن ہو وہ آپ کا خدا ہوگا مسلمانوں کا نہیں ہے۔

ثالثاً کسی وصف کو باوجود مقدور ہونے کے نہ کرنا کمال اس کے لئے ہوتا ہے، جس کے لئے وہ وصف ممکن ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے چونکہ کذب ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے یہ قاعدہ جاری نہیں ہوگا۔

دیکھئے علامہ قاسم بن قطلوبغا شرح مسائرہ میں اسی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

قلنا من یجوز منہ وقوع تلک الامور فامتناعہ مع منہ الوقوع فلا یجوز وصفہ بالقدرۃ علیہا۔

(شرح المسائرہ مع المسامرہ ص ۲۱۰)

میں کہتا ہوں کہ جس سے کذب ظلم اور جہل کا وقوع جائز ہو اس کے لئے ان امور کو باوجود قدرت کے نہ کرنا زیادہ کمال کا موجب ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے تو یہ امور ممکن ہی نہیں پس اللہ تعالیٰ کو ان امور پر قادر ہونے سے موصوف کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

شرح مواقف کی عبارت

سرفراز صاحب نے شرح مواقف (ص ۷۰۹) کا حوالہ تو دے دیا لیکن اس کتاب کی بھی عبارت پیش نہیں کی۔ بہرحال ہم ان کی طرف سے عبارت پیش کر کے اس کا جواب دیئے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ میر سید شریف شرح مواقف اس بحث کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

"معتزلہ کے نزدیک گنہ گاروں کو عذاب دینا واجب ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ورنہ کذب لازم آئے گا۔"

اہل سنّت نے جواباً کہا کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ عذاب کا وقوع ہو اور وقوع عذاب بلا وجوب سے کذب اور خلف لازم نہیں آتا۔ اس پر سید شریف نے اعتراض کیا کہ اگر عذاب واجب نہ ہو تو یہ بھی جائز نہ ہوگا کہ عذاب واقع نہ ہو اور عدم وقوع عذاب کا امکان خلف اور کذب کے امکان کو مستلزم ہے اور کذب اور خلف محال ہے۔ پس اس کا جواب میں سید شریف نے کہا:

استحالته ممنوعة كيف وهما من الممكنات التي يشملها قدرته تعالى۔ (شرح مواقف ص ۷۰۹)

کذب کا محال ہونا ممنوع ہے کیونکہ کذب اور خلف ان ممکنات میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت شامل ہے۔

الجواب: اوّلاً گذارش یہ ہے کہ میر سید شریف کی یہ عبارت محل تاویل میں ہے۔ اور اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے مردود ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین دوانی نے شرح عقائد جلالی میں اس کو رد کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

واعترض عليه الشريف العلامة بانه حينئذ يلزم جوازهما وهو محال لان امكان المحال محال واجاب عنه بان استحالتهما ممنوع كيف وهما من الممكنات التي يشملها قدرت الله تعالى قلت الكذب نقص النقص عليه محال فلا يكون من الممكنات ولا يشملها القدرة وهذا كما لا يشمله القدرة سائر وجوه النقص عليه تعالى كالجهل والعجز ونفي صفة الكلام وغيرها۔

علامہ شریف نے اعتراض کیا کہ عدم وجوب عذاب اور امکان عفو کی تقدیر پر کذب کا امکان ہے۔ لازم آئے گا اور وہ محال ہے۔ پھر خود جواب دیا کہ کذب کا استحالہ ممنوع ہے کیونکہ کذب اور خلف ان ممکنات میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت شامل ہے میں کہتا ہوں کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے پس نہ تو یہ ممکن ہے نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہے جس طرح باقی وجوہ نقص کو اللہ تعالیٰ کی قدرت شامل نہیں ہے۔ اسی طرح کذب کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(شرح عقائد جلالی ج ۲ ص ۶۲) بھی قدرتِ الٰہی شامل نہیں ہے۔

بہرکیف اپنے ظاہری محمل کے اعتبار سے سید شریف جرجانی کی یہ عبارت مردود ہے۔ علامہ جلال الدین دوانی کے علاوہ اور علماء و شارحین نے بھی اس کو رد کیا ہے۔ طوالت کی وجہ سے ہم نے اسی عبارت پر اکتفا کیا ہے۔

ثانیاً یہی سید شریف جرجانی شرح مواقف ص ۶۸۸ پر لکھتے ہیں:

"انبیاء کرام کا صدق واجب ہے۔"

نوٹ: شریف جرجانی کی عبارت کو ہم نے قوسین میں ذکر کیا ہے باقی عبارت صاحب مواقف کی عبارت ہے۔

اجمع (اهل الملل) والشرائع (وكلها على وجوب عصمتهم من تعمد الكذب فيما دلت المعجزة (القاطع على صدقهم فيه) كدعوى الرسالة وما يبلغونه من الله (الى الخلائق اذ لو جاز عليهم التقول والافتراء ذالك عقلاً لادى الى ابطال المعجزة ومحال۔	تمام ادیان اور شرائع کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء کی امور تبلیغیہ میں تعمد کذب سے عصمت واجب ہے۔ کیونکہ اگر امور تبلیغیہ میں ان پر افتراء اور کذب عقلاً جائز ہو تو دلالت معجزہ باطل ہو جائے گی اور یہ محال ہے۔

(شرح مواقف ص ۶۸۸)

اگر میر سید شریف کی ان دونوں عبارتوں کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے تو ان کا مطلب یہ ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام کا کذب ممتنع بالذات اور محال عقلی ہے اور اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے اور انبیاء علیہم السلام کا صدق واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کا صدق ممکن ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن اصدق من الله قيلا۔	اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی سچا نہیں ہے۔

اور واضح ہے کہ کوئی ہوشمند بھی اس بات کو قبول نہیں کرے گا۔

ثالثاً سید شریف جرجانی نے اپنی اس عبارت میں تصریح کی ہے کہ امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام کا کذب ممتنع بالذات ہے۔ اور امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو کچھ کہتے ہیں وہ ان کا کلام نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہوتا ہے۔ پس امور تبلیغیہ میں کذب، کا ممتنع بالذات ہونا بعینہٖ اللہ تعالےٰ کے کذب، کا ممتنع بالذات ہوتا ہے۔

پس سید شریف جرجانی کا یہ کلام اس مفہوم میں صریح ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کذب، ممتنع بالذات، اور محال عقلی ہے اور ص ۷۰۹ پر جو سید شریف نے کہا ہے۔ اگر اس کا مفہوم ظاہری لیا جائے کہ اللہ تعالےٰ کا کذب ممکن ہے تو ان کی عبارت میں صریح تضاد موجود ہے اور متضاد کلام سے استدلال کرنا باطل ہے۔

رابعًا جب یہ ثابت ہو گیا کہ سید شریف جرجانی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب ممتنع بالذات ہے تو پھر ان کے ص ۷۰۹ کی عبارت میں توجیہہ کی جائے گی اور وہ یہ ہے۔ کہ اس کذب، اور خلف سے ظاہری اور صوری طور پر کذب، اور خلف مراد ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت ابراہیم کی طرف ظاہری اور صوری طور پر کذب، کی نسبت، کی گئی ہے۔ اور حقیقت میں وہ کذب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالےٰ گنہ گاروں کو معاف فرمائے تو یہ ظاہری اور صوری کذب ہے۔ حقیقت میں یہ خلف، اور کذب نہیں ہے۔ کیونکہ آیات وعید مشیت یا عدم عفو وغیرہ کے ساتھ مقید ہیں۔

خامسًا اگر یہاں خلف اور کذب سے ظاہری اور صوری کذب مراد نہ لیا جائے بلکہ حقیقت کذب کا ارادہ کیا جائے۔ تو میر سید شریف جرجانی کے نزدیک کذب کا فقط امکان ہی نہیں بلکہ فعلیت اور وقوع کذب ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ خلف اور کذب عفو سے لازم آ رہا ہے اور عفو یقینًا واقع ہو گا۔ پس لازم آئے گا کہ کذب بھی یقینًا واقع ہو۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کی ذات اس سے پاک ہے۔

سادسًا خلف اور کذب سے مراد یہاں حکایت کا مرتبہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا محکی عنہ ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کا گنہ گاروں کو واقع میں بخش دینا اور یہ بلاشبہ مقدور ہے بلکہ یقینًا واقع ہو گا اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ کلام اور گفتگو گنہ گاروں کی مغفرت اور عدم مغفرت میں ہے اور مغفرت اور عدم مغفرت درجہ محکی عنہ میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ نہ کہ حکایت میں صدق اور کذب حکایت کی صفت ہے نہ کہ محکی عنہ کی رہا یہ وہم کہ گنہ گاروں کی مغفرت سے کذب لازم آئے گا، تو اس کا جواب کئی مرتبہ واضح ہو چکا ہے۔ کہ چونکہ آیات وعید عدم عفو سے مقید ہیں۔ اس لئے کذب ثابت نہیں ہو گا۔

سابعاً یہ کہ یہ کلام مزعوم معتزلہ پر ہے۔ کیونکہ معتزلہ کا زعم یہ ہے کہ گنہ گاروں کی مغفرت سے کذب لازم آتا ہے اور اہلسنت کے نزدیک یہ کذب ہے ہی نہیں۔ کیونکہ آیات وعید عدم عفو سے مقید ہیں۔ خلاصہ یہ کہ گنہ گاروں کی مغفرت معتزلہ کے زعم پر کذب ہے تو علامہ سید شریف کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ جو معتزلہ کا مذعوم کذب ہے (یعنی گنہ گاروں کا عفو) وہ ممکن ہے نہ کہ فی نفسہٖ کذب باری ممکن ہے۔ کیونکہ اسی شرح مواقف میں علامہ شریف نے متعدد مقامات پر استحالہ کذب باری تصریح کی ہے۔

ثانیاً یہ کہ شرح مواقف میں فرقہ ضالہ کے مذہب کے بیان میں میر سید شریف نے فرمایا (وراہب المعتزلہ) قال اللہ تعالیٰ قادر علی ان یکذب ویظلم (ولو فعل لکان الہا کاذبا ظالماً تعالے عنہ علواً کبیرا) (شرح مواقف ص ۴۷) راہب معتزلہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ ظلم اور کذب پر قادر ہے۔ میر سید شریف ان کے رد میں فرماتے ہیں اور اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالےٰ جھوٹا اور ظالم خدا ہوتا۔

شرح مواقف کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بعض معتزلہ کا مذہب ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کذب ممکن ہے۔ پس سید شریف نے معتزلہ پر حجت قائم کرنے کے لئے ان بعض معتزلہ کے مذہب پر کہا کہ کذب ممکن ہے یعنی اگر عفو سے امکان کذب لازم آتا ہے تو معتزلہ کے مذہب پر کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک، کذب ممکن ہے۔ نہ یہ کہ فی نفسہٖ کذب باری ممکن ہے۔

ثامناً یہ کہ مذکورہ عبارت میں میر سید شریف نے کذب پر قدرت پر رد کیا ہے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ میر سید شریف خود بھی کذب پر قدرت کے قائل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں تو اُن کا یہ ردّ خود اپنے اوپر وارد ہو گا۔

عاشراً یہ کہ میر سید شریف، صحیح مذہب کے بیان میں فرماتے ہیں:

ولا یصح علیہ الحرکۃ ولا الانتقال ولا الجھل ولا الکذب ولا شئ من صفات النقص خلافا لمن جوزھا علیہ کما تقدم۔

اللہ تعالےٰ پر نہ حرکت جائز ہے نہ انتقال نہ جہل نہ کذب اور نہ کوئی اور صفت نقصان بخلاف اس شخص کے جو انہیں اللہ تعالےٰ پر جائز رکھتا ہے۔

شرح مواقف کی اس عبارت میں کذب باری کی صحت اور جواز کی صراحتاً نفی کی ہے۔ اور اس کو فرقہ ناجیہ (صحیح مذہب) کا مسلک قرار دیا ہے اور اس کے خلاف کو غیر ناجیہ کا مسلک ٹھہرایا ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ میر سید شریف کے نزدیک کذب باری کے امکان کا عقیدہ گمراہی ہے اور نجات امتناع کذب باری کے عقیدہ میں ہے۔ فلہذا ان کی سابقہ عبارت کا محمل اس کے سوا کچھ نہیں۔ جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔

حادی عشر سرفراز صاحب نے تنقید متین ص ۱۸۲ پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ شرح مواقف ص ۷۰۹ پر تصریح موجود ہے کہ امکانِ کذب اہلسنت کا امتناعِ کذب معتزلہ کا مسلک ہے۔ ہم نے قارئین کی عدالت میں شرح مواقف ص ۷۰۹ کی عبارت پیش کر دی ہے اور آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہو گا کہ اس عبارت میں اس تصریح کا نام و نشان موجود نہیں ہے۔ اس کے برخلاف ہم نے شرح مواقف ص ۷۴۹ کی عبارت پیش کی ہے۔ جس میں تصریح موجود ہے کہ امکانِ کذب بعض معتزلہ کا مسلک ہے اور ص ۷۶۴ سے عبارت پیش کی ہے۔ جس میں تصریح ہے کہ فرقہ ناجیہ کا مسلک امتناع کذب ہے۔ وللہ الحمد علیٰ ذلک۔

کاش مبتدعین دیوبند کی آنکھیں کھل جائیں اور انہیں ہوش آجائے۔ ویسے سرفراز صاحب کی بلاغت قابلِ داد ہے کہ انہوں نے کذب باری کا امکان ثابت کرنے کے لئے کاذب حوالہ فراہم کیا۔ اور جھوٹ کو جھوٹ سے ثابت کرنے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا فن ایجاد کر دیا۔

ثانی عشر میر سید شریف۔ نے یہاں اصول معتزلہ پر کلام کر کے انہیں جواب دیا ہے۔ جواب سے قبل معتزلہ کے مذہب کا بیان کرنا ضروری ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

"کہ معتزلہ اور اہل سنّت، دونوں کا اس میں اتفاق ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ لیکن اہل سنّت کے نزدیک کلام الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ کلام نفسی۔ کلام نفسی اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کی ذات، کے ساتھ قائم ہے اور قدیم ہے اور غیر مخلوق ہے۔ اور معتزلہ کلام نفسی کے سرے سے منکر ہیں اور کلام لفظی کو اللہ تعالیٰ کی صفت، کو مانتے ہیں۔ لیکن اس کی ذات، کے ساتھ قائم نہیں مانتے اور ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام لفظی کو مثلاً انسان کی زبان پر پیدا فرماتا ہے۔ یعنی معتزلہ کے نزدیک کلام اللہ تعالیٰ کی صفت، حقیقی نہیں ہے بلکہ اس کا ایجاد صفت فعلی ہے۔"

پس اب سید شریف، اصول معتزلہ پر کہتے ہیں کہ تم نے گنہ گاروں کا عذاب اس لئے واجب، کہا تھا۔ کہ عفو ماننے سے امکان کذب، لازم آتا ہے اور کذب محال ہے لیکن تمہارے اصول پر تو کذب محال نہیں رہتا۔ کیونکہ کلام نفسی کے تو تم جواب خلف یا کذب، تمہارے نزدیک، فقط کلام لفظی کا کذب تمہارے اصول کے لحاظ محال نہیں ہے کیونکہ کلام لفظی تمہارے نزدیک صفت بایں معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مثلاً انسان میں میں پیدا کرتا ہے تو کلام لفظی کا ذب ہونے کا یہ معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کلام کا ذب کو انسان کی زبان پر پیدا فرماتا ہے اور یہ پیدا کرنا محال بالذات نہیں ہے۔ کیونکہ جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ ان کے کلام کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ اگر کلام کاذب کا پیدا کرنا محال ہوتا تو پھر کسی آدمی سے کذب کا صدور ممکن نہ ہوتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بحمداللہ العزیز ہم نے سرفراز صاحب کے پیش کردہ مجمل حوالہ پر سیر حاصل بحث پیش کردی ہے اور شرح مواقف کی عبارت سے مکذبین جو دھوکا کھاتے ہیں۔ اس کو بارہ وجوہ سے زائل کردیا ہے۔ اللہ عزوجل قبول فرمائے۔ اور گم کردہ راہ لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین)

فتوح العقائد اور مجدد الف ثانی کی عبارات

اسی بحث میں سرفراز صاحب نے فتوح العقائد اور مجدد الف ثانی کی عبارات بھی پیش کی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں اور فتوح العقائد ص ۳۱ میں ہے۔

"واما وعید کافر پس خلاف آں جائز است از جہت آنکہ خلاف محض فضل وکرم وصنوفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نیز بر ہمیں اعتقاد ہستند۔" (تنقید متین ص ۱۱۲)

الجواب۔ آیات وعید کفار سے قطع نظر کرکے لابشرط شئی کے مرتبہ میں بیشک کفار کے لیے عفو جائز ہے اور اسی لحاظ سے محکی عنہ کے مرتبہ میں ان پر فضل وکرم بھی بلاشبہ جائز ہے۔ لیکن اس مرتبہ میں خلف کذب کو مستلزم نہیں ہے اور بشرط شئی کے مرتبہ میں خلف کذب کو مستلزم ہے اور اس مرتبہ میں خلف کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

مزید تفصیل ہمارے سابقہ جوابات کی روشنی میں معمولی غور کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ سرفراز صاحب پھر مجدد الف ثانی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اپنے فاروقی جلال میں آکر نیک لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"واگر ہمہ را بدوزخ فرستاد وعذاب ابدی فرماید جائے اعتراض نیست۔" (مکتوبات حصہ چہارم دفتر اول ص ۱۲۰)

الجواب۔ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا کلام (مکتوبات حصہ چہارم دفتر اول ص ۱۲۰ حق ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لیکن طرفہ تماشا یہ۔ ہے کہ وہ اس عبارت۔ سے اللہ تعالےٰ کی شان استغنا اور عظمت بیان کر رہے ہیں۔ اور آپ اسی عبارت سے اللہ تعالےٰ کے لیے کذب قبیح ثابت کر رہے ہیں۔

بہرحال نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔ ہمارے نزدیک اس عبارت کا وہی محمل ہے جو ہم پہلے کئی مرتبہ بیان کر چکے ہیں کہ

۱۔ وعدے صرف نظر کر کے دیکھا جائے تو اللہ تعالےٰ مالک ہے کہ وہ اپنے ملک میں جیسا چاہے تصرف کرے۔ خواہ تمام صالحین کو جہنم میں ڈال دے کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ یعنی لابشرط شی کے مرتبہ میں۔ اور یہ مرتبہ کذب کو مستلزم نہیں ہے۔

۲۔ اگر اللہ تعالےٰ نے صالحین سے وعدہ ثواب نہ فرمایا ہوتا تو یہ بھی جائز تھا کہ سب کو عذاب دے دیتا۔ اور یہ مرتبہ بھی کذب کو مستلزم نہیں ہے۔

۳۔ تعذیب صالحین ممکن بالذات ہے اور ممتنع بالغیر ہے۔ اور جس غیر کی وجہ سے یہ ممتنع ہے۔ وہ کذب باری ہے۔ پس کذب باری محال بالذات ہے مزید تفصیل کے لیے سابقہ جوابات کا مطالعہ فرمائیں۔

سرفراز صاحب کا گیارہواں شبہ

سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ محقق عبدالحق دہلوی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

"نعم اختلاف در آں است کہ آیا جائز است عقلاً یا نہ؟ معتزلہ بر آنند کہ جائز نیست زیرا کہ آں موجب بتعیید و تنفیر است و نزد اصحاب ما کہ گروہ اہل سنت والجماعت اند ایں ہم جائز است کہ حق تعالےٰ یکے را از چاہ ضلالت آوردہ ہدایت رساند بمرتبہ نبوت رساند و لیکن دلیل بر آنست کہ ایں جائز بوقوع نیاوردہ۔" (تنقید متین ص ۱۸۲)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خدا معلوم اس عبارت سے امکانِ کذب کیسے لازم آگیا۔ اس عبارت کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالےٰ اگر چاہے تو کسی کو گمراہی کے کنوئیں سے نکال کر مرتبہ نبوّت تک پہنچا دے۔ بسر و چشم۔ لیکن اس سے اللہ تعالےٰ کا کذب کیونکر لازم آگیا۔ اور اگر فرض کیجئے قرآن کریم کی کسی آیت سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ اس طرح نہیں کرے گا تو اس کا وہی جواب ہے جو ہم بارہا دے چکے ہیں کہ یہ قدرت لابشرط شی کے مرتبہ میں ہے اور وہ کذب کو مستلزم نہیں ہے۔

بارہواں اور تیرہواں مغالطہ

اس کے بعد بارہویں اور تیرہویں دلیل میں رشید احمد گنگوہی اور محمود حسن کے اقوال پیش کئے ہیں۔ ان اقوال کے بارے میں گذارش ہے کہ جہل مرکب کے یہ نسخے ہمارے ہاں مقبول نہیں۔ جو اپنے ایمان اور آخرت کے بدلے میں انہیں خریدنا چاہتا ہو اس پر پیش کیجئے۔

محمود حسن صاحب کے کلام پر تنقید

تاہم مولوی محمود حسن صاحب کی عبارت چونکہ سخت توہین آمیز ہے۔ اور اس میں اللہ عزّوجل کی ربوبیّت پر شدید حملہ کیا گیا۔ اس لیے ہم اس پر تبصرہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ملاحظہ ہو سرفراز صاحب کے شیخ الہند کا ارشاد ہے۔

"سب جانتے ہیں ذات تعالےٰ شانہٗ سے افعال قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی لیکن افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ کے مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ خرابی ہے تو ان کے صدور میں ہے۔ نفس مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی نہیں آتی۔"

(جہد المقل جلد ا ص ۴۱ بحوالہ تنقید متین ص ۱۸۴)

مولوی محمود حسن نے اس شاطرانہ عبارت میں مغالطہ آفرینی کی انتہائی مذموم سعی کی ہے افعالِ قبیحہ سے کیا مراد ہے۔ وہ افعال قبیحہ جن سے اللہ تعالےٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

متصف ہو۔ مثلاً اللہ تعالےٰ کا کاذب اور ظالم ہونا یا وہ افعال قبیحہ جن سے مخلوق متصف ہو۔ مثلاً مخلوق کا کاذب اور ظالم ہونا۔ دوسری صورت میں افعال قبیحہ کی نہ مقدوریت میں خرابی ہے نہ ان کے صدور میں۔ بلکہ اس معنی میں افعال قبیحہ کا صدور واقع ہے۔ اور یہ ہمارے موضوع سے قطعاً خارج۔ اور پہلی صورت میں یعنی اگر افعال قبیحہ سے اللہ تعالےٰ کا متصف بالقبائح ہونا مراد ہو تو یہ قطعاً باطل اور محال صریح ہے۔ جیسا کہ مسامرہ کی عبارت سے گذر چکا ہے۔

(ملاحظہ فرمائیے مسامرہ ص ۲۰۶)

علاوہ ازیں اگر بقول محمود حسن اتصاف بالقبائح کی نفس مقدوریت سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی ہے تو غور فرمائیے خودکشی کرنا اور اپنے آپ کو ختم کر دینا یہ ایک قبیح فعل ہے۔ پس اگر اللہ تعالےٰ کی قدرت میں اپنے آپ پر عدم طاری داخل ہو تو پھر اللہ تعالےٰ جائز العدم قرار پائے گا۔ اور جو جائز العدم ہو وہ واجب الوجود نہیں ہوتا۔ دیوبند کے تمام چھوٹے بڑے مل کر بتلائیں کہ اللہ تعالےٰ کے واجب الوجود نہ ہونے سے بڑھ کر بھی کوئی خرابی ہے۔

اب شمشان بھومی جا کر محمود الحسن صاحب کی آتما کو آواز دیجئے اور ان سے پوچھئے۔ آپ تو کہتے تھے کہ فعل قبیح کو مقدور ماننے سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی اور اپنے آپ کو ہلاک کر دینا بھی ایک فعل قبیح ہے۔ اور اس کے ماننے سے تو اللہ تعالےٰ واجب الوجود نہیں رہتا۔ آسان لفظوں میں خدا خدا نہیں رہتا اور نفی الوہیت سے بڑھ کر کائنات میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

چلتے چلتے شیخ الہند صاحب نے اشاعرہ پر بھی ایک تہمت لگا دی آخر ہند کے شیخ جو ٹھہرے۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"خلاصہ یہ ہوا کہ قبائح تحت القدرہ داخل ہو کر حکمت و عدل و تقدس ممتنع الوقوع ہیں۔ یہ ہرگز نہیں کہ امور مذکورہ قدرت ہی سے خارج ہیں۔ ورنہ حضرات اشاعرہ خلاف۔ عدل و حکمت کو کیوں مقدور باری فرماتے ہیں؟" (جہد المقل ص ۲۴)

ہم گذشتہ سطور میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ گنہ گار کو عذاب دینا اللہ تعالےٰ کا عدل ہے۔ اور اشاعرہ جائز رکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ گنہ گار کو عذاب نہ دے۔ اور اس کو اللہ تعالےٰ کا کمال سمجھتے ہیں۔ کیونکہ مجرم کو معاف کر دینا اور اس پر سزا نہ دینا حاکم کا انتہائی کمال و احسان ہوتا ہے۔ پس غور کیجئے کہ جو چیز اشاعرہ کے نزدیک اللہ تعالےٰ کا کمال و احسان ہے۔ اسی چیز کو یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ اشاعرہ کے نزدیک قبیح ہے۔ بہرحال یہ دیوبند کے اکابر کی ایمانداری راست گوئی اور توحید پرستی کی ایک جھلک ہے۔ جو ہم نے پیش کی ہے۔ ورنہ دیوبند جس مسلک سے عبارت ہے وہ سرتاپا اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ اس وقت ان کا کردار موضوع سخن نہیں ہے۔ یہ تو سرفراز صاحب نے اپنے شیخ الہند کی عبارت کو چونکہ طبع آزمائی کے لیے پیش کیا تھا۔ اس لیے ہم نے بھی کچھ داد پیش کر دی ہے سرفراز صاحب کی جھولی میں جو کچھ تھا۔ وہ انہوں نے پیش کر دیا۔ اور اس کا ہم نے پورا پورا محاسبہ کر لیا ہے۔ اس بحث کو ختم کرنے کے بعد سرفراز صاحب نے معتزلہ کے چند گمراہ کن عقائد ذکر کئے ہیں۔ جہاں تک ان عقائد کے باطل ہونے کا تعلق ہے وہ سب کے نزدیک مسلم ہیں۔ لیکن اس جگہ سرفراز صاحب کا ان کو ذکر کرنا ان کے مجرمانہ عزائم کا غماز ہے۔ بہرحال ہم گذشتہ ابواب میں ذکر کر چکے ہیں۔ اور با حوالہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ثابت کر دیا ہے کہ اصل میں دیوبندی بدعت معتزلہ سے ماخوذ ہے۔ پس آپ جی کھول کر معتزلہ کی خرافات ذکر کیجئے۔ اس ذکر سے آپ ہی روشنی میں آتے جائیں گے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علم غیب

قرآن کریم میں ہے قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک اس کا ترجمہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے اس طرح فرمایا ہے:

"تم فرما دو میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔"

سرفراز صاحب گکھڑوی کی اس ترجمہ پر تنقید ملاحظہ فرمائیں:

"اس میں خان صاحب نے اپنے فاسد عقیدہ کے اثبات کے لیے لفظ آپ ترجمہ میں بزور داخل کیا ہے۔ اعلم واحد متکلم کا صیغہ ہے اور عربی زبان میں یہ صیغہ جہاں بھی پایا جائے گا۔ مثبت میں اس کا معنی ہوگا "میں جانتا ہوں یا جانوں گا" اور "لا اعلم" کا معنی ہوگا۔ میں نہیں جانتا یا نہیں جانوں گا"، اس میں لفظ آپ اس کے معنی میں کسی طرح شامل نہیں ہے۔ کیونکہ خان صاحب کا یہ بے بنیاد دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر نہیں بلکہ عطائی طور پر علم غیب حاصل تھا۔ اس لئے عطائی کے لفظ میں انہوں نے قرآن کی بے شمار نصوص قطعیہ اور صحیح احادیث کے صریح مضامین سے راہِ فرار اختیار کرنے کی خاطر چور دروازہ کھلا چھوڑا ہے اور مولانا مولوی نعیم الدین صاحب نے اس چور دروازہ سے یوں فائدہ اٹھایا ہے۔ کہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ نہ میرا دعویٰ ذاتی غیب دانی کا ہے۔ (تنقید متین ص ۱۹۲)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سرفراز صاحب نے اس تنقید میں ایک دعویٰ یہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب میں عطائی کی قید لگانا غلط ہے۔ اور اسی طرح علم غیب کی نفی کے موقع پر ترجمہ میں لفظ آپ اور ذاتی کا ذکر کرنا غلط ہے۔

دوسرا دعویٰ یہ کیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عطائی غیب مان لینے سے بے شمار نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اب ہم آیاتِ قرآنی کی روشنی میں ان دونوں دعووں کا تجزیہ کر کے قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں۔

علم غیب کے دلائل

قرآن کریم میں ہے:

ذالك من انباء الغيب نوحيه اليك۔ (آلِ عمران)

یہ غیب کی خبریں ہیں جن غیب پر ہم آپ کو بذریعہ وحی مطلع کرتے ہیں۔

وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبى من رسله من يشاء (آلِ عمران)

اور اللہ کی شان نہیں ہے کہ وہ تم (عام) لوگوں کو غیب پر مطلع کرے لیکن وہ اپنے برگزیدہ بندوں کو غیب پر مطلع کرتا ہے جو اس کے رسول ہیں۔

صاحب جمل اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

والمعنى ولكن الله يجتبى اى يصطفى من رسله من يشاء فيطلعه على الغيب (تفسیر جمل)

اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے برگزیدہ بندوں میں سے ان کو منتخب فرماتا ہے جو اس کے رسول ہیں پھر ان کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى

غیب کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے ان کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

من رسول۔ (تفسیر جمل)

جن کو اس نے پسند کر لیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی حنفی بیان فرماتے ہیں:

قال ابن الشیخ انہ تعالیٰ لا یطلع علی الغیب الذی یختص بہ علمہ الا المرتضی الذی یکون رسولا وما لا یختص بہ یطلع غیر الرسول وما ھو علی الغیب بضنین۔ (روح البیان)

یعنی ابن شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر رسولوں کے سوا کسی کو مطلع نہیں فرماتا اور جو غیب اس کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) غیب بتلانے پر بخیل نہیں ہے۔

علامہ خازن اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

انہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتیہ علم الغیب فلا یجل بہ علیکم بل یعلمکم (تفسیر خازن)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل ہوتا ہے پس وہ اس غیب پر بخیل نہیں ہیں بلکہ تم کو بھی اس کی تعلیم دیتے ہیں۔

اور امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:

واربعہا ان لہ صفۃ یدرک بہا ما یکون فی الغیب۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۰)

نبی کی چوتھی صفت یہ ہے کہ اس کی ذات میں ایک ایسا نور ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ آئندہ ہونے والے امور غیبیہ کا ادراک کر لیتا ہے۔

قاضی عیاض، یا کی متوفی ۸۴۴ھ فرماتے ہیں:

النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب (شفا ج ۱ ص ۱۶۱)

نبوت کا معنی ہے غیب پر مطلع ہونا۔

اور امام رازی، الا اعلم الغیب کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ولا یعلم الا ما اعطاہ اللہ العلم بہ۔

اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انہی امور کا علم ہے جو اللہ نے انہیں عطا کیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن کریم کی آیات مفسرین کرام و علماء اہل سنّت کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے علم غیب عطا فرمایا تھا منصف مزاج شخص کے لیے یہ کافی دلائل ہیں۔ مگر ہم مزید تحقیق کے لیے علماء دیوبند کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ عطائی علم غیب کا انکار کر کے سرفراز صاحب بالکل بے یار و مددگار رہ گئے ہیں۔ اور احاطہ دیوبند میں بھی ان کے لیے کوئی جگہ نہیں رہی۔ دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں:

"غیب کے دو معنی ہیں حقیقی اور اضافی۔ حقیقی وہ جس کے علم کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ یہ خاص ہے حق تعالےٰ کے ساتھ اور عبد کے لیے اس کا حصول محال شرعی و عقلی ہے۔ اضافی وہ ہے جو کسی ذریعہ سے بعض کو معلوم کرا دیا جائے اور بعض سے پوشیدہ رکھا جاوے یہ عبد کو باعلام الٰہی بھی حاصل ہو سکتا ہے۔" (تتمہ فتاوی امدادیہ ج ۴ ص ۲۲۳)

تھانوی صاحب نے اس عبارت میں صاف اور صریح اقرار نہیں کیا فضائل نبوّیہ علیہ التحیہ کا عظیم شعار "ہو سکتا ہے" کا کانٹا بن کر اُن کے گلے میں چبھ گیا۔ لیکن تغیر العنوان میں بالآخر مان ہی لیا جس کو ہم انشاء اللہ عنقریب نقل کریں گے۔

شبیر احمد عثمانی دیوبندی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

"عام لوگوں کو بلاواسطہ کسی غیب کی یقینی اطلاع نہیں دی جاتی انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے۔ مگر جس قدر اللہ چاہے۔"

(تفسیر عثمانی ص ۹۵)

عثمانی صاحب کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کو اللہ تعالےٰ بلاواسطہ یقینی علم غیب عطا فرماتا ہے اور غیر انبیاء کو یا تو بالواسطہ علم غیب عطا فرماتا ہے اور یا بلاواسطہ عطا فرماتا ہے لیکن وہ درجۂ ظن میں ہوتا ہے۔

اور حامد میاں لکھتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بریلوی حضرات

اللہ عزّوجل نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی ہے۔

دیوبندی حضرات

علماء دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

(سلسلۂ علماء دیوبند ص ۴۴)

بلکہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"اس میں کلام ہی نہیں کہ حضور علیہ السلام کے علوم غیبیہ جزئیہ کمالات نبوت میں داخل ہیں اس کا کون انکار کر سکتا ہے۔" (تغییر العنوان ص ۲۱)

لیجئے اب اخیر میں ہم خود سرفراز صاحب کی اپنی عبارت سے منوائے دیتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطائی علم غیب حاصل تھا۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے لیے بعض علوم غیبیہ کا عطا ہونا مسلم حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں۔" (تنقید متین ص ۱۹۷)

پھر وہ کوئی کافر ہی ہوگا جس نے اپنی کتاب کے ص ۱۹۳ پر عطائی علم غیب کا انکار کیا[1]۔ اور اس کو بے بنیاد عقیدہ قرار دیا ہے۔

الحمدللہ کلمۂ حق سرفراز صاحب کی زبان و قلم پر غالب آیا اور اس شدت سے غالب آیا کہ نہ ماننے والے کو اسلام سے خارج کر دیا۔ اور اب سرفراز صاحب کسی طرح کفر کی زد سے نہیں بچتے۔ اگر عطائی علم غیب کے عقیدہ پر قائم رہتے

---

[1] تنقید متین کے ص ۱۹۳ پر سرفراز صاحب نے عطائی علم غیب کا ردّ اس عبارت سے کیا ہے:

"خان صاحب کا یہ بے بنیاد دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر نہیں بلکہ عطائی طور پر علم غیب حاصل تھا اس لیے عطائی کے لفظ میں انہوں نے بیشمار نصوص قطعہ اور صحیح احادیث کے صریح مضامین سے راہ فرار اختیار کرنے کی خاطر چور دروازہ کھلا چھوڑا ہے۔" (تنقید متین ص ۱۹۳)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں تو اپنی تحریر کے ص ۱۹۳ سے کافر ہوتے ہیں۔ اور اگر عطائی علمِ غیب کا انکار کرتے ہیں تو اپنی کتاب کے ص ۱۹۷ کی تحریر سے اسلام سے خارج ہوتے ہیں۔ جس آدمی کی زبان دوسروں پر گالیوں کی بوچھاڑ کرتی ہو بسا اوقات اپنی گالیوں کا وہ خود شکار ہو جاتا ہے۔ اور اس کا مصداق اتم سرفراز صاحب کی ان دو تحریروں میں موجود ہے۔

اب جب کہ قرآن کی آیات، تفاسیر، اقوالِ علماء دیوبند بلکہ خود سرفراز صاحب کی تحریر سے بھی ثابت ہو گیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطائی علم غیب حاصل تھا۔ اور قرآن کریم کی آیت کریمہ لا اعلم الغیب میں بھی اگر غیب کو عطائی علمِ غیب پر محمول کیا جائے تو معنیٰ ہو گا کہ میں عطائی علم غیب کو نہیں جانتا۔ پس قرآن کریم کی اس آیت کا ان تمام آیات سے تعارض لازم آئے گا جن میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے عطائی علم غیب ثابت کیا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ اس میں تعارض نہیں ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

لو کان من غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔

اگر یہ غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں شدید تعارض ہوتا۔

نفی علم غیب کا محمل ہے

آیئے اب مفسرین کی طرف رجوع کریں کہ انہوں نے لا اعلم الغیب کو نفی ذاتی پر محمول کیا ہے یا عطائی پر۔

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

ولا اعلم الغیب الا باعلامہ۔

اور میں خدا کے بتلائے بغیر نہیں جانتا۔

علامہ نیشاپوری فرماتے ہیں:

لا اعلم الغیب تکون فیہ دلالۃ علی ان الغیب باستقلال لا یعلمہ الا اللہ۔

اس آیت میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ جو علم غیب ذاتی ہو وہ اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے (تفسیر نیشاپوری)

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:

(ولا اعلم الغیب) مالم یوحی الی ولم

یعنی میں بغیر دلیل اور وحی کے غیب کو نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ینصب علیہ۔ (انوار التنزیل) جانتا۔

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

وقولہ ولا اعلم الغیب ای ولا ادعی یعنی میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کے کونی موصوفا بعلم اللہ تعالیٰ (تفسیر کبیر) علم کے ساتھ موصوف ہوں۔

مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ اعلیٰ حضرت نے وضاحت کے لیے ترجمہ میں جو لفظ "آپ" ذکر کر کے معنی کیا ہے۔ اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جانتا ہوں" یہ معنی آیاتِ قرآنی عقائد اہلِ سنّت اور تمام معتبر تفاسیر کے مطابق ہے۔

علم عطائی کی نفی پر مفاسد

سرفراز صاحب نے اس آیت میں عطائی غیب کی نفی مراد لی ہے اور ذاتی کی نفی پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جس ذات اور ہستی کا خود اپنا وجود ہی ذاتی نہ ہو اس کے بارے میں یہ سوال کہاں سے اور کیسے پیدا ہو گیا کہ اس کا علم یا کوئی اور وصف ذاتی ہو سکتا ہے۔ جس کی نفی کی ضرورت پیش آئے۔"

(تنقید متین ص ۱۳۳ طبع دوم)

مبتدعین دیوبند عموماً اور مولوی سرفراز صاحب خصوصاً اس بات پر زور دیتے ہیں کہ نفی اسی چیز جاتی ہے جو ممکن ہو اور ہو سکتی ہو اور جو چیز نہ ممکن ہو سکتی ہو۔ اس کی نفی کا کوئی فائدہ نہیں۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذاتی علم غیب ممکن ہی نہیں تو اس کی نفی کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ سرفراز صاحب کا یہ قول ان کے خام ذہن کی پیداوار ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ اہل علم اور قرآن پر بصیرت رکھنے والے حضرات پر مخفی نہیں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زوجہ اور ولد کی نفی کی ہے۔ انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ (انعام) اسی طرح اپنے کفو اور مثل کی بھی نفی کی ہے۔ ولم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یکن لہ کفوا احد (اخلاص) لیس کمثلہ شئی (شوریٰ) اپنے شریک کی نفی کی ہے۔ لاشریک لہ (انعام) اپنی پیدائش کی بھی نفی کی ہے۔ لم یولد (اخلاص) اپنی ہلاکت کی نفی کی ہے۔

پس اب اگر سرفراز صاحب کے من گھڑت قاعدہ کو مان لیا جائے کہ قرآن کریم میں اس چیز کی نفی کی گئی ہے۔ جو ہو سکتی ہو تو العیاذ باللہ لازم آئے گا کہ اللہ کی اولاد بھی ہو سکتی ہو۔ اس کی زوجہ بھی ہو سکتی ہو۔ اس کی مثل بھی ممکن ہو اور اس کا کفو بھی ہو سکتا ہو اس کا شریک بھی ہو سکتا ہو۔

دیکھا آپ نے کہ سرفراز صاحب کے من گھڑت قاعدہ اور عطائی علم غیب کے انکار نے ان کو کیسی خرابیوں کی طرف پہنچایا ہے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ سرفراز صاحب ان تمام خرابیوں کو من و عن مان لیں گے کہ بے شک خدا کی اولاد بھی ممکن ہے۔ اس کی زوجہ بھی ہو سکتی ہے۔ اس کی مثل اور کفو بھی ممکن ہے۔ اس کا شریک بھی جائز ہے۔ کیونکہ اس کے شیخ الہند "جہد المقل" میں لکھ چکے ہیں:

"کہ بالجملہ قبائح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا اور مذہب اہلسنت ہے۔" (جہد المقل ج ۲ ص ۴۱)

ٹھیک ہے آپ ان تمام امور کو خدا کے لیے ممکن مان لیجئے کیونکہ آپ کے مذہب غیر مہذب میں اللہ تعالےٰ کا ان قباحتوں سے موصوف ہونا ہی تہذیب ہے۔ مگر لم یولد سے اللہ تعالےٰ کی پیدائش کو اور کل شئی ھالک الا وجھہ سے اللہ تعالےٰ ہلاکت کو بھی ممکن مانیں گے۔ اب اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کی پیدائش اور ہلاکت کو ممکن نہ مانا تو آپ کی کلی ٹوٹ گئی اور ثابت ہو گیا کہ محال پر بھی نفی آتی ہے اور جو امر نہ ہو سکتا ہو۔ اُس کی نفی بھی کی جاتی ہے۔ پس لا اعلم الغیب کی نفی پر آپ کا لغو اعتراض ساقط ہو گیا۔ اور اگر آپ اپنی کلی کو محفوظ رکھ کر اللہ تعالےٰ کی پیدائش اور ہلاکت کو ممکن مان لیں۔ پھر تو اللہ تعالےٰ واجب الوجود نہ رہا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی پیدائش کو ممکن مانا تو اس کا وجود ممکن ہو گیا۔ اور جب اللہ تعالےٰ کی ہلاکت کو ممکن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مانا تو اس کا عدم ممکن ہو گیا۔ اور جس کا وجود بھی ممکن ہو۔ اور عدم بھی ممکن ہو اُسے دیوبند کے لوگ تو خدا مان کر پوجتے ہوں گے۔ اسلام میں جس خدا کی پرستش ہوتی ہے۔ اس کا وجود واجب لذاتہ اور عدم ممتنع لذاتہ ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ اس باطل قاعدہ کی بنا پر دیوبندیوں نے عطائی علم غیب کا انکار کیا اور اس قباحت کے ثبوت کے لیے ایسی بنیاد قائم کر دی جس سے اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے کا بھی انکار ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ثانیاً اس لیے کہ ہم نے لا اعلم الغیب کی تفسیر میں معتمد تفاسیر کے حوالے پیش کئے ہیں۔ جن سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ صرف اعلیٰحضرت قدس سرہٗ یا صدر الافاضل رحمہ اللہ نے ہی اس آیت میں نفی کو ذاتی غیب پر محمول نہیں کیا۔ بلکہ باقی مفسرین نے بھی اس آیت میں نفی کو ذاتی غیب پر محمول کیا ہے۔

ثالثاً اس لیے کہ خود دیوبندیوں کے حکیم الامت کی عبارت سے بھی ثابت ہے کہ اس مقام پر ذاتی غیب کی نفی مراد ہے۔ ملاحظہ فرمائیے تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"مطلق غیب۔ سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اور اسی بناء پر لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ اور ولو کنت اعلم الغیب وغیرہ فرمایا گیا ہے" (حفظ الایمان ص ۱۴)

تھانوی صاحب کی یہ عبارت اگرچہ کلیتہً صحیح نہیں ہے اور ان کا بیان کردہ قاعدہ قرآن کریم سے مردود ہے۔ تاہم سرفراز صاحب کا ضابطہ توڑنے کے لیے اس میں کافی جان موجود ہے۔ کیونکہ تھانوی صاحب کے قانون کے مطابق جہاں بھی مطلقاً غیب کا ذکر عبارت شرعیہ میں وارد ہو گا۔ اس سے مراد وہ غیب ہو گا جس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ اور اس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ نہ ہو۔ اور اسی کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذاتی غیب کہتے ہیں۔ پس لا اعلم الغیب میں بھی مطلق غیب کا ذکر ہوا۔ لہذا تھانوی صاحب قانون کے موافق یہاں بھی غیب سے مراد ذاتی غیب ہی ہوگا۔ جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور جس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ نہ ہو۔ اب سرفراز صاحب کی مرضی ہے چاہے تو تھانوی صاحب کی دلیل کو رد کر کے اپنے حکیم الامت کی جہالت کا اقرار کریں۔ یا اُن کے قانون کو تسلیم کر کے اپنی کم علمی اور کج فہمی کا اعتراف کرلیں۔

تھانوی صاحب کی جہالت

باقی رہی یہ بات کہ تھانوی صاحب کا یہ قاعدہ صحیح ہے یا غلط تو جواب یہ ہے کہ تھانوی صاحب کا بنایا ہوا یہ قاعدہ عقلاً نقلاً ہر طرح باطل ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے۔ یومنون بالغیب۔ اور اس آیت کریمہ میں بھی مطلق غیب کا ذکر ہے اور یہاں اس غیب سے مراد ذاتی غیب نہیں ہے کیونکہ متقین اس غیب پر ایمان لائے ہیں۔ جس کا انہیں دلائل سے علم ہوا پس یہاں غیب سے مراد وہ غیب ہے جس پر دلیل ہو۔ نہ کہ غیب ذاتی۔

نقلاً اس لیے باطل ہے کہ مفسرین نے اس آیت کریمہ کو عطائی غیب پر محمول کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے علامہ بیضاوی میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقسم نصب علیہ دلیل کالصانع وصفاتہ و الیوم الاخر واحوالہ وھو المراد بہ فی ھذہ الآیۃ۔	اور غیب کی دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل قائم ہو جیسے صانع اور اس کی صفات یوم آخر اور اس کے احوال وغیرہ اور اس آیت میں غیب کی یہی دوسری قسم مراد ہے۔

اب قارئین کرام پر دیوبندیوں کے حکیم الامت کا علم و فضل ظاہر ہو گیا ہوگا جنہوں نے یہ قاعدہ بنایا تھا کہ اطلاقات شرعیہ میں غیب سے مراد وہ غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ دیکھئے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لا یعلم من فی السمٰوٰت و الارض الغیب الا اللہ ۔ — آسمانوں اور زمینوں میں جو غیب ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔

اور

و لو کنت اعلم الغیب ۔ — اگر میں غیب کو جانتا ہوتا ۔

میں جو الغیب مذکور ہے وہی الغیب یؤمنون بالغیب میں بھی ہے اور اس آیت میں غیب اسی طرح مطلقاً مذکور ہے ۔ جس طرح ان دو جگہوں پر ہے اور علامہ بیضاوی فرماتے ہیں ، اس سے وہ غیب مراد ہے ، جس پر دلیل قائم ہو ۔ کیا ایسا بے خبر اور کلام الٰہی سے ناواقف شخص جسے عام مروج درسی کتاب بیضاوی کا بھی علم نہ ہو ، حکیم الامت کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے اور جن لوگوں کے حکیم الامت کے علم کا یہ حال ہے ۔ خود ان کے اپنے علم کا کیا عالم ہو گا ۔

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا ضابطہ تھانوی صاحب کے بیان سے ٹوٹ گیا ۔ اور تھانوی صاحب کا قاعدہ خود قرآن کریم سے مجروح ہو گیا ۔ اب سوال یہ ہو گا کہ پھر غیب کے ذاتی یا عطائی کی تعیین کا کیا ضابطہ ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غیب اپنے معنی کے اعتبار سے مشترک معنوی ہے ۔ کیونکہ علامہ بیضاوی نے غیب کی یہ تعریف کی ہے :

المخفی الذی لا یدرکہ الحس و لا یقتضیہ بدیھۃ العقل ۔ — غیب اس پوشیدہ چیز کو کہتے ہیں جس کا علم نہ حواس خمسہ سے ہو سکے نہ بغیر غور و فکر کے ۔

اور پھر اس کی دو قسمیں ہیں ، ما علیہ دلیل اور ما لا دلیل علیہ[1] (تفسیر بیضاوی) اور لفظ مشترک سے کسی معنی کی تعیین بغیر قرینہ کے نہیں ہوتی پس جہاں کہیں حالی یا مقالی قرینہ

---

[1] ما علیہ دلیل کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے رسول کے واسطے سے بتلا دیا یا غور و فکر سے معلوم کیا جا سکے جیسے اللہ تعالیٰ کا وجود یہ علم عطائی کہا جاتا ہے اور ما لا دلیل علیہ اس چیز کے علم کو کہتے جس کو نہ اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہو اور نہ عقل سے مانا جا سکتا ہو یہ علم ذاتی ہے ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

غیب ذاتی ہوگا تو غیب ذاتی مراد لیں گے اور جہاں قرینہ غیب عطائی کا ہوگا۔ وہاں عطائی مراد لیا جائے گا۔ پس جن آیات میں غیب دینے کا ذکر ہے۔ تو واضح امر ہے کہ وہاں غیب عطائی ہی مراد ہے اور جہاں غیب کی نفی کا ذکر ہے تو وہاں پر غیب ذاتی ہی مراد ہوگا۔ کیونکہ دوسری آیات سے جب غیب عطائی ثابت ہو گیا اب اس کی نفی تضاد کو مستلزم ہوگی۔ پس لامحالہ اس نفی کو ذاتی پر محمول کرنا پڑے گا۔ تھانوی صاحب کا قاعدہ توڑنے کے بعد اگر ہم ان کی اصلاح کریں تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ اطلاقات شرعیہ میں مطلقاً غیب کا جہاں اللہ تعالےٰ کے ساتھ اختصاص ہو یا غیر سے نفی ہو۔ اس غیب سے مراد غیب ذاتی ہے۔ جیسے:

عندہ مفاتیح الغیب اور لا اعلم الغیب ولو کنت اعلم الغیب اور لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ۔

اور اس اصلاح کے بعد بھی یہ بحث سرفراز صاحب کے ردّ کے لیے کافی اور اسی امر کی طرف ہم نے سطور بالا میں اشارہ کیا تھا۔

سرفراز صاحب کی ایک اور اُلجھن

سرفراز صاحب نے ایک اور سوال کیا ہے:

"غور کیجئے کہ آپ نے یہ کیوں نہ فرما دیا۔ کہ میں ذاتی طور پر محمد اور رسول نہیں ہوں۔ بلکہ عطائی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور عطائی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے وجہ فرق بین ہو۔"

لیجئے ہم نے غور کر لیا اور وجہ فرق بھی بیان کئے دیتے ہیں۔ خدا کرے کہ آپ کی سمجھ میں آجائے۔ بات یہ ہے کہ علم اور قدرت ایسی صفات ہیں جو اللہ تعالےٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بظاہر مشترک ہیں۔ اس وجہ سے ان میں یہ اشتباہ ہو سکتا تھا کہ کہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی معاذ اللہ خدا تو نہیں ہیں۔ پس اس اشتباہ کو دور کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ میں نہ ذاتی طور پر غیب جانتا ہوں نہ ذاتی قدرت رکھتا ہوں۔ بخلافِ ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور وصفِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رسالت، کے کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں مشترک نہیں۔ لہذا یہاں پر نہ کوئی اشتباہ تھا نہ اس کو زائل کرنے کے لیے ذاتی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ذاتی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نفی کی ضرورت تھی۔

ثانیاً یہ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو لوگوں نے علم اور قدرت کے عظیم مظاہر ہونے کی وجہ سے الٰہ اعتقاد کر لیا تھا نہ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی باقی صفات کی وجہ سے پس گمراہی کی اس جڑ کو کاٹنے کے لیے ضروری تھا کہ آپ سے بالخصوص ذاتی علم اور ذاتی قدرت کی نفی کی جاتی۔ دیکھئے امام رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

ان المراد منه ان يظهر الرسول من نفسه التواضع لله والخضوع له لعبوديته حتى لا يعتقد فيه مثل اعتقاد النصارىٰ فى المسيح عليه السلام۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۸)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں تواضع اور خضوع کو ظاہر فرمائیں اور اللہ تعالےٰ کی بندگی کا اعتراف کریں حتیٰ کہ آپ کے حق میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرح الوہیت کا اعتقاد نہ کر لیا جائے۔

ثالثاً اس لیے کہ علم اور قدرت ہی دو ایسے وصف ہیں جن پر مدار الوہیت ہے۔ چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ علم اور قدرت کے بارے میں فرماتے ہیں:

وهذان الوصفان هما اللذان بهما ثبت الربوبية والالوهية والجلالة والعزة۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۵۱)

علم اور قدرت دو ایسی صفات ہیں جن سے ربوبیت اور الوہیت ثابت ہوتی ہے۔

اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ علم ذاتی اور قدرت ذاتیہ پر ہی بنا الوہیت ہے نہ کہ باقی صفات پر۔ پس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بالخصوص علم ذاتی اور قدرت ذاتیہ کی نفی کی وجہ اہل فہم پر روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔ دیکھئے علامہ آلوسی حنفی اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لافائدة فی الاخبار بانی لا اعلم الغیب انما الفائدة فی الاخبار بانی لا اقول ذالك لیکون نفیا لادعاء الامرین الذین هما من خواص الالٰهیة لیکون المعنی انی لا ادعی الالٰهیة۔

محض علم غیب کی نفی کی خبر دینے کے لیے کوئی فائدہ نہیں۔ فائدہ تو اس بات میں ہے کہ یوں کہا جائے کہ میں یہ بات پسند نہیں کہتا تھا تاکہ اُن دونوں صفتوں کی نفی ہو جائے جو خواص الوہیت میں سے ہیں تاکہ حاصل یہ ہو کہ میں الوہیت کا دعویٰ نہیں کرتا۔

(روح المعانی ج ۷ ص ۱۳۴)

اور امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان المراد من قوله لا اقول لکم عندی خزائن اللہ معناہ وانی لا ادعی کونی موصوفًا بالقدرة الائقة بالاله تعالیٰ وقوله ولا اعلم الغیب ای ولا ادعی کونی موصوفًا بعلم اللہ تعالیٰ ویجموع هذین الکلامین حصل انه لا یدعی الالٰهیة۔

میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں ایسی قدرت کے ساتھ متصف ہوں جو اللہ کی شان کے لائق ہو اور میں غیب نہیں جانتا کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کے علم کے ساتھ موصوف ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور ان دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ میں الوہیت کا دعویٰ نہیں کرتا۔

(تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۴۸)

رابعًا یہ کہ آپ کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذاتی علم کی نفی کیوں کہلوائی۔ اور ذاتی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا ذاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی کیوں نہ کہلوائی۔ خالص معتزلہ کا اندازِ فکر ہے۔ کیونکہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے افعال میں چون و چرا تلاش کرتے تھے اور ہر بات کی علت اور غرض ڈھونڈتے تھے جس کی علت سمجھ میں آئی۔ مان لیا جس کی غرض سمجھ میں نہ آئی چھوڑ دیا۔ اسی لیے انہوں نے میزان حساب و کتاب اور پلصراط وغیرہ کا انکار کر دیا۔ ہمارے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نزدیک اللہ تعالےٰ نے جو مناسب جانا کیا اس کے کسی فعل پر کوئی اعتراض نہیں۔ وہ فعال مطلق ہے۔ اس کی شان یہ ہے:

لا یسئل عما یفعل — وہ کسی فعل پر جواب دہ نہیں۔

پس اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں قل لا اعلم الغیب کیوں فرمایا قل لست برسول یا قل لست بمحمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں نہ فرمایا۔ ایک جرأت ہے جس کے تصوّر سے بھی ہمارا دل لرزتا ہے۔ لیکن سرفراز صاحب کی اس جرأت سے قطع نظر کر کے بھی ہم نے ذاتی علم غیب اور قدرتِ ذاتیہ کی تخصیص کی حکمت بیان کر دی ہے اللہ تعالےٰ انہیں سمجھنے کی توفیق دے۔

علم شعر کی تحقیق

مبتدعین دیوبند عام طور پر قرآن کریم کی مذکورۂ ذیل آیت سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم علم کی تنقیص کیا کرتے ہیں:

وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔ — اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا۔ اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔

اس آیت کریمہ سے مبتدعین دیوبند ثابت کرتے ہیں۔ کہ آپ کو شعر کا علم نہ تھا۔ ان لوگوں کے عقائد کو دیکھ کر ہم حیرت اور افسوس میں غرق ہو جاتے ہیں کہ یہ اُمّت کے ہزاروں افراد کے لیے شعر کا علم مانتے ہیں۔ اور اگر انہیں کسی ذات کے لیے شعر کا علم ماننے سے انکار ہے تو اس ذات کے لیے جو کائنات کے محسن ہیں۔ جن کے دم قدم سے یہ چمن وجود کھلا ہوا نظر آتا ہے۔ جن کے علم کی عظمتوں کی قرآن نے گواہی دی۔ جن کا علمی وقار خدا کو اس قدر عزیز تھا۔ کہ کسی کو ان کا دنیاوی استاد بنانا گوارہ نہ کیا۔ جن کے ایک خادم اور فیض یافتہ کے علم کی عظمتوں کے آگے فرشتوں کی گردنیں جھک گئیں اور ابلیس انگشت بدنداں رہ گیا۔ آج یہ منہ پھٹ لوگ علم و عرفان کے اس عظیم آفتاب کی فیض آفرینیوں کا انکار کرتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو امتی کہلاتے ہیں۔

صدر الافاضل رحمہ اللہ کو احساس تھا کہ اس آیت سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی کوشش کی جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے گمراہی کے سیلاب کو روکنے کے لیے اب سے بہت پہلے اس کے آگے بند باندھ دیا تھا۔

فرماتے ہیں:

"معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا" الخ

سرفراز صاحب اس تفسیر پر تنقید کرتے ہیں:

"مولوی نعیم الدین صاحب نے یہ جتنا بھی لفظوں کا چکر دیا ہے۔ سب بے سود ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ لغت شرع اور عرف میں جس چیز پر بھی لفظ شعر کا اطلاق ہو سکتا ہے خواہ وہ کچھ بھی ہو۔ اس آیت سے اس کی نفی قطعی طور پر ثابت ہے۔ اس سے ملکہ کی نفی کرنا اور کلام موزوں اور شعر صحیح و سقیم کا علم ثابت کرنا قرآن کریم کی خالص تحریف ہے نعوذ باللہ"

(تنقید متین ص ۱۹۶)

شعر کے علم کی مطلقاً نفی پر نواشکال

سرفراز صاحب کی یہ عبارت کئی وجہ سے مردود ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ سرفراز صاحب اس پر بضد ہیں کہ حضور کو شعر کا مطلقاً علم نہ تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ جب آپ شعر کو مطلقاً نہیں جانتے تھے۔ تو آیۃ کریمہ وما علمناہ الشعر میں بھی تو لفظ شعر موجود ہے۔ اب بتلائیے کہ حضور کو اس شعر کا علم تھا یا نہیں اگر تھا تو آپ کا قول باطل ہو گیا۔ اور اگر نہیں تھا تو لازم آیا کہ حضور پورے قرآن کو نہیں جانتے تھے۔ کیونکہ پورے قرآن میں شعر اور شاعر دونوں لفظ موجود ہیں اور مکتب دیوبند کی تعلیم کے مطابق حضور کو شعر و شاعر کا علم نہیں اور قرآن کریم صرف لفظوں کا نام نہیں ہے بلکہ:

ھو اسم المنظم والمعنی جمیعا — لفظ اور معنی دونوں کا نام قرآن ہے۔

پس جب آپ کو شعر کا لغوی عرفی شرعی کوئی معنی معلوم نہیں تھا۔ تو لازم آیا کہ آپ کو پورے قرآن اور کتاب، اور کتاب اللہ کا علم نہ ہو۔ اور جب آپ کو پورے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن کا علم نہیں تھا۔ تو

الرحمٰن علم القرآن — اللہ نے آپ کو قرآن سکھایا۔

کاذب ہو گیا۔

یعلمھم الکتاب والحکمۃ — حضور قرآن اور سنّت کی تعلیم دیتے تھے۔

باطل ہو گیا۔

علمک مالم تکن تعلم — جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے وہ اللہ نے آپ کو بتلا دیا۔

جھوٹا ہو گیا۔ اللہ اکبر خود تو شیخ القرآن کہلاتے ہیں اور نبی علیہ السّلام سے علم قرآن کی نفی کرتے ہیں۔

نیز ہم پوچھتے ہیں کہ سرفراز صاحب کو شعر کا کسی وجہ سے علم ہے یا نہیں۔

پہلی صورت میں ان کا علم حضور سے بڑھ گیا۔

اور دوسری صورت میں نفی مجہول مطلق لازم آئی۔

ثانیاً اس لیے کہ حدیث میں ہے:

عن ابی بن کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من الشعر لحکمۃ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۶۹)

ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض شعر حکمت والے ہوتے ہیں۔

اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے:

ان من الشعر حکما۔ — بعض شعر حکمت والے ہوتے ہیں۔

اب سرفراز صاحب بتلائیں کہ جب حضور جانتے ہی نہیں کہ شعر کیا چیز ہے۔ تو پھر آپ نے یہ کیسے فرما دیا کہ بعض شعر حکیمانہ ہوتے ہیں۔ واضح امر ہے کہ جو یہ کہہ رہا ہے کہ بعض شعر حکیمانہ ہوتے ہیں۔ وہ جانتا ہو گا کہ شعر کس چیز کا نام ہے۔ ورنہ حضور کا یہ کلام ہی العیاذ باللہ صحیح نہ ہو گا۔ کہ جب آپ کو شعر کا علم ہی نہیں۔ تو آپ کو اس کے حکیمانہ ہونے کا کیسے علم ہو گیا۔ نیز جب شعر آپ کے لیے مجہول مطلق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے تو کیا مجہول مطلق پر حکم لگایا جا سکتا ہے۔

ثالثاً حدیث شریف میں ہے:

عن عائشۃ قالت ذکر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشعر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو کلام حسنہ حسن وقبیحہ قبیح (مشکوٰۃ ص ۴۱۰)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام کے سامنے شعر کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ شعر ایک کلام ہے اگر اس کا مضمون اچھا ہو تو شعر اچھا ہے اور اگر مضمون بُرا ہو تو شعر بُرا ہے۔

سبحان اللہ یہ ہے علم رسالت کی عظمتوں کا جیتا جاگتا نشان معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعر کی اچھائی اور برائی اس کے عیوب اور خوبیوں پر مطلع تھے بلکہ آپ نے شعر کی اچھائی اور برائی جانچنے کا قیامت تک کے لیے قانون بنا دیا کہ جس کا مضمون درست ہو وہ درست ہے اور جس کا مضمون غلط ہو وہ غلط ہے۔ لیکن سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ آپ کے لیے شعر صحیح اور سقیم کا علم ثابت کرنا قرآن کریم کی خالص تحریف ہے:

رابعاً اس لیے کہ اگر حضور شعر کی اچھائی اور برائی پر آگاہ نہ تھے اور آپ نے ہمیں اس کے بارے میں ہدایت نہیں دی۔ تو لازم آئے گا۔ کہ حضور کی ہدایات نامکمل ہوں۔ اگر آپ کے سامنے بُرا شعر پڑھا جائے۔ تو آپ اُسے روکیں گے یا نہیں۔ اگر نہ روکیں تو یہ منصب نبوّت کے خلاف ہے۔ اور اگر روکیں تو یہ دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔ اور ثابت ہوا کہ حضور شعر کی اچھائی اور اس کی برائی پر مطلع اور آگاہ ہیں۔

خامساً یہ کہ حدیث میں ہے:

انہ قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماذا تری فی الشعر فقال ان المومن یجاھد بسیفہ ولسانہ

حضرت کعب بن مالک نے حضور سے عرض کیا کہ آپ شعر کے بارے میں فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مجاہد اپنی تلوار اور زبان دونوں سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۰) جہاد کرتا ہے۔

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب آپ پر آیت کریمہ وعلمناہ الشعر وماینبغی لہ نازل ہو چکی تھی۔ اگر وماعلمناہ کے وہ معنی ہوتے جو سرفراز صاحب نے سمجھے ہیں۔ تو کعب بن مالک کا حضور سے شعر کا حکم دریافت کرنا ہی لغو قرار پاتا ہے۔ کیونکہ آپ شعر کو جانتے ہی نہیں تو اس کا حکم کیسے بتلا سکتے ہیں اور اگر کعب بن مالک نے بقول آپ کے سوال کرنے کی غلطی کر ہی لی تھی۔ تو حضور فرما دیتے کہ میں تو شعر کا لغوی عرفی شرعی کسی قسم کا معنی جانتا نہیں۔ اس کا حکم کیسے بتلاؤں گا۔

سادساً یہ کہ علم اگر یہاں مطلق ادراک کے معنی میں لیا جائے۔ تو وہ خرابیاں لازم آئیں گی جو ہم نے اوپر ذکر کی ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہاں پر علم بمعنی ملکہ ہے۔ ملکہ طبیعتِ انسانیہ کے اس وصف کو کہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اسے کسی کام پر مکمل عبور ہوتا ہے اور وہ بغیر کسی دشواری اور رکاوٹ کے وہ کام کر سکتا ہے۔ آسان لفظوں میں ہم اس کو مہارت اور عادت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ پس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کی عادت نہیں ڈالی یا شعر کہنے کی مہارت نہیں عطا کی۔ اور اس آیت کریمہ کا یہ معنی ہرگز نہیں ہے۔ کہ آپ شعر کا معنی نہیں جانتے تھے۔ اور آپ کلام شعری اور غیر شعری میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے۔ دیکھئے علامہ اسماعیل حنفی لکھتے ہیں:

وفی التہذیب للبغوی من ائمتنا قیل کان علیہ السلام یحسن الشعر ولایقولہ والاصح انہ کان لا یحسنہ ولکن کان یمیز بین جیدہ ورديئہ۔

ہمارے آئمہ سے امام بغوی تہذیب میں فرماتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام اچھی طرح شعر کہہ سکتے تھے۔ لیکن کہتے نہ تھے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ اچھی طرح شعر نہیں کہہ سکتے تھے لیکن آپ شعر کی اچھائی اور برائی کو جانتے تھے۔

(روح البیان ج ۳ ص ۲۸۲)

کچھ سطر بعد علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

والظاهر ان المراد وما ینبغی له من حیث نبوته و صدق لهجته ان یقول الشعر لان المعلم من عند الله لا یقول الا حقا وهذا لا ینافی کونه فی نفسه قادرا علی النظم والنثر ویدل علیه تمیزه بین جید الشعر ورديه ای موزونه وغیر موزونه علی ما سبق ومن کان ممیزا کیف لا یکون قادرا علی النظم فی الالهیات والحکم لکن القدرة لا تستلزم الفعل فی هذا الباب صونا عن اطلاق لفظ الشعر والشاعر الذی یوهم التخییل والکذب۔

اور تحقیقی بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے فرمان "وما ینبغی لہ" کا مطلب یہ ہے کہ منصب نبوت کے اعتبار سے شعر کہنا آپ کے مناسب نہیں ہے کیونکہ معلم من اللہ سوا حق کے کچھ نہیں کہتا اور یہ نبی علیہ السلام کے فی نفسہ شعر گوئی پر قادر ہونے کے منافی نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ شعر کی اچھائی اور برائی کو جانتے تھے۔ اور اس کے وزن اور قافیہ وغیرہ سے واقف تھے اور جو نظم کرنے کو جانتا ہو وہ اس پر قادر کیسے نہیں ہو سکتا کہ ان ہی مسائل اور احکام کو نظم کی شکل میں بیان کرے لیکن قدرت اس باب میں فعلیت کو مستلزم نہیں ہے تاکہ احکام شرعیہ لفظ شعر اور شاعری کے اطلاق سے محفوظ رہیں کیونکہ یہ لفظ کذب اور تخیلات کا وہم پیدا کرتا ہے۔

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہو گیا۔ امام بغوی اور دیگر علماء اہل سنت کے نزدیک صحیح بات ہے کہ آپ کو شعر کا علم و ادراک تھا۔ اور علامہ اسماعیل حقی کے نزدیک حق یہی ہے کہ آپ کو شعر کہنے پر قدرت بھی تھی۔ البتہ شعر کہنے کی مہارت نہ تھی۔ پس ان دلائل کی روشنی میں ثابت ہو گیا کہ حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ نے جو فرمایا ہے کہ اس آیت میں آپ سے ملکہ شعر کی نفی کی گئی ہے۔ وہ حرف بحرف صحیح ہے۔ البتہ بغض رسالت اور جہالت کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سابعًا یہ کہ سرفراز صاحب نے ملکہ کی نفی کو تحریف پر محمول کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہاں علم کی نفی ہے۔ ملکہ کی نفی نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ دیوبند کے اس محقق کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ملکہ اور علم میں تضاد نہیں۔ بلکہ ملکہ علم ہی کا ایک معنی ہے۔ دیکھئے علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

هو علم اى ملكة — وہ (علم) ملکہ ہی ہے۔

(مختصر معانی ص ۳۸، مطول ص ۵۶)

اب جب کہ ثابت ہو گیا کہ علم کا معنی ملکہ بھی ہے۔ پس علمناہ میں علم کو ملکہ کے معنی میں لینا تحریف نہیں بلکہ تصریحات علماء کے مطابق ہے۔

ثامنًا اس لیے کہ شعر کہتے ہیں:

الكلام الذى قصد الى وزنه — یعنی وہ کلام شعر ہے۔ جس میں وزن کو مقصود بنایا گیا ہو۔

اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ نبی علیہ السلام نے کلام موزوں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

انا النبى لا كذب — انا ابن عبد المطلب

ایک اور موقعہ پر فرمایا:

لا عيش الا عيش الاخرة — فاغفر الانصار والمهاجرة

اور اس جگہ یہ سوال پیدا ہو گا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وما علمناه الشعر پس یہ شعر آپ نے کیسے پڑھے۔ تو مفسرین کرام نے اس کا جواب دیا۔ ملاحظہ فرمایئے۔ امام رازی فرماتے ہیں:

ذالك ليس بشعر لعدم قصده الى الوزن والقافية وعلى هذا لو صدر من النبى صلى الله عليه وسلم كلام كثير موزون مقفى

یہ کلام موزوں شعر نہیں ہے کیونکہ آپ نے وزن اور قافیہ کا قصد نہیں کیا تھا۔ پس اس بناء پر اگر نبی علیہ السلام سے کلام موزوں کے کثیر افراد بھی صادر ہوں تو شعر نہ ہوں گے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لایکون شعر العدام قصدہ اللفظ۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۱)

کیونکہ آپ قافیہ اور وزن کا قصد نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح اور مفسّرین نے بھی جواب دیئے ہیں۔ اب آپ غور فرمائیے کہ مفسرین کرام نے کلام موزوں کے ادراک کو وما علمناہ الشعر کے خلاف نہیں سمجھا بلکہ اس کے صدور کو وما علمناہ الشعر کے خلاف سمجھا ہے اور جواب کے درپے ہوئے۔ پس ثابت ہوا کہ تمام مفسّرین کی مراد یہاں پر علم سے ملکہ ہے۔ نہ کہ مطلقاً ادراک جیسا کہ دیوبندیوں نے سمجھا ہے۔

تاسعاً یہ کہ خود علماء دیوبند نے تصریح کی ہے۔ کہ حضور اعلم الخلق (مخلوق میں سب سے زیادہ جاننے والے) ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"کہ بفضلہ تعالےٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(بسط البنان ص ۱۹)

اور مولوی خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں:

"ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں۔" (عقائد علماء دیوبند ص ۳۹)

اب سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ اگر حضور کو شعر گوئی کا علم نہ ہو تو بتلائیے کہ امت کے جن افراد کو شعر کا علم ہے ان کا علم اس شعبہ میں حضور سے زائد ہوا یا نہیں۔ پس حضور اعلم المخلوقات کیسے ہوئے۔ اب یا تو عقائد دیوبند کو باطل کیجئے یا اپنی بدعقیدگی سے توبہ کیجئے۔ ممکن ہے سرفراز صاحب یہ عذر پیش کریں۔ کہ بُری چیز کا علم حضور سے نفی کرنے میں کوئی برائی نہیں۔ تو گذارش

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے کہ مطلقاً شعر تو مذموم نہیں ہے۔ حضور نے خود فرما دیا ہے کہ:

هو كلام حسنه حسن وقبيحه قبيح۔ جس شعر کا مضمون اچھا ہو وہ اچھا ہے اور جس کا مضمون بُرا ہو وہ بُرا ہے۔

نیز اگر شعر مطلقاً مذموم ہے تو پھر حسّان بن ثابت کے اشعار پر کیا فتویٰ لگائیے گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت حسّان کو منبر پر بٹھا کر شعر سُنا کرتے تھے۔ اس بارے میں کیا حکم ہو گا۔ اور سب کو چھوڑیئے۔ اپنے آباؤ اجداد کی شاعری کو کس کھاتہ میں رکھیئے گا۔ قصائد قاسمی اور مرثیہ گنگوہی کس مرتبہ میں شامل ہوں گے۔ پس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ مطلقاً شعر مذموم نہیں ہے۔ جس کا مضمون مذموم ہو وہ مذموم ہے اور جس کا مضمون محمود ہو۔ وہ محمود ہے۔ پس جن اچھے اشعار کا علم افرادِ امّت کو ہے اور حضور کو نہ ہو۔ تو اس علم میں یہ افراد امت حضور سے بڑھے یا نہیں۔ پھر آپ کے اعلم الخلق ہونے کا عقیدہ کس طرح سلامت رہے گا افسوس اور صد افسوس کہ آپ اپنے احبار و رہبان کے لیے اشعار کا علم ثابت کرتے ہیں، اور حضور جو اعلم الخلق ہیں ان سے اس کے علم کی نفی کرتے ہیں۔ سچ کہیئے کیا آپ نے اپنے دیوتاؤں کا مرتبہ حضور سے بڑھا نہیں دیا۔ بہر حال ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ علم بمعنی ادراک آپ کے لیے ثابت ہے اور جو منفی ہے وہ علم بمعنے ملکہ ہے۔

سرفراز صاحب کے ایک اعتراض پر بحث کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بات پر بھی روشنی ڈالی جائے۔ کہ آخر ملکہ شعر کو کیوں منافی نبوت قرار دیا گیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے جو ہم ابھی روح البیان سے نقل کر چکے ہیں۔ دوسری وجہ جو امام رازی نے تفسیر کبیر میں ارقام فرمائی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نثر میں الفاظ معنی کے تابع ہوتے ہیں اور نظم میں معنی الفاظ کے تابع ہوتے ہیں۔ پس شاعر کی بالذات نظر الفاظ کی طرف اور نبی کا مقصود الفاظ نہیں۔ معنے ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے نبی علیہ السلام کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا گیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صدرالافاضل کا دوسرا جواب اور اس کی توضیح

وما علمناہ الشعر سے مبتدعین دیوبند کے تنقیص علم پر استدلال کا دوسرا جواب صدرالافاضل رحمہ اللہ نے اس طرح دیا ہے۔ یا یہ کہ قرآن تعلیم شعر نہیں ہے اور شعر سے کلام کاذب مراد ہے۔ خواہ موزوں ہو یا غیر موزوں۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے علم اوّلین و آخرین تعلیم فرما گئے۔ جن سے کشف حقائق ہوتا ہے اور آپ کے معلومات واقعی اور نفس الامری ہیں۔ کذب شعری نہیں جو حقیقت میں جہل ہے۔ وہ آپ کی شان کے لائق نہیں اور آپ کا دامنِ تقدس اس سے پاک ہے۔

اب سرفراز صاحب کی تنقید ملاحظہ فرمایئے:

"وما علمناہ الشعر میں تو نفی ہے۔ اس سے علم اوّلین و آخرین کی تعلیم کے اشارے کا جوڑ خدا معلوم کیسے تھا۔ قرآن کریم کا یہ قطعی مضمون تو یہ بتلا رہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے مطلقاً شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ آپ کی شان کے لائق ہے۔ لیکن مولوی نعیم الدین صاحب کہتے ہیں۔ کہ اس میں اشارہ ہے کہ آپ کو اوّلین و آخرین کے علوم کی تعلیم فرمائی گئی ہے۔ نہ معلوم یہ اشارہ کیسے ثابت ہوا۔" (تنقید متین ص ۱۹۷)

مفسرین نے اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی ہے کہ قرآن شعر کی طرح کلام کاذب نہیں۔ چنانچہ شبیر احمد صاحب عثمانی اپنی تفسیر میں اسی مقام پر لکھتے ہیں:

"اس پیغمبر کو ہم نے قرآن دیا ہے۔ جو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے۔ کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں دیا۔"

یعنی اللہ تعالےٰ نے آپ کو قرآن کی تعلیم دی جس میں علوم و آخرین موجود ہیں نہ کہ کذب کی تعلیم دی ہے جو آپ کی شان کے لائق نہیں اور عقلمند شخص کیلئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ واضح اشارہ ہے۔

صدرالافاضل کا تیسرا جواب

صدرالافاضل رحمہ اللہ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ اس میں شعر بمعنے کلام موزوں کے جاننے اور اس کے صحیح و سقیم۔ جید و ردی کو پہچاننے کی نفی نہیں۔ بلکہ علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں طعن کرنے والوں کے لیے یہ آیت کسی طرح سند نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم کائنات عطا فرمائے۔ اس کے انکار میں اس آیت کو پیش کرنا محض غلط ہے۔"

سرفراز صاحب کی تنقید:

"ثالثاً یہ کہ کس آیت اور خبر متواتر سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی طور پر (ایک ذرہ اور ایک فرد بھی اس سے مستثنیٰ نہ ہو) علوم کائنات عطا فرمائے گئے تھے تاکہ یہ آیت کریمہ اس سے متعارض ہو۔ اور اس کو اس کے مقابلہ میں سند لانا صحیح نہ ہو اور اس کو اس کے مقابلہ میں پیش کرنا محض غلط ہو۔ قرآن و حدیث میں تو کوئی ایک حوالہ بھی صریح اس پر موجود نہیں ہے۔ ہاں فی الجملہ اوّلین و آخرین کا آپ کو عطا ہونا صحیح دلائل سے ثابت ہے۔ مگر وہ بعض ہیں کل نہیں۔" (تنقید متین ص ۲۳۶ طبع دوم)

علم کلی

عام طور پر مبتدعین دیوبند علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کلی کو اپنے طنز کا نشانہ بناتے ہیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اصل عقیدہ کو دلائل سے بیان کر دیا جائے۔ غور فرمائیے ہر چیز قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اور جس چیز کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ اس کا نبی علیہ السلام کو علم ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز کا نبی علیہ السلام کو علم ہے قیاس کا صغریٰ یہ ہے۔ کہ ہر شئے قرآن میں مذکور ہے اور اس پر قرآن کریم کی یہ آیت دلیل ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیٔ ۔	اور ہم نے آپ کے اُوپر جو کتاب نازل کی ہے۔ وہ ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے۔

اس آیت کا مرکز استدلال لفظ "کل" ہے اور تمام اصولیین کا اتفاق ہے۔ کہ لفظ کل الفاظ عموم میں سے ہے۔ چنانچہ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

اذا اضیف کل الی النکرہ فھو لعموم افرادھا ۔ (توضیح تلویح ص ۱۷۳)	جب لفظ کل کی نکرہ کی طرف اضافت ہو تو وہ اپنے مضاف الیہ کے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے۔

اور آیت مذکورہ میں کل کی اضافت شیٔ کی طرف ہے جو نکرہ ہے پس یہاں لفظ کل شیٔ کے ہر فرد کو شامل ہے۔ اور عام اپنے تمام افراد کو قطعی اور یقینی طور پر شامل ہوتا ہے۔ اور کوئی ظنی دلیل اس کا مخصص نہیں ہو سکتا۔ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

وعند جمھور العلماء اثبات الحکم فی جمیع ما یتناولہ من الافراد قطعًا و یقینا عند مشائخ العراق وعامۃ المتاخرین ۔ (توضیح تلویح ص ۱۱۱)	جمہور کے نزدیک عام کے تمام افراد کے لیے اس کا حکم قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے اور مشائخ عراق اور عامۃ متاخرین کا مذہب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ احناف خبر واحد کو بھی عام کے لیے مخصص نہیں مانتے۔ اور انہوں نے "فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" میں ما کے عموم کے لیے لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب کو مخصص نہیں تسلیم کیا۔ بلکہ ملا جیون رحمہ اللہ نے واشگاف الفاظ میں تصریح فرمائی ہے کہ:

لا یجوز تخصیص قولہ تعالٰی تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ ومن دخلہ کان اٰمنا بالقیاس وخبر الواحد ۔ (نور الانوار ص ۷۰)	اللہ تعالیٰ کے قول ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ اور من دخلہ کان اٰمنا کے عموم کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے جائز نہیں ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ
میں کل کا عموم قطعی ہے۔ جس کے لیے کوئی خبر واحد یا قیاس بھی مخصص نہیں بن سکتا۔
پس قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم ہر چیز کے علم کو شامل ہے۔ علامہ آلوسی
حنفی فرماتے ہیں:

والتحقیق عندی ان جمیع ما عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاسرار الھیۃ وغیرھا من الاحکام الشریعۃ قد اشتمل علیہ القرآن المنزل فقد قال سبحانہ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئ وقال تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شئ وقال صلی اللہ علیہ وسلم فیما اخرجہ الترمذی وغیرہ ستکون فتن قیل وما المخرج منھا قال کتاب اللہ تعالیٰ فیہ نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم واخرج ابن جریر عن ابن مسعود قال انزل فی ھذا القرآن کل علم وبین لنا فیہ کل شئ ولکن علمنا یقصر عما بین لنا فی ھذا القرآن۔

میری تحقیق یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اسرار الٰہیہ، احکام شریعہ یا جو کچھ بھی بیان فرمایا ہے۔ ان تمام علوم پر قرآن مشتمل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔ جو ہر چیز کا بیان کرتی ہے۔ نیز فرمایا۔ ہم نے اس کتاب میں کسی شئ کے بیان میں کمی نہیں کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب فتنے ظاہر ہوں گے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ان سے نجات کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا کتاب اللہ! اس میں تم سے پہلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں اور تمہارے لیے احکام ہیں اور ابن جریر نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا اس قرآن میں ہر شئ کا علم ہے۔ اور ہر چیز کا بیان ہے لیکن ہماری عقول قرآن کریم سے ان کو حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔

(روح المعانی ج ۶ ص ۱۷۰)

اور علامہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وقال الشافعی مرۃ بمکۃ سلونی عما شئتم اخبرکم عنہ فی کتاب اللہ الی ان قال وقال ابن ابی الفصل المرسی فی تفسیرہ جمع القرآن علوم الاولین والاخرین بحیث لم یحط بھا علماً حقیقۃً الا المتکلم بھا ثم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاما استاثر بہ سبحانہ تعالیٰ ثم ورث عنہ معظم ذالک سادات الصحابۃ واعلامھم مثل الخلفاء الاربعۃ وابن مسعود وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم) حتی قال لوضاع عقال بغیر لوجدتہ فی کتاب اللہ۔

(اتقان ج ۲ ص ۱۲۶)

امام شافعی نے فرمایا مجھ سے جو چیز پوچھو تو میں تمہیں وہ قرآن میں دکھا دوں گا۔ اور ابن ابی الفضل مرسی نے اس کی تفسیر میں کہا کہ قرآن کریم تمام علوم اولین و آخرین کا جامع ہے جن کے علم کا حقیقت میں سوائے اللہ کے کسی نے احاطہ نہیں کیا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سوا ان امور کے جو اللہ کے ساتھ خاص ہیں پھر کبار صحابہ اس علم سے وافر حصہ کے وارث ہوئے۔ مثل خلفائے راشدین کے اور حضرت ابن مسعود اور ابن عباس کے اور ابن عباس نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں اسے بھی قرآن میں پالوں گا۔

علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اور علامہ سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ کی ان عبارات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ قرآن کریم میں کل اشیاء کا بیان اور علم موجود ہے۔ اس مقام پر یہ شبہ نہ ہو کہ بعض مفسرین نے تبیاناً لکل شئی کی صرف احکام شریعہ کے ساتھ تفسیر کی ہے۔ کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ کل کا عموم قطعی ہے۔ اور اس کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے بھی نہیں ہو سکتی تو بعض مفسرین کے اقوال اس کے مخصص کس طرح ہو سکتے ہیں۔ پس بحمد اللہ یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ قرآن کریم میں تمام چیزوں کا بیان ہے اور اجماعاً ثابت ہے۔ کہ قرآن کریم جس چیز کا بھی بیان ہے۔ نبی علیہ السلام کو ان تمام چیزوں کا علم حاصل ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پس ثابت ہو گیا کہ نبی علیہ السلام کو تمام چیزوں کا علم حاصل ہے۔ اور اسی علم کو علم کلی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ اللہ تعالےٰ کی کامل معرفت اسی شخص کو حاصل ہو گی۔ جسے مخلوق کا علم حاصل ہو۔ دیکھئے امام رازی متوفی ۶۰۶ھ وکذالک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لیس المقصود من اراۃ اللہ ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض ھو مجرد ان یری ابراھیم ھذا الملکوت بل المقصود ان یراھا فیتوسل بھا الیٰ معرفۃ جلال اللہ تعالیٰ وقدسہ وعلوہ وعظمتہ۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۷۲)

ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی تمام نشانیاں دکھانے سے یہ مقصد نہ تھا کہ حضرت ابراہیم کو صرف انہیں چیزوں کا علم حاصل ہو۔ بلکہ مقصود یہ تھا کہ انہیں ان نشانیوں کے علم سے اللہ تعالےٰ کی جلالِ ذات اور اس عظمت کی معرفت حاصل ہو۔

اور علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

وانت تعلم ان رویۃ الربوبیۃ انما ھی برویۃ دلائلھا وآثارھا (روح المعانی ج ۷ ص ۱۷۲)

اور تو خوب جانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی معرفت اس کے دلائل اور مظاہرِ قدرت کی معرفت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

پس اگر آپ یہ مانتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کی معرفت کاملہ حاصل ہے۔ تو آپ کو حضور کے لیے علم کلی بھی ماننا پڑے گا۔

ثانیاً اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے تمام کائنات کا علم عطا فرمایا۔ اب اگر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ حضرت ابراہیم سے کم نہیں سمجھتے تو آپ کو حضور کے لیے بھی علم کلی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

ان اللہ اراہ الملکوت بالعین

اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قالوا ان اللہ تعالیٰ شق لہ السموات حتی رای العرش والکرسی والی حیث ینتھی فوقیۃ العالم الجسمانی وشق لہ الارض الی حیث ینتھی الی السطح الاخر من العالم الجسمانی ورای ما فی السموات من العجائب والبدائع ورای ما فی باطن الارض من العجائب والغرائب۔

تمام ملکوت ان کی آنکھ سے دکھلائے یہاں تک کہ تمام آسمانوں کے پار انہیں عرش اور کرسی دکھلایا۔ غرضیکہ اُوپر کی جانب میں جو کچھ بھی تھا۔ وہ دکھلایا پھر نیچے کی جانب زمین کی آخری گہرائی تک میں جو کچھ بھی تھا وہ دکھلایا اور آسمان و زمین کے عجائب و غرائب بھی اس طرح دکھلائے جیسے ان کی ظاہری نشانیاں دکھلائی تھیں۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۷۳)

اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ مخلوق کا کلی علم خالق کی کامل معرفت کا ذریعہ ہے۔ پس جب کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے اس علم کلی سے بہرہ مند فرمایا۔ تو نبی علیہ السلام کے بارے میں یہ کیونکر متصور ہے کہ انہیں یہ علم حاصل نہ ہو۔ بلکہ نبی علیہ السلام کو یقیناً اس سے کہیں زیادہ علم حاصل تھا۔ کیونکہ جب آپ کو خالق کی معرفت تمام انبیاء سے اتم اور اکمل درجہ میں حاصل ہے۔ تو لازماً مخلوق کا علم بھی آپ کو سب سے زیادہ حاصل ہو گا۔

رابعاً یہ کہ امام رازی اسی مقام پر فرماتے ہیں کہ انسان پر جب تک حجابات بشریہ چھائے رہتے ہیں۔ وہ علم و عرفان سے دُور رہتا ہے۔ اور جب حجابات بشریہ زائل ہو جاتے تو وہ نور جلال ذات کی روشنی میں تمام چیزوں کو دیکھتا ہے۔ چنانچہ امام نے فرمایا:

وکل ماسوی اللہ فھو حجاب عن اللہ تعالیٰ فلما زال ذالک الحجاب لاجرم تجلی لہ ملکوت السموات بالتمام قولہ و

اور ہر ماسوی اللہ، اللہ تعالےٰ سے حجاب ہے پس جب یہ حجاب زائل ہو جاتا ہے تو آسمانی حقائق منکشف ہو جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالےٰ کے قول وکذالک نری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

كذالك نرى ابراهيم ملكوت السمٰوات معناه و زوال الاشتغال لغير الله حصل له نور تجلى جلال الله تعالىٰ

ابراہیم الخ کا معنی یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم سے اشتغال بغیر اللہ زائل ہوگیا۔ تو انہیں اللہ تعالےٰ کے نور جلال کی تجلی بالتمام حاصل ہوگی۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۷۲)

پس جو لوگ نبی علیہ السلام کے لیے علم کلی نہیں مانتے۔ کیا ان کے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر حجابات پڑے ہوئے ہیں۔ نیز جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلندی شان کا یہ مرتبہ ہے کہ نور جلال سے تمام حقائق ان پر منکشف ہو گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو سید المرسلین ہیں۔ ان کے علم کی عظمتوں کا کیا عالم ہوگا۔

خامساً ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ تحریر فرماتے ہیں:

للغيب مبادى ولواحق فمباديه لايطلع عليه ملك مقرب ولانبى مرسل واما اللواحق فهو ما اظهره الله على بعض احبائه لوحة عمله وخرج ذالك عن الغيب المطلق وصار غيبا اضافيا وذلك اذا تنورت الروح القدسية وازداد نوريتها واشراقها بالاعراض عن ظلمة عالم الحس وتخلية القلب عن صداء الطبيعة والمواظبة على العلم والعمل وفيضان الانوار الالهية

غیب کے مبادی بھی ہیں اور لواحق بھی لیکن مبادی پر نہ کوئی ملک مقرب اطلاع پاتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل باقی رہے لواحق تو ان کو اللہ تعالےٰ اپنے بعض احباء پر ان کے عمل کے مطابق مطلع فرماتا ہے۔ اور یہ غیب اضافی ہے۔ کیونکہ جب روح قدسیہ منور ہو جاتی ہے۔ اور عالم محسوسات کی ظلمت سے کنارہ کش ہو کر آئینہ دل کو طبیعت کے زنگ سے صاف کر لیتی ہے اور علم و عمل پر دوام حاصل ہو جاتا ہے اور فیضان انوار الٰہیہ کی وجہ سے یہ نور اور زیادہ قوی ہو کر فضاء قلب پر چھا جاتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حتی یقوی النور وینبسط فی فضأ قلبه فتنعکس فیه النقوش المرتسمة فی اللوح المحفوظ ویطلع علی المغیبات ویتصرف فی اجسام العالم السفلی بل یتجلی حینئذ الفیاض الاقدس بمعرفة اللتی هی الشرف العطایا فکیف بخیرها۔

(مرقات ج ا ص ۶۲)

ہے تب اس کے دل میں لوح محفوظ کے نقوش مرتسم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ غیب پر مطلع ہو جاتا ہے اور اس عالم کے اجسام میں تصرف کرتا ہے۔ بلکہ اس کے دل پر اللہ تعالےٰ کی تجلیات وارد ہوتی ہیں اور جب اسے اللہ تعالےٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے جو سب سے افضل مقام ہے تو بھلا کوئی اور چیز اس سے کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

ملا علی قاری کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ صالحین کاملین اور عارفین باللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ جب ان سے اللہ تعالےٰ کی ذات ہی مخفی نہ رہی تو کوئی اور چیز کیسے مخفی رہ سکتی ہے اور یہی علم کلی ہے۔ پس جب علم صالحین اور کاملین کو یہ علم حاصل ہے۔ تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام کاملین اور عارفین کے سرتاج ہیں انہیں یہ علم کیونکر حاصل نہ ہوگا۔

نیز حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فعلمت ما فی السمٰوات والارض۔ (مشکوٰۃ ص ۶۹)

پس میں نے جان لیا اس ہر چیز کو جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں:

ایں عبارات است از حصول تمام علوم جزوی کلی واحاطہ آں۔

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۳۳۳)

آپ کا یہ قول اس سے عبارت ہے کہ آپ کو تمام جزوی وکلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ کر لیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر مکی کی عبارت ذکر کی ہے۔

وقال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی فی السمٰوات بل وما فوقھا کما یستفاد من قصۃ المعراج والارض ھی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتھا (مرقات ج ۲ ص ۲۱۰)

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام نے تمام کائنات کو جان لیا جو آسمانوں میں ہے بلکہ اس سے اوپر بھی جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور زمین کا لفظ حدیث میں جنس کے معنی میں ہے یعنی سات زمینوں بلکہ اس سے بھی نیچے جو حقائق تھے ان تمام کو جان لیا۔

ایک اور روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فتجلی لی کل شئی۔ پس ہر چیز میرے لیے منکشف ہو گئی۔

(مشکوٰۃ ص ۷۲)

اس حدیث میں بھی کل کا مضاف الیہ نکرہ ہے پس معلوم ہوا کہ آپ کو تمام چیزوں کا علم حاصل ہے۔

اور اس کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا:

پس ظاہر شد و روشن شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را۔

پس مجھ پر تمام علوم ظاہر ہو گئے اور میں نے ان سب کو پہچان لیا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۴۲)

بحمداللہ ہم نے قرآن کریم احادیث اور اقوال محققین علماء کی روشنی میں نبی علیہ السلام کے علم کلی کو واضح تر بیان کر دیا ہے۔ البتہ منکرین اور متعصبین کی ضد ہٹ دھرمی اور عناد رسول کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

علم الٰہی اور علم رسول میں فرق

مسئلہ علم کلی میں عام طور پر متبدعین دیوبند یہ کہا کرتے ہیں کہ جب کل اشیاء کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علم حضور کے لیے مان لیا۔ تو پھر آپ کا علم اللہ کے علم کے مساوی ہو گیا۔ اس لیے اس مقام پر علم کلی کی وضاحت نہایت ضروری ہے۔ پس جاننا چاہیئے کہ علم کلی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو خدا کا علم ہے۔ وہ حضور کو سب حاصل ہے۔ بلکہ مخلوقات اور لوح محفوظ کے کل علوم حضور کو حاصل ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کا علم لوح محفوظ میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ کروڑوں الواح بھی اللہ تعالےٰ کے علوم غیر متناہیہ کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ حضور کا علم نہ اللہ تعالےٰ کے علم کی مثل ہے نہ بعض کی بلکہ ایک ذرہ کے علم میں بھی حضور اور خدا کے علم میں بھی کوئی مماثلت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کو ایک ذرہ کا علم بھی غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے۔ اور ان غیر متناہی وجوہ میں سے ہر وجہ کا پھر غیر متناہی وجوہ سے علم ہوتا ہے۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہتا ہے غرضیکہ اللہ تعالےٰ کے علم میں غیر متناہی علوم کے تسلسل ہیں۔ اور اس کے علم کی وسعت کسی انسانی دماغ میں آ ہی نہیں سکتی۔ دیکھئے امام رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

معلومات اللہ تعالیٰ غیر متناھیۃ ومعلوماتہ فی کل واحد من تلک المعلومات ایضا غیر متناھیۃ۔	اور اللہ تعالےٰ کی معلومات غیر متناہی ہیں اور ان معلومات غیر متناہیہ میں سے ہر معلوم پھر غیر متناہی وجہ سے معلوم ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۷۳)

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے اعتقاد کے مطابق تمام مخلوقات کے علم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں وہ نسبت ہے جو قطرے کو سمندر سے ہے۔ یعنی تمام مخلوقات کا علم بمنزلہ قطرہ ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں حضور کا علم بمنزلہ سمندر ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کی نسبت اللہ تعالےٰ کے علم کے ساتھ ایسی بھی نہیں۔ جیسے قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔ یعنی اگر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ تعالےٰ کے علم کو سمندر قرار دیا جائے اور حضور کے علم کو اس کے مقابلہ میں قطرہ قرار دیا جائے تو یہ بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ قطرہ بھی متناہی ہے اور سمندر بھی اور یہ متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے۔ اور حضور کے علم اور اللہ تعالےٰ کی نسبت متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرف ہے۔ اللہ تعالےٰ اور حضور کے علم میں جس طرح مقدار میں کوئی مماثلت نہیں ہے۔ اسی طرح کیفیت اور صفت کے لحاظ سے بھی کسی مماثلت کا تصور نہیں ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حادث اور جائز الزوال ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا علم قدیم اور ممتنع الزوال ہے۔ پس ظاہر ہوگیا کہ حضور کے علم کلی کو اللہ تعالےٰ کے علم کے ساتھ نہ مقدار کے اعتبار سے مماثلت ہے نہ کیفیت کے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور کے لیے علم کلی ماننے سے آپ کے علم کلی کی خدا کے علم سے مساوات لازم آجاتی ہے۔ ان کے جواب میں ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ:

ما قدروا اللہ حق قدرہٖ۔ — ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ کی ایسی قدر نہیں کی جیسی کرنی چاہیئے تھی۔

حاصل بحث یہ ہے کہ حضور کے علم کلی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا کا کل علم آپ کو حاصل ہے۔ بلکہ مخلوق کا کل علم آپ کو عطا کیا گیا اور اس کی تکمیل نزول قرآن کے ضمن میں تدریجاً ہوئی۔ اور جن احادیث کا یہ مفاد ہے کہ تمام حقائق آپ پر دفعتہً منکشف ہو گئے تھے۔ وہ تدریج کے منافی نہیں ہے کیونکہ عالم کے احوال اور صفات یوماً فیوماً بدلتے رہتے ہیں۔ پس آسمان و زمین کے تمام حقائق آپ پر پیش کیے گئے اور آپ نے انہیں جان لیا اور ان کی تفصیلات پر آپ کو تدریجاً اطلاع ہوئی۔

سرفراز صاحب کے شبہات

سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"رابعاً کیا ملکہ اور کلام کاذب غیر نفس الامری میں باتیں ہیں۔ اس جہاں میں نہیں ہوتیں۔ اور آخر ان کی نفی بھی تو غیب کے منافی ہے۔ پھر غیب کلی کا دعویٰ کیونکر صحیح ہوا۔" (تنقید متین ص ۱۹۷)

صدر الافاضل رحمہ اللہ نے شعر کے ملکہ کی نفی کی ہے یعنی آپ کو شعر کہنے کی مہارت نہیں ہے۔ اس سے علم کلی کی نفی کس طرح لازم آگئی۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ مثلاً کوئی کہے۔ چونکہ حضور کو آسمان و زمین بنانے کی مہارت نہیں ہے۔ اس لیے آپ کو علم کلی نہیں۔

ثانیاً یہ کہ صدر الافاضل رحمہ اللہ نے ملکہ (مہارت) کی نفی کی ہے۔ ملکہ کے علم کی نفی تو نہیں کی ہے۔ حتیٰ کہ آپ اس کی نفی سے علم کلی کی نفی کریں۔

اسی طرح کلام کاذب کی نفی سے علم کلی کی نفی کرنا بھی سراسر حماقت ہے یہ بات اس وقت تو کہی جاسکتی تھی جب صدر الافاضل رحمہ اللہ نے یوں فرمایا ہوتا کہ:

"آپ کو اللہ تعالےٰ نے کلام کاذب کا علم اور ادراک نہیں عطا کیا۔"

حالانکہ صدر الافاضل تو فرما رہے ہیں کہ:

"اللہ تعالےٰ نے آپ کو کذب کی تعلیم نہیں دی۔ یعنی جھوٹ بولنا نہیں سکھایا۔"

اس سے علم کلی تو کجا۔ علم جزدی کی بھی نفی نہیں ہوتی۔ اور اگر آپ کے ہاں تعلیم کذب کی نفی سے علم کی نفی ہوتی ہے۔ تو ہمیں بھی کہنے دیجئے کہ آپ کو ماں باپ اور اساتذہ نے جھوٹ بولنا نہیں سکھایا۔ اس لیے ثابت ہوا کہ آپ بے علم اور جاہل ہیں۔

انبیاء سابقین کے متعلق حضور کا علم

سرفراز صاحب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے علمی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ثابت کرنے کے لیے دوسری دلیل اس طرح قائم کی ہے:

ورسلا قد قصصنا علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم علیک۔

اور کتنے رسول ہم نے بھیجے ہیں جن میں بعض کے حالات ہم نے آپ کو اس سے قبل بتا دیئے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کے حالات نہیں بتائے۔

اس سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض انبیاء کرام علیہ السلام کے حالات کا علم عطا نہیں کیا۔" (تنقید متین ص ۱۹۸)

اس آیت کریمہ میں زمانہ ماضی میں نبی علیہ السلام کے علم کی نفی ہے۔ اور زمانہ ماضی میں کسی بات کی نفی سے زمانہ مستقبل میں اس کی نفی لازم نہیں آتی۔ اور اگر دیوبندیوں کو اسی پر اصرار ہے کہ ماضی میں نفی سے مستقبل میں نفی لازم آجاتی ہے۔ تو پھر ہمیں بھی یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ اشرف علی صاحب تھانوی چونکہ بچپن میں جاہل تھے۔ لہذا آج بھی جاہل ہیں اور ہمیشہ جاہل رہیں گے۔ اسی طرح قاسم نانوتوی اور آپ کے قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی چونکہ بچپن میں جاہل اور بے علم تھے۔ اس لیے مرتے وقت تک جاہل اور بے علم رہے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں تدریجاً وصال تک مکمل ہوا۔ اگر سرفراز صاحب واقعی حضور کی لاعلمی ثابت کرنا چاہتے ہیں تو انہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ فلاں چیز کا علم آپ کو وصال تک نہیں ہوا۔ مبتدعین کی پوری جماعت کو ہمارا چیلنج ہے کہ وہ اس طور پر آپ کی بے علمی ثابت کرے۔

زمانہ ماضی میں کسی چیز کی نفی سے یہ دعویٰ کرنا کہ آپ کو اس کا علم اخیر وقت تک نہیں ہوا۔ جہالت کی بدترین مثال ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ فرماتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نفی قصصهم من قبل لایستلزم نفی قصصهم مطلقا فان نفی الخاص لا یستلزم نفی العام فیمکن ان یکون قصصهم علیه صلی اللہ علیہ وسلم بعد فعلمهم (روح المعانی ج ۶ ص ۱۶)

انبیاء علیہم السلام کے قصص کی زمانہ ماضی میں نفی مطلقاً ان کے قصص کے علم کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ پس ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے بعد میں ان کے قصص کو بیان فرمایا اور آپ نے ان کو جان لیا ہو۔

تواضع کی تحقیق

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمہ اللہ نے لا اقول لکم عندی خزائن اللہ کی تفسیر میں فرمایا:

"مفسرین کا یہ قول بھی ہے کہ حضور کا لا اقول لکم الآیۃ فرمانا بطریق تواضع کے ہے۔ (خازن۔ مدارک و جمل وغیرہ)"

اس تفسیر پر سرفراز صاحب کی تنقید ملاحظہ فرمائیے:

"رہا تواضع کا مسئلہ تو بے شک بعض مفسرین کرام نے لا اعلم الغیب کو تواضع پر حمل کیا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے لا اعلم الغیب کو تواضع اور اظہار عبودیت پر حمل کیا ہے تو درست نہیں ہے۔ بل ھو لیس بشئ کما لا یخفی (روح المعانی ص ۱۳۵ ج ۷) بلکہ یہ تو بالکل ہیچ ہے۔ اور لایعبا بہ کے درجہ میں ہے۔ اور صاحب مواقف (ص ۷۰۱) میں لکھتے ہیں کہ لا نسلم انہ فی معرض التواضع ہم نہیں تسلیم کرتے کہ یہ تواضع پر محمول ہے۔" (تنقید متین ص ۲۰۰)

سرفراز صاحب آپ اپنے حلقہ میں اہل علم سمجھے جاتے ہیں اور بدقسمتی سے لوگ آپ کو علماء کی صف میں شمار کرتے ہیں۔ پھر کچھ تو خدا خوفی اور آخرت کا خیال کیا ہوتا۔ اس قسم کی شرمناک خیانت اور بددیانتی سے آپ کب تک مقتدین دیوبند کا بھرم قائم رکھیں گے۔

علامہ آلوسی صاحب روح المعانی اور صاحب مواقف کی طرف آپ نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خلاف واقع یہ نسبت کی ہے۔ کہ انہوں نے لا اعلم الغیب کو تواضع پر محمول کرنے کو غلط قرار دیا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہی تھا تو آپ نے روح المعانی اور مواقف کے مجمل حوالے کیوں دیئے۔ اور ان کی مکمل عبارات کیوں پیش نہیں کیں۔ کیا اس لیے کہ اگر وہ عبارات سامنے آجاتیں تو آپ کے جھوٹ کا راز فاش ہو جاتا۔

قارئین کرام! حقیقت یہ ہے کہ شرح مواقف ص ۷۰۱ پر جس کا سرفراز صاحب نے حوالہ دیا ہے۔ ایسی کوئی عبارت نہیں جس میں لا اعلم الغیب (میں غیب نہیں جانتا) کو تواضع پر محمول کرنے کو ہیچ یا لایعنی کہا ہو بلکہ انہوں نے لا اقول لکم انی ملک (میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں) کے بارے میں کہا ہے کہ یہ تواضع پر محمول نہیں ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ملائکہ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہوتے ہیں۔ اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضور نے تواضعاً فرمایا ہے کہ لا اقول لکم انی ملک کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ پس معلوم ہوا کہ فرشتہ کا مقام نبی سے اونچا ہوتا ہے۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود سے فرشتہ ہونے کی نفی کر کے تواضع نہ فرماتے۔ چنانچہ صاحب مواقف اور صاحب روح المعانی دونوں نے اس دلیل کا رد کیا۔ اور فرمایا لا اقول لکم انی ملک کو تواضع پر محمول کرنا ہم تسلیم نہیں کرتے تاکہ ملائکہ کی انبیاء پر فضیلت ثابت ہو۔ اب ہم آپ کے سامنے مواقف اور روح المعانی کی عبارات پیش کرتے ہیں:

اجتج الخصم علی تفضیل الملائکۃ بوجوہ عقلیہ ونقلیۃ الی ان قال انما الوجوہ النقلیۃ فسبعۃ الاول ولا اقول لکم انی ملک فی معرض التواضع والجواب لانہ انہ فی معرض التواضع (شرح مواقف ص ۱۰۱)	مخالف نے فرشتوں کی فضیلت پر عقلی اور نقلی دلائل سے استدلال کیا۔ بہرحال وجوہ نقلیہ سات ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ حضور نے بطور تواضع فرمایا کہ میں فرشتہ نہیں ہوں اور اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ یہ کلام تواضعاً فرمایا تھا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مواقف کے بعد اب صاحب روح المعانی کی عبارت ملاحظہ فرمایئے :

وخص ابن عباس رضی اللہ عنہما الغیب بعاقبۃ مایصیرون الیہ ای لاادعی ذالک ولا ادعی ایضا الملکیۃ حتی تکلفونی من الافاعیل الخارقۃ للعادات مالا یطیقہ البشر من الرقی فی السماء ونحوہ وتعدوا عدم اتصافی بصفاتھم قادحا فی امری کما ینبئ عنہ قولھم مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق ولیس فی الایۃ علی ھذا دلیل علی تفضیل الملائکۃ علی الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام فیما ھو محل النزاع کما زعم الجبائی لانھا انما وردت ردا علی الکفار فی قولھم مالھذا الرسول الی ان قال و ھذا الجواب ظاھر مما نقل عن القاضی ذکریا من ان ھذا القول منہ صلی اللہ علیہ وسلم من باب التواضع واظہار العبودیۃ تطیر قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لاتفضلونی علی ابن متی بل ھو لیس لشئ کما لایخفی ۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۱۳۸)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت میں غیب کو کفار کے انجام کے ساتھ خاص کر لیا یعنی میں اس کے جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ ہی میں فرشتہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ تم مجھ کو افعالِ خارقہ کا مکلف کرو کہ میں آسمان پر چڑھ جاؤں یا تم فرشتوں کی صفات سے میرے نہ موصوف ہونے کو میری نبوّت میں طعن کا موجب قرار دو جس طرح کفار نے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ اس رسول کو کیا ہوا ہے کہ یہ بازار میں چلتا ہے اور کھانا کھاتا ہے اور اس آیت میں ملائکہ کی افضلیت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ جیسا کہ جبائی نے سمجھا کیونکہ یہ آیت کفار کے اس قول مذکور کے رد میں نازل ہوئی ہے اور یہ جواب قاضی ذکریا کے اس جواب سے زیادہ ظاہر ہے جس میں انہوں نے کہا کہ اس قول کا تواضع پر مبنی ہونا ایسا ہے جیسے آپ نے فرمایا کہ مجھے ابن متی پر فضیلت مت دو کہ بلکہ یہ جواب تو بالکل ہی کمزور ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صاحب روح المعانی کی اس عبارت سے بالکل واضح ہوگیا کہ علامہ آلوسی معتزلہ کے استدلال کو رد کر رہے ہیں کہ لا اقول لکم انی ملک سے فضیلت ملائکہ پر استدلال کرنا غلط ہے اور قاضی ذکریا نے جو تواضع کا یہ جواب دیا کہ اس قول کی تواضع ایسی ہے۔ جیسے لا تفضلوانی علی ابن متی میں تواضع ہے کہ اس قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور حضرت یونس سے افضل نہ ہوں پس ایسے ہی لا اقول الخ میں تواضع سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ملائکہ سے افضل نہ ہوں۔ اب دیکھئے کہ اس پوری عبارت میں کہیں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے۔ جس میں لا اعلم الغیب کو تواضع پر محمول کرنے کا رد کیا گیا ہو۔ پس سرفراز صاحب کے اس جھوٹ پر ہم سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

آیئے ہم اب آپ کے سامنے خود روح المعانی سے اس امر کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ نفی غیب کو تواضع پر محمول کرنا صحیح اور درست ہے۔ روح المعانی میں علامہ آلوسی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کثیر غیوب جاننے کے اپنی ذات سے علم غیب کی نفی کیوں کی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وفی لباب التاویل للخازن فی الجواب عن ذالک انہ یحتمل ان یکون ھذا القول منہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علی سبیل التواضع والادب والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ تعالیٰ علیہ ویقدرہ لی ویحتمل ان یکون قال ذالک قبل ان یطلعہ اللہ تعالیٰ علی الغیب فلما اطلعہ اخبر بہ او یکون خرج ھذا	علامہ خازن نے فرمایا یہ بھی احتمال ہے کہ نبی علیہ السلام نے علم غیب کی نفی تواضعاً کی ہو (اور تواضع سے کذب لازم نہیں آتا) کیونکہ تواضع کا معنی یہ ہے کہ میں خدا کے بتلائے بغیر غیب کو نہیں جانتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے غیب پر مطلع ہونے سے پہلے نفی کی ہو۔ اور اطلاع پاکر غیوب کی خبر دی ہو یا نبی علیہ السلام کا یہ کلام کفار کے سوال کے جواب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الکلام مخرج الجواب عن سوالهم ثم بعد ذالک اظهره الله تعالیٰ علی اشیأ من المغیبات لیکون ذالک معجزة له ودلالة علی صحة نبوته صلی الله علیه وسلم انتهیٰ۔ وفیه تامل وکلام بعض المحققین یشیر الی ترجیح الاول۔

ہیں ہو۔ اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغیبات کی خبر دی تاکہ وہ آپ کا معجزہ اور نبوت کی دلیل قرار پائے۔ علامہ خازن کی عبارت ختم ہوئی، اور اس عبارت میں غور کرنا چاہیئے اور بعض محققین کی عبارت پہلے جواب (یعنی تواضع) کی ترجیح کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

(روح المعانی ج ۹ ص ۱۲۱)

علامہ خازن کے جس جواب کا صدر الافاضل رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے وہ جواب اور اس پر علامہ آلوسی کا تبصرہ ہم نے ہدیۂ قارئین کر دیا ہے۔ تاکہ دیکھنے والے دیکھ لیں کہ علامہ آلوسی تواضع والے جواب کو رد کر رہے ہیں۔ یا اس کو ترجیح دے رہے ہیں۔

صدر الافاضل نے خازن، مدارک اور جمل کے حوالہ سے جو بات بیان کی تھی وہ بات حرفاً حرفاً ثابت ہے۔ اور جن تفسیروں کے حوالے صدر الافاضل رحمہ اللہ نے دیئے ہیں ان کے علاوہ دوسرے مفسرین نے بھی تواضع کا قول کیا ہے جن میں سے ایک امام فخر الدین رازی بھی ہیں۔ تواضع کے قول کو سرفراز صاحب رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علاوہ ازیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تو حاصل تھا لیکن آپ نے تواضع کے طور پر فرمایا کہ لا اعلم الغیب میں غیب نہیں جانتا تو کیا دیدہ دانستہ خلاف واقع بات کہنا جھوٹ ہے (معاذ اللہ تواضع ہے"

(تنقید متین ص ۲۰۰)

افسوس ہے کہ ڈاڑھی سفید ہو چکی۔ لیکن آپ کو ابھی تک تواضع کے معنی کا بھی پتہ نہیں چلا۔ کاش آپ بریلی کے کسی ادنیٰ طالب علم کی ہی شاگردی کر لیتے۔ تو آپ کو تواضع کا معنی سمجھ میں آجاتا۔ اور بڑھاپے میں یہ ذلت نہ اٹھانی پڑتی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سُنیئے جنابِ من! تواضع کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خدا کے علم کی عظمتوں کے مقابلہ میں اپنے علم کی نفی فرما رہے ہیں۔ کہ اے بارِ الٰہ تیرے علم کی وسعتوں کے مقابلہ میں میرا علم کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ یہ کہ فی نفسہٖ میرا علم کچھ بھی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ آپ کو اسے جھوٹ کہنے کی جرأت ہو۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے آپ..... تو کسی غیب کو بھی نہیں جانتا الّا یہ کہ اللہ تعالےٰ میری رہنمائی فرمائے۔ اور یہی معنی علامہ خازن نے بیان کیا ہے۔ کہیئے! اب سمجھ میں آیا آپ کو! تواضع کس کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو سمجھ اور ہدایت عطا فرمائے۔ ہم تو ہر حال میں آپ کے دعا گو ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

منافقین کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم

قرآن کریم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم۔ الآیۃ

(اعلیٰحضرت اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں) اور کچھ مدینہ والے ان کو خو ہوگئی ہے نفاق کی تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔

چونکہ مبتدعین دیوبند اس آیت سے بھی سادہ لوح لوگوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم نہ تھا۔ صدر الافاضل رحمہ اللہ نے ان کے شبہات کو زایل کرتے ہوئے فرمایا۔ اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ ایسا جاننا جس کا اثر انہیں معلوم ہو۔ وہ ہمارا جاننا ہے کہ ہم انہیں عذاب کریں گے، یا حضور سے منافقین کے حال جاننے کی نفی باعتبار ماسبق کے ہے اور اس کا علم بعد کو عطا ہوا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے ولتعرفنھم فی لحن القول (جمل) کلبی وسدی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روز جمعہ خطبہ کے لئے قیام کر کے نام بنام فرمایا۔ نکل اے فلاں تو منافق ہے نکل اے فلاں تو منافق ہے۔ تو مسجد سے چند لوگوں کو رسوا کر کے نکالا۔ اس سے بھی ہوتا ہے کہ حضور کو اس کے بعد منافقین کے حال کا علم عطا فرمایا گیا۔

اس تفسیر پر سرفراز لکھتے ہیں۔

نہ معلوم ایسا جاننا جس کا اثر انہیں معلوم ہوا۔ یہ کس لفظ کا معنی اور تفسیر ہے۔ اور "انہیں معلوم ہو" سے کون مراد ہے۔ الفاظ تو بالکل واضح ہیں۔ کہ مدینہ کے کچھ لوگ نفاق کے ایسے خوگر ہیں جن کو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ نہیں۔ ہم ہی جانتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو اپنے مفہوم میں قطعی الدلالۃ ہے۔ اس میں کوئی احتمال پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ خواہ مخواہ کی باتیں بنانے کا اس دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

(تنقید متین ص ۲۰۲)

صدر الافاضل کے جواب کی توضیح

صدر الافاضل کی اس تفسیر کا مطلب حقیقت پسندوں پر تو بالکل واضح ہے۔ عرف میں مجرموں اور بدکاروں کے لئے کہا جاتا ہے کہ ہم تمہیں جانتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ تمہیں تمہاری بدکاریوں پر سزا دیں گے۔ پس منافقوں کا علم اللہ تعالےٰ کے رسول کو بھی حاصل تھا لیکن اس علم وہ ثمرہ ان پر مرتب نہیں ہوا۔ جس سے ان کو دوہرا عذاب دیا گیا ہو چنانچہ اس آیت کا معنی ہے۔ ان منافقین کو آپ نہیں جانتے۔ انہیں ہم جانتے ہیں۔ ہم عنقریب ان کو دو مرتبہ دیں گے اور نحن نعلمھم کے بعد سعذبھم مرتین کا ذکر اس پر قرینہ ہے کہ یہاں علم سے مراد وہ علم ہے جس کا اثر ان منافقین پر دوہرے عذاب کی صورت میں نازل ہو۔ پس جس علم کی نفی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کی گئی ہے۔ وہ اس خاص قسم کا علم ہے۔ نہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مطلقاً منافقین کے علم کی نفی مراد ہے۔ حتیٰ کہ عظمت رسالت کے منکرین اس آیت کو تنقیص نبوی کا نشان بنالیں اہل فہم کے لئے ان چند سطور میں ایضاح حق کے لئے وافر روشنی موجود ہے۔ اور مبتدعین دیوبند بھی اگر آنکھیں بالکل ہی بند نہ کرلیں۔ تو ان سطور سے انہیں بھی کافی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس کی تردید وضاحت کے لئے ملاحظہ فرمائیں علامہ آلوسی نے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول الخ (ہم نے قبلہ کو نہیں بدلا مگر اس لئے تاکہ اپنے اس علم کو ظاہر کریں کہ کون شخص رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون نہیں) کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے۔ ان المراد بہ الجزاء ای التجازی الطائع والعاصی وکثیرا ما یفتح التہدید فی القرآن بالعلم (روح المعانی ج ۲ ص ۶) علم سے یہاں سزا دینا مراد ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن کریم میں بکثرت علم کو ڈرانے نے اور سزا دینے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔
ارباب بدعت کو اس آیت سے تنقیص علم نبوی کا جو شبہ لاحق ہوتا ہے۔
اس کا دوسرا جواب صدر الافاضل رحمہ اللہ نے اس طرح دیا ہے۔ یا حضور سے منافقین کے حال جاننے کی نفی باعتبار ماسبق کے ہے اور اس کا علم بعد کو عطا ہوا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ ولتعرفنھم فی لحن القول (جمل)

صدر الافاضل کے دوسرے جواب کی توضیح

جمل کے حوالہ سے صدر الافاضل رحمہ اللہ نے جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس آیت میں اگرچہ حضور سے منافقین کے علم کی نفی کی گئی ہے۔ لیکن دوسری آیت ولتعرفنھم فی لحن القول میں منافقین کے علم کو ثابت کیا گیا ہے پس منکرین عظمت رسول اور جویان نقص کو اس آیت سے اپنے فاسد عقیدہ پر کوئی مدد نہیں مل سکتی۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کا علم تدریجا ہے اور اگر منافقین کا علم پہلے حاصل نہ تھا۔ تو کوئی ضرر نہیں۔ جب کہ بعد میں اس علم کا حصول دلیل سے ثابت ہو گیا۔
سرفراز صاحب نے صدر الافاضل کے دوسرے جواب پر اس طرح تنقید کی ہے۔

"مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ۔ یا حضور کے منافقین کے حال جاننے کی نفی باعتبار ماسبق ہے اور اس کا علم بعد کو عطا ہوا۔ تو یہ محض نص قطعی کے رد کرنے کا ایک بے سود اور مردود بہانہ ہے کیونکہ ولتعرفنھم فی لحن القول سورۂ محمد کی ایک آیت کا حصہ ہے۔ اور یہ سورت پہلے نازل ہوئی ہے ومن اھل المدینۃ الایۃ۔ سورۂ توبہ کی ایک آیت کا حصہ ہے۔ جو قرآن کریم کی سب سے آخری سورت ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں۔ مولوی نعیم الدین صاحب کے علم و دیانت پر انتہائی حیرت ہوئی ہے کہ وہ بعد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں نازل ہونے والی سورت کے ایک حصّہ کو پہلے نازل ہونے والی سورت کے ایک فرمان سے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اس عبارت پر آخری تبرا ملاحظہ فرمائیں۔ مستزاد براں یہ یاد رہے کہ لا تعلمہم خبر ہے اور نسخ کا وقوع اخبار میں ہوتا ہی نہیں۔ تو پھر اس کے نسخ کا کیا مطلب

(تنقید متین ص ۲۰۶)

سرفراز صاحب کے اس عبارت کئی وجوہ سے کلام ہے

اولاً اس لئے کہ صدر الافاضل نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ تفسیر جمل کے حوالہ سے کہا ہے۔ اس میں ایک لفظ بھی ان کا اپنا نہیں ہے اور یہ تمام تبرّا حقیقت میں تفسیر جمل کی طرف راجع ہوتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ فن مناظرہ کا قانون ہے کہ ناقل سے تصحیح نقل کا مطالبہ ہوتا ہے اور نقل پر جرح کا ذمہ دار ناقل نہیں ہوتا۔

سرفراز صاحب کو چاہئے تھا کہ یا تو صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمہ اللہ کے ذکر کردہ حوالہ کو تسلیم کرتے یا بصورت دیگر اس کا صحیح محل بیان کرتے۔ دیکھئے سرفراز صاحب مصنف راہ جنت سے اس طرح شکائت کرتے ہیں۔

"مفتی صاحب آپ نے انتہائی شرمناک خیانت سے کام لیا ہے آپ کا فرض تھا کہ راہ جنت میں میرے درج کردہ حوالے ذکر کرتے یا بصورت دیگر ان عبارات کا صحیح محل بیان کرتے کہ ان کا مطلب تو یہ ہے مگر سرفراز نے یوں سمجھا ہے۔ مگر آپ کی بلا سے۔ آپ نے ان تمام حوالوں کو گیارہویں کا حلوہ سمجھ کر ہضم کر لیا ہے۔ (باب جنت ص ۳۱)

اب بتلایئے سرفراز صاحب آپ نے صدر الافاضل کے ذکر کردہ حوالے کو کتّے کا فورسہ سمجھ کر کیوں ہضم کر لیا۔ اور اس کی کوئی توجیہہ کیوں نہ کی۔

اب ہم قارئین کے سامنے جمل کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں تاکہ یہ بحث

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پوری روشنی میں آسکے ملاحظہ فرمایئے۔ جمل ج ۲ ص ۳۱۳ پر ہے۔

فان قلت کیف نفی عنه علمه بحال المنافقین ههنا و اثبت فی قوله ولتعرفنهم فی لحن القول فالجواب انه ایضا النفی نزلت قبل ایة الاثبات فلا تنافی اه کرخی۔

(جمل ج ۲ ص ۳۱۳)

پس اگر تو کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منافقین کے علم کی نفی کس طرح صحیح ہو سکتی ہے حالانکہ ولتعرفنهم فی لحن القول میں اس علم کو ثابت کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ توبہ کی مذکورہ آیت پہلے نازل ہوئی جس وقت آپ کو منافقین کا علم (تفصیلی) نہ تھا۔ بعد میں ولتعرفنهم فی لحن القول نازل ہوئی جس سے انکے علم (تفصیلی) کا اثبات کیا گیا ہے۔ (کرخی)

نسخ کا افترا اور اس کا جواب

حوالہ جمل کے سامنے آجانے سے معلوم ہوا کہ اس تفسیر میں صاحب جمل تنہا نہیں۔ کرخی بھی ان کے ساتھ ہیں۔

ثالثاً یہ کہ جمل کے قول کی حکایت کرتے ہوئے صدر الافاضل صاحب نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ لا تعلمهم کے حکم کو یا اس آیت کو لتعرفنهم نے منسوخ کر دیا۔ سرفراز صاحب نے اپنی تحریف و تلبیس کا بدترین مظاہرہ کر کے خود ہی صدر الافاضل پہ نسخ کا افترا باندھا اور پھر اس پہ یہ کہہ کر تبرا کیا کہ نسخ اخبار میں نہیں۔ انشاء میں ہوتا ہے

رابعاً۔ یہ قاعدہ ہے کہ جب دو کلام باہم متعارض ہوں۔ مثلاً ایک میں علم کا اثبات اور دوسرے میں نفی ہو۔ تو اب ان میں معلوم کریں گے کہ مؤخر کون ہے اور مقدم کون اور جب کسی ایک کا مؤخر ہونا ثابت ہو جائے تو اب اگر وہ کلام انشاء ہے۔ تو مؤخر مقدم کے لئے ناسخ ہو جائے گا۔ اور اگر خبر ہو تو ان دو متعارض خبروں کے درمیان تطبیق کی جاتی ہے اور تطبیق کو نسخ نہیں کہا جاتا لیکن علم کے یہ جھوٹے مدعی آیات کے نسخ اور تطبیق کے فرق سے بھی بے خبر ہیں۔ اور صدر الافاضل نے آیات میں جو تطبیق بیان کی ہے۔ اسے نسخ کا معنی پہنا کر اس طرح بے لگام ہو رہے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ بدزبانی بھی ان کا منہ تک رہی ہے۔ صدرالافاضل رحمہ اللہ نے بحوالہ جمل بیان کر دیا ہے کہ لا تعلمھم میں نفی علم کی خبر ہے اور یہ مقدم ہے۔ اور لتعرفنھم میں اثبات علم کی خبر ہے اور یہ مؤخر ہے۔ پس نفی اور اثبات کے محل علیحدہ علیحدہ ہو گئے اور کوئی تعارض اور تناقض نہ رہا۔

خامسا یہ کہ سرفراز صاحب نے بغیر کسی دلیل کے یہ فرض کر لیا کہ لتعرفنھم لا تعلمھم پر مقدم ہے اور ایک فاسد بناء قائم کر کے اس پر فاسد عمارت کی تعمیر کر دی لتعرفنھم سورہ محمد کی ایک آیت ہے۔ اور اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ بہرحال محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ مدنی ہے۔ جلالین میں ہے سورہ القتال مدنیۃ اور سرفراز کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی دیوبند اپنی تفسیر کے ص ۶۷۳ پر لکھتے ہیں کہ سورۂ محمد مدنی ہے بعض تفاسیر سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی آیات حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد تک نازل ہوتی رہی ہیں۔ بہرحال جب ثابت ہو گیا کہ سورۂ محمد اور سورۂ توبہ دونوں مدنی ہیں۔ تو اب اس میں کوئی استبعاد نہ رہا کہ سورۂ محمد کی ایک آیت سورۂ توبہ کی ایک آیت کے بعد نازل ہوئی ہو۔ جبکہ اس امر پر جمل اور کرخی کی شہادت بھی موجود ہے۔

سادسا۔ یہ کہ سرفراز صاحب کہتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت توبہ ہے۔ (تنقید متین ص ۲۰۲)

بجا ہے لیکن اس سے یہ کب لازم آیا کہ باقی تمام سورتوں کا نزول سورۂ توبہ سے پہلے مکمل ہو چکا تھا۔ گکھڑ کے محقق کو شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ ایک وقت میں کئی کئی سورتوں کی آیات نازل ہوتی رہتی تھیں۔ دلائل سے ثابت ہے کہ سورۂ توبہ سے پہلے جن سورتوں کا نزول شروع ہو چکا تھا۔ ان کی آیات سورۂ توبہ کے شروع ہونے کے بعد بھی نازل ہوتی رہیں۔ بلکہ قرآن کریم کی جو آخری آیت نازل ہوئی۔ وہ سورہ توبہ کی نہیں بلکہ سورہ بقرہ کی آیت ہے (تفسیر جمل ص ۲۲۹ ج ۱) پر سورۂ بقرہ کی آیت واتقوا یوما ترجعون کی تفسیر میں علامہ بیضاوی فرماتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قال ابن عباس وھذہ اٰخر اٰیۃ نزل بھا جبرائیل وقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ضعھا فی راس المائتین والثمانین من سورۃ البقرۃ وعاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدھا احدا وعشرین یوما وقیل احدا و ثمانین وقیل سبعۃ ایام وقیل ثلاث ساعات اھ

(انوار التنزیل)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کہ یہ وہ آخری آیت ہے جس کو جبرائیل لے کر نازل ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس کو سورہ بقرہ کے دوسو اسّی نمبر کی آیت پر رکھ دیجئے اور اس آیت کے نزول کے اکیس دن بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ اور بعض روایات میں اکیاسی دن بعد اور بعض میں ہے سات دن بعد اور بعض میں تین گھنٹے بعد۔

اور سورہ مائدہ کی آیت الیوم اکملت لکم۔ الخ کے بارے میں علامہ سیوطی نے جلالین میں فرمایا کہ یہ حلال وحرام کے بارے میں آخری آیت ہے۔ اس کی شرح صاحب جمل فرماتے ہیں۔

ای آیۃ حلال او حرام وھذا لا ینافی انہ نزل بعدھا اٰیۃ موعظۃ وھو قولہ تعالیٰ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ۔

(تفسیر جمل ج ۲ ص ۴۶۲)

یعنی حلال وحرام کے آیتوں کے بارے میں آخری آیت الیوم اکملت لکم دینکم ہے اور یہ اس کے منافی نہیں کہ اس کے بعد نصیحت کے طور پہ واتقوا یوما ترجعون فیہ نازل ہوئی ہے۔

ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ سورۂ توبہ کا بحیثیت مجموعی آخری ہونا اس کے منافی نہیں۔ کہ اس کے بعد پہلے سے شروع کردہ سورتوں کی آیتیں نازل ہوتی رہی ہوں۔ ہم نے بادلائل ثابت کر دیا ہے کہ بقرہ اور مائدہ کی آیتیں بہر حال سورۂ توبہ کے مکمل ہونے کے بعد نازل ہوئیں کیونکہ انہیں قرآن کی آخری آیتوں میں سے شامل کیا گیا ہے۔ بس اسی طرح سورۂ محمد کی آیت ولتعرفنھم فی لحن القول

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا سورہ توبہ کی ایک آیت لا تعلمھم کے بعد نازل ہونا قطعاً بعید نہیں ہے بلکہ دلائل کی روشنی میں حق و صواب ہے جیسا کہ جمل اور کرخی کے حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے اور سرفراز صاحب نے جو بلا دلیل یہ کہا ہے کہ لتعرفنھم مقدم ہے۔ اور لا تعلمھم مؤخر ہے۔ یہ حقائق کی روشنی میں باطل و مردود ہے

سابعاً یہ کہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام نے ولتعرفنھم فی لحن القول کی تفسیر میں اقرار کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو منافقین کی تفصیل و تعیین سے مطلع کر دیا تھا۔ اور لا تعلمھم میں اس علم کی نفی کی گئی ہے (حوالہ آگے آرہا ہے) اب اگر لا تعلمھم کو مؤخر کیا جائے۔ تو قرآن کی دو آیتوں میں تضاد لازم آئے گا کہ علم کو ثابت بھی کیا اور اس کی نفی بھی کی پس لامحالہ ماننا پڑے گا۔ کہ لا تعلمھم پہلے واقعہ کی خبر ہے۔ جب منافقین کا علم نہیں عطا کیا اور لتعرفنھم بعد کی خبر ہے۔ جب یہ علم عطا فرما دیا فللہ الحمد علےٰ ذالک۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

ولعرفتھم فی لحن القول۔ سے علم کا اثبات مراد نہیں۔ بلکہ محض علامت اور نشانی کے طور پر تجربہ کی بنا پر چہرے بشرے سے اندازہ لگانا ہے۔ (تنقید متین ص ۲۰۳)

نوٹ۔ سرفراز صاحب نے اس آیت کو ولتعرفنھم فی لحن القول لکھا ہے، حالانکہ قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں۔ اصل میں ولتعرفنھم فی لحن القول ہے۔ انہوں نے عمداً یا سہواً حضرت صدر الافاضل صاحبؒ کی جو تفسیر نقل کی ہے۔ اس میں بھی ولعرفتھم فی لحن القول لکھا ہے۔ (حالانکہ ان کی تفسیر میں صحیح آیت ولتعرفنھم فی لحن القول لکھی ہوئی ہے۔ مراد آباد کے قدیم مطبوعہ، نسخہ تاج کمپنی کے بڑے سائز کے نسخہ اور حمائل شریف کے تمام نسخوں میں یہ آیت اسی طرح لکھی ہوئی ہے۔ معلوم نہیں کہ گکھڑ کے محرف کس دجل کے پیش نظر تحریف خالص کا یہ کارنامہ انجام دیا ہے) دیوبند کے شیخ الاسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شبیر احمد صاحب عثمانی پہلے تو دیوبندی فطرت سے مجبور ہو کر ولتعرفنھم فی لحن القول کو اندازہ اور قیافہ پر محمول کرتے رہے۔ لیکن بالآخر حق ان کی زبان پر غالب آگیا۔ چنانچہ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔ بعض احادیث سے ثابت ہے۔ کہ حضور نے بہت سے منافقین کو نام بنام پکارا اور اپنی مجلس سے اٹھا دیا اور ممکن ہے وہ شناخت "لحن القول" اور "سیما" وغیرہ سے حاصل ہوئی ہو یا آیت ہذا کے بعد حق تعالےٰ نے آپ کو بعض منافقین کے اسماء پر تفصیل و تعیین کے ساتھ مطلع فرما دیا ہو۔ واللہ اعلم (ص ۶۷۷)

مرتے مرتے بھی عثمانی صاحب کی زبان پر کلمہ حق یقین کے ساتھ جاری نہ ہوا۔ اور اپنے قول میں احتمال اور امکان کا رنگ پیدا کر کے حق نفاق ادا کر ہی دیا۔ عثمانی صاحب کو اس بات میں تردد ہے کہ حضور کو منافقین کا علم تھا یا نہیں اور ان کے معنوی فرزند سرفراز صاحب نے صاف اور صریح الفاظ کے ساتھ حضور کے علم منافقین کا انکار کر دیا حالانکہ حضور کے علم کا مرتبہ تو عقل و ادراک سے باہر ہے۔ آپ کے غلاموں کو بھی منافقین کا علم تھا۔ دیکھئے حضرت حذیفہ بن یمان کی سوانح شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

حذیفہ بن الیمان صحابی کبیر عظیم الشان است۔ صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزد او بود علم منافقین رضی اللہ عنہ	حذیفہ بن یمان عظیم الشان صحابی تھے۔ ان کے پاس منافقین کا علم تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب راز تھے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۶)

اس عبارت سے جس طرح یہ معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمان کو منافقین کا علم تھا یہ بھی پتہ چلا کہ علم منافقین از قبیل راز ہے اور راز کی باتیں ہر ایک پر منکشف نہیں کی جاتیں اور نہ اسے بر سر عام آشکارا کیا جاتا ہے پس مبتدعین دیوبند کا یہ کہنا کہ اگر حضور منافقین کو جانتے تھے تو انہیں ظاہر کیوں نہ کیا محض

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حماقت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ یہ نبی علیہ السلام کا راز تھا۔ جب آپ نے مناسب سمجھا تو منافقین کے نفاق کو ظاہر کر دیا اور انہیں نام بنام پکار کر مسجد سے نکال دیا۔ جس طرح صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے اس کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ کلبی و سدی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روز جمعہ خطبہ کے لئے قیام کر کے نام بنام فرمایا۔ نکل اے فلاں۔ تو منافق ہے۔ نکل اے فلاں تو منافق ہے۔ تو مسجد سے چند لوگوں کو رسوا کر کے نکالا۔

اخراج منافقین کی حدیث پر جرح اور اس کا جواب

سرفراز صاحب اس حدیث کے رواۃ پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ وہ شیر ہیں جن کی روایات سے (جب کے سند کی اوپر کی کڑیوں کا ذکر تک نہیں کیا) مولوی نعیم الدین صاحب اور ان کے لائق استاذ اور پوری جماعت قرآن کریم کی قطعی الدلالۃ اور قطعی الثبوت آیت کو منسوخ قرار دے رہے ہیں۔ معاذ اللہ۔ علمی دنیا میں اس سے بدترین جہالت یا خیانت اور کیا ہو سکتی؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کچھ سطر بعد لکھتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی نص قطعی کے مقابلہ میں اگر حدیث صحیح بھی ہو مگر خبر واحد تو اس کا پیش کرنا بھی محض ہرزہ بافی ہے تو بے سروپا اور جعلی روایتوں کو کون مانتا ہے" (تنقید متین ص ۲۰۶)

بدترین جاہل اور خائن تو وہ شخص ہے۔ جسے تطبیق میں الاخبار اور نسخ میں بھی تمیز نہیں۔ جو تطبیق کو نسخ سمجھتا ہے۔ باقی سند کے مجروح ہونے سے کسی حدیث کو غیر معتبر قرار دے دینا سرفراز صاحب کی جہالت پہ واضح دلیل ہے ارباب فہم سے مخفی نہیں۔ کہ جس حدیث پہ اہل علم حضرات نے اعتماد کیا ہو وہ حدیث معتبر تسلیم کی جاتی ہے۔ اگرچہ سند کے لحاظ سے بالکل مجروح کیوں نہ ہو۔ دیکھئے مسح رکبتہ والی حدیث کا ضعف مشہور ہے۔ لیکن چونکہ اہل علم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے اس پر اعتماد کیا۔ اس لئے اس کو آج تک تسلیم کیا جاتا ہے۔ اہلسنت حنفیہ کا مسلک ہے۔ کہ فاسق کے پیچھے نماز جائز ہے۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

ویجوز الصلوٰۃ خلف کل بر وفاجر لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلوا خلف کل بر وفاجر (شرح عقائد)

اور اس حدیث کی سند پر ناقدین حدیث نے شدید جرح کی ہے۔

علامہ پرہاروی فرماتے ہیں۔

وذکر السخاوی طرق ھذا الحدیث واھیۃ کلھا کما صرح بہ غیر واحد من العلماء۔ (نبراس ص ۴۴۵)

امام سخاوی نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث جتنے طریقوں سے مروی ہے وہ کل کے کل واہیات ہیں۔ حاشیہ نبراس میں ہے کہ اس حدیث کی ایک سند میں عثمان بن عبدالرحمٰن ہے۔ اس کو یحیٰی بن معین نے کاذب قرار دیا ہے۔ دوسری سند میں خالد بن اسمٰعیل ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔ ایک اور سند میں ابو الولید مخزومی ہے۔ اور وہ مجہول الحال ہے اور بعض لوگوں نے اس کو کذاب قرار دیا۔ ایک اور سند میں محمد بن فضل ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔ اسی طرح امام ابن حجر عسقلانی نے دارایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں بھی اسکی اسناد پر دل کھول کر جرح کی ہے۔ اسی طرح اہلسنت حنفیہ کا مسلک ہے کہ مہر میں کم از کم دس درہم کی مقدار معتبر ہے۔

۲ قلہ عشرۃ دراھم ھذا عندنا (شرح وقایہ ج۲ ص ۳۲)

اور جن تمام احادیث سے مہر کی اقل مقدار دس دراہم ثابت ہے۔ ان پر جرح کرتے ہوئے مولوی عبدالحیٰ لکھنوی لکھتے ہیں۔

ان ھذا الاحادیث کلھا ان تمام احادیث کی اسناد مجروح ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسانیدھا مجروحۃ غیر قابلۃ
لان یحتج بھا واجاب عنہ العینی
فی البنایۃ انہ اذا روی الحدیث
من طرق مفرادتھا ضعیفۃ
تصیر حسنا ویحتج بہ اقول لا
یخفی ما فیہ فان بکثرۃ الطرق
انما یصیر الحدیث حسنا اذا کان
الضعف فیھا یسیرا فینجبر
بالتعدد لا اذا کانت شدیدۃ
الضعف بان لا یخلوا واحد
منھا عن کذاب او متھم والامر
فیھا نحن فیھا کذالک۔

(عمدۃ الرعایہ علی شرح وقایہ ج ۲ ص ۳۲)

اور احتجاج و استدلال کے لائق
نہیں اور علامہ بدر الدین عینی شارح ہدایہ
نے بنایہ اس کے جواب میں کہا کہ جب کوئی
حدیث طرق متعددہ سے مروی ہو۔ تو وہ حسن
ہو جاتی ہے اگرچہ ہر طریقہ ضعیف ہی کیوں نہ
ہو میں عینی کے رد میں یہ کہتا ہوں کہ کثرت طرق
سے حدیث حسن تب ہوتی ہے جب ضعف کم ہو
پس کیفیت کے ضعف کی تلافی افراد کی قوت سے
جاتی ہے لیکن جب ضعف بہت شدید ہو بایں
طور کہ کوئی سند بھی کاذب یا متہم بالکذب
راوی سے خالی نہ ہو۔ پھر حدیثِ حسن کے درجہ
کو نہیں پہنچتی اور ہماری بحث جس حدیث میں
ہے وہ ایسی ہی ہے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے اگر سرفراز صاحب کے قاعدہ کو مان لیا جائے کہ مجروح السند حدیث کا بالکل اعتبار نہیں ہوتا تو کسی مذہب کا کوئی ضابطہ باقی نہیں رہے گا۔ حقیقت میں جس خطرناک راستہ کی سرفراز صاحب نشاندہی کر رہے ہیں۔ وہ غیر مقلدوں کے اس اندھے کنوئیں کی طرف لے جاتا ہے۔ جس میں گرنے کے بعد انسان ہوائے نفسانی کا تابع ہو جاتا ہے اور ہر قسم کے ضابطوں اور قیود سے آزاد ہو کر شتر بے مہار ہو جاتا ہے آپ کو ائمہ اربعہ کے مذاہب میں بے شمار ایسے مسالک مل جائیں گے جو ان احادیث پر مبنی ہیں۔ جو سند کے لحاظ سے مجروح ہیں۔ بلکہ خود غیر مقلدوں کے ان گنت مسالک ایسی احادیث پر مبنی ہیں۔ جو سند کے لحاظ سے شدید ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔ اس لئے ائمہ حدیث نے حجیت حدیث کے ضوابط میں سے ایک یہ ضابطہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جس حدیث پر اہل علم اعتماد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کریں اسے تسلیم کیا جائے گا۔ ملاحظہ فرمایئے۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

اشار بذالك الی ان الحدیث اعتضد بقول اهل العلم وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به و ان لم یکن له اسناد یعتمد علی مثله (التعقبات علی الموضوعات)

یعنی امام ترمذی نے اس سے اشارہ فرمایا کہ اس حدیث کو قول علماء سے قوت مل گئی اور بے شک متعدد آئمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کے لئے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ اہل علم کی موافقت بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ اب ہم آپ کی خدمت میں ان اہل علم کے اسماء اور ان کی کتابوں کے نام پیش کرتے ہیں۔ جن میں انہوں نے اس حدیث کی موافقت کی ہے۔ امام فخر الدین رازی اسی آیت کریمہ میں سنعذبھم مرتین کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

روی السدی عن انس بن مالك ان النبی صلی الله علیه وسلم قام خطیبا یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان انك منافق الحدیث۔

سدی نے حضرت انس سے روایت کیا کہ نبی علیہ السلام نے جمعہ کے دن خطبہ دیا فرمایا نکل اے منافق۔ الحدیث

ابو سعود نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم قام خطیبا یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان فانك منافق الحدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا نکل اے منافق (الحدیث)

اسی طرح در منثور میں علامہ سیوطی نے اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس کی اس روایت کو ذکر کیا۔ سراج المنیر۔ معالم التنزیل۔ خازن۔ ابن جریر۔ جمل اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صاوی ان سب تفسیروں میں اسی آیت کے تحت سدی کی یہ روایت ذکر کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی جلیل القدر علماء فن نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور سب کو چھوڑ کے دیوبند کے مستند اور سرفراز صاحب کے مسلم شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو دو جگہ ذکر کیا ہے ایک ص ۶۷۷ پر ولتعرفنھم فی لحن القول کی تفسیر میں جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ اور دوسری جگہ سنعذبھم مرتین کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ مثلاً ابن عباس کی ایک روایت کے موافق حضور نے جمعہ کے روز ممبر[1] پر کھڑے ہو کر تقریباً چھتیس آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا۔ اخرج فانک منافق۔ یعنی تو منافق ہے مسجد سے نکل جا۔ (ص ۲۶۶)

ملاحظہ فرمایا۔ آپ نے یہ وہی سرفراز صاحب کی اقرار کردہ جعلی اور بے سروپا روایت ہے۔ جس کو باقی مفسرین نے تو اپنی کتابوں میں ایک جگہ ذکر کیا ہے۔ اور عثمانی صاحب نے اپنی تفسیر میں اس کو دو جگہ کا ذکر کیا ہے۔ اور اگر آپ میں واقعی دیانت اور انصاف ہے۔ تو اب اپنے شیخ الاسلام پر دو مرتبہ وہی تبرا دہرائیں جو آپ نے صدر الافاضل رحمہ اللہ پر اپنی رسول دشمنی کی وجہ تنقید متین میں محض اس حدیث سے استدلال کی بنا پر کیا۔

صدر الافاضل رحمہ اللہ کو وصال پائے ہوئے برسوں گذر چکے ہیں۔ لیکن وہ عظمت رسالت کے ایسے عظیم نشان ظاہر کر گئے ہیں جن کی تب و تاب آجتک اہل تنقیص کی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہیں اور یہ نشان ان کی جان پر ایسا عذاب بن گئے ہیں کہ وہ اس سے کسی طرح چھٹکارا نہیں پا سکتے جب کچھ بس نہیں چلتا تو صدر الافاضل کی شان میں نازیبا کلمات کہتے ہیں اور انہیں سب و شتم کر کے اپنے نفس کو تسکین دے لیتے ہیں۔ تنقید متین کے تقریباً ہر صفحہ کو سرفراز صاحب نے حضرت صدر الافاضل پر تبرا کر کے سیاہ کیا ہے مبتدعین دیوبند عموماً اور سرفراز صاحب خصوصاً اعلیٰحضرت

---

[1] اصل تفسیر میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہے اور صحیح منبر ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قدس سرہٗ اور صدر الافاضل کو اپنی تضحیک کا نشانہ بناتا ہے۔ آخر ان لوگوں کا جرم کیا ہے کیا یہی کہ انہوں کو اس شخص نے علم اقدس کو بہائم سے تشبیہ دینے والے کو مسلمان ماننے سے انکار کر دیا۔ کیا ان کا قصور یہی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم اس شخص کو رسول کا امتی تسلیم نہیں کر سکتے جو آپ کے علم کو ابلیس کے علم سے کم سمجھتا ہو۔ بلاریب یہ حضرات اس دین سے باغی تھے جس میں کمالات رسالت کے انکار کو توحید اور عظمت نبوت میں تنقیص کو عبادت سمجھا جاتا تھا۔ جس دین نے ایسی بدعات پیدا کیں جن کی وجہ سے اللہ کا نہ وجود واجب رہا۔ نہ عدم ممتنع رہا۔ جنہوں نے خدا کے لئے جھوٹ جہالت اور تمام امور قبیحہ کو جائز قرار دے دیا۔ وہی دین آج اپنے آپ کو سنت کا علمبردار کہلاتا ہے۔ ہم نے اس کتاب میں واشگاف الفاظ سے اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے کہ بدعت کس کا دین ہے اور سنت کس کا مذہب ہے اور اب کھوج لگانے والی نگاہوں کے لئے یہ امر مخفی نہیں رہے گا کہ اس دنیا میں اگر کوئی بدترین بدعت ہو سکتی ہے تو وہ دیوبند کا اختراع کردہ مذہب ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اباحت[1] اصلیہ

حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

مسئلہ اس سے ثابت ہوا کہ حرام چیزوں کا مفصل ذکر ہوتا ہے اور ثبوت حرمت کے لئے حکم حرمت درکار ہے اور جس چیز پر شریعت میں حرمت کا حکم نہ ہو ومباح ہے۔ اور ص ۲۲۳ وص ۴۴ میں فرمایا ہے فرمایا ہے کہ (آیتہ) قل من حرم زینۃ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق (الایۃ) میں دلیل ہے کہ کھانے اور پینے کی تمام چیزیں حلال ہیں۔ سوائے ان کے جن پر شریعت میں دلیل حرمت قائم ہو۔ کیونکہ یہ قاعدہ مقررہ مسلمہ ہے کہ اصل تمام اشیا میں اباحت ہے۔ مگر جس پر شارح نے ممانعت فرمائی ہو۔ اور اس کی حرمت دلیل مستقل سے ثابت ہو۔

نیز لکھا ہے کہ کھانے پینے کی لذیذ چیزیں مسئلہ آیت اپنے عموم پر ہے۔ ھر کھانے کی چیز اس میں داخل ہے جس کی حرمت پر نص وارد نہ ہو۔ (خازن) تو جو لوگ توشہ۔ گیارہویں۔ میلاد شریف۔ بزرگوں کی فاتحہ۔ عرس۔ مجالس۔ شہادت وغیرہ کی شرینی سبیل کے شربت کو ممنوع کہتے ہیں۔ وہ اس آیت کا خلاف کر کے گنہگار ہوتے ہیں۔ اور اس کو ممنوع کہنا اپنی رائے کو دین میں داخل کرنا ہے اور یہی بدعت و ضلالت ہے۔ (ص ۲۶)

صدر الافاضل رحمہ اللہ نے اپنی اس تحقیق سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ حلال اشیاء کو حرام کہنے کی بدعت دیوبند نے اختراع کی ہے اور مبتدعین دیوبند

---

[1] اباحت کے معنی ہیں کسی کام کا جائز ہونا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے فریب کی انتہا یہ ہے کہ انہوں نے اپنی بدعتوں کو سنت کا نام دے دیا اور اس طرح بزعم خویش محاسبہ سے بری ہو گئے۔ اور اپنی بدعات کی پردہ پوشی کے لئے اہل سنت کو بدعتی کہنا شروع کر دیا۔ اس قسم کی ذہنیت کا مظاہرہ سرفراز نے کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

اہل بدعت اپنے حلوے۔ مانڈے کے لئے آئے دن جو نئی نئی بدعات ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ ان پر ان کے پاس کوئی شرعی دلیل تو موجود نہیں۔ بلکہ دلائل شرعیہ۔ ان تمام اختراعات کا قلع قمع کرنے کیلئے کافی اور وافی ہیں۔ جب اہل بدعت ان اختراعات پر براہین سے قاصر رہے۔ تو انہوں نے پہلوانوں کی طرح پینترا بدل کر اس مسلک کی تائید و اشاعت شروع کر دی کہ کھانے اور پینے کی چیزوں میں اصل تو ہے ہی اباحت۔ لہذا گیارہویں ہو یا توشہ۔ شربت کی سبیل ہو یا مجالس شہادت وغیرہ کے لذیذ کھانے یہ سب حلال ہیں اور عوام کو یہ باور کرانے کے لئے اس تحریر سے بھی کوئی گریز نہ کیا۔ کہ یہ قاعدہ مقررہ مسلمہ ہے کہ اصل تمام اشیاء میں اباحت ہے۔ اور اس لئے ہم بھی ذرا وضاحت سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے یہ تمام دعوے بے حقیقت اور صرف نمائشی ہیں (تنقید متین ص ۲۰۸)

اباحت اصلیہ اور مفسرین

حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ سب حق و صواب ہے۔ تفاسیر معتبرہ کے مطابق ہے۔ اور جن آیتوں سے حضرت نے اباحت اصلیہ کا استنباط کیا ہے۔ ان سے باقی مفسرین بھی اباحت کا استنباط کرتے ہیں۔ پھر سرفراز صاحب نے اگر اس پر تبرا کرنا تھا۔ تو تمام اکابر مفسرین پر کرتے۔ حضرت صدر الافاضل کو سب و شتم کے ساتھ کیوں خاص کیا ہے۔ ہمیں اس کی وجہ اس کے سوا اور کوئی سمجھ نہیں آتی کہ چونکہ صدر الافاضل نے دیوبندی بدعات اور توہین رسول پر مشتمل عبارتوں کا محاسبہ کیا ہے۔ اس لئے ان کا قلم رگ وہابیت میں نشتر کی طرح چبھتا ہے۔ ورنہ یہ سب کچھ تو دوسرے مفسرین نے بھی بیان فرمایا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں۔

واعلم ان قوله كلوا وشربوا مطلق يتناول الاوقات والاحوال و يتناول جميع المطعومات والمشروبات فوجب ان يكون الاصل فيها هو الحل فى كل الاوقات و فى كل المطعومات والمشروبات الا ماخصه الدليل المنفصل و العقل ايضا مريد له لان الاصل فى المنافع الحل والاباحة۔

جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا قول کلوا وشربوا۔ کھاؤ پیو مطلق ہے۔ جو تمام اوقات اور احوال کو شامل ہے اور اسی طرح تمام کھانے پینے کی چیزوں کو محیط ہے پس چاہئے کہ تمام چیزوں کو ہر وقت اور ہر حال میں کھانا جائز ہو۔ مگر جس کو کسی دلیل شرعی نے حرام کر دیا ہو اور عقل بھی اس کی مؤید ہے کیونکہ اصل تمام منافع میں حلت اور اباحت ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۰۱)

غور فرمایئے۔ صدر الافاضل رحمہ اللہ کو سرفراز صاحب اس لئے کوس رہے تھے کہ انہوں نے اباحت اصلیہ سے گیارہویں وغیرہ کی اباحت پر استدلال کیا تھا۔ لیکن اب امام رازی کے بارے میں کیا ارشاد ہوگا۔ جنہوں نے اس اباحت اصلیہ کے قانون سے کھانے پینے کی ہر چیز کو جائز قرار دیا ہے اور یہ صرف امام رازی کی انفرادیت نہیں بلکہ تمام آئمہ اور مفسرین کا یہی حال ہے کیا آپ کے خیال میں یہ تمام کے تمام پیٹو اور کھانے پینے کے رسیا ہیں کاش آپ نے اپنے گریبان میں بھی جھانکا ہوتا۔ آپ کے پیٹ میں تو دنیا کی ہر حرام چیز پہنچ چکی ہے۔ خواہ دیوالی کی پوریاں ہوں یا زاغ معروف حیرت ہے کہ جو لوگ کوّوں تک کو نہیں چھوڑتے۔ ہندو جن کے برتنوں کو کتے چاٹتے ہیں۔ ان کے ہاتھ کا پکا ہوا بھی معاف نہیں کرتے وہ دوسروں کو کھانے پینے کا طعنہ دیتے ہیں۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ گیارہویں وغیرہ پر کوئی دلیل شرعی نہیں۔ تو کاش اصول الشاشی اور نور الانوار ہی آپ نے پڑھا ہوتا تو آپ کو پتہ چلتا کہ اباحت اصلیہ خود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دلیل شرعی ہے۔ اس کے علاوہ بھی علماء اہلسنت نے اس مسئلہ پر اپنی تصنیفات میں وافر دلائل پیش کئے ہیں اور ہم نے بھی اس کتاب کے تیسرے باب میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔

علامہ بیضاوی قل من حرم زینۃ اللہ التی الآیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وفیہ دلیل علی ان الاصل فی المطاعم والملابس وانواع التجملات الاباحۃ۔	اور اس آیت میں اس پر دلیل ہے کہ کھانے پینے کی اچھی چیزوں میں اباحت اصل ہے۔

اب آپ کس کس کو کوسئے گا؟ یاد رکھئے کہ میدان استدلال میں صرف دلائل کام آتے ہیں۔ عورتوں کی طرح کوسنے سے کام نہیں چلتا۔

درمختار اور تفسیر احمدی کے حوالے

سرفراز صاحب نے تفسیر احمدی اور درمختار کے حوالے دے کر بزعم خویش یہ ثابت کیا ہے۔ کہ اباحت اشیاء ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اور جمہور فقہا اصل میں اشیاء کی حرمت کے قائل ہیں۔ اور معتزلہ اباحت کے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

الغرض یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اور جمہور حرمت اور توقف کے قائل ہیں اور اباحت معتزلہ کا قول ہے۔ (تنقید متین ص ۲۱۰)

اور اس عبارت سے سرفراز صاحب عوام کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اباحت صرف معتزلہ کا قول ہے اور اہل سنت خصوصاً احناف کا یہ مسلک نہیں ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"اور کوفیوں کا جن میں حضرت امام ابوحنیفہ بھی ہیں یہ مسلک ہے کہ اصل اشیاء میں حرمت ہے۔ (تنقید متین ص ۲۰۹)

سرفراز صاحب نے جو کچھ لکھا ہے۔ محض جھوٹ اور افترا ہے چونکہ دیوبندی مذہب کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہے۔ اس لئے وہ بغیر خوف آخرت کے جھوٹ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بولتے ہیں اور بے تحاشا بولتے ہیں۔ ان کے اس کلام میں جھوٹ کے علاوہ خیانت کا بھی بڑا حصہ موجود ہے۔ دیکھئے تفسیر احمدی کے جس حوالہ سے انہوں نے اباحت کو ایک فرقہ کا مسلک ظاہر کیا ہے۔ اسی صفحہ پر اسی عبارت سے متصل یہ عبارت ہے۔ جو ان کی خائن نگاہ کو نظر نہ آئی۔

ملا جیون فرماتے ہیں۔

ولا یظہر ثمرتہ الا فی قولہ علیہ السلام لا تبیعوا الطعام الا سواء بسواء فان عندنا الاصل ھو اباحۃ الربوا حتی یعفوا عنہ عدم القدر والجنس و انما ثبت الحرمہ اذا وجل جمیع الشرائط وعند الشافعی الاصل ھو الحرمۃ فی کل حال فی باب الربوا۔

(تفسیر احمدی ص ۱۳)

اور اصل میں اباحت یا حرمت کا ثمرہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر مرتب ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ طعام کو نہ بیچو۔ مگر برابر برابر پس ہم (احناف اہلسنت) کے نزدیک سود میں اصل اباحت ہے حتی کہ جب قدر اور جنس نہ ہوں تو زیادتی جائز ہوگی اور حرمت تب ثابت ہوگی جب تمام شرائط پائی جائیں اور امام شافعی کے نزدیک ہر حال میں اصل حرمت ہے۔

اس حوالہ کے سامنے آجانے سے یہ ظاہر ہو گیا کہ احناف اہلسنت کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے اور ساتھ ہی سرفراز صاحب کی خیانت کا راز بھی فاش ہو گیا۔

اس کے بعد ہم سرفراز صاحب کے تحریر کردہ حوالہ درمختار کو بھی قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں۔

الصحیح من مذھب اھل السنت ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ رای المعتزلۃ۔

اہل سنت والجماعت کا صحیح مذہب یہ ہے کہ اصل اشیاء میں توقف ہے اور اباحۃ معتزلہ کا قول اور رائے ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(تنقید متین ص ۲۱۰)

درمختار کی یہ عبارت قطعاً باطل اور مردود ہے۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں اس کو چار وجوہ سے رد کر دیا ہے۔ اور پٹے ہوئے مہروں کو میدان استدلال میں پیش کرنا گکھڑ کے غازیوں سے ہی متصور ہو سکتا ہے۔ ہم ذیل میں اس عبارت کے بطلان کی چوتھی وجہ پیش کر رہے ہیں۔

الرابع ان نسبة الاباحة الی المعتزلة یخالف لما فی کتب الاصول ففی تحریر ابن الهمام المختار الاباحة عند جمهور الحنفیه و الشافعیة اذ فی شرح اصول البزدوی للعلامة الاکمل اکثر اصحابنا واکثر اصحاب الشافعی ان الاشیاء التی یجوز ان یراد الشرع باباحتها وحرمتها قبل ورودہ علی علی الاباحة وهی الاصل فیها حتی ابیح لمن لم یبلغه الشرع ان یاکل ماشاء والیه اشاد محمد فی الاکراہ حیث قال اکل المیت وشرب الخمر لم یحرما الا بالنهی

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اباحت کی نسبت معتزلہ کی طرف کرنا کتب اصول کے مخالف ہے۔ کیونکہ امام ابن ہمام تحریر میں فرماتے ہیں۔ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کا مسلک اباحت ہے اور علامہ اکمل نے اصول بزودی کی شرح میں فرمایا۔ ہمارے اکثر اصحاب (احناف) اور اکثر اصحاب شافعی کا مذہب ہے کہ اشیاء میں ورود شرع سے پہلے اباحت تھی اور یہی ان میں اصل ہے۔ یہاں تک کہ جس شخص تک شریعت نہیں پہنچتی تو اس کے لئے جو وہ چاہے کھانا مباح ہے اور اسی بات کی طرف امام محمد نے اکراہ میں اشارہ جہاں وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فجعل الاباحة اصلا و الحرمة بعارض النہی وھو قول الجبائی وابی ھاشم واصحاب الظاھر وقال بعض اصحابنا وبعض اصحاب الشافعی و معتزلۃ بغداد انھا علی الحظر وقال الاشعریۃ وعامۃ اھل الحدیث انھا علی الوقف۔

فرماتے ہیں مردار اور شراب کو نہی نے حرام کر دیا۔ پس انہوں نے اباحت کو اصل قرار دیا۔ اور حرمت کو نہی سے معارض ٹھہرایا۔ اور جبائی۔ ابو ہاشم اور غیر مقلدین کا بھی یہی قول ہے۔ البتہ بعض حنفیہ، بعض شوافع اور معتزلہ بغداد کا مسلک یہ ہے کہ اصل اشیاء میں حرمت ہے۔ اور اشعریہ اور عام محدثین کا مسلک توقف ہے۔

دیوبندی مسلک کا فریب اب کسی شخص سے بھی مخفی نہیں رہا۔ مردود اور باطل قول پر اپنے مسلک کی عمارت قائم کر کے سرفراز صاحب نے ارباب فہم کے لئے یہ روشنائی بہم پہنچائی ہے۔ کہ ان کا مذہب بھی ایسا ہی باطل ہے جس طرح وہ قول مردود ہے۔ جس کی بنیاد پر انہوں نے جھوٹ کا یہ مینار کھڑا کیا ہے۔

بہر نوع علامہ شامی کی اس تحقیق سے یہ امر واضح ہو گیا کہ اکثر اہل سنت اور اکثر شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ البتہ بعض حنفیہ اور بعض شافعیہ اس طرف گئے ہیں۔ کہ اصل حرمت ہے اور سرفراز صاحب نے ان بعض کے قول کو جمہور اہل سنت احناف کے سر منڈنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ محب اللہ بہاری فرماتے ہیں۔

ان اصل الافعال الاباحۃ کما ھو مختار اکثر

اصل افعال میں اباحت ہے جس طرح اکثر احناف اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الحنفیۃ والشافعیۃ او الحظر کما ذھب الیہ غیرھم۔	شوافع کا مسلک ہے یا حرمت جو بعض دوسرے لوگوں کا مذہب ہے۔

(مسلم الثبوت ص ۲۱)

لیجئے اب ہم خود سرفراز صاحب کے کلام سے منوائے دیتے ہیں کہ اکثر احناف وشوافع کا مسلک اباحت اصلیہ ہے۔

دیکھئے وہ لکھتے ہیں۔

"اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ اباحت کا قول صرف اکثر احناف وشوافع کا قول ہی نہیں بلکہ بصرہ کے معتزلہ کا قول بھی ہے اور حرمت کا مذہب بعض احناف اور شوافع اور بغداد کے معتزلہ کا قول ہے" (باب جنت ص ۹۰)

شکر ہے کہ آپ نے قبول تو کیا کہ اباحت اصلیہ اکثر احناف وشوافع کا مذہب ہے ورنہ اب تک تو آپ تنقید متین میں یہی ڈفلی بجا رہے تھے کہ جمہور حرمت اور توقف کے قائل ہیں۔ اور اباحت صرف معتزلہ کا قول ہے۔

رہا یہ امر کہ بعض معتزلہ نے بھی اباحت کا قول کیا ہے! تو کیا کریں اب کیا ہم خدا کو ایک ماننا اس لئے چھوڑ دیں کہ معتزلہ بھی خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں؟

ورود شرع سے قبل کی تحقیق

سرفراز صاحب کی دوسری تحریف ملاحظہ فرمائیے۔

لکھتے ہیں۔

"وثانیا اشیاء کی اباحت وحرمت وغیرہ کا یہ اختلاف ورود شرع کے بعد سے متعلق نہیں بلکہ قبل سے ہے۔ یعنی زمانہ فترت اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جب کہ اصل شریعت حقہ مٹ چکی تھی اور صحیح دلائل لوگوں کے پیش نظر نہ تھے۔ تو اس دور کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت تھی یا حرمت یا توقف الی ان قال لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اباحت وغیرہ کے اس مختلف فیہا قاعدہ سے استدلال کرنا خالص جہالت اور نری خیانت ہے۔

(تنقید متین ص ۲۱۰)

راہِ سنت سرفراز صاحب نے فواتح الرحموت کی جو عبارت اس موضوع پر نقل کی ہے۔ اسے بھی ہم پیش کئے دیتے ہیں۔

وانما هذا اى القول بالاباحة الاصلية على زمان الفترة قبل شريعتها يعنى اذ لا اباحة حقيقة بل بمعنى نفى الحرج ولعل المراد من الافعال ماعدا الكفر ونحوه فان حرمتها فى كل شرع بين ظهور اتاما۔

اور یہ بات یعنی اباحت اصلیہ کا قول ہماری شریعت سے قبل زمانہ فترت پر محمول ہے۔ اور اباحت بھی بایں معنی کہ حرج کوئی نہ ہوگا۔ اور شاید کہ مراد افعال سے کفر وغیرہ کے علاوہ ہے کیونکہ کفر وغیرہ کی حرمت پہ ایک شریعت میں واضح اور غیر مبہم طور پر بیان کی گئی ہے۔

(راہ سنت ص ۱۰۶)

نبی علیہ السلام کی بعثت سے پہلے زمانہ فترت میں اشیاء کے بارے میں علماء اہل سنت کا اختلاف ہے کہ وہ اشیاء اصل میں مباح تھیں یا ممنوع ان میں اصل توقف ہے اور اس کی توضیح علامہ عبدالعلی کے کلام سے ہوگئی ہے لیکن اس اختلاف کے باوجود علماء اہلسنت نے زمانہ فترت میں ورود شرع سے قبل کسی قسم کے حکم کو نہیں مانا۔ پس علماء اہلسنت کا اس میں اختلاف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے کہ اشیاء اصل میں مباح تھیں یا ممنوع۔ لیکن وہ اس زمانہ کے لوگوں کو اباحت یا حرمت کے حکم سے مکلف نہیں کرتے بخلاف معتزلہ کے کیونکہ وہ زمانہ فترت میں بھی اباحت وغیرہ کا حکم مانتے ہیں اور اس دور کے لوگوں کو اس حکم کا مکلف سمجھتے ہیں۔ سرفراز صاحب نے اپنی کم فہمی یا کج فہمی سے جو کچھ سمجھا ہے وہ خالص معتزلہ کا مذہب ہے۔ علماء اہل سنت میں سے اکثر احناف اور شوافع کا مسلک یہ ہے۔ کہ ورود شرع سے قبل اشیاء میں اصل اباحت تھی۔ لیکن اباحت کا حکم ورود شرع کے بعد ہوگا۔ یعنی ورود شرع کے بعد جب کسی شئی پر وجوب یا حرمت کی دلیل نہ پائی جائے۔ تو اس کا نہ پایا جانا ہی اس شئی کے مباح ہونے کی شرعی دلیل قرار پائے گا۔ اور اب شرعًا اباحت کا حکم ثابت ہو جائے گا۔ فواتح الرحموت کا جو حوالہ پیش کر کے سرفراز صاحب نے اپنی فطری کم فہمی کی وجہ سے یہ سمجھا تھا۔ کہ اباحت اصلیہ کا حکم ورود شرع سے پہلے ثابت ہوتا ہے۔ اسی فواتح الرحموت میں اس امر کی تصریح ہے کہ اباحت اصلیہ کا حکم ورود شرع کے بعد ثابت ہوتا ہے ورود شرع سے قبل اباحت کا حکم ثابت کرنا معتزلہ کا مذہب ہے۔

دیکھئے مولانا عبد العلی بحر العلوم فرماتے ہیں۔

(الاباحة حكم شرعي لانه	اباحت حکم شرعی ہے کیونکہ وہ
خطاب الشرع تخييرا) والخطاب	شرع کا ایسا خطاب ہے جس میں
هو الحكم الشرعي (والاباحة	کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے اور
الاصلية نوع منه) اى من	اباحت اصلیہ اسی خطاب اختیاری
الخطاب بالتخيير ولانه	کی ایک قسم ہے کیونکہ وہ ہر شے
كل ما عدم فيه المدرك	جس میں فعل یا ترک پر ضرر کی کوئی
الشرعي للحرج في فعله	شرعی دلیل نہ پائی تو نہ لایا جانا ہی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وترکه فذالك) ای عدم المدرك الشرعی (مدارك شرعی بحکم الشرع بالتخییر) والاباحة الاصلیة لایکون الا فی موضع عدم المدرك الشرعی للحرج فی الفعل او الترك بل لحکم بخصوصه اصلا فهناك مدرك شرعی للحکم بالتخییر فالاباحة الاصلیة فیها حکم بالتخییر فهی لا تکون الا بعد الشرع خلافا للمعتزلة) فانهم یقولون بالاباحة وغیرها من الاحکام قبل الشرع۔

اس بات کی شرعی دلیل ہے کہ شارع نے یہاں اختیار کا حکم دیا ہے اور اباحت اصلیہ کا حکم اسی جگہ ہوگا جہاں فعل یا ترک پر ضرر کی کوئی خصوصی دلیل نہ پائی جائے۔ پس یہ عدم وجدان اس اباحت کے حکم پر شرعی دلیل قرار پائے گا۔ اور اس اباحت اصلیہ کا حکم ورود شریعت کے بعد ثابت ہوگا۔ بخلاف معتزلہ کے کیونکہ وہ اباحت دوسرے احکام کو ورود شرع سے قبل مانتے ہیں۔

(فواتح الرحموت ص ۵۶)

مسلم الثبوت اور اس کے شارح بحر العلوم کے کلام سے یہ حقیقت روشن ہوگئی۔ کہ اباحتہ اصلیتہ کا حکم ورود شرع کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ اور سرفراز صاحب جس مذہب کو پیش کر رہے ہیں۔ کہ یہ حکم ورود شرع سے پہلے ثابت تھا۔ یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔ ہم شروع کتاب سے یہ کہتے چلے آرہے ہیں۔ کہ دیوبندی مذہب معتزلہ سے ماخوذ ہے۔ اور سرفراز صاحب نے اپنے اس قول سے اس حقیقت پر ایک اور تائید پیش کردی ہے۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"حافظ عبدالرحمٰن بن رجب الحنبلی (المتوفی ۷۹۵ھ) وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ ورود شرع سے پہلے اشیاء کی اباحت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وحرمت وغیرہ کا اختلاف اور ہے اور بعد کا اختلاف جدا ہے اور دونوں کو ایک قرار دینا بالکل غلط ہے۔ (جامع العلوم و الحکم ص ۲۴۹ (باب جنت ص ۹۳)

اور یہی بات ہم کہنا چاہتے ہیں کہ ورود شرع سے پہلے کا اختلاف اور چیز ہے اور اس میں نہ ہماری گفتگو ہے اور نہ ہماری بحث۔ ہماری گفتگو تو ورود شرع کے بعد ہے کہ جب بالخصوص کسی چیز پر حلت وحرمت کی دلیل نہ پائی جائے تو اس کا نہ پایا جانا ہی اس کے مباح ہونے کی دلیل شرعی ہے۔ جیسا کہ ہم ابھی مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت کی عبارات اس کے ثبوت میں پیش کر چکے ہیں اور یہی صدر الافاضل رحمہ اللہ کا بھی مطلب ہے جسے آپ نے اپنی خواہش نفسانی کی بھینٹ چڑھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس سے پہلے ہم نے جن مفسرین کے حوالے پیش کئے تھے ان کا بھی مطلب یہی ہے۔ لیکن اس کو سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت ہے اور افسوس ہے کہ یہی چیز آپ کے پاس نہیں ہے۔

ورود شرع کے بعد اباحت پر دلائل

اب ہم اس حقیقت کو مزید دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ جس چیز کی حرمت وغیرہ پر حکم نہ لگایا ہوا اس میں اصل اباحت ہے۔ اور دلیل کا نہ پایا جانا ہی حکم اباحت کی دلیل شرعی ہے۔

ملاحظہ فرمایئے حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی ثعلبۃ الخشنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات فلا تنتھکوھا	ابو ثعلبہ خشنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے چند چیزوں کو فرض کیا۔ پس ان فرائض کو مت ضائع کرو۔ اور کچھ چیزیں حرام کر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وحد حدودها فلا تعتدوها وسكت عن اشياء من غير نسيان فلا تبحثوا عنها۔

(مشکوٰۃ ص ۳۲)

دیں پس ان محرمات کی پردہ دری مت کرو۔ اور بعض چیزوں کی حدود مقرر فرمائیں پس ان حدود سے تجاوز مت کرو اور باقی اشیاء سے اللہ تعالیٰ نے بغیر نسیان کے سکوت فرمایا پس ان میں بحث مت کرو۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ای لا تفتشوا عن تلك الاشياء دل على ان الاصل فى الاشياء الاباحة كقوله تعالىٰ هو الذى خلق لكم ما فى الارض جميعا۔

(مرقاۃ ج ۱ ص ۲۶۳)

نبی علیہ السلام کا ارشاد" باقی چیزوں سے بحث مت کرو" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس قال كان اهل الجاهلية ياكلون اشياء ويتركون اشياء تقذرا فبعث الله نبيه وانزل كتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کچھ چیزیں کھاتے اور کچھ کراہت سے چھوڑ دیتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا اور اپنی کتاب نازل فرمائی جس نے حلال کو حلال کر دیا اور حرام کو حرام۔ پس جسے اللہ نے حلال کیا وہ حلال ہے۔ جسے حرام کیا وہ حرام ہے اور جس سے اللہ نے سکوت فرمایا وہ معاف ہے

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

از ینجا معلوم مے شود کہ اصل در اشیاء اباحت است۔

اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۷۹)

ایک اور حدیث اس طرح ہے!

عن سلمان قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن السمن والجبن والفرو فقال الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ

(رواہ ابن ماجہ والترمذی)

(مشکوٰۃ ص ۳۶۷)

سلمان سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام سے روغن پنیر اور پوستین یا زبیر کے بارے میں پوچھا گیا۔ آیا حلال ہیں پس آپ نے فرمایا کہ حلال وہ ہے جس کے حلال ہونے کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا اور حرام وہ ہے جس کے حرام ہونے کا اللہ نے اپنی کتاب میں بیان فرما دیا اور جس چیز سے اللہ نے سکوت فرمایا پس وہ معاف ہے۔

اس کی شرح میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وایں دلیل است بر آنکہ اصل در اشیاء اباحت است۔

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۵۰۶)

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اباحت کا حکم بعثت کے بعد ہوگا اور حرمت وغیرہ کی دلیل کا نہ ہونا ہی اباحت کی شرعی دلیل ہے۔ اور اسی اباحت شرعیہ سے اصولیین اور فقہاء نے استدلال کیا ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے علماء اصولیین کے سربراہ امام فخر الاسلام کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ جسے ملا جیون رحمہ اللہ نے تفسیرات احمدیہ میں نقل کیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وانما جعلنا المبیح اصلا والمحرم ناسخا بناء علی زمان الفترة بین عیسٰی ومحمد علیه السلام قبل شریعتنا فانه کان الاباحة اصلا حینئذٍ ثم بعث نبینا علیه السلام یبین الاشیاء المحرمة و بقی ما سواها حلالا مباحا۔

(تفسیر احمدی ص ۱۴)

ہم نے مبیح کو اصل اور محرم کو ناسخ اس وجہ سے قرار دیا ہے۔ کہ حضرت عیسٰے اور حضور علیہ السلام کے درمیانی زمانہ فترت میں اشیاء کی اصل اباحت تھی۔ پھر نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے اور آپ نے بعض اشیاء کی حرمت بیان فرمائی اور باقی اشیاء اپنی اصل پر مباح رہیں یعنی اب ان کے لئے اباحت کا حکم ثابت ہوگیا۔

نبی علیہ السلام کی بعثت کے بعد اباحت اصلیہ سے استدلال کرنے کو سرفراز صاحب نے نری خیانت اور خالص جہالت قرار دیا ہے۔

آیئے اب ہم آپ کے سامنے ان حضرات کی عبارات پیش کریں۔ جنہوں نے بعثت کے بعد اباحت اصلیہ سے استدلال کیا ہے اور یہ وہ ستون ہیں جن کے کندھوں پر حنفی عمارت قائم ہے۔ یہ اور بات ہے کہ سرفراز صاحب انہیں نرا خائن اور خالص جاہل سمجھتے ہوں۔ امام فخر الاسلام کی عبارت ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ اب خود ملا جیون کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

ولا یظهر ثمرته الا فی قوله علیه السلام لا تبیعوا الطعام الا سواء بسواء فان عندنا الاصل هو اباحة الربوا حتی یعفو عنه عدم القدر و الجنس وانما ثبت الحرمة اذا وجد جمیع الشرائط۔

اور اصل میں اباحت یا حرمت کے اختلافات کا ثمرہ نبی علیہ السلام کے اس ارشاد پر مرتب ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ طعام کو نہ بیچو مگر برابر برابر پس ہمارے نزدیک اصل میں زیادتی مباح ہے یہانتک کہ قدر اور جنس متحد نہ ہونے پر زیادتی معاف ہوگی اور حرمت اسوقت ثابت ہوگی جب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(تفسیر احمدی ص ۱۳) اس کی جمیع شرائط پائی جائیں۔

اس استدلال کی وضاحت یہ ہے کہ سود میں حرمت کا سبب احناف کے نزدیک اتحاد قدر اور جنس ہے۔ مثلاً ایک صاع چاول کی بیع ایک صاع چاول کے بدلے میں جائز ہے۔ اور اگر کوئی شخص صاع سے قدر زائد لے گا۔ تو یہ سود ہوگا۔ لیکن اگر ایک صاع چاول کے بدلے میں وہ گندم بیچتا ہے تو اب گندم صاع سے زیادہ دے تو یہ جائز ہے یا نہیں۔

پس فقہاء حنفیہ فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی جائز ہے۔ کیونکہ اصل میں بیع کے اندر زیادتی جائز تھی۔ شارع نے صرف اتحاد جنس کی صورت میں زیادتی حرام کی ہے۔ پس جنس نہ ہونے کی صورت میں زیادتی اپنی اصل پہ مباح رہے گی۔ اسی طرح اتحاد قدر بھی حرمت میں شرط ہے اور قدر سے مراد معروف اور مقرر قدر ہے۔ لہذا صاع کے بدلے صاع میں تو زیادتی حرام ہے لیکن اگر قدر معروف نہ ہو۔ اور ایک مٹھی کے بدلے دو مٹھیاں لی جائیں۔ تو یہ زیادتی جائز ہے۔ کیونکہ زیادتی اصل میں مباح تھی شارع علیہ السلام نے قدر مخصوص میں زیادتی حرام کی۔ پس یہ زیادتی اپنی اصل پہ مباح رہے گی۔ اب آپ غور فرمائیے کہ اباحت اصلیہ سے یہ استدلال بحث سے قبل ہے یا بعد۔

ملا جیون رحمہ اللہ اس حدیث کے بیان میں فرماتے ہیں۔

ونقدرھکذا لا تبیعو الطعام بالطعام فی حال من الاحوال الا فی حال المساواۃ والاحوال ثلثہ وھی المساواۃ والمفاضلۃ والمجازفۃ وکلھا احوال

اور ہم احناف اہل سنت اس حدیث کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ طعام کی طعام کے ساتھ کسی حال میں بیع نہ کرو مگر حال مساواۃ میں اور کل تین حال ہیں۔ ایک بغیر پیمائش کے اندازے سے بیچنا دوسرا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الکثیر فتحل منه المساواۃ وتحرم المفاضلۃ والمجازفۃ والقلیل غیر متعرض بہ اصلا لا فی المستثنی ولا فی المستثنی منہ فبقی علی الاصل الذی ھو الاباحۃ فیجوز بیع الحفنۃ وکذا بالحفنتین۔

زیادتی سے بیچنا تیسرا مساواۃ سے پس پہلے دو حرام ہیں اور آخری حلال ہے اور طعام قلیل کا ذکر نہ مستثنی میں ہے، نہ مستثنی منہ میں۔ پس قلیل اپنی اصل پر رہا۔ اور وہ اباحت اصلیہ ہے پس ایک مٹھی کی بیع ایک مٹھی اور دو مٹھی دونوں کے ساتھ ہو سکتی ہے

(نور الانوار ص ۲۳۲)

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

اذا جمع بین خصال الکفارۃ فان الاتیان بالمامور بہ انما یکون فی واحدۃ منھما و جوازغیرھا انما ھو بحکم الاباحۃ الاصلیۃ حتی لولم یکن لم یجز۔

جب خصال کفارہ کو جمع کر لیا جائے تو مامور بہ کا حصول تو صرف ایک صورت میں ہوگا اور باقی خصال کا جائز ہونا اباحت اصلیہ کی بنا پر ہے حتی کہ اگر اباحت اصلیہ نہ ہوتی تو جائز نہ ہوتا۔

(تلویح ص ۳۰۲)

اس استدلال کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قسم کے کفارہ میں فرمایا کہ دس مساکین کو کھانا کھلایا جائے یا انہیں کپڑے پہنائے جائیں یا غلام آزاد کیا جائے اب ان تین میں سے کسی ایک پر عمل کر لیا جائے تو کفارہ ادا ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی باقی دو پر بھی عمل کرنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

چونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ اس لئے باقی پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔ اور اگر اباحۃ اصلیہ نہ ہوتی تو جائز نہ ہوتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دیوبندی شہادت

اور سب کو چھوڑیئے ۔ سرفراز صاحب کے حکیم الامت صاحب لکھتے ہیں۔

"اصول شرعیہ میں سے اور تیز قواعد عقلیہ میں سے یہ امر مسلم ہے کہ جو فعل نہ مامور بہ ہو نہ منہی عنہ یعنی نصوص شرعیہ میں نہ ان کے کرنے کی ترغیب اور نہ اس کے کرنے کی ممانعت ہو ایسا امر مباح ہوتا ہے"۔ (بحوالہ باب جنت ص ۱۲۴) (طریقہ مولود ص ۱۲)

اب بتلایئے سرفراز صاحب کہ یہ اباحت اصلیہ ورود شرع سے پہلے کی ہے یا بعد کی۔ ورود شرع کے بعد جن مخصوص اشیاء کا نہ امر کیا گیا ہو نہ ان سے روکا گیا ہو۔ ان میں اصل اباحت اور تھانوی صاحب کے نزدیک یہ اباحت مسلم ہے اور عقلی و نقلی دلیل سے ثابت ہے اب یا تو تھانوی صاحب کو جاہل بنایئے۔ اور اس امر مسلم کا انکار کیجئے یا اپنی جہالت کا اعتراف کر کے حق کی طرف رجوع کیجئے اور سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ اہل سنت کے معمولات کی نصوص شرعیہ سے ممانعت ثابت ہے۔ تو گذارش ہے کہ گیارہویں کے ایصال ثواب۔ سوئم۔ اور عرس اور میلاد وغیرہ کسی ایک کی ممانعت پر ہی آپ نصوص شرعیہ تو الگ ہے۔ ایک ہی نص شرعی پیش کر دیجئے۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ اس کے برخلاف ہم ان میں سے ہر ایک کے نفس نبوت پر نصوص شرعیہ پیش کر چکے اور شرعی کلیہ کے افراد کو بدعات میں داخل کرنا انتہائی جہالت اور گمراہی ہے۔

تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔

"عمل مولود شریف بہ ہیئت و قیود مخصوصہ ظاہر ہے کہ نہ کسی دلیل شرعی سے مامور بہ ہے اور نہ کسی دلیل شرعی سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ممنوع تو فی حد ذاتہ مباح ٹھہرا۔ (طریقہ مولود ص ۱۳)

اس پر سرفراز صاحب کہتے ہیں۔

حضرت تھانوی نے کیا صرف عمل مولود شریف کو بقیود مخصوصہ مباح کہا ہے یا سب چیزوں کو مفتی صاحب ایک آدھ چیز کے مباح ہونے سے اشیاء کی اباحت جو۔ آپ کا مدعی ہے کیسے ثابت ہوا۔ (باب جنت ص ۲۵)

شکر ہے سرفراز صاحب۔

کہ آپ نے ورود شرع کے بعد ایک آدھ چیز میں تو اباحت مان لی۔ ورنہ پہلے تو آپ مطلقاً انکار کئے جا رہے تھے۔ اگرچہ آپ کو تھانوی صاحب کی عبارت میں اباحت اصلیہ کا کلیہ سمجھ میں نہیں آیا بہرحال ہم سمجھائے دیتے ہیں۔ ہمارا مدعا یہ ہے کہ ورود شرع کے بعد جن اشیاء مخصوصہ کا حکم ہو۔ نہ ان سے ممانعت ہو۔ تو ان میں اصل اباحت ہے اور اسی کلیہ کو تھانوی صاحب نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ جو فعل نہ مامور ہو نہ منہی عنہ ہو۔ نصوص شرعیہ میں نہ اس کے کرنے کی ترغیب اور نہ اس کے کرنے کی ممانعت ایسا امر مباح ہوتا ہے۔ (طریقہ مولود ص ۱۴)

بتلائیے سرفراز صاحب۔ یہ ایک آدھ امر کی اباحت ہے یا اباحت کا قاعدہ کلیہ ہے۔ اور اسی کلیہ سے تھانوی صاحب نے عمل مولد کی اباحت پر استدلال کیا ہے۔ کہیئے سرفراز صاحب اب بھی آپ کی سمجھ میں اباحت اصلیہ آئی یا کیا کچھ کسر باقی رہ گئی ہے۔ اور یہ ہیں سرفراز صاحب کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی۔ یا ایھا الذین امنو لا تسئلوا عن اشیاء کی تفسیر میں لکھتے ہیں!

جو چیزیں شارع نے تصریحاً بیان نہیں فرمائیں۔ ان کے متعلق فضول

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور دور از کار سوالات مت کیا کرو۔ جس طرح تحلیل و تحریم کے سلسلہ میں شارع کا بیان موجب ہدایت و بصیرت ہے۔ اس کا سکوت بھی ذریعہ رحمت و سہولت ہے۔ خدا نے جس چیز کو کمال حکمت و عدل سے حلال و حرام کر دیا۔ وہ حلال یا حرام ہو گئی اور جس سے سکوت کیا اس میں گنجائش اور توسیع رہی۔ مجتہدین کو اجتہاد کا موقعہ ملا۔ عمل کرنے والے اس کے فعل و ترک میں آزاد رہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

چنانچہ اسی سے بعض علماء اصول نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے (حاشیہ قرآن ص ۱۶۱)

بتلائیے سرفراز صاحب کہ یہ اباحت اصلیہ ورود شرع سے پہلے ہے یا بعد؟ آنکھیں کھول کر غور و فکر سے اس عبارت کو پڑھیں۔ کہ عثمانی صاحب اس چیز کو اباحت اصلیہ میں شامل کر رہے ہیں۔ جس کا شارع نے خصوصًا بیان نہیں کیا اور اس میں عمل کرنے والوں کو فعل و ترک میں آزاد قرار دے رہے ہیں۔

اب آپ کی مرضی ہے کہ خود جاہل بنیں یا اپنے اکابر کو جاہل بنائیں ہم نے بہر حال مسئلہ کی تمام پہلوؤں سے تحقیق کر کے اسے واضح کر دیا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے (آمین)

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"ثالثا مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ کہنا کہ وہی چیزیں حرام ہیں جن پر دلیل حرمت قائم ہو۔ بجا ہے۔ مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ جن امور کی اباحت کا دعویٰ کیا جائے گا۔ ان کی اباحت پر بھی دلیل شرعی درکار ہے۔ نرے لفظوں کی شعبدہ بازی سے اباحت بھی ہرگز ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے ورود شرع کے بعد مباح کے بارے میں یہ نظریہ اور خیال رکھنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ وہ بلا کسی شرعی دلیل کے خود بخود ثابت ہو جاتا ہے اور اباحت اصلیہ اس کے لئے سہارا اور ٹیک ہے۔ نری خام خیالی اور شیخ چلی کا پلاؤ ہے علماء اسلام نے اس کی تصریح کی ہے۔ کہ مباح کے اثبات کے لئے بھی دلیل شرعی درکار ہے۔

چنانچہ مشہور اصولی ملا محب اللہ بہاری الحنفی لکھتے ہیں۔

الاباحۃ حکم شرعی لانہ خطاب الشرع تخییرا۔ (مسلم الثبوت ص ۴۵) (تنقید متین ص ۲۱۱)

اباحت حکم شرعی ہے کیونکہ اباحت شرع کا خطاب ہے جس کے کرنے نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

سرفراز صاحب کی خیانت

مسلم الثبوت ص ۴۵ کی جو عبارت سرفراز صاحب نے پیش کی ہے۔ اس کے بعد متصلا جو عبارت تھی۔ اس کو سرفراز صاحب صاف ہضم کر گئے کیونکہ اگر اس عبارت کو پیش کر دیتے تو ساری دیوبندیت پیوند زمین ہو جاتی اور اہل سنت کو سب وشتم کرنے کا کوئی جواز باقی نہ رہتا اب ہم مسلم الثبوت کی پوری عبارت کو قارئین کی عدالت میں پیش کئے دیتے ہیں۔

الاباحۃ حکم شرعی لانہ خطاب الشرع تخییرا والاباحۃ الاصلیۃ نوع منہ لان کل ما عدم فیہ المدرک الشرعی للحرج فی فعلہ وترکہ فذالک مدرک شرعی لحکم الشارع بالتخییر فہی لا تکون الا بعد الشرع خلافا لبعض المعتزلۃ۔

اباحت حکم شرعی ہے کیونکہ یہ شرع کا تخییری خطاب ہے اور اباحت اصلیہ اس خطاب کی ایک قسم ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز جس میں فعل یا ترک پر ضرر کی دلیل شرعی نہ پائی جائے پس اس کا نہ پایا جانا ہی شارع کے حکم اباحت پر دلیل شرعی ہے پس اباحت اصلیہ کا یہ حکم ثابت نہیں ہوگا مگر ورود شرع کے بعد بخلاف بعض معتزلہ کے۔

اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ محب اللہ بہاری کی عبارت میں خیانت کر کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سرفراز صاحب نے اپنی جان پر کس قدر ظلم کیا ہے۔ محب اللہ بہاری کی عبارت سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مباح کے لئے علیحدہ دلیل کی ضرورت نہیں۔ محرم وغیرہ کا نہ پایا جانا ہی اس اباحت کی دلیل شرعی ہے۔ اور سرفراز صاحب اس عبارت میں خیانت کر کے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ مباح کے لئے مستقل دلیل شرعی کی ضرورت ہوتی ہے اور پھر اسے بنیاد قرار دے کر اہل حق پر سب وشتم کرتے ہیں ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اس کے بعد سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

رابعاً گیارہویں میلاد۔ تیجہ اور ساتواں کے بارے میں باحوالہ بحث پہلے عرض کی جا چکی ہے۔ (تنقید متین ص ۲۱۳)

الجواب۔ آپ کی عرض پر ہمارا قلم بہت کچھ کر چکا ہے۔ اب یہ ضد جانے بھی دیجئے۔ پھر لکھتے ہیں۔

اگر خیر القرون میں یہ امور ہوئے ہیں۔ تو صحیح اور صریح حوالہ درکار ہے چشم ما روشن دل ما شاد۔

صحیح اور صریح حوالے کے بارے میں ہم اس کتاب میں وما رزقنٰھم ینفقون کے تحت کافی گفتگو کر چکے ہیں۔ اب آپ نہیں مانتے تو مزید سنئے کہ ہم ان امور کو مباح قرار دیتے ہیں۔ اور گذشتہ سطور میں ثابت کر چکے ہیں کہ مباح کے لئے مستقل دلیل کی ضرور نہیں۔ محرم وغیرہ کا نہ پایا جانا ہی اس کی اباحت کی شرعی دلیل ہے۔ اور آپ جو ان امور کو حرام کہتے ہیں تو حرمت تو بغیر دلیل شرعی کے ثابت نہیں ہوتی۔ صحیح اور صریح حوالہ درکار ہے کہ خیر القرون میں ان امور کو حرام قرار دیا گیا ہو اور آپ کی تو خیر حیثیت ہی کیا ہے۔ آپ کے جفادری قسم کے احبار بھی ان امور مخصوصہ کی حرمت پر دلیل شرعی نہ لا سکے۔ اور نہ انشاء اللہ تا قیامت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لاسکیں گے۔ تو پھر یہ فرمائیے کہ آپ نے ان امور کو بغیر دلیل شرعی کے حرام کر کے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منصب پر کیسے غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلال کردہ کو حرام قرار دے کر گویا خدا اور رسول سے بھی بڑھ گئے۔

پھر لکھتے ہیں۔ ان بدعات کو مباح قرار دینا اور قرآن کریم کی آیات سے ان کو کشید کرنا نہ صرف یہ کہ گمراہی اور گناہ ہے۔ بلکہ تحریف ہے۔ اللہ تعالےٰ بچائے۔

بیشک اللہ تعالیٰ جھوٹوں سے بچائے۔ تحریف کون کرتا ہے۔ یہ بات ان گنت مرتبہ قارئین پر واضح ہو چکی ہے۔ غیر مقلد دینی لحاظ سے آپ کے چچا ہوتے ہیں اور انہوں نے بھی آپ کو رئیس المحرفین کا لقب دیا ہے۔ اب جب کہ آپ کا کنبہ ہی آپ کو محرف کے بجائے رئیس المحرفین کا لقب دے چکا ہے۔ تو آپ اپنی اس جائداد کو اس طرح بے قدری سے نہ لٹائیں۔ بزرگوں کے عطیات کی قدر کیا کرتے ہیں۔ انہیں اس طرح پامال نہیں کرتے۔ بھلا ہم تحریف کیا کریں گے۔ ہم تو آئمہ اور سلف کے تابع اور مقلد ہیں۔ ہم نے تو اپنے آپ کو شریعت کے ایک ایک لفظ کا پابند بنالیا ہے۔ یہ تو آپ کا اور آپ کے آباء کا حصّہ ہے۔ مطمئن رہیں۔ ہماری طرف سے آپ کی حق تلفی کبھی نہیں ہوگی انشاء اللہ!

اباحت اصلیہ کی تردید پر عقلی ڈھکوسلے اور انکے جوابات

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"فرض کیجئے کہ کوئی بدعت پسند پانچ نمازوں کے علاوہ ایک چھٹی نماز ایجاد کرے اور اس کی ہر رکعت میں دو دو رکوع اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چار چار سجدے ایجاد کرے۔ تو کیا اس اباحت اصلیہ کے قانون سے اس نو ایجاد نماز کو بھی جائز کہا جائے گا؟

(راہ سنت ص ۱۰۴)

سرفراز صاحب کی جہالت اور بے خبری حیرت انگیز ہے۔ کئی بار بیان کر دیا گیا۔ کہ اباحت اصلیہ سے اس چیز کی اباحت پر استدلال ہوگا جس کی حلت یا حرمت دوسرے دلائل سے ثابت نہ ہو۔ چھٹی نماز کو اباحت اصلیہ کی مد میں لانا نری شعبدہ بازی اور مغالطہ آفرینی ہے۔

اولاً اس لئے کہ اسم عدد لفظ خاص ہے۔ اور لفظ خاص اپنے مفہوم میں قطعی ہوتا ہے۔ نہ اس سے کم جائز نہ زیادہ۔ لہذا جب پانچ نمازیں فرض ہو گئیں۔ تو صرف چار نمازوں کو فرض سمجھنا جس طرح باطل ہے اسی طرح چھٹی نماز کو فرض سمجھنا بھی باطل ہوگا۔ ورنہ عدد خاص کی خصوصیت باطل ہو جائے گی۔

ثانیا اباحت اصلیہ سے اگر کچھ ثابت ہوگا تو مباح ثابت ہوگا فرض کیسے ثابت ہو جائے گا۔ کیا یہ حماقت خیزی کی انتہا نہیں ہے کہ آپ اباحت اصلیہ سے چھٹی نماز کی فرضیت ثابت کر کے معارضہ کر رہے ہیں۔

ثالثا اگر چھٹی نماز سے مراد مباح ہے یعنی کوئی اباحت کے درجہ میں چھٹی نماز پڑھے تو گذارش ہے کہ چھٹی تو اپنی جگہ پر ہے۔ کوئی نفلی طور پر چھ سو نمازیں بھی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ باقی آپ نے نماز میں دو دو رکوع اور چار چار سجدہ کو جو اباحت کی مد میں شامل کیا ہے تو یہ بھی محض جہالت ہے۔ سرفراز صاحب اباحت اصلیہ سے استدلال اس چیز پر کیا جائے گا جہاں شارع کا کوئی مخصوص حکم نہ ہو نماز کی مخصوص ہیئت پر تو شارح کے منصوص احکام موجود ہیں۔ جن میں کسی ترمیم اور تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ نماز خواہ نفلی ہو یا واجب اس کے اجزاء ترکیبی اور ہیئت کو شارع نے معین فرما دیا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لہذا جو نماز بھی ہوگی وہ اپنے طریقہ پر ہوگی۔ آپ آخر اس قدر بوکھلا کیوں گئے ہیں۔

سرفراز صاحب کو یہ بھی شکوہ ہے کہ اباحت اصلیہ جب مدرک شرعی نہ ہونے سے ثابت ہوتی ہے تو اباحت اصلیہ پر آیات واحادیث سے استدلال کیوں کیا جاتا ہے کیا یہ آیات واحادیث مدرک شرعی نہیں ہیں؟ یہاں پر بھی آپ نے حسب عادت جھک ماری ہے۔ سرفراز صاحب! اباحت اصلیہ کے قاعدہ کلیہ کا حجت ہونا ایک اور چیز ہے اور اس اباحت سے کسی مخصوص چیز پر استدلال کرنا اور بات ہے، آیات و احادیث سے اباحت اصلیہ کے قاعدہ کے حجت ہونے پر استدلال کیا گیا ہے اور اس قاعدہ سے اباحت وہیں ثابت ہوگی۔ جہاں مدرک شرعی نہ ہو۔

مچھلی کے سوا دریائی جانوروں کی حرمت کا جواب

سرفراز صاحب اباحت اصلیہ پر ایک اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہی ارشاد فرمائیے کہ حضرت امام ابوحنیفہ دریا کے کس جانور کو حلال اور کس جانور کو حرام فرماتے ہیں؟ مفتی صاحب! احناف تو خیر احناف ہیں دیگر مسالک کے علماء کو بھی یہ امر مسلم ہے چنانچہ حضرت امام نووی ابوذکریا یحیٰی بن شرف الشافی المتوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں۔

وقال ابوحنیفۃ لایحل غیر السمک (نووی ج ۲ ص ۱۴۸ شرح مسلم)

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مچھلی کے بغیر کوئی دریائی جانور حلال نہیں ہے۔

مفتی صاحب ہی فرمائیں کہ کیا دریائی جانور تمام اشیاء اور چیزوں کی فہرست میں داخل نہیں ہیں؟ یا یہ قاعدہ ہی امام موصوف کو معلوم نہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (باب جنت ص ۱۰۵)

سرفراز صاحب کا یہ لغو اعتراض کئی وجہ سے مردود ہے۔ اولاً اس لئے کہ امام موصوف نے ان دریائی جانوروں کو کس دلیل سے حرام کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان اشیاء کی حرمت پر کوئی دلیل شرعی ہے یا نہیں۔ اگر ان کی حرمت پر کوئی دلیل شرعی موجود ہے تو ان کا اباحت اصلیہ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ کیونکہ جن چیزوں پر حلت یا حرمت وغیرہ کا شرعی حکم نہ ہو وہ اباحت اصلیہ کے تحت آتی ہیں۔ نہ کہ وہ جن کی حرمت پر دلیل شرعی موجود ہو اور اگر ان کی حرمت پر کوئی دلیل شرعی موجود نہیں۔ تو امام موصوف نے بغیر کسی دلیل شرعی کے ان دریائی جانوروں کو کیسے حرام کر دیا؟ کیا حرمت اصلیہ سے؟؟ لیکن وہ تو آپ کے نزدیک ورود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شرع سے پہلے ہے۔ ثانیاً دریائی جانوروں میں امام صاحب کا مذہب معلوم کرنے کے لئے آپ کو کوئی حنفی کتاب نہیں ملی تھی۔ جو آپ نے اس مسئلہ کو کتب شافعیہ میں دیکھا ہے۔ ثالثاً آیئے اب ہم آپ کو احناف کی کتب سے اس مسئلہ پر مطلع کرتے ہیں۔

علامہ برہان الدین فرغانی متوفی ۵۹۳ھ فرماتے ہیں۔

ولنا قوله تعالیٰ ویحرم علیهم الخبائث وما سوا السمک خبیث ونهی رسول الله علیه السلام عن دوا ویتخذ فیه الضفدع۔

ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۰

مچھلی کے سوا دریائی جانوروں کی حرمت پر احناف کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ نبی علیہ السلام اشیاء خبیثہ کو حرام کرتے ہیں اور مچھلی کے سوا باقی جانور خبیث ہیں پس وہ بھی حرام قرار پائے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضور نے اس دوا کھانے سے منع فرمایا جو مینڈک سے بنائی جاتی ہے۔

کاش سرفراز صاحب آپ مکتبہ فکر بریلی کے کسی طالب سے ہی ہدایہ پڑھ لیتے۔ تو یہ رسوائی آپ کا مقدر نہ بنتی۔ مذکورہ عبارت سے واضح ہو گیا کہ مچھلی کے سوا دریائی جانوروں کی حرمت پر دلیل شرعی موجود اور جس کی حرمت پر دلیل شرعی موجود ہو۔ اس کو اباحت اصلیہ کا فرد بنا کر اس کی حرمت سے اباحت پر اعتراض کرنا پرلے درجے کی جہالت ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اباحت اصلیہ کے مسئلہ پر تنقید متین۔ راہِ سنت اور باب جنت سے چن چن کر سرفراز صاحب کے شبہات کا ازالہ کر دیا ہے۔ کاش انہیں بھی ہدایت نصیب ہو!

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کائنات میں تصرّف

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ۔ اس آیت کے ترجمہ میں اعلحضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں۔ مگر جو اللہ چاہے۔ اور اس تفسیر میں حضرت صدر الافاضل سید مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا۔ حضرت مترجم قدس سرہ العزیز نے فرمایا بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچنا اسی کے اختیار میں ہو۔ جو ذاتی قدرت رکھے۔ اور ذاتی قدرت وہی رکھے گا۔ جس کا علم بھی ذاتی ہو۔ کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے۔ اس کے تمام صفات ذاتی تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی۔ اور میں بھلائی جمع کر لیتا اور برائی نہ پہنچنے دیتا۔ بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے۔ اور برائیوں سے تنگی تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھلائی سے مراد سرکشوں کا مطیع اور نافرمانوں کا فرمانبردار اور کافروں کا مومن کر لینا ہو۔ اور برائی سے بدبخت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا۔ تو حاصل کلام یہ ہوگا کہ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا۔ تو اے منافقین و کافرین تمہیں سب کو مومن کر ڈالتا۔ اور تمہاری کفری حالت دیکھنے کی تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔

حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ کی اس تفسیر میں منصف مزاج حضرات کی ہدایت کا وافر سامان موجود ہے۔ اور انہوں نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ تمام معتبر تفاسیر کے مطابق ہے لا اعلم الغیب کے تحت ہم اس کی تائید میں مفسرین کی شہادت پیش کر چکے ہیں۔ البتہ مبتدعین دیوبند جن کے مذہب کی بنیاد ہی عداوت پر ہے۔ انہیں یہ تفسیر وارا نہیں کھاتی۔ صدر الافاضل نے یہاں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قدرت ذاتیہ کی نفی کی ہے۔ اس پر سرفراز صاحب کو اعتراض ہے کہ ذاتی قدرت تو ویسے بھی منتفی ہے۔ پس اس آیت میں عطائی قدرت کی نفی کی گئی ہے۔ یعنی سرفراز صاحب کے نزدیک رسول ایسا بے بس اور مجبور ہے۔ جو کسی امر پر نہ ذاتی قدرت رکھتا ہے نہ عطائی۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ کی بے بسی ثابت کرنے کے لئے اپنی پوری قدرت صرف کی ہے۔ اور اللہ کے نبی کے اختیار کو رد کرنے کے لئے تمام زور قلم خرچ کر دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دوسروں کے بارے میں نفع وضرر کا اختیار حاصل تھا اور نہ خود اپنی ذات بابرکات کیلئے جن میں ایک دلیل قل لا املک لنفسی الآیۃ ہے۔ تو اس سے گلو خلاصی کے لئے خان صاحب بریلوی اور ان کے شاگرد رشید مولوی نعیم الدین صاحب نے یہ طریقہ اختراع اور اختیار کیا ہے کہ آیت کا معنی یوں کر ڈالے کہ میں از خود اختیار نہیں رکھتا اور میں ذاتی قدرت نہیں رکھتا۔ لہذا لفظ از خود اور ذاتی کی قید اپنی طرف سے لگا کر آیت کے قطعی معنی کے جواب سے عہدہ برآ ہونا چاہتے ہیں۔ (تنقید متین ص ۲۱۵)

سرفراز صاحب نے قرآن کریم کے معنی متعین کرنے کا ایک ضابطہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"اگر انصاف خدا خوفی اور دیانت کے ساتھ اس بات پر غور کر لیا جائے کہ آخر یہی قرآن و حدیث حضرات صحابہ کرام۔ تابعین عظام اور ائمہ دین و بزرگان صالحین کے سامنے بھی تھے۔ ان کا جو مطلب و معنی اور جو تفسر و مراد انہوں نے سمجھی وہی حق اور صواب ہے۔ باقی سب غلط و باطل ہے پس عوام کا یہ کام ہے کہ ہر باطل پرست اور خواہش زدہ سے سوال کریں کہ فلاں آیت اور فلاں حدیث کی جو مراد تم بیان کر رہے ہو۔ آیا یہ سلف صالحین سے ثابت ہے۔ اگر ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

توضیح اور صریح حوالہ بتاؤ۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ ورنہ یہ مراد جو تم بیان کر رہے ہو۔ اس قابل ہے کہ اسے تم اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں۔ (تنقید متین ص ۲۲۲)

تنقید متین کے صفحات میں جو سرفراز صاحب نے قرآن کریم کی من مانی تفسیر کی ہے۔ اور جس طرح انہوں آیات کو اپنی خواہش نفسانی کا تابع بنانے کی مذموم کوشش کی ہے۔ وہ ہم قارئین پر واضح کر چکے ہیں مثلاً سرفراز صاحب نے اس کتاب میں ایاك نستعین کی تفسیر میں یہ سمجھانا چاہا ہے۔ کہ ذاتی اور عطائی ہر قسم کی استعانت اللہ تعالےٰ کے ساتھ مختص ہے غیر المغضوب کے تحت لکھا ہے کہ ض کو ظاء کے مخرج سے پڑھنا اہل حق کا طریقہ ہے ومما رزقناھم ینفقون کے تحت لکھا ہے کہ گیارہویں وغیرہ کرنا جائز نہیں۔ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیك کی امکان کذب کے ساتھ تفسیر کی ہے لا اعلم الغیب کو غیب عطائی کی نفی پر محمول کیا ہے اور قل لا املك لنفسی نفعا کی تفسیر عطائی قدرت کی نفی کے ساتھ کی ہے۔ کیا ان تمام تفسیروں میں سلف نے آپ کا ساتھ دیا ہے پس اب ہم سرفراز صاحب کے بیان کردہ قاعدہ اور ان کی اجازت سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ آیات قرآنیہ کی جو تفسیر اور مراد آپ نے تنقید متین میں بیان کی ہے۔ اور اس پر آپ سلف صالحین کی تفاسیر سے کوئی ایک شہادت بھی نہیں پیش کر سکے۔ تو پھر کیا آپ کی یہ تفسیر بلکہ پوری کتاب اس قابل نہیں ہے۔ کہ اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں۔

بخلاف آپ کے ہم نے اپنی کتاب میں آیات قرآنیہ کے تحت جو کچھ بیان کیا۔ اسے احادیث، اقوال سلف اور تفاسیر سے مزین کر دیا ہے بلکہ دیوبند کے اکابر علماء کے اقوال پیش کر کے اس کی مزید تائید کر دی ہے اور اب متلاشیان حق کے لئے یہ امر کوئی مشکل نہیں رہا کہ حق کس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جماعت کے ساتھ ہے۔

قدرت ذاتیہ کی نفی پر دلائل

بہرحال سرفراز صاحب قل لا املک لنفسی نفعا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہاں قدرت ذاتیہ کی نفی نہیں ہے۔ اور یہ ان کا خودساختہ اور مذموم دعوی ہے۔ جس پر وہ کسی تفسیر کو پیش نہیں کر سکتے۔ اور بحمد للہ ہم اس بات پر مفسرین کی شہادت پیش کریں گے۔ کہ اس آیت میں ذاتی اور مستقل قدرت ہی کی نفی مراد ہے۔

پس اولاً ملاحظہ فرمایئے، امام رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

والقدرۃ الکاملۃ والعلم المحیط لیس الا للہ تعالیٰ	قدرت کاملہ اور علم محیط نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۳۱)

اور اہل فہم پر روشن ہے کہ قدرت کاملہ وہی ہے جس میں کسی وجہ سے کمی نہ آسکے۔ یعنی جو قدرت قدیم ہو۔ ممتنع الزوال ہو مستقل ہو۔ اور اسی کو قدرت ذاتیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور علم محیط وہ علم ہے۔ جو معلومات غیر متناہیہ کو شامل ہو۔ قدیم ہو مستقل ہو۔ اور اس کو علم ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس ظاہر ہوگیا جس طرح صدر الافاضل نے اس آیت کو علم ذاتی اور قدرت ذاتیہ کی نفی پر محمول کیا ہے۔ امام رازی کی بھی یہی تحقیق ہے اور اس کی مزید وضاحت انہوں نے لا اعلم الغیب کے تحت کی ہے جس کو ہم اس بحث میں پیش کر چکے ہیں

ثانیا یہ کہ احادیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نفع کی نسبت کرنا ثابت ہے۔ دیکھئے حدیث شریف میں ہے۔

عن العباس بن عبد المطلب انہ قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل نفعت	عباس بن عبد المطلب سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول کیا آپ نے ابو طالب کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ابا طالب بشئ فانہ کان	کچھ نفع پہنچایا۔ وہ آپ کی رعایت کرتے
یحوطک و یغضب لک قال	تھے آپ کیلئے غضب ناک ہوتے تھے۔ پس رسول
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں (میں
نعم ھو فی ضحضاح من نار و	نے اسے نفع پہنچایا ہے) اب اس کی صرف ایڑیاں
لولا انا لکان فی الدرک	آگ میں ہیں اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے
الاسفل من النار۔	سب سے آخری طبقہ میں ہوتا۔

اب ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ حضور نے ابو طالب کو جو نفع پہنچایا۔ یہ ذاتی ہے یا عطائی یہی صورت خود شرک ہے۔ اور دوسری صورت میں آپ کا قاعدہ صحیح نہ رہا۔

ثالثا یہ کہ حدیث شریف میں ہے۔

عن عابس بن ربیعہ	عابس بن ربیعہ سے مروی ہے کہ
قال رایت عمر یقبل	انہوں نے حضرت عمر کو دیکھا کہ وہ حجر اسود
الحجر و یقول انی لاعلم	کو بوسہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے
انک حجر ما تنفع ولا	کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اور نہ نفع
تضر الحدیث۔	دیتا ہے اور نہ نقصان۔ یعنی وہ پتھر کسی کو
(مشکوٰۃ ص ۲۲۸)	ذاتی طور پر نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

ملا علی قاری لاتضر کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ای فی الذات (مرقاۃ ج ۵ ص ۳۲۵) اعلیٰحضرت یا صدر الافاضل اگر حضور کے نفع و ضرر کے حکم پہ ذاتی کی نفی کر کے اس کے لئے عطائی نفع ثابت کریں تو آپ بگڑ جاتے ہیں اور ملا علی قاری اس عبارت میں پتھر کے لئے عطائی نفع ثابت کر رہے ہیں اور اس پر آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا افسوس آپ بے جان پتھر کے لئے نفع مان سکتے ہیں اور کائنات کے محسن اعظم کے لئے یہ فضیلت بھی آپ کی نگاہوں میں کھٹکتی ہے۔

رابعا۔ سرفراز صاحب کے شبیر احمد عثمانی اور دیوبند کے شیخ الاسلام اس آیت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ کوئی بندہ خواہ کتنا ہی بڑا کیوں ہو نہ اپنے اندر اختیار مستقل رکھتا ہے۔ نہ علم محیط۔ (حاشیہ عثمانی بر قرآن ص ۲۳۱)

لیجئے۔ اب تو دیوبند کی شہادت سے بھی ثابت ہو گیا کہ یہاں اختیار مستقل یعنی قدرت ذاتیہ اور علم ذاتی کی نفی ہے۔ صدر الافاضل اگر قدرت ذاتیہ کی نفی کریں۔ تو آپ اسے اختراع، تحریف، چور دروازہ نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ اب اپنے عثمانی صاحب پر کیا فتویٰ لگائیے گا۔ مدینہ کے دیہودیوں کی طرح کہ جو بات ان کے احبار و رہبان کہتے وہ سب حق و صواب ہوتی۔ اور اگر وہی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ تو سر دھڑ کی بازی لگا کر اس کی تکذیب کرتے۔ آپ نے بھی یہی شعار بنا رکھا ہے۔ کہ جو بات آپ کے احبار و رہبان کہیں وہ سب دین و ایمان اور جب وہی بات علماء اہل سنت کہیں۔ تو آپ کو اس میں شرک و بدعت کا چور دروازہ نظر آجاتا ہے۔ آپ ہی سوچیں کہ آپ کی اس روش سے لوگوں پر کیا اثر پڑے گا۔

خامسا۔ لیجئے۔ اب ہم خود سرفراز صاحب کی عبارت سے منوائے دیتے ہیں کہ حضور کو عطائی قدرت و اختیار حاصل تھا۔ لکھتے ہیں۔

"الغرض جو افعال بندے کے اختیار اور کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں اس کو جو قدرت اور طاقت حاصل ہو۔ وہی بس ہوتی ہے (تنقید متین ص ۲۱۷)

اب یہ تو بہر حال آپ نے مان لیا کہ نبی کو قدرت اور اختیار حاصل ہے اور اس قدرت کا ذاتی ہونا تو بداہتہً باطل ہے۔ پس متعین ہو گیا کہ یہ قدرت عطائی ہے۔ اور جب حضور کے لئے قدرت عطائی ثابت ہو گئی۔ تو اس آیت میں جس قدرت کی نفی کی گئی ہے۔ اس کو لامحالہ ذاتی پر محمول کرنا پڑے گا۔

سرفراز صاحب کے شبہات اور ان کے جوابات

سرفراز لکھتے ہیں کیا حضرات صحابہ کرام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور سلف صالحین کی قدرت ذاتی تھی یا عطائی۔ اگر ذاتی تھی تو کس دلیل سے اور اگر عطائی تھی تو انہوں نے بھلائی کیسے جمع کر لی اور برائی سے کیوں کر بچ گئے۔ (تنقید متین ص ۲۱۶)

الجواب۔ صحابہ کرام کی قدرت عطاء کردہ تھی اور انہوں نے جو کچھ نفع حاصل کیا۔ ضرر سے بچے وہ سب اسی عطائی قدرت کا ثمرہ تھا۔ یہ کس نے کہا ہے کہ عطائی قدرت سے کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہاں عطائی قدرت سے ذاتی طور پر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے اور یہی صدر الافاضل رحمہ اللہ کا مطلب ہے۔ اسی طرح لکھتے ہیں۔

آپ نے متعدد ازواج مطہرات سے اور خصوصاً حضرت عائشہ سے جو نکاح کیا ہے۔ اس میں بھی آپ کے لئے کوئی راحت تھی یا نہیں۔ اگر راحت تھی تو جب آپ کو قدرت ذاتی نہ تھی یہ راحت کہاں سے آگئی۔

(تنقید متین ص ۲۱۷)

اس کا جواب بھی پہلے کی طرح واضح ہے کہ چونکہ قدرت ذاتی نہ تھی اس لئے اس راحت کا حصول بھی بذاتہ نہ تھا۔ قدرت عطائی تھی۔ اس لئے اس پر یہ ثمرات بھی عطائی طور پر مرتب ہوئے۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"اہل بدعت حضرات کا یہ فاسد خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکوینی اور تشریعی احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سپرد کر دیئے گئے ہیں اس لئے آپ تمام جہان میں تصرف کرتے ہیں رزق تقسیم کرتے ہیں اور نفع و ضرر دینے کے مجاز ہیں، معاذ اللہ اور یہ بے بنیاد عقیدہ روح اسلام کے سراسر خلاف اور عیسائیت کی ہو بہو نقل و تقلید ہے اور توحید پر کاری ضرب ہے۔ (تنقید متین ص ۲۱۵)

اور پھر اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے اختیارات مرحمت ہوئے ہیں۔ کیا بریلوی حضرات کے نزدیک یہ نظریہ ٹھیک ہے۔ (تنقید متین ص ۲۱۸)

الجواب۔ سرفراز صاحب نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ خلاف واقع کہا ہے اہلسنت علماء بریلی کا یہ ہرگز عقیدہ نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمام اختیارات حضور کو دے کر معاذ اللہ معطل ہو بیٹھا ہے۔ ہمارا ایمان ہے۔ اس عالم آب و گل میں کوئی ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور ارادہ کے بغیر ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا۔ وہ فعال مطلق ہے اور اس پر کسی کا اجارہ نہیں اور نہ وہ کسی کی بات ماننے پر مجبور ہے البتہ اس نے اپنے کمال فضل سے اپنے مقربین کو یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ اگر وہ اس سے دعا مانگیں تو وہ بے پناہ عنایت سے اس کو ضرور قبول فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

ولئن سئلنی لاعطینہ — اگر میرا مقرب بندہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور بضرور عطا کروں گا۔

(مشکوٰۃ ص ۱۹۷)

نیز حدیث شریف میں ہے۔

لو اقسم علی اللہ لابرہ — اگر بندہ مقرب کسی کام کو کرنے کے لئے اللہ کی قسم تو اللہ تعالیٰ قسم کو ضرور سچا کرے گا۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۶)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

معناہ لو سال اللہ شیئا واقسم علیہ ان یفعلہ لفعلہ ولم یخیب (لمعات) — کہ اگر وہ اللہ سے سوال کرے اور قسم کھائے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کریگا تو البتہ اللہ تعالیٰ ویسا ہی کریگا اور اپنے بندے کو مایوس نہیں کرے گا۔

نیز حدیث شریف میں ہے۔

کل نبی یجاب (مشکوٰۃ ص ۲۲) (ہر نبی مستجب الدعوات ہوتا ہے)

اور جب عام اولیاء و انبیاء کا خدا کی بارگاہ میں یہ مقام ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الانبیاء والمرسلین ہیں۔ ان کے مرتبہ کا کیا عالم ہوگا اور آپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جس کے حق میں دعاء فرمادیں وہ کیوں مقبول نہ ہو گی۔ پس اگر رزق یا اولاد کے حصول کے لئے نبی علیہ السلام سے عرض کی جائے کہ حضور آپ اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمائیے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رزق یا اولاد عطا فرمائے۔ تو یہ قطعاً جائز اور دلائل صحیحہ سے ثابت ہے۔

دیکھئے حدیث شریف میں ہے۔

عن ام سلیم انھا قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انس خادمك ادع اللہ لہ قال اللھم اکثر مالہ وولدہ وبارك لہ فیما اعطیتہ قال انس فواللہ ان مالی لکثیر وان ولدی وولد ولدی یتعادون علیٰ نحو المائۃ الیوم متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۵۷۵)

ام سلیم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انس آپ کا خادم ہے آپ اللہ سے اس کے لئے دعاء فرمائیے پس آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ انس کے مال اور اولاد میں برکت اور کثرت عطا فرمائے۔ حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم آج میرا مال بہت کثیر ہے اور میری اولاد کا عدد سو ہو چکا ہے۔

اس کے تحت ملا علی قاری رحمہ اللہ ابن حجر کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں۔

روی انہ قال رزقت من صلبی سوی ولد ولدی مائۃ وخمسہ وعشرین ذکور الا بنتین علیٰ ما قیل وان ارضی یثمر فی السنۃ مرتین۔

روایت ہے کہ حضرت انس نے فرمایا کہ میری صلبی اولاد سے ایک سو تیس بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں اور میری زمین سال میں دو بار پھل لاتی ہے۔

اسناد مجازی

مبتدعین دیوبند کو اس مقام پر یہ شبہ لاحق ہوتا ہے کہ جب دینا حقیقت میں اللہ ہی ہے اور انبیاء و اولیاء کا کام دعا کرنا ہے اور وہ محض واسطہ ہوتے ہیں۔ تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ غوث پاک نے بیٹا دیا۔ اور حضرت علی مشکل کشا کیسے ہو گئے اور پھر حضور حاجت روا یا مددگار کیوں کہا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کا جواب انہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بار ہا دیا جا چکا ہے۔ کہ یہ سب اسناد مجازی کے قبیل سے ہیں کاش انہوں نے تلخیص المفتاح پڑھ لی ہوتی۔ تو ان کی سمجھ میں آجاتا۔ کہ اسناد الی السبب اسناد مجازی کی ایک قسم ہے۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں!

وبنی الامیر مدینۃ فی السبب (مختصر معانی ص ۸۹) یعنی یہ کہا جاتا ہے کہ امیر نے بنایا حالانکہ یہ کام تو امیر کے ملازم کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہی ہے چونکہ امیر کے حکم سے شہر بنایا گیا۔ پس وہ شہر بنانے کا سبب ہے اور اس کی طرف اسناد کر کے مجازاً (بنی الامیر المدینۃ) امیر نے شہر بنایا۔ اسی طرح سے چونکہ انبیاء اولیاء کی دعاء سے اللہ تعالیٰ رزق یا اولاد عطا فرماتا ہے۔ اور وہ اس عطا میں سبب قرار پاتے ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انبیاء یا اولیاء نے رزق یا اولاد دی۔ اور اسناد مجازی خود قرآن کریم سے ثابت ہے سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما نقموا الا ان اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ (اور ان منافقین کو نہ برا لگا۔ مگر یہ کہ مومنین کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا) اس آیت کریمہ میں غنی کرنے کا اسناد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کیا گیا ہے حالانکہ اغناء اللہ تعالیٰ کی صفت ہے پس ثابت ہوا کہ یہ اسناد مجازی ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

ما ینقم ابن جمیل الا انہ کان فقیرا فاغناہ اللہ تعالی ورسولہ مشکوٰۃ ص	ابن جمیل کو برا نہ لگا مگر یہ کہ وہ فقیر تھا پس اللہ اور اس کے رسول نے اسے غنی کر دیا۔

اس کی شرح میں شیخ محقق فرماتے ہیں۔

وغنا بحقیقت از خدا است و ذکر رسول بجہت آنست کہ وے	غناء حقیقت میں اللہ تعالےٰ کی صفت ہے۔ اور رسول اللہ صلی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ است در افاضت خیرات و وصول نعمات از جناب حق۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۸)

اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس وجہ سے ہے آپ اللہ کی طرف سے تمام نعمتوں اور خیرات کے پہنچنے میں واسطہ ہیں۔

اسی طرح سورۂ مریم میں ہے۔ لاھب لک غلاما زکیا۔ فرشتہ نے حضرت مریم سے کہا۔ تاکہ میں تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ اور لڑکا دینا اللہ تعالےٰ کی صفت اور اس کا خاصہ ہے۔ مگر اس آیت کریمہ میں اس کا اسناد فرشتہ کی طرف کیا گیا ہے۔ پس اسناد مجازی پر یہ قرآن کریم کی دوسری شہادت ہے۔ مزید تفصیل اور توضیح کے لئے مختصر معانی مطول اور دیگر کتب بلاغت کی طرف رجوع فرمائیں۔

مبتدعین دیوبند کا ایک حیلہ یہ بھی ہے کہ اسناد مجازی ایک علمی اصطلاح ہے۔ عوام اس پر مطلع نہیں ہیں۔ اس لئے عوام کا یہ کہنا کہ غوث پاک نے بیٹا دیا۔ بہر صورت شرک ہے یہ ایک پر فریب مغالطہ ہے۔ عوام اسناد مجازی کے مفہوم سے واقف ہیں۔ اگرچہ اس کی تعبیر اور اصطلاح پر مطلع نہیں ہیں۔ مثلاً سب جانتے ہیں کہ عوام اپنے عرف میں کہتے ہیں۔ کہ تاج محل شاہجہاں نے بنایا ہے حالانکہ وہ بھی سمجھتے ہیں کہ شاہجہان تو اس کے بنانے کا سبب تھا حقیقت میں تاج محل مزدوروں نے بنایا تھا۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ حضرت غوث پاک نے بیٹا دیا حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اولاد غوث پاک کی دعاء سے یا ان کے توسل سے ملی اور دینے والا حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ پس اس مفہوم کو وہ اسناد مجازی کی اصطلاح سے تعبیر کرنے پر اگرچہ قادر نہیں ہیں مگر اس کی حقیقت سے وہ واقف ہیں۔

بحمد اللہ ہم نے قرآن و حدیث، شہادت سلف اور عوام کے عرف سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے سب کچھ مل سکتا ہے۔ اور مجازاً یہ کہنا صحیح ہے۔ کہ حضور نوازتے ہیں۔ عطاء فرماتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"احکام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفوض نہ ہونے کی باحوالہ بحث ہم نے پہلے عرض کر دی ہے پس احکام جن کی تبلیغ کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے آپ کو مفوض نہیں تو نفع اور ضرر اور امور تکوینی کی تفویض اور عطاء کہاں سے (تنقیدیتین ص ۲۱۹)

احکام کی تفویض کا کیا مطلب ہے۔ اس کو ہم سابقہ اوراق میں مدلل بیان کر چکے ہیں اور رہا امور تکوینیہ میں تصرف تو وہ اللہ کی عطاء سے آپ کی امت کے اولیاء کو بھی حاصل ہے۔ آپ کا مقام تو بہت اعلیٰ وارفع ہے چنانچہ ابن عابدین شامی پر سیدی محمد شاذلی کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔

ومنهم ختم دائرة الولاية قطب الوجود سيدى محمد الشاذلى البكرى الشهير بالحنفى الفقيه الواعظ احد من صرفه الله تعالىٰ فى الكون ومكنه من الاحوال ونطق بالمغيبات وخرق له العوائد وقلب له الاعيان۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۲)	اور اولیاء حنفیہ میں سے دائرہ ولایت کے خاتم سیدی محمد شاذلی بکری حنفی ہیں۔ اور یہ ان اولیاء میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تصرف عطا کیا تھا۔ اور انہیں حالات پر قابو دے دیا تھا انہوں نے غیب کی خبریں دیں۔ اور بے شمار امور خارقہ للعادات ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے۔

اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

"واولیاء را کرامات وتصرف در اکوان حاصل است۔ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۶

اولیاء اللہ کو کرامات اور کائنات میں تصرف حاصل ہوتا ہے"

اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ بعض امور میں انبیاء اولیاء عطاء ایزدی سے خود تصرف کرتے ہیں۔ جیسا کہ بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جن میں سے بعض کو ہم نے ایاک نستعین کی بحث میں ذکر کیا ہے اور بعض امور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں فقط اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں۔ بہر حال ہر دو باتوں کو ہم دلائل سے بیان کر چکے ہیں۔

سرفراز صاحب نے مزید لکھا ہے کہ۔

"اگر بھلائی سے بقول مولوی نعیم الدین صاحب سرکشوں کا مطیع اور اور نافرمانوں کا فرمانبردار اور کافروں کا مومن کرنا مراد ہو تو اس میں بھی ذاتی کی قید بالکل سینہ زوری ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عطائی نبوت اور عطائی رسالت کی بدولت بھی باذن اللہ تعالیٰ بہت سے نافرمانوں کو فرمانبردار اور کافروں کو مومن اور سرکشوں کو مطیع بنایا۔ اگر مولوی نعیم الدین صاحب کی خانہ ساز منطق کا خیال ملحوظ رکھا جائے تو کسی کافر و مشرک کو کبھی ہدایت نہیں ہوتی۔ (تنقید متین ص ۲۱۹)

الجواب ۔ ذاتی کی قید بالکل بجا اور برمحل ہے۔ البتہ سرفراز صاحب کی کم فہمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ غور فرمائیے کہ اگر عطائی قدرت کافروں کو مومن بنانے میں کافی ہوتی تو کیا وجہ تھی کہ آپ کی بسیار کوشش کے باوجود ابولہب اور ابوجہل نے اسلام قبول نہیں کیا اور بے شمار کفار زمانہ نبوت میں آپکی سعی بسیار کے باوجود کفر کی حالت پر مر گئے۔ پس اگر بقول سرفراز صاحب عطائی قدرت کافی تھی تو آخر یہ لوگ کیوں نہ ایمان لائے۔ پس اس کے سوا اور کوئی وجہ نہیں جس طرح حضرت صدر الافاضل نے فرمایا ہے، کہ جس کو چاہیں مسلمان بنا دیں یہ اللہ تعالےٰ کی قدرت ذاتیہ سے ہی ممکن ہے۔ جس کی قدرت اور اختیار ذاتی ہو وہ جسے چاہے مشرف بہ اسلام کر سکتا ہے اور چونکہ یہ قدرت ذاتیہ اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے اس لئے جن کو اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ وہ اسلام لے آئے اور جن کا اسلام اللہ تعالیٰ کی مشیت میں نہ تھا۔ وہ کفر پر مر گئے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عطائی قدرت و اختیار کے مالک تھے۔ پس آپ کی تبلیغ کی وجہ سے جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالےٰ نے قبولیت پیدا کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہ مسلمان ہو گئے۔ اور جن کے دلوں میں اللہ نے یہ وصف پیدا نہ کیا وہ مسلمان نہ ہوئے۔ اگر اللہ کی طرح حضور بھی (معاذ اللہ) ذاتی قدرت کے مالک ہوتے۔ تو جس طرح اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے مسلمان بنا دیتا ہے اسی طرح حضور کو بھی یہ وصف حاصل ہوتا۔ اور پھر یہ ممکن ہی نہ تھا۔ کہ مکہ کا کوئی شخص اسلام لائے بغیر مر جاتا۔ کیونکہ آپ ان سب کے اسلام پر حریص تھے۔ اور ان سب کا اسلام لانا چاہتے تھے۔ جس پر آپ کی شب و روز کی تبلیغ شاہد ہے۔ چنانچہ صدر الافاضل رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے "نہ میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا۔ تو اے منافقین و کافرین تم سب کو مومن کر ڈالتا"

پس ثابت ہوا کہ چونکہ آپ کی قدرت ذاتی نہ تھی۔ اس وجہ سے سب لوگ اسلام نہ لا سکے۔ جن کا اسلام اللہ تعالےٰ نے چاہا آپ کی عطائی قدرت سے مسلمان ہو گئے۔ اور یہی بات صدر الافاضل نے بھی تحریر فرمائی ہے جسے سمجھنے کے لئے سرفراز صاحب نے اس قدر ہنگامہ آرائی کی تھی اور اب بہر حال ہم نے انہیں سمجھا دیا۔ اللہ ہماری اس سعی کو قبول فرمائے۔ اور اسے ابناء بدعت کی ہدایت کا سبب بنا دے (آمین)

حرف آخر

سرفراز صاحب نے کتاب کے آخر میں ص ۲۲۲ پر حقانیت کا یہ معیار مقرر کیا ہے۔ کہ قرآن و حدیث کا جو معنے سلف کی تفسیر کے مطابق ہو وہ مقبول ہے۔ ورنہ مردود ہے۔ ہمیں سرفراز صاحب کا معیار بسر و چشم منظور ہے۔ اور آپ نے ملاحظہ کر لیا ہوگا کہ ہم نے اپنی اس کتاب میں شروع سے آخر تک اس معیار کو برقرار رکھا ہے۔ قرآن کریم کی جس آیت سے استدلال کیا ہے۔ اسے مفسرین کی عبارات سے مزین کیا ہے۔ بلکہ فریق مخالف کے مسلم اکابر کے اقوال سے اتمام حجت بھی کی ہے۔ اس کے برخلاف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آپ تنقید متین کو دیکھیں جس میں سرفراز صاحب نے آیات الٰہیہ کو بازیچۂ اطفال بنایا ہے۔ اور اکثر مقامات پر من مانی تفسیر کی ہے۔ اور خانہ ساز تاویلوں سے قرآن کی اصل روح کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اب جویان حق کے لئے مشکل نہیں رہا کہ وہ سرفراز صاحب کے بیان کردہ معیار پر ان کی کتاب اور اس پر ہمارے اس تبصرہ کو ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کرلیں۔ کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ اور باطل کی پرستش کون کرتا ہے اللہ تعالےٰ کا بے حد کرم ہے اور اس کے رسول کریم کی بے پناہ عنایت ہے جس کی وجہ سے ہمیں یہ توفیق حاصل ہوئی۔ کہ ہم نے اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر یہ سب کچھ لکھا۔ اعلحضرت قدس سرہ العزیز کا ترجمہ اور صدر الافاضل رحمہ اللہ کی تفسیر وہ بحر زخار ہے۔ جس کی عظمتوں کا اندازہ کرنے کے لئے بھی ایک عظیم علم کی ضرورت ہے۔ ورنہ جہالت کی عینک سے دیکھنے والوں کا وہی حشر ہوتا ہے۔ جو تنقید متین میں سرفراز صاحب کا ہوا ہے۔ ہم نے اپنی اس کتاب میں سرفراز کا کوئی شبہ اور کوئی وسوسہ نہیں چھوڑا۔ مگر اس کا ازالہ کر دیا۔ اور ان کی من گھڑت بدعات اور خانہ ساز قواعد پر ایسے اعتراضات قائم کئے ہیں۔ جو جان وہابیت پر قیامت تک کے لئے پہاڑ بن گئے ہیں۔ جن کے بوجھ سے وہ انشاء اللہ کبھی سر نہ اٹھا سکیں گے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ بمطابق ملا آں باشد کہ چپ نہ شود۔ اس کے بعد بھی سرفراز صاحب سلسلہ خرافات شروع کر دیں۔ لیکن جہاں تک اصولی مباحث کا تعلق ہے۔ ہم نے دیوبندی بدعت کا کلیتہً خاتمہ کر دیا ہے۔ اور صدر الافاضل رحمہ اللہ کی تفسیر اور اعلحضرت قدس سرہ العزیز کے ترجمہ پہ سرفراز صاحب نے جہالت عداوت کی بنیاد پر جو کیچڑ اچھالی تھی۔ اسے ہم نے ان کے چہرے کی طرف واپس لوٹا دیا ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہ ترجمہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وتفسیر اہل سنت کے عقائد کا صحیح اور مدلل ترجمان ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس کے فیض سے بہرہ مند فرمائے۔ اپنے حبیب اکرم کے صدقے سے اس سعی قلیل کو قبول فرما کر مقبول عام بنائے۔ ہمیں اسلام پہ زندہ رکھے اور ایمان پہ ہمارا خاتمہ فرمائے۔ امین رب العٰلمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصل اللہ تعالیٰ علےٰ حبیبہ محمد وعلےٰ الہ واصحابہ اجمعین۔

طالب الدعاء غلام رسول سعیدی غفرلہٗ۔

کتاب مستطاب دلائل وبراہین سے مرصع اور نہایت ہی عرق ریزی سے لکھی گئی ہے۔

اہلِ محبت کے لئے نعمت عظمیٰ اور شاتمانِ رسولِ انام کے لئے سیٹم بم۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ حضرت مصنف مدظلہٗ کو دارین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور ہر منصف مزاج کے لئے مشعلِ راہ بنائے۔

(تابش قصوری مصحح کتاب ہذا)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سنی بہشتی زیور (اول تا ہفتم)

سبع سنابل اردو

ہماری کمسار

فیضان سنت

حکایات رحمی

اردو نثر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سنی بہشتی زیور (اول تا ہفتم)

سبع سنابل اردو

ہماری کمسار

فیضان سنت

حکایات رحمی

اردو نثر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari